امجد جاوید

سائبان سورج کا

اپنی بدنصیبی کی کڑی دھوپ میں جلنے والوں اور زمانے کی مشق ستم بننے والوں کی کہانی......جن کے لیے سورج ہی سائبان ٹھہرا

سائبان سورج کا

امجد جاوید

علم وعرفان پبلشرز
40-الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-7352332-7232336

نوٹ:

نام کتاب	....	سائبان سورج کا
مصنف	....	امجد جاوید
ناشر	....	گل فراز احمد علم و عرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
پروف ریڈنگ	....	منصور احمد بٹ
کمپوزنگ	....	محمد مصور امین، انیس احمد
سن اشاعت	....	ستمبر 2011ء
قیمت	....	=/400 روپے

......ملنے کے پتے......

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

فون 7352332-7232336

ادارہ علم و عرفان پبلشرز کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرماویں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

انتساب!

اپنے بچوں......!

سمن فاطمہ، احمد بلال امجد اور احمد جمال امجد

کے نام

☆ ☆ ☆

دھوپ ٹھہری نہ معتبر ، دیکھا
دل میں رکھ کر گمان سورج کا
اس کا تحفہ بھی خوب ہے امجدؔ
دھوپ میں سائبان سورج کا

پیش لفظ

زندگی جتنی رنگین ہے اتنی سنگین بھی ہے۔اسی زندگی میں درپیش حالات وواقعات انسان کو بے بس کر کے رکھ دیتے ہیں۔رشتے ناطوں کا مان، تعلق کی رواداری اور قرابتوں میں برداشت یوں عنقا ہوتا ہے کہ انسان خود کو اس دھرتی پر تنہا محسوس کرنے لگتا ہے۔سارے اعتماد ہی ختم ہو جاتے ہیں۔زندگی کا طویل سفر ایسی راہ پر آجاتا ہے جہاں مقدر کی کڑی دھوپ ہی اس کا سایہ ہوتی ہے۔سائبان تو سورج تلے ہوتا ہے، سورج کیسے سائبان بن سکتا ہے؟ کہانی کے اختتام تک دیکھئے کہ مصنف یہ کہنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی حالات ایسے ہو جاتے ہیں کہ سوائے سورج کے کوئی اور سائبان نہیں رہتا۔حالات کی تیز دھوپ کا انسان اس قدر عادی ہو جاتا ہے کہ اسے سورج ہی سائبان لگتا ہے۔

کسی بھی انسان کو یہ باور کرایا جائے کہ جو، اُن کے ہمدرد دکھائی دیتے ہیں ان سے اُن کا کوئی رشتہ نہیں تو ایک بے یقینی سی لازمی ذہن میں در آتی ہے۔اور اس معاشرے میں جہاں اب خون کے رشتے اپنی اہمیت کھو بیٹھتے ہیں، وہاں منہ دیکھے رشتے اعتبار کے قابل کیسے ہو سکتے ہیں۔عموماً ایسی اولاد کو بہت سی مشکلات کا سامنا رہتا ہے، جہاں وراثت میں جائیداد اور دولت ہو۔وہاں نت نئے ہنگامے جنم لیتے رہتے ہیں۔اور جہاں معاملہ ایک لے پالک بیٹی کا ہو۔یہ داستان ایک ایسی ہی لے پالک بیٹی کی ہے۔جس کی اپنی نگاہوں میں تو وسعت ہے لیکن وہ کسی کی ترچھی نگاہوں کی زد میں ہے۔

انسان جیسے جیسے شعور کی منزلوں کو طے کرتا ہے، زندگی اس کے لیے سہل ہو جاتی ہے۔لیکن ایسا تو تب ہوتا ہے جب مقدر کی لکیریں اُلجھی ہوئی ہوں اور جنم لیتے ہی المیئے جن کے ساتھ نتھی ہو جائیں، ان کے لیے شعور ایک عذاب بن جاتا ہے۔وہ اپنے ہونے کا جواز ڈھونڈتے ہیں۔ جناب امجد جاوید ہمیشہ ایسے کردار کھوجتے ہیں، جن کی زندگی کا مقصد جدوجہد ہو اور وہ اپنی پہچان کی تلاش میں ہوں۔ جناب امجد جاوید کا یہ نیا ناول ایسا ہی مرکزی خیال لیے ہوئے ہے۔

نیکی اور بدی کی جنگ تو ازل سے جاری ہے اور شائد ابد تک رہے گی۔لیکن ہماری کوتاہی جانئے کہ ہم انجام پر نظر نہیں رکھتے۔جناب امجد جاوید نے عام انداز سے بالکل ہٹ کر یہ داستان تحریر کی ہے۔یہ ایک ایسے خاندان کی داستان بھی ہے، جس کی چار دیواری میں سازشیں ہیں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی جستجو ہے۔اور اس کا نشانہ ایک ایسا کردار ہے جو اپنے سے وابستہ سچائیوں کے ساتھ جیتا ہے۔آپ جان سکیں گے کہ مقصد ہوس کی تکمیل ہو، وہ کسی ضابطہ کے پابند نہیں ہوتے اور آنکھیں بند کر کے تباہی کے گڑھے کی جانب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

مجھے پوری اُمید ہے کہ زیرِ نظر ناول بھی عوامی پذائی حاصل کرے گا اور آپ کے ذوقِ مطالعہ پر پورا اترے گا۔خیر اندیش

گل فراز احمد

سورج سارے دِن کا سفر طے کرنے کے بعد شام سے گلے مل رہا تھا۔ اوائل فروری کے اِن دِنوں میں جب پت جھڑ کے بعد بہار نے موسم کو خمار آلود کر دیا تھا اور دِھیرے دِھیرے چلنے والی ہوا نے موسم خوشگوار بنا دیا تھا' سورج کی کرنوں میں ہر شئے نکھری دِکھائی دیتے ہوئے زندگی کا بھرپور احساس دے رہی تھی۔ ایسے میں پُروقار و پُرشکوہ حسن لاج کی خاموشی مزید گہری ہوگئی تھی۔ حسن لاج۔! جسے نواب مسعودالحسن مرحوم نے تین دہائی پہلے تعمیر کروایا تھا۔ اگرچہ اِس وقت حسن لاج جدید تقاضوں اور شہر سے باہر پُرسکون علاقے میں تعمیر ہوئی تھی لیکن اَب گزرتے وقت کے ساتھ شہر ہی کا حصہ دِکھائی دیتے ہوئے منفرد عمارت تھی۔ پورے علاقے میں یہی عمارت سب سے کشادہ' خوبصورت اور پُروقار دِکھائی دیتی تھی۔ حسن لاج کی طرزِ تعمیر پرانی تھی مگر مناسب دیکھ بھال کے باعث اَب بھی ویسی ہی شان و شوکت تھی جیسی نواب مسعودالحسن کے زمانے میں تھی۔ حسن لاج محض خوبصورت بنگلہ ہی نہیں پُرسکون مسکن بھی تھا۔

اِس وقت حسن لاج میں شائستہ بیگم اپنی خوابگاہ میں جہازی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں۔ اُن کے چہرے پر جہاں خوبصورتی اور حسن کی واضح جھلک تھی جو کبھی جوانی میں نواب مسعودالحسن کو گھائل کر گئی تھی' وہاں گزرتے ہوئے وقت کا دُکھ' یاسیت اور تنہائی پوری طرح دِکھائی دے رہی تھی۔ نواب صاحب نے اِس وقت داعیِ اجل کو لبیک کہہ دیا تھا جب اُنہوں نے ایک ساتھ زندگی کی راہ پر چلتے ہوئے چند برس ہی گزارے تھے۔ زندگی نے اُنہیں سب کچھ دیا تھا لیکن اولاد جیسی نعمت سے وہ محروم رہے تھے۔ شائستہ بیگم ایک صابر اور شاکر بیوی کی طرح زندگی گزارتی چلی گئیں۔ نواب صاحب کے بعد حسن لاج میں تنہائی مزید بڑھ گئی تھی۔ پھر محض ایک دِن کی نورین کو شائستہ بیگم نے گود لے لیا تھا۔ جس سے حسن لاج کے دَر و دیوار نے معصوم آواز سے شناسائی پائی اور نورین میں کھو کر شائستہ بیگم زندگی کے دِن گزارتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ انجان سی بیماری نے اُنہیں بیڈ تک محدود کر کے رکھ دیا۔ وہ اکثر جب اپنے بارے میں سوچتیں تو نورین کا خیال بھی سامنے آ جاتا۔ اِس وقت بھی وہ ایسے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھیں کہ دروازے پر ہلکی سی دستک نے اُنہیں چونکا دیا۔ وہ پہچان گئیں کہ یہ دستک نورین ہی کی ہے اور بلاشبہ اِس کے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا ورنہ ماں کے کمرے میں آنے کے لیے بیٹی کو اجازت کی ضرورت تو نہ تھی۔ پھر وہی ہوا' دروازہ کھلتے ہی نورین کے ساتھ اِن کا فیملی ڈاکٹر سجاد بھی ساتھ تھا۔ اِس کے پیچھے اُن کی خاص ملازمہ صفیہ تھی جس نے ڈاکٹر کا بیگ اُٹھایا ہوا تھا۔ ڈاکٹر سجاد نے مسکراتے ہوئے سلام کیا جس کے جواب میں سر کے اشارے سے شائستہ بیگم نے جواب دیا تو وہ بیگ کھولنے لگا۔ نورین ایک طرف بیڈ پر شائستہ بیگم کے ساتھ بیٹھ چکی تھی۔ لمبے سے قد کے ساتھ بھرے بھرے جسم والی نورین کی آنکھیں سب سے پہلے دیکھنے والے کو متوجہ کرتی تھیں۔ خوبصورت آنکھوں کے ساتھ مناسب نقش و نگار' لانبی گردن اور سیاہ گیسو اِس کے حسن میں مزید اضافے کا باعث تھے۔ گلابی کاٹن شلوار قمیص میں وہ اِس وقت ایک گھریلو لڑکی دِکھائی دے رہی تھی۔ اِس کے چہرے پر اُلجھن تھی اور پوری توجہ سے ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہی تھی جو بلڈ پریشر چیک کر چکا تھا۔ اُس نے سر اُٹھایا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''الحمدللہ' اَب آپ بالکل ٹھیک ہیں بیگم صاحبہ! اِس وقت بلڈ پریشر بالکل نارمل ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بیڈ کے ساتھ دھری کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر اطمینان بھرے لہجے میں بولا۔ ''یہاں آنے سے پہلے مَیں نے آپ کی تازہ رپورٹس بھی دیکھی ہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہیں' اَب آپ تندرست

ہیں۔'' یہ کہہ کر اُس نے بیگ میں سے پیڈ نکالا۔

''تو اس کا مطلب ہے' ڈاکٹر صاحب! میری ماما اَب بالکل صحت یاب ہیں؟''

نورین نے خوشی سے لبریز لہجے میں لاڈ سے کہا جس میں شائستہ بیگم کی محبت پوری طرح چھلک رہی تھی۔

''جی ہاں' مس نورین! بیگم صاحبہ بالکل صحت مند ہیں لیکن---'' وہ کہتے کہتے رُک گیا' پھر لمحہ بھر توقف کے بعد بولا۔'' یہ جو میڈیسن میں لکھ کر دے رہا ہوں' یہ بہرحال کچھ وقت کے لیے لینا ہوگی۔'' ڈاکٹر سجاد کے یوں کہنے پر شائستہ بیگم نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

''بیٹا! جب مَیں بالکل تندرست ہوں تو اَب ان دواؤں کی کیا ضرورت ہے' کب جان چھوٹے گی ان سے؟--- دو مہینے ہوگئے ہیں' مَیں تنگ آ گئی ہوں ان دواؤں سے۔ اللہ جانے کیسے کیسے پرہیزی کھانے کھائے ہیں' میرا تو جی اُوب گیا ہے۔'' ان کے لہجے میں اُکتاہٹ تھی۔ اِس پر ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' بیگم صاحبہ! اس طرح کے حالات میں بندہ تنگ آ ہی جاتا ہے لیکن صحت کے لیے یہ سب تو کرنا پڑتا ہے--- خیر' اَب آپ کو اتنی زیادہ دوائیں نہیں لینا پڑیں گی۔ بس یہی دو ٹیبلٹ اور پرہیزی کھانے بھی تقریباً ختم---''

''یہ جو آپ نے درمیان میں تقریباً کہہ دیا ہے' یہ کب ہٹے گا؟''

شائستہ بیگم نے پہلی بار ذرا سا مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یہ بھی ہٹ جائے گا لیکن ایک درخواست ہے بیگم صاحبہ' کہ---''

ڈاکٹر نے کہنا چاہا تو شائستہ بیگم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''اب آپ کوئی نئی احتیاط مت بتا دینا۔ ایک ہی بیڈروم' دوائیں' پرہیزی کھانے' میرا آفس جانا' یہ سب---''

''پلیز' بیگم صاحبہ! صحت ہوگی تو آپ اپنا آفس دیکھ سکیں گی۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے اس لیے مزید تھوڑا عرصہ یہ میڈیسن لینا ہوگی' کھانے پینے میں احتیاط اور آفس وغیرہ کے جھمیلوں سے دُور کچھ عرصہ کے لیے سکونِ ذہن کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ خدانخواستہ کہیں دوبارہ---''

''اِس کی تو آپ فکر ہی نہ کریں' ڈاکٹر صاحب! یہ میرے ذمے داری ہے' مَیں دیکھ لوں گی۔ مجھے اپنی ماں کی صحت سب سے عزیز ہے۔''

یہ سن کر ڈاکٹر مسکرایا' پھر پیڈ پر دوائیں لکھنے لگا۔ اس دوران کمرے میں بالکل خاموشی رہی۔ پھر لکھ لینے کے بعد اس نے نورین کی جانب دیکھا' نسخہ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

''صرف یہ میڈیسن آپ انہیں دیتی رہیں' باقی سب بند کر دیں۔ یہ یاد رکھیں' احتیاط بہرحال دوا سے بہتر ہے۔''

''اب آپ ماما کا چیک اَپ کرنے کب آئیں گے؟'' نورین نے نسخہ پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''ویسے تو اَب ضرورت تو نہیں ہے' مس نورین! ہفتے میں ایک بار ضرور آ جایا کروں گا' ضرورت پڑے تو آپ مجھے فون کر دیں۔'' ڈاکٹر

نے کہا' پھر اُٹھتے ہوئے بولا۔''میں اَب چلتا ہوں۔ اللہ حافظ۔۔۔''

اُس نے اپنا بیگ بند کیا تو ملازمہ صفیہ نے اُس کا بیگ سنبھال لیا۔ پھر دونوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ وہاں خاموشی چھا گئی۔ تب نورین نے اپنی ماما کے قریب ہوتے ہوئے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور قدرے شوخ لہجے میں بولی۔

''ماما! آپ نے سن لیا نا' احتیاط بہر حال دوا سے بہتر ہے۔''

شائستہ بیگم نے نورین کی جانب پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔ چند لمحے دیکھتے رہنے کے بعد ذرا سا مسکرائیں اور پھر بڑے ہی جذباتی لہجے میں بولیں۔

''نورین! آج میری سگی بیٹی ہوتی نا' تو وہ بھی شاید میرا اتنا خیال نہ رکھتی جتنا خیال تم نے رکھا ہے۔ تمہاری اَن تھک خدمت اور پوری توجہ کے باعث ہی مَیں صحت یاب ہوئی ہوں۔''

''ماما! یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟'' نورین نے تڑپتے ہوئے کہا۔''مَیں آپ کی خدمت نہیں کروں گی' آپ پر توجہ نہیں دوں گی تو پھر کوئی دوسرا کون خیال رکھے گا آپ کا۔۔۔ یہ میرا فرض ہے' ماما! آپ کے ایسا سوچنے پر مجھے دُکھ ہوا ہے۔'' اس کے لہجے میں ناراضگی پوری طرح گھلی ہوئی تھی۔

''نہ بیٹی! تم دُکھی مت ہونا۔ ایک تمہی تو میرے جینے کا سہارا ہو۔۔۔ تمہیں معلوم ہے' نورین! مَیں تمہارا دُکھ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔''

شائستہ بیگم کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''تو پھر آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟۔۔۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ نے مجھے جنم نہیں دیا لیکن اتنا پیار' اتنی محبت اور اتنی مامتا دی ہے کہ شاید میری سگی ماں بھی نہ دے سکتی۔ پھر ایک بیٹی اتنی پیاری ماما کے لیے کچھ بھی نہ کرے' یہ کیسے ممکن ہے؟''

نورین کا لہجہ رو دینے والا تھا۔ اس پر شائستہ بیگم نے غور سے نورین کے چہرے پر دیکھا' پھر دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن سہلاتے ہوئے بولیں۔

''سوری' بابا!۔۔۔ بوڑھی عورت ہوں نا' کبھی کبھی ذہنی رو بہک جاتی ہے اور نہ جانے کیا کچھ کہہ جاتی ہوں۔ اَب ایسا بالکل نہیں سوچوں گی۔ اَب تو خوش ہو نا۔۔۔؟''

شائستہ بیگم نے مامتا بھرے لہجے میں دھیرے دھیرے کہا تو نورین بے حد جذباتی ہوگئی۔ اس نے شائستہ بیگم کو گلے لگا لیا۔ شائستہ بیگم پیار سے اسے تھپکتی رہیں۔ تھوڑی دیر تک یونہی گلے لگے رہنے کے بعد وہ چونکیں اور دھیرے سے کہا۔

''تمہیں آفس گئے ہوئے بھی تو دو مہینے ہوگئے ہیں نا۔۔۔؟''

اس کے یوں کہنے پر نورین الگ ہوئی اور عام سے لہجے میں بولی۔

''ہاں' ماما! تقریباً اتنا وقت تو ہو ہی گیا ہے۔''

''نورین! اَب تمہیں آفس جانا چاہئے۔ اِن دومہینوں میں نجانے کیا سے کیا ہوگیا ہوگا۔'' شائستہ بیگم نے تشویش سے کہا۔

''ماما! آپ نے وقار انکل کو سارے کاروبار کی دیکھ بھال کرنے کی جو ذمے داری دی ہے تو میرا نہیں خیال کہ آپ کا فیصلہ غلط ہوگا۔ وہ آپ کے رشتے داروں میں سب سے زیادہ قریب ہیں۔ وہ پوری ذمے داری---''

نورین نے اطمینان بھرے لہجے میں کہنا چاہا تو شائستہ بیگم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''کچھ بھی ہے' وہ ایک الگ معاملہ ہے۔'' یہ کہہ کر اُنہوں نے نورین کے چہرے پر دیکھا اور انتہائی جذباتی لہجے میں بولیں۔ ''لیکن' نورین بیٹی! مَیں تمہیں بزنس میں کیوں دیکھنا چاہتی ہوں' یہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔''

''مگر' ماما! جب تک آپ پوری طرح ٹھیک نہیں ہوجاتیں' مَیں بھلا آفس کیسے جاسکتی ہوں؟''

نورین نے اُلجھتے ہوئے کہا مگر شائستہ بیگم نے شاید اس کی بات پوری طرح نہیں سنی تھی۔ وہ اچانک دُور کہیں خلاؤں میں کھوگئی تھیں۔ وہ چند لمحے یونہی کھوئی رہیں' پھر خود کلامی کے سے انداز میں بولیں۔

''نواب صاحب مرحوم کو بزنس کا کتنا شوق تھا حالانکہ اُنہیں بزنس وغیرہ کی اتنی ضرورت نہیں تھی۔ ان کی پشتینی جائیداد ہی اتنی ہے کہ مَیں بھی اپنی ساری زندگی سکون سے گزار سکتی ہوں۔ نواب صاحب مرحوم اکثر کہا کرتے تھے کہ میرے وجہ سے نجانے کتنے لوگوں کا روزگار چل رہا ہے' میں کتنے لوگوں کی مدد کرتا ہوں---'' یہ کہہ کر وہ خود کلامی سے چونکیں' پھر ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے نورین کے چہرے کی جانب دیکھا جو بڑی توجہ سے اُس کی بات سن رہی تھی۔ ''آہ' وہ نہیں رہے لیکن اُن کا بزنس چل رہا ہے۔ ایک یہی تو ان کی یاد ہے میرے ساتھ--- اُن کی خواہش برقرار رکھنے میں کتنی محنت کی ہے مَیں نے' یہ تم جانتی ہو۔''

''ماما! مَیں سب جانتی ہوں۔ آپ نے نواب صاحب کے بعد بزنس ہی کو وقت دیا ہے' میں بچپن سے ہی دیکھتی چلی آرہی ہوں۔''

نورین نے خوشگوار سے لہجے میں یوں کہا جیسے وہ ماحول بدلنا چاہتی ہو۔

''مجھے خوشی ہے' بیٹی! تم بھی بزنس کی دیکھ بھال میں شریک ہو۔ میرے بعد کون ہے جو اس بزنس کو سنبھالے گا۔ ایک تمہی ہو' نا!--- کتنے لوگوں کی اُمید ہم سے بندھی ہوئی ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ تم بزنس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اچھی طرح سمجھتی ہو لیکن اِتنا گیپ' آفس سے اِتنے دِن تک دُور رہنا' یہ ٹھیک نہیں ہے' بیٹا! کہیں---''

شائستہ بیگم کہتے کہتے رُک گئیں تو نورین نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''ماما! نواب صاحب مرحوم کا لگایا ہوا پودا پھلے پھولے گا' اِن شاءاللہ--- حسن اینڈ کمپنی کوئی معمولی ادارہ نہیں ہے۔ یہ بہت ترقی کرے گا' مَیں اِسے سنبھالوں گی۔''

''بیٹی! مجھے معلوم ہے کہ میری صحت کس سطح پر ہے۔ نواب صاحب کی طرح مَیں کبھی کاروباری معاملات کو حسن لاج تک نہیں لائی۔ مَیں چاہتی تو سارے معاملات کو یہاں بیٹھ کر دیکھ سکتی تھی لیکن مَیں نواب صاحب کی روایت نہیں توڑنا چاہتی۔ اُن کی یاد ہی تو میرا سرمایہ ہے اس لیے' بیٹی!

تم کل سے آفس جاؤ گی۔ تمہیں پتہ ہے نا' کہ اس بزنس کے ساتھ میری کتنی جذباتی وابستگی ہے۔''

''ٹھیک ہے' ماما! میں کل آفس جاؤں گی' لیکن ایک شرط ہے---'' نورین نے انتہائی سنجیدگی سے حتمی لہجے میں کہا۔

''وہ کیا---؟'' شائستہ بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''وہ یہ کہ میرے آفس چلے جانے کے بعد آپ کوئی اوٹ پٹانگ مرچ مصالحے والے کھانے نہیں کھائیں گی' وہی کھائیں گی جو آپ کے لیے ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے۔ دوائی وقت پر لیں گی اور---'' نورین سے مزید نہ کہا گیا اور ہنس دی۔

''ٹھیک ہے' میری جان! ٹھیک ہے---'' شائستہ بیگم بھی اس کے ساتھ ہنس دیں۔

''اچھا' اب آپ ایسا کریں کہ فریش ہو جائیں' میں آپ کے لیے جوس لے کر آتی ہوں۔''

نورین یہ کہتے ہوئے اٹھی تو شائستہ بیگم نے اشارے سے عندیہ دے دیا' تب نورین کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔

☆☆☆

شہر کے پوش علاقے میں وہ بنگلہ جدید طرزِ تعمیر کا عکاس تھا۔ اگرچہ ایسے علاقوں میں صبح کی چہل پہل خاصی دیر بعد ہوتی ہے لیکن اس بنگلے میں فاخرہ بیگم بیدار ہو چکی تھیں۔ وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آئیں تو نو بج چکے تھے۔ اُن کے شوہر وقار احمد تیار تھے اور ناشتے کی میز پر بیٹھے اخبار دیکھ رہے تھے۔ وقار احمد اخبار میں اس قدر کھوئے ہوئے تھے کہ اُنہیں فاخرہ بیگم کے آنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ وہ میز تک پہنچنے سے پہلے چونکیں اور پھر پلٹ گئیں۔ اُن کا رُخ اپنے بیٹے وجاہت کے کمرے کی طرف تھا۔ وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی ایک دروازے تک پہنچیں اُسے دھکیل کر کھولا اور اندر چلی گئیں۔ سامنے ہی اُن کا بیٹا وجاہت یوں بے سدھ پڑا ہوا تھا کہ جیسے دُنیا و مافیہا سے بے خبر نیند میں ڈوبا ہوا ہو۔ فاخرہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا تو اُنہیں اچھا نہیں لگا' اُن کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے' پھر خود پر قابو پاتے ہوئے تحمل سے بولیں۔

''وجاہت! --- بیٹا' اُٹھو۔ دیکھو' نو بج رہے ہیں۔''

اُن کے لہجے میں پیار کے ساتھ ساتھ دباد با غصہ بھی تھا۔ فاخرہ بیگم نے اس کے بیڈ کے قریب کھڑے ہو کر اسے آوازیں تو دیں لیکن ان کا خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ وہ پھر سے اسے آوازیں دینے لگیں۔ پھر اسے بازو سے پکڑ کر ہلایا اور اسے آوازیں دیں' اس پر وجاہت نے کسمساتے ہوئے نیند ہی میں کہا۔

''ماما! پلیز' سونے دو نا' آپ جاؤ---''

''اُٹھو' مجھے تم سے کام ہے--- جلدی اُٹھو۔'' فاخرہ بیگم نے تیز لہجے میں کہا۔

''ایک دفعہ کہہ دیا ہے نا' ماما! سونے دو تو بس مجھے سونے دو--- آپ جاؤ۔'' وجاہت کرختگی سے بولا۔

''پتہ نہیں' ساری رات کہاں غائب رہتے ہو اور دن کو سونے کے لیے تمہیں اس گھر کا راستہ مل جاتا ہے۔'' فاخرہ بیگم اچانک ہی پھٹ پڑی تھیں۔ اُنہیں وجاہت کا لہجہ بہت بُرا لگا تھا۔

''ایسی کیا افتاد پڑ گئی ماما' جو آپ مجھے صبح صبح تنگ کرنے آ گئی ہیں؟'' اس کے لہجے میں ویسی ہی کرختگی تھی۔

''تم جلدی سے اُٹھو اور تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آ جاؤ۔ تم نے میرے ساتھ جانا ہے۔''

فاخرہ بیگم نے تلخ لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔ یہ سنتے ہی وجاہت کا چہرہ غصے میں بگڑ گیا اور انتہائی بدتمیزی سے یہ کہتا ہوا اُٹھ گیا۔

''ایسی کون سی جگہ ہے جہاں آپ نے میرے ساتھ ہی جانا ہے۔ کیا ڈرائیور کہیں چلا گیا ہے یا آپ گاڑی نہیں چلا سکتیں؟--- میرا دماغ خراب نہ کریں اور جائیں یہاں سے' مجھے سونے دیں---''

''دیکھو' مجھے شائستہ بھابی کے ہاں جانا ہے اور تمہارا میرے ساتھ جانا بہت ضروری ہے--- سمجھے تم---!'' فاخرہ بیگم نے لفظ چباتے ہوئے اسے بتایا۔

''اوہ---'' وجاہت نے انتہائی طنزیہ انداز میں کہا اور اسی انداز میں بولا۔ ''میں نے سوچا کہ پتہ نہیں' کس ہستی کے پاس جانا ہے--- خدا کے لیئے ماما! میری جان چھوڑیں اور آپ جائیں--- ہونہہ' شائستہ بھابی---!'' یہ کہہ کر اس نے اپنی ماں کی جانب دیکھا اور دوبارہ لیٹ گیا۔

''وہ فقط میری بھابی ہی نہیں' بہت بڑی جائیداد کی مالک بھی ہیں۔ یہ اُنہی کا بزنس ہے جو تمہارا باپ چلا رہا ہے اور تم عیش کر رہے ہو۔ وہ بیمار ہیں لیکن تم ہو کہ ایک دفعہ بھی اُن کی عیادت کے لیے نہیں گئے ہو۔ تمہیں---''

''فاخرہ بیگم ابھی مزید کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر وجاہت نے بات کاٹتے ہوئے بدتمیزی سے کہا۔

''وہ آپ کی بھابی ہیں اور آپ کا شوہر اُن کا بزنس چلا رہا ہے۔ مجھے خواہ مخواہ لیکچر سننے کا شوق نہیں اور نہ ہی مجھے اُن کی ضرورت ہے''

''ضرورت ہے--- اُس کی ساری جائیداد ہماری ہونے والی ہے۔ جو بزنس تمہارا باپ چلا رہا ہے' وہ کل تمہارا ہوگا' تمہی نے اُسے دیکھنا ہے--- جھوٹے منہ ہی سہی' کم از کم اُس کی عیادت تو کر آؤ---'' فاخرہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ماما! اگر آپ نے مجھے زیادہ تنگ کیا نا' تو جس طرح رات بھر گھر نہیں آتا' اسی طرح میں دن کو بھی نہیں آیا کروں گا--- مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں' پلیز---!'' اس نے آنکھیں زور سے بند کرتے ہوئے کہا۔

''عجیب بیہودہ لڑکا ہے' کچھ تو ہوش کرو--- جس کی وجہ سے ہمیں دولت مل رہی ہے' تمہیں تو اُس کے ہاں آنا جانا چاہے۔ اُس کی خدمت کرنا چاہئے اور تم ہو کہ---''

وہ کہتی رہیں' پھر جب اُنہوں نے وجاہت کو دیکھا جو کانوں پر تکیہ لے کر لیٹ گیا تھا تو ایک دَم سے چپ ہوگئیں۔ اُن کا غصہ عروج پر تھا مگر بے بس تھیں۔ اُنہوں نے بے چارگی سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور باہر چلی گئیں۔ اُنہیں بہت دُکھ ہو رہا تھا کہ اُن کا بیٹا بہت حد تک لاپرواہ' بدتمیز اور آوارہ ہوگیا ہے مگر اکلوتا ہونے کے باعث وہ اِس کا کچھ کر بھی نہیں پا رہی تھیں۔ وہ غصے میں بھری ہوئی کمرے سے نکلیں اور ڈرائنگ روم پار کر کے ڈائننگ ٹیبل پر آگئیں۔ ملازمین نے ناشتہ لگا دیا ہوا تھا' وقار احمد ناشتہ کر کے چائے پی رہے تھے۔ اُن کی ساری توجہ اَب بھی اخبار پر تھی۔ وہ جیسے ہی اُن کے قریب بیٹھیں' وقار احمد نے اخبار سے نگاہیں ہٹائے بغیر خوشگوار سے لہجے میں پوچھا۔

''بیگم صاحبہ! ویسے تو آپ کے مزاج عمومی طور پر برہم ہی رہتے ہیں لیکن اس وقت خیریت تو ہے جو آپ کے مزاج اچھے نہیں ہیں؟'' اُن کے لہجے میں جہاں خوشگواریت تھی' وہاں ہلکا سا طنز بھی تھا۔

''آپ کا وہ لاڈلا---''

وہ اتنا ہی کہہ سکیں۔ لفظ جیسے اُن کے گلے میں پھندہ بن گئے تھے۔ اِس پر وقار احمد نے اخبار ہٹایا اور اپنی بیوی کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے دُکھ سے بولے۔

''کاش--- بیگم صاحبہ! کاش' وہ میرا لاڈلا ہوتا' اگر ایسا ہو جاتا تو آج اِس قدر نکما' بگڑا ہوا اور بدتمیز نہ ہوتا۔ اِسے سوائے اپنی ذات کے کسی دوسرے سے غرض ہی نہیں ہے۔''

وقار احمد نے یوں کہا تو فاخرہ بیگم چونک گئیں۔ اچانک ہی اُنہیں اپنا غم بھول گیا' وہ فوراً ہی اپنے اکلوتے بیٹے کی ماں بن کر کہنے لگیں۔

''آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ آپ کی اولاد ہے' آپ تو یوں کہہ رہے ہیں کہ جیسے میں نے اُسے بگاڑا ہے--- کبھی آپ نے بھی پوچھا ہے کہ وہ رات رات بھر کہاں رہتا ہے؟'' فاخرہ بیگم کے لہجے میں طنز کے ساتھ ساتھ شکوہ اُتر آیا تھا۔

''اولاد جب خودسر ہوجائے نا' تو اُس سے ایسے سوال کر کے اپنی رہی سہی عزت خاک میں نہیں ملاتے --- خیر' اس وقت تم کیوں برہم ہو رہی ہو؟'' وقار احمد نے تحمل سے پوچھا۔

''مَیں چاہ رہی تھی کہ وہ بھی میرے ساتھ شائستہ بھابی کی عیادت کر آئے مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔'' اُنہوں نے کافی حد تک نارمل ہوتے ہوئے تحمل سے بتایا۔ وقار احمد خاموش رہے تو بڑبڑاتے ہوئے بولیں۔ ''ایسی نا سمجھ اولاد' جسے اپنے مستقبل کے بارے میں احساس ہی نہیں ہے۔''

''اُسے احساس نہ ہونے کی وجہ یہ ہے' بیگم صاحبہ! کہ آپ نے اُسے احساس دلایا ہی نہیں ہے۔ آپ کے بے جا لاڈ پیار نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اَب وہ اتنا خودسر ہو چکا ہے کہ اُس کے سدھر جانے کا کوئی امکان دِکھائی نہیں دیتا۔''

وقار احمد نے یوں کہا جیسے وہ وجاہت کی طرف سے مایوس ہو چکے ہوں۔ فاخرہ بیگم کے اندر موجود ماں کی مامتا اپنے بیٹے کے بارے میں ایسی بات سن ہی نہیں سکتی تھی' اس لیے تنک کر بولیں۔

''آپ نے بھی تو ہمیشہ اُس کے متعلق ایسا ہی غلط تاثر رکھا ہے۔ ابھی وہ بچہ ہے' آہستہ آہستہ سمجھ جائے گا۔''

''وہ بچہ ہے---؟'' وقار احمد نے طنزیہ انداز میں کہا' پھر سنجیدگی سے بولے۔ ''تم ماں ہو' نا! وہ تمہیں بچہ ہی دِکھائی دے گا' لیکن--- وہ کیا کچھ کرتا پھر رہا ہے' یہ مَیں جانتا ہوں۔ مَیں نے تو ویسا ہی تاثر لینا ہے نا' جو مجھے دِکھائی دیتا ہے۔''

''وہ آفس میں آپ کے پاس بھی تو رہتا ہے۔ آپ نے اُس کی تربیت کر لی ہوتی' کیا وہ صرف میری ذمے داری ہے؟'' فاخرہ بیگم نے غصے میں کہا۔

''کاش' بیگم صاحبہ! وہ آفس کو آفس سمجھے' مجھے کچھ وقت دے۔ وہ تو وہاں پر مہمانوں کی طرح آتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب اُسے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بزنس سمجھنے کے لیے آفس نہیں آتا بلکہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے آتا ہے۔'' وقار احمد نے تحمل سے اُنہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''خیر' ایسا بھی نہیں ہے میرا بیٹا--- ابھی نوجوانی کا دَور ہے' ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔'' فاخرہ بیگم نے اپنے شوہر کے تیور دیکھتے ہوئے صلح جوئی سے کہا۔

''اللہ کرے' بیگم صاحبہ! آپ کی یہ خوش فہمی' حقیقت میں بدل جائے۔ آپ کی اسی بے جا طرف داری نے تو اُسے بگاڑا ہے--- خیر مجھے کیا' مَیں تو اپنا وقت گزار رہا ہوں۔ اُس کے مستقبل کا کیا ہوگا' یہ مجھے نہیں معلوم---''

یہ کہتے ہوئے وقار احمد اُٹھے' صوفے پر پڑا بریف کیس اُٹھایا اور آفس جانے کے لیے باہر کی جانب چل دیئے جبکہ فاخرہ بیگم وہیں بیٹھی سوچتی رہیں کہ ان کے شوہر بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ وجاہت کے وہ اطوار ہی نہیں تھے جن کی بنیاد پر وہ اس پر اعتماد کر سکتیں۔ پھر اُنہوں نے ان ساری سوچوں کو ذہن سے نکال دیا۔ اُنہیں شائستہ بھابی کی طرف جانا تھا' وہ اس مسئلے پر کسی اور وقت سوچ سکتی تھی۔

☆☆☆

حسن لاج میں اس دن وہ سناٹا نہیں تھا جو پچھلے دو مہینوں میں وہاں بسیرا کیے ہوئے تھا۔ اس صبح نورین اور شائستہ بیگم نے مل کر ناشتہ کیا تھا' اِس دوران وہ دونوں خوب باتیں کرتی رہی تھیں۔ نورین کو اس دن آفس جانا تھا اس لیے وہ تیار ہونے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ شائستہ بیگم ڈرائنگ روم میں آ گئیں جہاں اُن کے خاندانی وکیل بیرسٹر سلطان محمود بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اُنہیں دیکھتے ہی احتراماً کھڑے ہو گئے۔

سلطان محمود شہر کے اِن نامور وکیلوں میں سے ایک تھے جنہوں نے کبھی نواب مسعود الحسن کے ایماء پر اپنی وکالت شروع کی تھی اور پھر حسن اینڈ کمپنی کی وکالت کرتے کرتے اِن کے تمام خاندانی امور بھی دیکھنے لگے تھے۔ ان کی شہرت اچھی خاصی تھی اور اپنی پریکٹس سے خوب کمایا تھا لیکن اِس خاندان کا احترام وہ اَب بھی ویسے ہی کرتے تھے جیسے وہ نواب مرحوم کے دَور میں کیا کرتے تھے۔۔۔ علیک سلیک کے بعد شائستہ بیگم نے اُن سے حال احوال پوچھا' پھر اطمینان سے بیٹھنے کے بعد وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔ اس دوران صفیہ' سلطان محمود کے لیے چائے رکھ کر چلی گئی تھی۔ وہ چائے پی چکے تو شائستہ بیگم سنجیدگی سے بولیں۔

''سلطان صاحب! آج میں نے ایک خاص مقصد کے لیے آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔''

''اِس میں زحمت والی کون سی بات ہے' بیگم صاحبہ! مَیں آپ کا خاندانی وکیل ہوں' نواب صاحب کے دَور سے مَیں آپ کے خاندان کی خدمت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ آپ کے بہت احسانات ہیں مجھ پر۔۔۔ یہ میرا فرض ہے کہ آپ جب بھی بلائیں مَیں حاضر ہو جاؤں۔۔۔ آپ حکم کیجئے۔''

اُنہوں نے انتہائی ممنونیت سے کہا۔ لفظ ابھی اُن کے منہ ہی میں تھے کہ ڈرائنگ روم میں نورین داخل ہوئی۔ اُس نے گرے کلر کا سوٹ' بلیک ٹائی اور سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ بالکل ایک بزنس وومن دکھائی دے رہی تھی۔ صفیہ کے ہاتھ میں بیگ تھا' وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو کر آئی تھی۔ اُس نے بیرسٹر سلطان کو دیکھا اور انتہائی خوشگوار لہجے میں بولی۔

''السلام علیکم انکل! کیسے ہیں آپ۔۔۔؟''

''وعلیکم السلام۔۔۔ مَیں بالکل ٹھیک ہوں' آپ کیسی ہو؟'' اُنہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اِسی ممنونیت سے کہا۔

''مَیں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔'' اُس نے احترام سے کہا اور پھر شائستہ بیگم کی جانب مڑ کر بولی۔ ''اچھا' ماما! مَیں آفس جا رہی ہوں۔۔۔ اللہ حافظ!''

یہ کہتے ہوئے اُس نے باہر جانے کے لیے قدم بڑھا دیئے تو شائستہ بیگم بولیں۔

''اللہ حافظ' بیٹی!۔۔۔ آفس پہنچتے ہی مجھے فون ضرور کر دینا۔''

نورین نے قدم بڑھاتے ہوئے سنا اور پھر وہیں رُک گئی' مڑ کر شائستہ بیگم کی جانب دیکھا اور بولی۔

''ماما! اپنا وعدہ یاد ہے نا؟۔۔۔ میٹھا نہیں' پرہیزی کھانا۔۔۔''

''مجھے سب یاد ہے' اَب جاؤ۔۔۔ اللہ حافظ۔'' شائستہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں تو نورین بھی مسکراتے ہوئے باہر کی جانب چلی گئی۔ صفیہ بھی اُس کے ساتھ باہر چلی گئی' تب شائستہ بیگم نے سلطان محمود کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ ''بات یہ ہے' سلطان صاحب! اِس طویل علالت نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ان بہت ساری سوچوں میں ایک خیال یہ بھی آیا کہ مَیں نے اَب تک نورین بیٹی کے لیے کچھ نہیں کیا۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ---؟'' سلطان محمود نے چونکتے ہوئے کہا۔''آپ نے اِسے پالا پوسا' اس کی بہترین پرورش کی' بزنس کی اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ پھر وہ حسن اینڈ کمپنی میں پوری طرح شریک ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اسے بیٹیوں والا مان دیا۔ میرا خیال ہے کہ چند لوگوں کے سوا کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ آپ کی لے پالک ہے۔''

''یہ تو سب ٹھیک ہے' سلطان صاحب! لیکن اتنی بڑی جائیداد میں اس کا حصہ کیا ہے' آج میری آنکھیں بند ہو جائیں تو اسے کیا ملے گا؟'' وہ پوری سنجیدگی سے بولیں۔

''آں' ہاں---یہ تو ہے بیگم صاحبہ!'' وہ سوچتے ہوئے بولے۔

''نورین کو جب میں نے گود لیا تھا' اس وقت نواب صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ نورین کے برتھ سرٹیفکیٹ پر بھی اس کے حقیقی باپ ہی کا نام درج ہے' ایسی صورت میں وہ میری وراثت کی حقدار تو نہیں ہے۔'' شائستہ بیگم نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''جی' بالکل وہ آپ کی قانونی وارث نہیں ہے---مطلب' وراثت میں---'' وہ سر ہلاتے ہوئے بولے۔

''اور اگر میں اپنی زندگی میں اسے کچھ دے جاؤں تو---؟'' وہ کہتے کہتے رُک گئیں جیسے وہ اُس سے رائے طلب کر رہی ہوں۔

''ہاں' اگر آپ اسے دینا چاہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے---آپ نے کیا سوچا؟'' بیرسٹر نے انتہائی محتاط انداز میں پوچھا۔

''خیر' میں نے تو بہت سوچا ہے۔'' اُنہوں نے دھیرے سے کہا۔ پھر لمحہ بھر توقف کے بعد وکیل کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔''میں چاہتی ہوں کہ آپ ایک وصیت نامہ تیار کریں جس کے مطابق میرے بعد' میری آدھی جائیداد کی مالک نورین ہوگی۔''

شائستہ بیگم کے لہجے میں عزم جھلک رہا تھا۔ اس پر بیرسٹر سلطان محمود نے اُن کی جانب چونک کر دیکھا' پھر تصدیق طلب انداز میں پوچھا۔

''---اور باقی آدھی جائیداد---؟''

''ظاہر ہے' وہ میری نند فاخرہ بیگم ہی کو جائے گی۔ اُس کے علاوہ میرا کوئی دوسرا رشتے دار نہیں ہے---ویسے تو نواب صاحب اپنی زندگی میں بھی اپنی بہن کو اُس کا حق دے گئے تھے---آپ وصیت نامہ تیار کریں اور جو قانونی پہلو ہیں' اس سے بھی مجھے آگاہ کریں۔'' اُنہوں نے حتمی انداز میں کہہ دیا۔

''جی' میں ایک دو دِن ہی میں وصیت نامہ تیار کر کے آپ کے پاس آ جاؤں گا۔'' بیرسٹر نے جواب دیا۔

''---اور ہاں---'' شائستہ بیگم نے چونکتے ہوئے کہا تو وکیل صاحب پوری طرح اُن کی جانب متوجہ ہو گئے۔ تب وہ بولیں۔''جب تک میں نہ کہوں' آپ اِس سارے معاملے کو اپنے تک ہی محدود رکھیں گے' یہ بہت ضروری ہے حتیٰ کہ نورین کو بھی معلوم نہیں ہونا چاہئے۔ یہ میں اسے مناسب وقت پر بتاؤں گی۔''

''جی' میں سمجھ گیا۔ میں اسے راز ہی رکھوں گا۔'' سلطان محمود نے بات کو سمجھتے ہوئے کہا۔ تب اُن کے درمیان خاموشی آ گئی تو وہ سمجھ گئے کہ مزید کوئی بات نہیں ہے' اس لیے بولے۔''اچھا' اب مجھے اجازت دیں بیگم صاحبہ! میں بہت جلد حاضر ہو جاؤں گا---اللہ حافظ!''

اُنہوں نے اُٹھتے ہوئے کہا تو شائستہ بیگم نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا سر ہلا دیا اور دھیرے سے بولیں۔

''اللہ حافظ---!''

بیرسٹر سلطان محمود نے اپنا بیگ اُٹھایا اور باہر کی جانب چل دیئے---شائستہ بیگم اسی حوالے سے بہت کچھ سوچنے لگی تھیں۔

☆☆☆

نورین نے پارکنگ میں گاڑی روکی اور اگنیشن میں سے چابی نکالتے ہوئے سامنے عمارت کی طرف دیکھا۔ سورج کی روشنی میں پیتل کے سنہری حروف میں لکھا ہوا ''حسن اینڈ کمپنی'' چمک رہا تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ عین ان الفاظ کے اُوپر دوسری منزل پر اس کا اپنا آفس تھا جس میں وہ پورے دو مہینے بعد جا کر بیٹھنے والی تھی۔ وہ بیگ لے کر گاڑی سے باہر آ گئی اور پھر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی عمارت کے مین گیٹ کی جانب بڑھی۔ دربان نے خوشگوار حیرت سے اس کی جانب دیکھا' پھر سلام کرتے ہوئے دروازہ کھول دیا---وہ جیسے ہی آفس میں داخل ہوئی' اُسے دیکھتے ہی ایک ہلچل سی مچ گئی۔ جو بھی اسے دیکھتا' فوراً ہی اس کی جانب متوجہ ہو جاتا---

''گڈ مارننگ بیگم صاحبہ' السلام علیکم' ویلکم بیک میڈم---'' جیسی آوازیں اسے اپنے اردگرد سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ ایک جگہ کھڑی ہو گئی تو آفس کے سارے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ وہ سب اسے یوں آفس میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں۔ وہ مسکراتے ہوئے ان کی جانب دیکھ رہی تھی جو اپنے اپنے طور پر اسے یہی باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اُنہوں نے اسے بہت مس کیا ہے اور اس کے دوبارہ آفس آ جانے پر بہت زیادہ خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ وہ ان سے کچھ دیر باتیں کرتی رہی' سب کا حال احوال پوچھا۔ اسے وہیں کھڑے تھوڑی دیر ہو گئی۔ سب نے اس کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا تھا۔ تبھی اس کی نگاہ وقار احمد پر پڑی جو اپنے بیگ سمیت آفس میں داخل ہوئے تھے۔ اُنہوں نے دُور ہی سے نورین کو دیکھا اور پھر سیدھے اس کی جانب آ گئے۔ نورین نے جلدی سے سلام کیا جس کے جواب میں وقار احمد نے بڑے ہی خوشگوار لہجے میں کہا۔

''بھئی واہ' آج تو نورین بیٹی بھی آ گئی ہے---تمہیں دوبارہ آفس میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی' بیٹا!''

''انکل! میں نے بھی آفس کو بہت مس کیا۔ آپ سے تو ملاقات ہوتی رہی لیکن یہاں کولیگز کے درمیان آ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔''

نورین نے خوشگوار لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

اُنہوں نے تعریفی انداز میں سب کی طرف دیکھا' پھر قدرے سوچنے والے انداز میں بولے۔ ''نورین بیٹی! اچھا ہوا' تم آ گئی ہو۔ تم ایسے کرنا کہ اپنی سیٹ پر جانے سے پہلے مجھے ضرور ملنا' میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیوں نہیں' میں ابھی آتی ہوں---''

وہ جلدی سے بولی تو وقار احمد آگے بڑھ گئے۔ نورین کچھ دیر اپنے کولیگز کے درمیان کھڑی باتیں کرتی رہی' پھر وہ بھی وقار احمد کے آفس کی جانب چل دی۔ وقار احمد اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نورین ان کے سامنے والی کرسی پر جا بیٹھی۔ وہ تھوڑی دیر تک شائستہ بیگم کے بارے میں

پوچھتے رہے‘ پھر سنجیدگی سے بولے۔

’’بات یہ ہے‘ بیٹا! ان دو مہینوں میں کمپنی اور مارکیٹ کے حالات بہت حد تک بدل گئے ہیں۔ میں انہیں سنبھالنے کی کوشش تو کر رہا ہوں مگر حالات ایسے ہیں کہ میرے قابو میں نہیں آ رہے ہیں۔‘‘

اُن کے لہجے میں تشویش تھی جس پر نورین پریشان ہوگئی۔

’’ایسی کیا بات ہوگئی ہے‘ انکل! آپ پہلے کبھی اتنے پریشان دکھائی نہیں دیئے؟‘‘

’’وہی شاہ ایسوسی ایٹ جو ہماری حریف کمپنی ہے‘ اس کی وجہ سے پرابلم ہو رہا ہے۔ تقریباً ایک مہینہ ہوگیا ہے کہ وہ لوگ ہمیں مارکیٹ سے آؤٹ کرنے کے لیے کوئی خصوصی مہم چلا رہے ہیں۔‘‘ وقار احمد نے انتہائی پریشانی میں کہا۔

’’اس میں ہمیں کس حد تک نقصان ہوا ہے؟‘‘ نورین نے سنبھلتے ہوئے یوں پوچھا کہ جیسے وہ انہی لمحوں میں گرتے ہوئے بزنس کو سنبھالنے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکی ہو۔

’’ابھی اتنا تو نہیں ہوا‘ تم بھی اندازہ لگا لو گی لیکن اگر ان کی یہ مہم ایسے ہی رہی تو آئندہ آنے والے دنوں میں وہ ہمیں خاصا نقصان پہنچا سکتے ہیں---میں تمہیں بتاتا ہوں۔‘‘

وقار احمد نے کہا اور پھر جو ان کے ذہن میں تفصیل تھی‘ وہ اسے بتاتے چلے گئے۔ نورین غور سے سنتی گئی۔ پھر جس طرح وقار احمد تفصیل بتاتے گئے‘ نورین کے چہرے پر چھائی ہوئی پریشانی کم ہوتی چلی گئی۔ بات ختم ہوتے ہی وہ مسکرا دی اور بڑے حوصلے سے کہا۔

’’انکل! ڈونٹ وری---میں آ گئی ہوں نا‘ ہم اِسے پلان کرتے ہیں۔ مجھے ہوم ورک کے لیے فقط دو دن چاہئیں‘ آج اور کل۔ پھر ہم طے کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔‘‘

’’ہاں بیٹی! تمہارے آنے سے مجھے بہت حوصلہ ہوگیا ہے۔‘‘ وقار احمد کے لہجے سے تشویش ابھی تک نہیں گئی تھی۔

’’انکل! آپ بے فکر ہو جائیں۔ میں اسے دیکھ لیتی ہوں۔‘‘

اس نے بڑے عزم سے کہا اور پھر باہر جانے کے لیے اُٹھ گئی۔ تبھی وقار احمد بولے۔

’’ارے بیٹا! میں تو پریشانی میں بھول ہی گیا۔ تم اتنے دِنوں بعد آفس آئی ہو‘ تمہیں ایک کپ کافی آفر نہیں کر سکا---بیٹھو میں ----‘‘

’’بہت شکریہ‘ انکل! ابھی میں جاؤں گی‘ پھر کسی وقت سہی۔ اَب تو میں یہیں ہوں۔‘‘

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ وہ سیدھی اپنے آفس میں گئی۔ جہاں ہر شے قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ وہ چند لمحوں تک وقار احمد کی باتوں کو اپنے ذہن میں لا کر سوچتی رہی۔ وہ سمجھنا چاہتی تھی کہ آخر شاہ ایسوسی ایٹ والے کرنا کیا چاہتے ہیں؟---کچھ دیر بعد اس کے ذہن میں آ گیا کہ یہ سارا معاملہ سمجھنے کے لیے اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس نے انہی لمحوں میں اپنے کام کا آغاز کر دیا۔

☆☆☆

شاہ ایسوسی ایٹ شہر کی ایک بڑی کاروباری کمپنی شمار ہوتی تھی۔ وہ اپنے آغاز ہی سے حسن اینڈ کمپنی کی حریف کبھی جاتی تھی۔ اس لیے دونوں میں مقابلے کا بہت زیادہ رجحان تھا۔ اس کمپنی کا مالک رضوان شاہ بہت ہی سمجھدار اور دیانتدار قسم کا شخص تھا۔ بہت تھوڑے عرصے میں اس نے شاہ ایسوسی ایٹ کی ساکھ بنالی تھی۔ اس وقت رضوان شاہ بڑے ہی خوشگوار موڈ کے ساتھ اپنے آفس میں تھا۔ اس کے سامنے فرید الحق بیٹھا ہوا تھا۔ درمیانی میز پر چائے کے کپ دھرے ہوئے تھے۔ وہ بڑے خوشگوار ماحول میں باتیں کر رہے تھے۔ رضوان شاہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے فرید کی جانب دیکھا اور پھر بولا۔

''مجھے بہت خوشی ہے' فرید! کہ آپ جیسے باصلاحیت' ذہین اور محنتی نوجوان شاہ ایسوسی ایٹ کا حصہ ہیں۔ آپ کی کارکردگی بہت اچھی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر آپ یونہی محنت اور لگن سے کام کرتے رہے تو بہت جلد اس بزنس کی دُنیا میں اپنا نام بنالیں گے۔ آپ کی اپنی پہچان ہوگی۔''

اس کے لہجے میں فرید کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا، جس کا اظہار اس نے مسکراتے ہوئے کیا۔ اپنے باس رضوان شاہ کے منہ سے تعریف سن کر فرید کے چہرے پر سے خوشی پھوٹنے لگی' سو وہ ممنونیت سے بولا۔

''سر! محنت' لگن اور دیانتداری سے کام کرنا میرا فرض ہے۔ جو بھی ذمے داری مجھے دی جاتی ہے' مَیں اسے بہترین انداز میں پوری کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کو میرا کام پسند آتا ہے' اس پر مجھے بہت زیادہ خوشی ہے۔''

''فرید صاحب!'' رضوان شاہ نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ''آپ نے اپنے کیریئر کے تھوڑے سے دورانیے میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں' اس کا اعتراف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ خصوصاً آپ نے حسن اینڈ کمپنی کو مارکیٹ میں جو دھچکا دیا ہے' یہ شاہ ایسوسی ایٹ کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے مگر مکمل نہیں --- مَیں بہرحال حسن اینڈ کمپنی کو مارکیٹ سے آؤٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔''

رضوان شاہ نے ایک گھاگ بزنس مین کی طرح بڑے نرم انداز میں اسے اپنی بات جتادی جس پر فرید نے لمحہ بھر کے لیے سوچا اور پھر دھیرے سے کہا۔

''لیکن' سر! حسن اینڈ کمپنی کو مارکیٹ سے آؤٹ کرنے کے لیے بہت سارا وقت اور محنت کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس وقت بھی مضبوط کمپنی ہے۔''

''مَیں مانتا ہوں' مگر یہ ناممکن تو نہیں ہے نا ---؟'' رضوان شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بالکل' سر ---!'' فرید نے تیزی سے کہا۔ ''یہ ناممکن نہیں --- جیسا کہ مَیں نے کہا' اس کے لیے خصوصی وقت' محنت اور زیادہ وسائل چاہئیں۔''

''کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم سب کچھ مہیا کر رہے ہیں۔ اَب یہ آپ کا کام ہے کہ وہ نئے نئے پہلو تلاش کریں' جن پر محنت کی جاسکتی ہو۔'' رضوان شاہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''وہ تو کام ہو رہا ہے' میری کارکردگی آپ کے سامنے ہے۔'' فرید نے صاف انداز میں کہا۔

''ہاں---لیکن جب تک ٹارگٹ پورا نہیں ہو جاتا' اس وقت تک مطمئن بھی تو نہیں ہوا جا سکتا---ویسے میں آپ کی محنت سے مطمئن ہوں۔'' رضوان شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اپنی میز کی دراز کھولی' اس میں سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور فرید کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ فرید نے تجسس آمیز نگاہوں سے اُس کی جانب دیکھا تو وہ بولا۔ ''فرید صاحب! آپ اتنی محنت کرتے ہیں تو میں نے سوچا' ہمیں بھی آپ کے لیے کچھ کرنا چاہئے۔ یہ گاڑی اور گھر کی چابیاں ہیں۔ میرے خیال میں اس سے آپ کو زیادہ آسانی ہوگی۔''

رضوان شاہ نے کہا تو فرید یہ مراعات پا کر ایک دم سے خوش ہو گیا۔ پھر ممنونیت بھرے لہجے میں بولا۔

''بہت شکریہ' سر! واقعی اس سے میرے کام میں بہت زیادہ آسانی ہو جائے گی۔''

''آپ ایسا کریں' نواز صاحب سے مل لیں۔ وہ آپ کو گھر دکھا دیں گے اور اس کے علاوہ جو تفصیلات ہیں' وہ بھی آپ کو بتا دیں گے---وش یو گڈ لک!''

اُس نے اسی دھیمی مسکراہٹ سے کہا۔ اس پر فرید اُٹھ کے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

''جی' ٹھیک ہے۔ میں ان سے مل لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے میز پر پڑے ہوئے کاغذات کی جانب اشارہ کیا اور یاد دہانی کے سے انداز میں بولا۔ ''آپ یہ رپورٹ ضرور پڑھ لیجئے گا' تا کہ بعد میں آپ سے ڈسکس کر سکوں۔''

''بالکل میں اِسے ابھی پڑھ لیتا ہوں۔'' رضوان شاہ بولا اور ہاتھ ملایا جس میں خاص گرم جوشی تھی۔

فرید اپنے کیریئر کے ابتداء ہی میں کامیابی پر بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے مٹھی میں پکڑی چابیوں کو غور سے دیکھا اور پھر انٹر کام پر نواز صاحب کے نمبر ملائے۔

''جی فرید صاحب! مجھے اُمید تھی کہ آپ ابھی مجھے کال کریں گے۔''

''آپ مصروف تو نہیں ہیں؟'' فرید نے پوچھا۔

''تھوڑا سا وقت آپ مجھے دیجئے' بلکہ آفس ٹائم کے بعد ہم نکل چلیں گے۔'' نواز صاحب نے کہا۔

''ٹھیک ہے' یہ مناسب رہے گا۔''

فرید نے اختصار سے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ پھر اگلے ہی لمحے اپنا سیل فون نکالا اور باسط کے نمبر پش کر دیئے۔

باسط اس کا سب سے اچھا دوست تھا۔ وہ ایک اخبار میں رپورٹر تھا اور اس شہر میں فرید کے آنے سے پہلے ہی رہائش پذیر تھا۔ دونوں کا آبائی شہر ایک ہی تھا۔ اِن میں خوب گہری دوستی تھی۔ باسط ہی کے کہنے پر فرید اس کے ساتھ رہ رہا تھا۔ جب تک فرید پڑھتا رہا تھا' وہ ہاسٹل میں رہتا تھا' تعلیم ختم ہوتے ہی فرید کو ہاسٹل چھوڑنا پڑا اور بے روزگاری کے دِنوں میں باسط ہی اس کے کام آیا تھا۔ بہت مشکل سے فرید کو شاہ ایسوسی ایٹ میں ایک اچھی جاب ملی تو اس کے دِن پھرنے لگے۔ فرید اسے اپنی پہلی کامیابی کے بارے میں ہی بتانا چاہتا تھا۔

''ہاں بولو' فرید---؟''

دوسری طرف سے باسط نے کہا تو وہ اپنے خیالوں میں لوٹ آیا اور پھر تھرتھراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''میرے آفس ٹائم ختم ہونے سے پہلے یہیں آ جانا' ایک سرپرائز ہے۔''

''سرپرائز---مگر کیسا؟'' وہ تجسس سے بولا۔

''بتادوں گا تو پھر سرپرائز کیسا؟---بس تم آ جانا۔'' فرید نے اسی انداز میں کہا۔

''او کے آ جاؤں گا۔''

باسط تیزی سے بولا اور فون بند کر دیا۔ تب فرید نے سکون سے اپنا سر سیٹ سے ٹکا دیا۔

☆☆☆

حسن لاج کے بڑے گیٹ سے کار اندر آئی اور پھر تارکول کی مختصر سڑک عبور کر کے پورچ میں آ رکی۔ کار رکتے ہی ڈرائیور نے تیزی سے باہر نکل کر دروازہ کھولا جس میں سے فاخرہ بیگم بڑے کروفر سے باہر نکلی۔ اس نے پیازی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ اُس نے آنکھوں پر لگے سیاہ گاگلز اُتارے اور حسن لاج میں داخل ہوگئی' تبھی سامنے سے آتی ہوئی شائستہ بیگم کی خاص ملازمہ صفیہ دکھائی دی۔ اِسے معلوم تھا کہ فاخرہ بیگم آ رہی ہے' اس لیے وہ دروازے ہی سے بندھی ہوئی تھی۔

''آیئے' بیگم صاحبہ! آج آپ بڑے دنوں بعد تشریف لائی ہیں---'' صفیہ کا لہجہ انتہائی درجے کی خوشامد سے بھرا ہوا تھا۔

''کیسی ہو صفیہ---؟'' فاخرہ بیگم نے نخوت سے پوچھا۔

''جی' مَیں تو ٹھیک ہوں کرم نوازی ہے آپ کی---آئیں' تشریف لائیں۔ بیگم صاحبہ اپنے بیڈروم ہی میں ہیں۔''

صفیہ خوشامدانہ لہجے میں اُس کے ساتھ بچھی چلی جا رہی تھی۔ اِس پر فاخرہ بیگم نے اِدھر اُدھر دیکھا' پھر پرس میں سے کافی سارے نوٹ نکالے اور اِس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

''یہ لو' اور اپنے کان کھلے رکھا کرو---''

''اِس کی کیا ضرورت تھی' بیگم صاحبہ۔'' یہ کہتے ہوئے اِس نے جلدی سے نوٹ پکڑے اور انہیں چھپاتے ہوئے بولی۔ ''بیگم صاحبہ! ایک اہم خبر ہے' مَیں بعد میں آپ کو تفصیل سے بتاتی ہوں۔''

''کیسی خبر ہے---؟''

فاخرہ بیگم نے تجسس سے پوچھا تو صفیہ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر جلدی سے بولی۔

''مَیں بتاتی ہوں نا' ابھی آپ---''

یہ کہتے ہوئے اِس نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ فاخرہ بیگم اِس کے ساتھ چلتی ہوئی شائستہ بیگم کے بیڈروم تک جا پہنچی۔

''اَب کیسی طبیعت ہے---؟'' علیک سلیک کے بعد اطمینان سے صوفے پر بیٹھ جانے کے بعد فاخرہ بیگم نے پوچھا۔

''اَب تو ٹھیک ہوں--- ڈاکٹر نے تمام دوائیں بند کردی ہیں اور بس احتیاط ہی کرنے کو کہا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ چند دِنوں میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' وہ عام سے انداز میں بولیں۔

''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے---'' فاخرہ نے مسکراتے ہوئے کہا' پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی۔ ''یہ آج نورین دِکھائی نہیں دے رہی' اُسے شاید میری آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہوا--- کیا گھر پر نہیں ہے؟''

''ہاں' وہ آفس گئی ہے--- میں نے ہی اُسے بھیجا ہے۔ اُس کی تو جان ہی مجھ میں اٹکی ہوئی تھی۔'' یہ کہہ کر وہ مسکرائیں اور مزید کہا۔ ''اَب بھی تھوڑی دیر پہلے فون کر کے پوچھا ہے کہ میری طبیعت کیسی ہے۔ بہت خدمت کی ہے اس بچی نے---'' شائستہ بیگم کے لہجے میں ممتا اُمنڈ آئی تھی۔

''اِس نے خدمت تو کرنی ہے' آخر آپ نے اسے پالا پوسا اور جوان کیا ہے۔'' فاخرہ بیگم نے بہت محتاط انداز میں کہا اور پھر اُٹھ گئی۔

''ارے کہاں جا رہی ہو' فاخرہ! میرے پاس بیٹھو' باتیں کرو۔'' شائستہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''بھابی! میں یہیں ہوں۔ بس ذرا کچن میں جھانک لوں تاکہ آپ کا پرہیزی کھانا بنوا لوں۔ پھر باتیں بھی ہوتی رہیں گی۔'' اُس نے بڑی محبت سے کہا۔

''وہ بن جاتا ہے--- صفیہ بنا لے گی' تم بیٹھو۔''

''بھابی! میں آئی ہوں تو آپ ہی کے پاس ہوں' بس ذرا مجھے اطمینان ہو جائے تاکہ آپ کا کھانا ٹھیک بنا ہے--- ویسے بھی نورین گھر پر نہیں' وہ ہوتی تو دیکھ لیتی۔ اَب میں آپ کا خیال نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا؟'' یہ کہہ کر اُس نے انتہائی حسرت سے کہا۔ ''ایک آپ ہی تو ہیں میرے مرحوم بھائی کی نشانی---''

آخری لفظوں نے ماحول کو سوگوار کر دیا تھا۔ شائستہ بیگم نے ایک لمبی آہ بھری اور خاموشی سے فاخرہ کی جانب دیکھنے لگیں جبکہ وہ کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ تھوڑی سے فاصلے پر موجود کچن کے باہر صفیہ کھڑی تھی' وہاں جاتے ہی فاخرہ بیگم نے تجسّس بھری نگاہوں سے اِس کی جانب دیکھا تو وہ بولی۔

''آج صبح صبح ہی وکیل صاحب آئے تھے۔''

''وکیل صاحب--- وہی بیرسٹر سطان؟'' فاخرہ نے وضاحت چاہی۔

''جی ہاں' وہی--- وہ آج بہت دیر تک بیگم صاحبہ سے اکیلے میں گفتگو کرتے رہے ہیں۔''

''کیا بات ہوئی---؟'' اُس نے تجسّس سے تیزی کے ساتھ پوچھا۔

''معاف کیجئے گا' بیگم صاحبہ! میں اِس کی تفصیل تو نہیں بتا سکوں گی کہ باوجود کوشش کے میں سن نہیں پائی البتہ اِتنا ضرور جانتی ہوں کہ اُنہوں نے کوئی بہت اہم کام وکیل صاحب کے ذمے لگایا ہے۔'' صفیہ نے دِھیمے سے لہجے میں بتایا۔

''کیا کام ہوسکتا ہے---؟'' فاخرہ بیگم خود کلامی کے سے انداز میں بولی۔

''اللہ جانے' بیگم صاحبہ! مگر آپ فکر نہ کریں۔ جیسے ہی مجھے معلوم ہوا میں آپ کو فون کردوں گی۔''

''ہاں' کردینا' بھول نہیں جانا۔''

فاخرہ بیگم نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ اُسے یہ غم تھا کہ پوری بات اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔ پھر کوئی لفظ کہے بغیر وہ کچن میں چلی گئی تاکہ صفیہ سے مزید حسن لاج میں ہونے والی باتیں پوچھ سکے۔

☆☆☆

نورین اپنے آفس میں بے تحاشا مصروف رہی تھی۔ یہاں تک کہ لنچ کا وقت ہوگیا اور اس کا احساس عظمیٰ اور آمنہ نے دلایا جو آفس میں اُس کے سب سے زیادہ قریب تھیں۔ تب اُس نے سارا کام چھوڑ کر وہیں لنچ منگوالیا' پھر ان کے ساتھ ہی لنچ کرتے ہوئے خوب باتیں کرتی رہی۔ اُس کا مقصد فقط وہاں کے حالات معلوم کرنا تھا۔ یوں لنچ ختم کرنے تک اُسے بہت ساری باتیں معلوم ہوگئی تھیں جس پر وہ تھوڑا سا حیران بھی تھی۔ تجسس بہرحال انسانی فطرت ہے۔ وہ اپنے اردگرد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا ہے اور پھر اس جگہ کے بارے میں جہاں اس کی جذباتی وابستگی ہو وہاں پر ہونے والی کوئی معمولی بات بھی اسے غیر معمولی محسوس ہوتی ہے۔ دفتر آتے ہی جو وقار احمد نے مخدوش حالات کے بارے میں بتایا تو اُسے تھوڑا سا دھچکا ضرور لگا تھا لیکن وہ ایک حوصلہ مند لڑکی تھی۔ ان حالات کو اُس نے چیلنج کے طور پر قبول کیا اور خندہ پیشانی سے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔ عظمیٰ اور آمنہ سے جو باتیں معلوم ہوئیں' وہ حیران کن اس لیے تھیں کہ اُسے بہت ساری گڑبڑ کا اندازہ ہوگیا تھا' اس لیے وہ ذرا حیرت کے ساتھ بولی۔

''یقین نہیں آتا' عظمیٰ! ان دو مہینوں میں اتنا کچھ بدل جائے گا؟''

''اگر آپ آفس سے رابطے میں رہتیں تو شاید آپ کو اتنی حیرت نہ ہوتی---اصل میں وقار صاحب کو بھی وہ دلچسپی نہیں رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔''

''وہی تو میں کہہ رہی ہوں---آفس میں چہرے بھی نئے دکھائی دے رہے ہیں' کام کا لیول بھی وہ نہیں رہا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ جہاں تک میری دلچسپی کی بات ہے' عظمیٰ! تو وہ خواہش ہونے کے باوجود میں نہیں لے سکتی تھی۔ ماما کی طبیعت ہی اتنی خراب ہوگئی تھی کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا' وہی تو ہیں میرا سب کچھ---'' یہ کہہ کر وہ دھیرے سے مسکرائی پھر موضوع بدلتے ہوئے بولی۔ ''خیر تم لوگ سناؤ' کیسے گزر رہی ہے؟''

''ہماری تو بہت اچھی گزر رہی ہے۔'' پھر آمنہ کی جانب دیکھ کر شوخی سے بولی۔ ''مگر اس کا نہیں پتہ' کچھ عرصے بعد پیا کو پیاری ہونے والی ہے۔''

''---اور تم---اپنے بارے میں بھی بتاؤ نا' کہ تمہاری منگنی ہوچکی ہے اور تم بہت جلد باہر جانے والی ہو۔''

آمنہ نے مسکراتے ہوئے شوخی سے کہا تو عظمیٰ ہنستے ہوئے بولی۔

''چلو تم نے بتادیا' یہی کافی ہے۔''

عظمیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا تو سبھی ہنس دیں۔ چند لمحے کے لیے اِن میں خاموشی چھاگئی' تب نورین نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

''ارے ہاں' یاد آیا۔ وہ ایک خوبصورت سی لڑکی' بڑی بڑی آنکھوں والی جو بڑے نرم سے انداز میں باتیں کیا کرتی تھی۔ کیا نام تھا اُس کا؟ --- ہاں' عاصمہ --- آج وہ دکھائی نہیں دی۔ کیا وہ بھی اِدھر ہے یا کہیں اور چلی گئی؟''

نورین کے یوں پوچھنے پر عظمیٰ اور آمنہ یکدم گھبرا گئیں جیسے یہ بات نہیں ہونی چاہیے تھی۔

''آپ --- کو اس بارے نہیں معلوم --- بلکہ --- آپ کو تو --- پتہ ہونا چاہیے؟'' عظمیٰ نے چند لمحوں بعد دھیرے سے کہا۔

''میں سمجھی نہیں۔ مجھے اِس کے بارے میں کیوں معلوم ہونا چاہیے' یہ کیا بات کہی ہے تم نے ---؟'' نورین نے واقعتاً کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''ممکن ہے' عظمیٰ اُنہیں معلوم نہ ہو --- ویسے بھی سب کو پوری طرح یقین تو نہیں ہے نا ---!'' آمنہ نے بھی دھیرے ہی سے کہا۔

''یہ تم لوگ کیا سسپنس پھیلا رہی ہو۔ سیدھی طرح بتاؤ' آخر بات کیا ہے؟'' نورین نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اصل میں --- وہ آپ کے کزن ہیں نا' وجاہت --- وہ لڑکی عاصمہ اُنہیں پیاری ہوگئی ہے۔ ہم نے تو سنا ہے کہ وہ کہیں اِن کے ساتھ رہتی ہے۔ اَب پتہ نہیں اُنہوں نے شادی کرلی ہے یا نہیں؟''

وہ گھبرائے ہوئے انداز میں کہتی گئی جس پر نورین کو ایک دَم شاک لگا جیسے یہ بات اُس کی سمجھ میں قطعاً آئی ہو یا پھر وہ اِسے سمجھنا ہی نہ چاہتی ہو۔

''یہ کیسے ہوگیا ---؟'' نورین مرجھائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''میڈم! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ عاصمہ ایک غریب سے گھر کی لڑکی تھی۔ وجاہت کی دِلچسپی تو اس میں پہلے ہی سے تھی۔ آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ وہ اُنہی کے ریفرنس سے آفس میں کام کرنے کے لیے آئی تھی۔ پھر آفس سے غائب رہنے لگی اور اچانک اُس نے آنا بند کردیا۔ بہرحال دوسرے لوگوں کا یہی خیال ہے کہ اُس نے اپنی غربت ختم کرنے کے لیے یہ شارٹ کٹ مارا ہے' اُنہی سے معلوم ہوا ہے کہ اَب وہ ایک اچھے گھر میں رہتی ہے۔''

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایسا کچھ بھی نہ ہوا ہو اور محض افواہ اُڑائی گئی ہو۔ ممکن ہے' عاصمہ کو کہیں بہت اچھی جاب مل گئی ہو --- ایسا ممکن ہے نا؟''

نورین نے یونہی کہہ دیا حالانکہ اُسے خود یقین نہیں تھا۔

''آپ تو پریشان ہوگئی ہیں' میڈم! اصل میں یہ عظمیٰ بھی نا' یونہی ڈپلومیٹک انداز میں بات کررہی ہے۔ میں آپ کو سیدھی بات بتاتی ہوں۔ یہ ساری باتیں عاصمہ نے ہمیں خود بتائیں ہیں۔ وہ تو کہہ رہی تھی کہ میری وجاہت کے ساتھ شادی ہوچکی ہے۔ اِس کا فون نمبر ہے میرے پاس' آپ چاہیں تو اُس سے بات کرسکتی ہیں۔''

''تو اس کا مطلب ہے' وجاہت کے رنگ ڈھنگ نہیں بدلے۔ اب وہ اتنا بے لگام ہو گیا ہے۔'' نورین نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا' پھر سر جھٹکتے ہوئے بولی۔ ''خیر' یہ ان دونوں کا اپنا ذاتی معاملہ ہے' جس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔''

''ہاں' یہ تو ہے لیکن شاید اسی وجہ سے آفس کا وہ پہلے والا ماحول نہیں رہا۔ پہلے تو ایک فیملی والا ماحول تھا' اب ہر کوئی بہت محتاط ہے۔''

عظمیٰ نے اشارتاً بات کہہ دی تو نورین نے خود کو سمیٹا اور پھر مسکراتے ہوئے اُن کی جانب دیکھ کر ایک عزم سے کہا۔

''ہاں' شاید تم ٹھیک کہتی ہو---خیر' اب ہم ہی نے آفس کے ماحول کو بہتر بنانا ہے بلکہ ہمیں کام بھی بہت زیادہ کرنا ہے۔''

''آپ ہم سے کبھی مایوس نہیں ہوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ اُٹھتے ہوئے بولی۔ ''اچھا' ہم چلتی ہیں۔''

''ٹھیک ہے---''

یہ کہتے ہوئے نورین زبردستی مسکرا دی۔ وہ دونوں چلی گئیں تو وہ اپنے خیالوں میں کھو گئی---بچپن ہی سے وجاہت اکھڑ' بدمزاج اور بدتمیز تھا۔ نورین کے ساتھ اس کی کبھی نہیں بنی تھی۔ مہینوں بعد اگر اس سے کوئی بات بھی ہوتی تو انتہائی مختصر سی' اُسے وجاہت ہمیشہ ہی سے پراسرار دکھائی دیا تھا۔ اس کی سرگرمیاں ہی کچھ ایسی تھیں۔ نورین کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ ایک دِل پھینک قسم کا نوجوان تھا۔ جس پر دِل آ جاتا' اُسے ہر حال میں اپنا بنانے کی کوشش کرتا۔ اگرچہ اِن دونوں میں کبھی اچھا تعلق نہیں رہا تھا لیکن وجاہت کی طرف سے کبھی کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی تھی جو اُسے بُری لگتی۔ آفس میں اب تک جو اُس نے معلومات اکٹھا کی تھیں' اِن کے مطابق اُسے بہت سارے خطرات کا احساس ہو رہا تھا جن سے نبرد آزما ہونا بہت ضروری تھا---وہ چونکی اس وقت جب آفس بوائے میز پر پڑے برتن اُٹھانے آ گیا' پھر وہ سر جھٹکتے ہوئے اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

سہ پہر ہونے کو تھی جب نورین تھکن محسوس کرنے لگی۔ اُس کا دِل چاہ رہا تھا کہ تیز قسم کی کافی پیئے' پھر خود ہی اپنے خیال کی تردید کرتے ہوئے وہ گھر جانے کے لیے اُٹھ گئی۔ دراصل اُسے کام سے تھکن نہیں ہوئی تھی بلکہ اِن باتوں نے اُس پر بہت زیادہ اثر کیا تھا جن کے باعث آفس کا نہ صرف ماحول خراب ہو گیا تھا بلکہ کمپنی اچھے حالات میں نہیں تھی۔ پہلے دِن اُسے کچھ بھی معلوم نہیں ہو پایا تھا کہ خرابی کہاں پر ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سارے سوال اُس کے ذہن میں آ گئے تھے۔ وقار احمد نے جو اُسے شاہ ایسوسی ایٹ کے بارے میں اشارہ دیا تھا' وہ اتنا بھی غلط نہیں تھا۔ اُن کی طرف سے ہمیشہ یہی چاہا گیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح حسن اینڈ کمپنی کو نقصان پہنچایا جائے۔ یہی سوچتے ہوئے وہ پارکنگ تک آئی اور پھر حسن لاج کی طرف چل دی۔

نورین نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی تو اُس کی نگاہ لان میں بیٹھی ہوئی شائستہ بیگم پر پڑی جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ گاڑی سے نکلی اور اُن کی جانب بڑھ گئی۔ اس دوران وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ آفس کے بارے میں وہ شائستہ بیگم کو قطعاً نہیں بتائے گی۔ وہ اپنے طور پر معاملات کو حل کرنے کی کوشش کرے گی' اگر بہت ضرورت محسوس ہوئی تو اُن سے کہے گی۔ بہت مشکل سے اُن کی طبیعت بحال ہوئی ہے' کہیں یہ سب سن کر وہ دوبارہ بستر سے نہ لگ جائیں---وہ جیسے ہی قریب آئی تو انتہائی خوشی سے بولی۔

''ارے واہ ماما! کیا بات ہے۔ آج اتنے عرصے بعد آپ کو یوں لان میں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ

صحت یاب ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ شائستہ بیگم کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ہاں' یہ تو ہے کہ بہت عرصے بعد میں یہاں لان میں آئی ہوں۔ کمرے میں اکیلے پڑے پڑے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی---تم بھی تو آج اِدھر نہیں تھیں سو تمہارے اِنتظار میں یہاں آ کر بیٹھ گئی---کہو' تمہارا دن کیسا گزرا؟''

شائستہ بیگم نے پیار بھرے لہجے میں دھیرے دھیرے کہا۔

''ماما! بہت ہی اچھا---اِتنے دِنوں بعد لوگ آفس میں ملے۔ وہ سب بہت خوش تھے لیکن' ماما! وقار انکل بہت پریشان ہیں۔'' وہ رَو میں یہ بھول گئی کہ یہ باتیں اِس نے نہیں کہنی' اَب غلطی اس سے ہوگئی تھی۔

''کیا ہوا اُسے' کیوں پریشان ہے؟'' شائستہ بیگم نے پوچھا۔

''بس' ماما! آپ کو تو پتہ ہی ہے' بزنس کی دُنیا میں یہ سب چلتا ہے۔ وہ خود کو ذرا تنہا محسوس کر رہے تھے' شاید اسی لیے پریشان تھے اور صرف حسن اینڈ کمپنی ہی تو مارکیٹ میں نہیں ہے' اور لوگ بھی ہیں---خیر' یہ سب آفس کی باتیں ہیں۔ آپ کی بیٹی اب آفس چلی گئی ہے نا' آپ انہیں چھوڑیں۔ یہ بتائیں' آپ کا دن کیسے گزرا؟'' نورین نے بڑی حکمت سے اپنی بات کو سمیٹ لیا تھا۔

''میرا کیا ہے' بیٹی! جیسے تیسے دِن گزر گیا---فاخرہ آ گئی تھی' اِس لیے تھوڑا وقت باتوں میں کٹ گیا۔ پھر وہ کھانا بنانے میں مصروف ہو گئی۔'' شائستہ بیگم نے تفصیل بتائی۔

''---اور وہ کھانا آپ نے کھایا بھی ہے یا ابھی تک ویسے ہی پڑا ہے؟'' نورین نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''سچی بتاؤں---'' وہ قدرے مسکراتے ہوئے بولیں۔ ''میں نے کھایا ہی نہیں' تمہارے بغیر کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہا۔ اِتنے دِنوں سے تم کھلا رہی ہو' نا تو عادت سی ہوگئی ہے۔''

''اُو' ماما! کم از کم کھانا تو وقت پر کھا لیا ہوتا۔ اِس طرح میڈیسن لینے کا بھی کوئی وقت نہیں رہے گا اور اگر میڈیسن وقت پر نہیں لیں گی تو---ماما! یہ آپ اچھا نہیں کر رہی ہیں۔ میں بس کل سے آفس نہیں جا رہی ہوں۔'' نورین نے ناراض لہجے میں کہا۔

''نہ' بیٹی! تم آفس جانا۔ میں نہ صرف وقت پر کھانا کھا لیا کروں گی بلکہ میڈیسن بھی لے لیا کروں گی۔'' یہ کہہ کر اُنہوں نے نورین کی طرف دیکھا پھر بڑے ہی جذباتی لہجے میں بولیں۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ نواب صاحب کا بزنس مجھے کتنا عزیز ہے۔ اِسے کسی کی نظر نہیں لگنی چاہیے' نورین!''

نورین نے چونک کر شائستہ بیگم کی طرف دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ اِس کی ذرا سی بات سے سب کچھ سمجھ گئی ہوں سو وہ اپنا غصہ' ناراضگی بھول کر فوراً بولی۔

''آپ تو یونہی وہم کرنے لگی ہیں' ایسا تو بزنس کی دُنیا میں ہوتا رہتا ہے۔ کبھی پریشانی' کبھی کامیابی۔ ڈونٹ وری---آئیں چلیں' کچھ کھا پی لیں۔ پھر میں آپ کو میڈیسن دوں۔''

اِس نے تیز تیز کہا لیکن شائستہ بیگم اِس کی سنی اَن سنی کرتے ہوئے بولیں۔

''نورین بیٹی! مَیں اگر دُنیا میں نہ رہی تو تم نواب صاحب کے بزنس پر کوئی آنچ نہ آنے دینا۔ مجھے تم پر بڑا ہی بھروسہ ہے' اس لیے---''

''ماما! فکر کرنے کی کوئی بات نہیں' آپ آئیں---''

نورین یہ کہہ کر اُٹھی اور اُنہیں سہارا دے کر اُٹھایا۔ پھر دونوں باتیں کرتی ہوئی اندر کی جانب چلی گئیں۔

☆☆☆

عاصمہ ڈریسنگ روم میں بیٹھی اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔ وہ یوں بت بنی بیٹھی ہوئی تھی جیسے اردگرد کا اسے ہوش ہی نہ ہو۔ جب سے وجاہت نے اس کے ساتھ شادی کر کے اسے یہ گھر لے دیا تھا' تب سے وہ تنہائی کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک جگہ تک محدود ہو کر رہنا اور کسی سے بھی نہ ملنا' ایسے میں وہ ہر وقت سوچوں میں اُلجھی رہتی تھی۔ ان دِنوں تو اس کی سوچ اس نہج پر تھی کہ اس نے وجاہت کے ساتھ شادی کر کے کہیں غلط تو نہیں کر لیا؟ اسے یہ خیال آتا تو وہ ایک دوراہے پر آ کر ٹھٹک کر رہ جاتی' اس سے کوئی فیصلہ ہی نہ ہو پاتا اور جب وہ اپنے ماضی کو سوچتی تب اسے اپنا فیصلہ دُرست لگتا۔ اس کے والدین غریب تھے۔ باپ کی وفات کے بعد سارا بوجھ اس کی ماں پر آن پڑا تھا۔ بھائی کی شادی ہوئی تو اُسے گھر کا بوجھ بہت زیادہ لگنے لگا۔ بہت مشکل سے اُس نے کالج تک تعلیم حاصل کی تھی۔ عاصمہ چاہتی تھی کہ وہ کوئی جاب کر کے اپنے گھر کا معاشی سہارا بنے مگر اس کی ماں خوف زدہ تھی کہ عاصمہ خوبصورت ہے' عقل میں اتنی زیادہ نہیں' اس لیے وہ اس دُنیا کا مقابلہ نہیں کر پائے گی۔ وہ چاہتی تھی کہ عاصمہ اپنے گھر کی ہو جائے مگر اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اب زمانہ کسی کی صورت یا سیرت کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ دولت ہی کو معیار بنایا جاتا ہے۔ یوں عاصمہ گھر میں بیٹھی کسی مناسب رشتے کا انتظار کرتی رہی اور پھر اس کی ماں بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ تب عاصمہ کا وجود گھر میں بہت بڑا بوجھ دکھائی دینے لگا لہٰذا اس نے جاب کرنے کا فیصلہ کیا اور گھر سے باہر قدم نکال لیا۔ چند مہینے اس نے چھوٹی موٹی نوکریاں کیں اور پھر اس سے وجاہت ٹکرا گیا۔ عاصمہ اُسے بے حد پسند آئی تو وجاہت کی نوازشیں بھی اس پر بارش کی مانند برسنے لگیں' یہاں تک کہ اُس نے اپنے باپ کے آفس میں اچھی جاب دلوا دی اور پھر اس کے ساتھ شادی کر کے اسے یہاں لے آیا۔ ان دو مہینوں میں جہاں اسے آسائشات ملی تھیں' ایک پُرسکون گھر اور آرام دہ زندگی' وہاں وجاہت کی لاپروائی بے حد بڑھ گئی تھی۔ دھیرے دھیرے اسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے وہ تنہائی کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ اکثر سوچتی کہ اگر ایسا ہی رہا تو اس کا مستقبل کیا ہوگا' کیا وجاہت کے والدین اسے قبول کر لیں گے؟--- یہ تو بہت بڑی بات تھی' اسے تو یہ خوف بھی ہونے لگا تھا کہ کیا وجاہت اس کا ساتھ نبھا پائے گا؟ انہی لمحات میں وہ سوچتی کہ اس نے غلط فیصلہ کر لیا ہے--- دو دِن ہو گئے تھے' وہ اس کے پاس نہیں آیا تھا اور وہ اکیلی گھبرانے لگی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے جب اس نے فون کیا تو وہ ابھی تک بستر میں تھا۔ اس نے شکوہ کیا تو اُس نے فوراً آنے کا کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور اب وہ اُس کے انتظار میں تیار ہو رہی تھی۔ وہ چونکی اس وقت جب باہر کار کا مخصوص ہارن بجا' وجاہت آ گیا تھا۔ وہ تیزی سے باہر کی جانب لپکی تاکہ گیٹ کھول سکے۔ جب تک وہ گاڑی کھڑی کر کے ڈرائنگ روم میں آیا' عاصمہ کچن سے جوس لے کر آ گئی تھی۔

''جی بیگم صاحبہ! کیا حکم ہے میرے لیے---؟'' وجاہت نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔

''وجاہت! یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ مَیں یہاں آپ کا انتظار کرتی رہ جاتی ہوں اور آپ ہیں کہ دو دو دِن تک غائب رہتے

ہیں---'' عاصمہ نے شکوہ بھرے لہجے میں کہتے ہوئے جوس اُس کے سامنے رکھ دیا۔

''کیا کروں' کام ہی ایسا ہے کہ مَیں---''

وہ کہتے کہتے رُک گیا جیسے وہ بہت کچھ کہنا چاہتا ہو مگر عاصمہ نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''یہ جو آپ کی انتظار کروانے والی عادت ہے نا! قسم سے' بہت بُری ہے۔ پتہ ہے' مجھے کتنی کوفت ہوتی ہے۔ مَیں آپ کے بیوی ہوں اور یہاں تنہا پڑی رہتی ہوں۔ کچھ تو خیال کریں میرا' ایسا کب تک چلے گا؟''

''جب تک حالات سازگار نہیں ہو جاتے' ایسا تو ہوگا۔'' اُس نے اطمینان سے کہا اور جوس اُٹھا کر اس کا سپ لیا۔

''وجاہت! کیا شادی کے بعد بھی ہمیں یونہی چھپ چھپ کر ملنا پڑے گا؟''

''مَیں نے کہا نا' عاصمہ! ابھی حالات ایسے نہیں ہیں مگر مَیں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مَیں اپنے والدین کو راضی کر لوں گا۔ تم فکر نہیں کرو۔'' اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

''اگر وہ راضی نہ ہوئے تو پھر---؟'' وہ خوف زدہ سے لہجے میں بولی۔

''تم یہ اوٹ پٹانگ مت سوچا کرو۔ مَیں اپنے والدین کا اکلوتا ہوں' آخر کار اُنہیں میری بات ہی ماننا پڑے گی---دیکھو مَیں نے تمہیں یہ گھر لے دیا ہے اور اِسے تمہاری مرضی کے مطابق سیٹ بھی کروا دیا۔ تمہارے اکاؤنٹ میں اچھی خاصی رقم ہے' تمہیں کیا فکر---؟'' اُس نے یوں کہا جیسے ایک عورت کے لیے یہی ساری چیزیں اہم ہوتی ہیں۔

''مجھے آپ کی ضرورت ہے' وجاہت!'' وہ یوں بولی کہ جیسے اِس کے لہجے میں بے انتہا حسرت گھلی ہوئی ہو۔

''یقین رکھو' عاصمہ! مَیں تمہارا ہی ہوں۔''

وجاہت نے مسکراتے ہوئے شوخ نگاہوں سے اِسے دیکھا تو وہ پگھل سی گئی---''اچھا اَب تم تیار ہو نا---؟'' تھوڑی دیر بعد وجاہت نے پوچھا۔

''جی---'' اِس نے ہنکارا بھرا۔

''تو چلو---ڈھیر ساری شاپنگ کرنا۔ تھوڑا گھومیں گے' پھر کسی اچھے سے ریستوران سے کھانا کھائیں گے۔'' وجاہت نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں گیٹ پر تھے۔ وجاہت نے گیٹ لاک کیا' اتنے میں عاصمہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ پھر وجاہت نے آ کر گاڑی سٹارٹ کی اور وہ چل دیئے---وجاہت نے دیکھا کہ سامنے والے گھر کے باہر ایک سرخ گاڑی آ کر رُکی ہے۔

☆☆☆

فرید نے گھر کے سامنے گاڑی روکی تو اُس کے پہلو سے ایک گاڑی نکلی تھی جس میں ایک جوڑا موجود تھا' وہ اُنہیں اچٹتی ہوئی نگاہ ہی سے دیکھ پایا تھا۔ پھر گاڑی بند کی تو باسط نے اُس سے پوچھا۔

''یہی گھر ہے نا' کہیں بھول کر کسی اور کے گھر کے سامنے تو نہیں آ رُکے ہو؟'' اس کے لہجے سے خوشی چھلک رہی تھی۔

''تمہارے نہ آنے کی وجہ سے میں نواز صاحب کے ساتھ نہیں آ سکا تھا' اسی لیے یہ وقت طے کرنا پڑا۔ گھر کا نمبر یہی ہے' یہاں نواز صاحب انتظار کر رہے ہوں گے۔''

یہ کہہ کر اُس نے ہارن دیا تو اگلے ہی چند لمحوں میں نواز صاحب گیٹ سے باہر آ گئے۔ وہ دونوں گاڑی سے باہر نکلے اور اُن سے ہاتھ ملایا' پھر خوشگوار انداز میں باتیں کرتے ہوئے اندر کی جانب چلے گئے۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر نواز صاحب نے سجے سجائے فرنیشڈ گھر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''کیوں' فرید صاحب! گھر پسند آیا آپ کو---؟''

''ہوں' ٹھیک ہے---'' فرید نے کہا اور پھر باسط کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ ''کیوں' باسط! تمہیں پسند آیا؟''

''یار! اتنا بڑا گھر ہے۔ ٹھیک ہی نہیں بلکہ ضرورت سے بھی زیادہ ہے--- مجھے پسند ہے۔''

باسط نے حتمی انداز میں کہا تو فرید نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نواز صاحب کی جانب دیکھا۔ وہ خوشی سے چابیوں کا گچھا اِن کی جانب بڑھاتے ہوئے بولے۔

''تو پھر لیجیے اس گھر کی چابیاں اور مجھے اجازت دیجیے' میں چلتا ہوں۔ آپ جب چاہیں یہاں شفٹ ہو جائیں---''

فرید نے چابیاں پکڑ لیں تو نواز نے دونوں سے ہاتھ ملایا اور باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔ تب باسط ایک صوفے پر بیٹھ کر تبصرہ کرتے ہوئے بولا۔

''جب چاہیں' شفٹ ہو جائیں--- اسے کیا پتہ' فرید صاحب کا سامان کتنا ہے۔ ایک ٹرنک' بیگ اور چارپائی' جس کا بستر بھی مانگے کا ہے۔'' اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تھا' پھر اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ ''خیر' مجھے تمہاری کامیابی پر انتہائی خوشی ہو رہی ہے۔ اچھی تنخواہ' کار اور اَب گھر بھی مل گیا۔ ان شاءاللہ تم مزید ترقی کرو گے۔'' اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

''باسط! میرے خیال میں انسان پورے خلوص کے ساتھ محنت کرے اور ثابت قدم بھی رہے تو کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ انسان اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے کیا کچھ نہیں کرتا۔ ہم اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں---'' فرید نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا۔

''ہاں--- جیسے تمہارا یہ خواب کہ تم ایک بڑے اور اچھے بزنس مین کے طور پر پہچانے جاؤ اور کوئی ناممکن بات نہیں ہے' میری جان! میں جب اپنا آبائی شہر چھوڑ کر یہاں آیا تھا تو ایک جونیئر رپورٹر سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا لیکن آج میری ایک پہچان بن چکی ہے البتہ وہ منزل جو میرا خواب ہے' وہ ابھی دور ہے۔ میرے بھی خواب پورے ہوں گے جن کے پورے ہونے کے لیے شروعات ہو چکی ہیں۔''

باسط نے حوصلہ مند لہجے میں کہا۔ نہ صرف خود کو بلکہ وہ فرید کو بھی حوصلہ دے رہا تھا' تب فرید نے ماضی کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں' یار! وہ بھی کیا دن تھے جب میں اس شہر میں پڑھنے کے لیے آیا تھا۔ پھر بڑی مشکل سے تعلیم حاصل کی اور اَب نوکری حاصل کرنے کے بعد پہلی کامیابی نصیب ہوئی ہے--- میں اعتراف کرتا ہوں' باسط! اگر تم میری مدد نہ کرتے تو شاید آج میں کچھ بھی نہ ہوتا۔''

''ایسا نہیں کہتے--- یہ ٹھیک ہے کہ انسان وسیلہ ضرور ہوتے ہیں لیکن قسمت اُس اوپر والے نے لکھنی ہوتی ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ میرے پاس وسائل ہوتے تو میں اِس سے بھی زیادہ تمہاری مدد کرتا--- خیر اَب تو تمہیں اتنی ضرورت نہیں ہو گی لیکن پھر بھی جب تمہیں میری ضرورت پڑے' میں حاضر ہوں۔'' اس نے خوش دِلی سے کہا۔

''کیا مطلب---تم کہیں یہ تو نہیں کہنا چاہ رہے ہو کہ میرے ساتھ یہاں نہیں آؤ گے؟--- اگر تم ایسا سوچ رہے ہو تو ایسا ہرگز نہیں ہو گا' ایسا نہیں ہو سکتا---'' اس نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا۔ اِس پر باسط خاموش رہا تو وہ مزید بولا۔ ''زندگی کے وہ کٹھن دِن اگر ہم نے ایک ساتھ گزارے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ تم ایسا سوچو گے بھی نہیں---''

''تم ایک نئی زندگی کی شروعات کر رہے ہو۔ ہر انسان کے اپنے پلان ہوتے ہیں۔ تمہیں---''

باسط نے تحمل سے کہنا چاہا لیکن فرید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تم کچھ بھی کہو' باسط! میں تمہاری کوئی بات نہیں مانتا--- ذرا سوچو' ہم دونوں کا یہاں اِس شہر میں کون ہے۔ ہم اپنے دُکھ درد اور مسائل ایک دوسرے ہی سے شیئر کر سکتے ہیں' کسی اور سے نہیں۔ ایسا کہہ کر تم نے مجھے بڑا دُکھ دیا۔''

فرید نے انتہائی جذباتی لہجے میں روہانسو ہوتے ہوئے کہا تو اس پر باسط اُسے گلے لگاتے ہوئے بولا۔

''نہیں' یار! میں نے تو ایسا فقط اس لیے کہا ہے کہ پرندہ جب کھلی فضاؤں میں اُڑنا چاہے تو اس کے پیروں میں تعلق اور رشتوں کا وزن نہیں باندھنا چاہئے۔ ہم متوسط طبقے کے لوگوں کا المیہ ہی یہی ہے کہ پیروں میں تعلق اور رشتوں کا بہت زیادہ وزن بندھا ہوا ہوتا ہے۔''

''لیکن پرندہ جب اُڑتے اُڑتے ہانپ جائے' اسے تیز ہوا کا سامنا ہو تو وہ حوصلہ کہاں سے لے؟--- باسط! تم میرا ساتھ چھوڑنے کا کبھی نہیں سوچو گے' وقت چاہے کیسا بھی رہے۔'' فرید نے یوں کہا جیسے ابھی رو دے گا۔ ''اچھا' یار! اَب یہاں سے نکلو۔ بڑی بھوک لگ رہی ہے۔ تمہارے چکر میں تو اَب تک کھانا بھی نہیں کھا سکا ہوں۔''

''چلو' آج میں تمہیں اچھی سی ٹریٹ دیتا ہوں---''

فرید ایک دَم سے خوش ہو گیا اور پھر وہ دونوں باہر نکلتے چلے گئے۔

☆☆☆

رات خاصی بیت گئی تھی۔ وقار احمد اپنے بیڈروم پر نیم دراز ایک میگزین پڑھنے میں کھویا ہوا تھا۔ اُسے یہ خبر ہی نہ ہوئی کہ فاخرہ بیگم کب کمرے میں داخل ہو کر اُس کے پاس آ بیٹھی ہے۔ پھر صفحہ پلٹتے ہوئے جب اُسے احساس ہوا تو اُس نے اپنی بیوی کے مرجھائے ہوئے پریشان چہرے کی جانب دیکھا۔

''خیریت تو ہے' بیگم صاحبہ! آج کچھ پریشان سی دِکھائی دے رہی ہو---؟'' اُس نے عام سے انداز میں پوچھا۔

''ہاں' پریشان تو ہوں---'' یہ کہہ کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اور دِھیرے سے کہا۔ ''آج میں شائستہ بھابی کے ہاں گئی تھی۔ پتہ چلا ہے کہ آج

اُنہوں نے صبح صبح بیرسٹر کو بلوایا تھا' نجانے کیا بات کی ہوگی اُس سے---غضب خدا کا! شائستہ بیگم نے ایک ذرا بھی ذکر مجھ سے نہیں کیا۔ مجھے لگتا ہے' کوئی نہ کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔''

''بیگم! جہاں سے تمہیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ وکیل آیا تھا' وہیں سے تمہیں اس کی آمد کے مقصد کے بارے میں پتہ نہیں چلا اور پھر اگر شائستہ بیگم نے وکیل کو بلوا کر کوئی بات کی ہے تو اس پر تمہیں اتنا تجسس کیوں ہے؟''

وقار احمد نے یوں کہا جیسے یہ ذکر اُسے اچھا نہ لگا ہو۔ اس پر فاخرہ بیگم نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور پھر بولی۔

''وقار! لگتا ہے کہ آج تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں ہے---کیا بات ہے؟''

''بات کیا ہونی ہے' بیگم صاحبہ! آج نورین آفس آئی ہے تو یقین جانو' پورے آفس نے اُس کے لیے خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اُس کی میرے ساتھ بھی باتیں ہوئیں' میری پریشانی بھی اُس نے شیئر کی۔ وہ لڑکی ہو کر بھی آفس میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے اور میرا بیٹا وجاہت---کاش' اُسے عقل آجائے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ میرے بعد سارا بزنس نورین ہی سنبھال لے گی۔''

اُس کے لہجے میں دُکھ بھرا ہوا تھا۔ اس پر فاخرہ بیگم نے حیرت سے اُس کی جانب دیکھا' پھر تنک کر بولی۔ ''کیوں سنبھالے گی وہ بزنس؟---اِسکے باپ کا تھوڑی ہے' یہ بزنس میرے بھائی کا ہے' جس پر ہمارے سوا کسی دوسرے کا حق نہیں ہے۔ وہ لے پالک کون ہوتی ہے---؟''

''بات حق یا ناحق کی نہیں' اہلیت اور دلچسپی کے ہے۔ تم خود سوچو' آج اگر میں نہ رہوں تو کیا وجاہت وہ بزنس سنبھال پائے گا؟---میں نے اتنے سال اس بزنس کو دیے۔ اگر میں نے اپنے کسی چھوٹے موٹے بزنس کے لیے اتنی محنت کی ہوتی تو مجھے اتنی فکر نہ ہوتی کیونکہ وہ ہمارا اپنا ہوتا۔ شائستہ بیگم کی بیماری کے باعث اگر اس بزنس کو اپنے ہاتھ میں لینے کا موقعہ مل گیا ہے تو میں اِس موقعے کو کھونا نہیں چاہتا۔'' وقار احمد نے دھیرے دھیرے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ کہہ تو ٹھیک رہے ہیں لیکن میں کیا کروں۔ اَب تو وہ میری بھی نہیں سنتا' اپنی مرضی کرتا ہے لیکن پھر بھی میں اِسے سمجھاؤں گی۔'' فاخرہ بیگم نے بے چارگی سے کہا۔

''ہاں اُسے سمجھاؤ' اپنی آوارگیاں اور فضول خرچیاں چھوڑے۔ باقاعدگی سے آفس میں بیٹھ کر اپنے کام پر توجہ دینی چاہئے' میں کب تک یہ بزنس سنبھال پاؤں گا؟''

''آپ نے بھی تو کبھی اُسے کچھ نہیں کہا---مان لیا کہ وہ میرے لاڈ پیار سے بگڑا ہے لیکن میں چاہوں گی کہ آپ اس پر توجہ دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی بات مان لے گا---مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے سمجھاؤں کیسے؟''

''اُسے بتاؤ کہ نورین آفس میں ایک مقام رکھتی ہے۔ وہ خوب محنت کرتی ہے۔ اس کے پاس باقاعدہ بزنس کی تعلیم ہے' وہ ذہانت کا ثبوت دیتی ہے۔ اگر وجاہت نے خود کو اہل ثابت نہ کیا تو یہ بزنس اس کے ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔ اُسے احساس دلاؤ کہ یہ بزنس اس کا ہے جو نورین کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔'' اُس نے وہ نکتہ بتایا جس کے باعث وجاہت کو توجہ دلائی جا سکتی تھی۔

''---ویسے' وقار! ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ ممکن ہے نورین بھی اسی نہج پر سوچ رہی ہو کیونکہ اُس کے پاس تو اور کچھ نہیں ہے۔ اُس بے چاری کی حیثیت ہی کیا ہے' اُسے تو اپنا مستقبل محفوظ بنانا ہے--- وہ یونہی اتنی محنت نہیں کر رہی ہے' وقار! دولت کسے اچھی نہیں لگتی۔ مجھے اِس لڑکی کے ارادے خطرناک معلوم ہو رہے ہیں۔'' فاخرہ بیگم نے انتہائی تشویش سے کہا۔

''اپنے مستقبل کو بہتر بنانا ہر انسان کا حق ہے۔ نورین کی جگہ میں بھی ہوتا تو ایسے ہی کرتا بلکہ کر رہا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ یہ بزنس اپنے ہاتھوں میں کرنے کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے لیکن دُکھ اس بات کا ہے کہ جس کے لیے میں یہ سب کر رہا ہوں' وہی خود کو اہل ثابت نہیں کر پا رہا ہے۔'' وقار احمد نے صاف انداز میں کہا۔

''میں اُسے سمجھاؤں گی بلکہ اپنی پوری کوشش کروں گی کہ وہ سمجھ جائے۔'' وہ بے چینی سے بولی۔

''اور ہاں' اُس سے پوچھ لینا کہ آخر وہ کرنا کیا چاہتا ہے۔ مستقبل کے بارے میں اُس نے کیا سوچا ہے' مجھے آج تک یہی سمجھ نہیں آ سکی ہے۔'' وقار احمد نے یوں کہا جیسے وہ وجاہت سے بہت تنگ ہو۔

''وقار! پلیز' آپ اپنا موڈ ٹھیک کرو اور سو جاؤ' رات کافی ہوگئی ہے۔ صبح آپ کو آفس بھی جانا ہے۔''

''لیکن تمہارا بیٹا! اتنی رات گئے تک گھر نہیں لوٹا' نجانے کہاں ہوگا اور کیا کر رہا ہوگا؟''

وقار احمد نے دُکھ سے کہا' میگزین ایک جانب سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور لائٹ آف کر کے بیڈ پر لیٹ گیا۔ فاخرہ بیگم اسی تشویش زدہ سوچ میں کچھ دیر بیٹھی رہی' پھر وہ بھی لیٹ گئی۔

انہی لمحات میں وجاہت شہر کے ایک گنجان علاقے میں اس جگہ موجود تھا جو اس کی خفیہ سرگرمیوں کا مرکز تھی۔ وہ تین منزلہ عمارت تھی جہاں دن کے وقت بظاہر امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہوتا تھا لیکن یہی جگہ رات کے وقت بہت ساری خفیہ سرگرمیوں کا اڈہ بھی تھی۔ تیسری منزل اسی مقصد کے لیے مخصوص تھی۔ ایسی ہی کئی دوسری جگہیں تھیں جو شہر بھر میں پھیلی ہوئی تھیں۔ وجاہت نے بہت تیزی سے ایک گینگ بنایا اور اسے چلاتا رہا۔ کچھ عرصہ پہلے اس نے یہ ساری ذمے داری سلیم کو دے دی تھی جو اس کا وفادار ساتھی ثابت ہوا تھا۔ ایسا اس نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ اس کی نگاہ اس سے بھی آگے کی منزل پر تھی--- اس وقت وہ اپنے اسی ٹھکانے پر موجود تھا جہاں سلیم اپنے ہی ایک ساتھی لڑکے پر برس رہا تھا۔

''تم--- تم نہیں سمجھ رہے ہو' تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے کہ صرف تمہاری وجہ سے دھندہ کس قدر ڈسٹرب ہو رہا ہے' ڈسٹرب ہی نہیں چوپٹ ہو رہا ہے' چوپٹ سمجھتے ہو نا؟--- اور تمہیں یہ بھی اندازہ نہیں ہے کہ کتنا نقصان ہوا ہے۔'' وہ غصے کی شدت میں بول ہی نہیں پا رہا تھا۔

''ہاں' سلیم بھائی! مجھے نقصان کا اندازہ ہے لیکن قصور وار فقط میں نہیں ہوں' میں اکیلا وہاں پر کیا کرتا؟'' سامنے کھڑا وہ لڑکا اکھڑ لہجے میں بولا۔

''کچھ بھی کرتے' مر جاتے--- کیا تمہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ اس دھندے میں جان بھی جا سکتی ہے۔ تم مان لو کہ تم ڈر گئے تھے۔''

''مجھے ڈرنے کا طعنہ مت دو' سلیم بھائی! میں نے پہلے ہی ساری صورتِ حال کے بارے میں بتا دیا تھا۔''

اُس لڑکے نے پھر اسی لہجے میں جواب دیا۔ وجاہت اس ساری گفتگو کو بڑے غور سے سن رہا تھا اور خاموش تھا' تبھی اُس نے سلیم کی

جانب دیکھا اور سرد سے لہجے میں پوچھا۔

''مسئلہ کیا ہے---؟''

''یہی بتائے گا سب' جس کی وجہ سے نقصان ہوا ہے۔''

سلیم نے درشت لہجے میں اس لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وجاہت نے اس کی جانب دیکھا۔ تب لڑکا بہت حد تک مؤدب ہو گیا جیسے وہ اُسے اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے جھجک رہا ہو' پھر وہ بولا۔

''وجی بھائی! مَیں نے سلیم بھائی کو بتا دیا تھا کہ میرے کالج میں بڑا خطرہ ہے۔ ایک مضبوط گروپ میرے خلاف ہو گیا ہے' وہ کالج انتظامیہ کے ساتھ مل کر ڈر گز ختم کرنے کے لیے سرگرم ہو چکا ہے مگر سلیم بھائی نے مجھے ان حالات میں کھیپ دے کر بھیجا۔ مَیں گیا اور وہاں مخبری ہو گئی۔ اَب بتائیں' میرا اس میں کیا قصور ہے؟''

''کیوں' سلیم! اس نے تمہیں بتایا تھا؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''بتایا تھا لیکن مَیں یہی سمجھا کہ یہ بھاؤ بڑھا رہا ہے۔'' سلیم نے کہا۔

''بس' اتنی سی بات تھی۔ اس لیے مجھے یہاں بلایا ہے؟'' یہ کہہ کر وجاہت اُٹھا اور دھیرے دھیرے اس لڑکے کے پاس چلا گیا۔ پھر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''سنو! تم اس پوائنٹ پر سب سے زیادہ توجہ دو گے۔ اس گروپ کے لڑکے توڑو---خرچ کی پرواہ مت کرو۔ جو نقصان ہو چکا ہے' اسے بھول جاؤ۔ تم جو چاہو گے وہ تمہیں ملے گا۔''

''لیکن' وجی بھائی! میرا نہیں خیال کہ اَب وہ مجھے کالج میں رہنے دیں گے۔ وہ نکال دیں گے مجھے---''

''کس کی جرأت ہے کہ وہ تمہیں کالج سے نکالے---'' اُس نے زہریلی مسکراہٹ سے کہا پھر پوری سنجیدگی سے بولا۔ ''مَیں کہہ رہا ہوں نا' تم بے خوف ہو کر وہاں کام کرو۔ مَیں سب سنبھال لوں گا۔''

وجاہت نے کہا تو لڑکے کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی جیسے اسے بہت زیادہ حوصلہ مل گیا ہو' اس لیے وہ گرم جوشی سے بولا۔

''ٹھیک ہے' وجی بھائی! اَب آپ مجھے وہاں کمزور نہیں پائیں گے۔''

''اَب آپ جاؤ---'' وجاہت نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کہا تو وہ چلا گیا' صرف سلیم وہیں رہ گیا۔ وجاہت ایک صوفے پر بیٹھا تو سلیم نے کھڑے کھڑے کہا۔

''کام اتنا بڑھ گیا ہے' مَیں کیا کیا دیکھوں---؟''

''کام نہیں بڑھا' تم اس کام کو سنبھال نہیں پا رہے ہو۔ یہ تمہاری غفلت ہے' قصور تمہارا ہے۔ اَب کام تو رُک گیا نا' وہاں پر---'' وجاہت نے سرد سے لہجے میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایک پوائنٹ---ایک پوائنٹ چلے جانے سے کیا ہوتا ہے۔ جہاں---''

سلیم نے جھلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تو وجاہت نے ٹوکتے ہوئے غرا کر کہا۔ ''سلیم! بس' آگے ایک لفظ بھی مت کہنا۔ ایک پوائنٹ چلے جانے کا مطلب جانتے ہو تم؟---اِس کا مطلب ہے کہ تم میں کام کرنے کی قوت ہی نہیں رہی۔ پرابلم یہ نہیں کہ لڑکے کام نہیں کر سکے یا نقصان ہو گیا ہے' پرابلم یہ ہے کہ اگر ان لڑکوں کے دماغ میں خوف بیٹھ گیا تو وہ اپنے ساتھ تمہیں بھی لے ڈوبیں گے۔ نڈر دُشمن سے نہیں' خوف زدہ دوست سے بچنا ہی عقل مندی ہے۔''

''وجھی! میں کیا کروں۔ ڈرگز' ڈکیتی' بلیک میلنگ' کس کس طرف توجہ دوں۔ کام اتنا ہے کہ---''

''بس ابھی سے---؟'' یہ کہتے ہوئے وجاہت نے قہقہہ لگایا۔ پھر اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ میں یہ سب تھرل میں کرتا رہا ہوں۔ مجھے کوئی معاشی مجبوری نہیں تھی اور میں یہ سب کچھ چھوڑ چکا ہوں۔ آج اگر میں چاہوں تو یہی گینگ بہت اچھی طرح چلا سکتا ہوں لیکن---تمہاری مجبوری ہے یہ گینگ چلانا' نہیں کرو گے تو مارے جاؤ گے۔''

''یہی تو بات ہے۔ گینگ چلانا تمہیں آتا ہے۔ تمہاری دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے میں نہیں چلا پا رہا ہوں' لڑکے کہنا تمہارا مانتے---'' سلیم نے دھیرے سے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

''صرف طاقت کو مانا جاتا ہے میری جان' صرف طاقت کو---کیا تم میں وہ پہلے والی طاقت نہیں رہی' حوصلہ نہیں رہا۔ وہ جرأت کہاں گئی جس کے باعث یہ گینگ میں نے تمہارے حوالے کیا تھا۔ تم کیوں نہیں سمجھتے ہو کہ میں آج بھی تمہارے پیچھے کھڑا ہوں؟'' وجاہت نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''وجھی! آج بھی نام تمہارا ہی گونجتا ہے۔ مجھے تمہاری سطح تک آنے کے لیے ابھی وقت لگے گا اور پھر ایک بات اور بھی ہے۔ ہم کب تک فورسز کے ہاتھوں بچتے رہیں گے۔ آج ہماری سرپرستی کرنے والے ہیں' کل نہیں ہوں گے۔ اگر پکڑے گئے تو---''
سلیم نے حقیقت بیان کی تو وجاہت قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''تو کیا ہو گا---اگر تم میرے دوست نہ ہوتے تو ابھی اسی وقت تمہیں ناکارہ گھوڑا سمجھ کر گولی مار دیتا۔ بزدل ہو گئے ہو---ارے احمق! اَب میں ہوں گا اِن سرپرستوں میں' میں آ رہا ہوں سیاست میں---'' وجاہت نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں' وجھی! تمہارے ارادے کیا ہیں لیکن ابھی اس میں وقت ہے اور پھر میں بزدل نہیں ہوں بلکہ اِن چھوٹے موٹے وقتی قسم کے دھندوں سے جان چھڑا کر کوئی بڑا کام کرنا چاہتا ہوں جس میں دولت بھی زیادہ ہو اور ہم محفوظ بھی رہیں۔'' سلیم نے اپنی بات سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک سوچ رہے ہو' تمہیں ایسا سوچنا بھی چاہیے مگر تم بہت دُور تک نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں اس شہر پر چھا جانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے ہر آنے والے دِن کے ساتھ ہماری دہشت بڑھتی رہنی چاہیے۔'' اُس نے دُور کہیں خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔

''اس کے لیے بڑی طاقت چاہیے۔'' سلیم نے تیزی سے کہا۔

''تو کس نے روکا ہے---میں نے اگر یہ گینگ چھوڑا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم تنہا ہو گئے ہو۔ تم اپنا کام کرو' میں اپنا کرتا ہوں۔

ڈرو مت' حوصلہ رکھو۔تم جو چاہو گے' وہی ہوگا اور ہاں' تم اِس لڑکے پر توجہ رکھو' بہت جگرے والا لڑکا ہے۔'' وجاہت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مَیں جانتا ہوں' واقعی اِس کے کالج میں زبردست مخالفت چل رہی ہے۔'' سلیم نے اعتراف کیا۔

''تو ختم کرو نا' یہ مخالفت! اِن کا ایک آدھ لڑکا---'' یہ کہتے ہوئے اُس نے قتل کر دینے کا اشارہ کیا جس پر سلیم نے چونک کر دیکھا اور دھیرے سے مسکرا دیا۔ وجاہت اُس کا عندیہ پاتے ہی سر ہلانے لگا جیسے وہ اُسے شاباش کہہ رہا ہو۔''---اور ہاں' اتنے چھوٹے کاموں کے لیے مجھے مت بلایا کرو---مَیں اَب چلتا ہوں۔تم اِن لڑکوں کو بلا کر بات کرو اور انہیں حوصلہ دو' یہی کام آنے والے ہیں۔''

وجاہت نے کہا اور باہر کی جانب چلا گیا۔اُس کا رُخ اپنے گھر کی بجائے عاصمہ کے گھر کی جانب تھا' جس سے وہ تھوڑی دیر کام کا بہانہ بنا کر نکلا تھا۔

☆☆☆

رات دھیرے دھیرے گزرتی چلی جا رہی تھی جبکہ فرید کو احساس ہی نہیں تھا کہ وقت گزرتا چلا جا رہا ہے۔وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی گود میں لیپ ٹاپ تھا۔ وہ اس میں کھویا ہوا تھا اور کام میں انہماک کے باعث اُسے رات کافی ہو جانے کا احساس ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایسے میں اُس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور باسط اندر آ گیا' فرید چونکا اس وقت جب وہ اُس کے بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔

''تم سوئے نہیں ابھی تک---؟''

فرید نے کلاک پر دیکھتے ہوئے ذرا سی حیرت کے ساتھ کہا' تب باسط اس کی سنی اَن سنی کرتے ہوئے بولا۔

''ہمیں یہاں شفٹ ہوئے محض تین دن ہوئے ہیں اور اِن تین دنوں میں اِس قدر تبدیلی آ جائے گی' یہ مَیں نے سوچا بھی نہیں تھا۔''

''تبدیلی---کون سی بڑی تبدیلی آ گئی ہے' یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' فرید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''مَیں اِن اجنبی در و دیوار میں آ کر تنہا ہو گیا ہوں۔ پہلے ہم دونوں شام کے وقت پورے دن کی روداد ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ اکٹھے کھاتے پیتے' باتیں کرتے' ہلکے پھلکے ہو کر سو جایا کرتے تھے لیکن اَب ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے' ہم دونوں کے درمیان میں تنہائی آ گئی ہے۔'' باسط نے یاسیت سے کہا۔

''کیوں ایسا کیوں محسوس کر رہے ہو تم---میرے خیال میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی؟'' فرید نے حیرت سے کہا۔

''تم ضرورت سے زیادہ کام کرنے لگے ہو' اس لیے تمہیں محسوس نہیں ہوتا---یہ مَیں اس لیے نہیں کہہ رہا کہ مَیں تنہائی محسوس کر رہا ہوں۔ مَیں اپنی مصروفیت تلاش کر لوں گا لیکن تمہیں احساس دلانا چاہتا ہوں کہ اتنی رات گئے تک اپنا سر کھپاتے ہو۔ کیوں اتنی محنت کرتے ہو' بندے کو اتنی ہی محنت کرنی چاہئے جتنا---''

باسط نے اسے احساس دلانے کے لیے مزید کچھ کہنا چاہا مگر فرید نے بات کاٹ کر کہا۔ ''ہوں' تو یہ مسئلہ ہے۔'' اس نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا' پھر لمحہ بھر توقف کے بعد بولا۔ ''مَیں نے جس گھوڑے کی لگام تھام لی ہیں نا' وہ اگر ذرا بھی ڈگمگا کر چال چلے گا تو مَیں بہت پیچھے رہ جاؤں گا۔ بزنس کی

اِس ریس میں اس گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے تاکہ اپنے خوابوں کی منزل تک باآسانی پہنچا جاسکے۔ہم متوسط طبقے کے لوگ وقت کی تقسیم نہیں کر سکتے ---''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو فرید! زندگی اگر کچھ دیتی ہے تو اس کا خراج بھی وصول کر لیتی ہے۔ میں مانتا ہوں مگر اپنے خوابوں کی تلاش میں جو دِیا تم نے جلایا ہے' خدارا اس میں اپنا لہو مت جلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ منزل تک پہنچتے ہوئے تم میں سکت باقی نہ رہے۔'' باسط نے اُس کی بات کا جواب بڑے تحمل سے دیا۔

''باسط! چراغ راہ میں اپنا لہو تو جلانا پڑتا ہے ورنہ خواب رنگین نہیں ہوتے' وہ خواب جو زندگی کو بھی زندگی بخش دیتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ دُور کہیں خلاؤں میں کھو گیا' پھر چونکتے ہوئے بولا۔''خیر میں آئندہ احتیاط کروں گا تاکہ تمہیں تنہائی محسوس نہ ہو۔'' اِس کے لہجے میں معذرت گھلی ہوئی تھی۔

''تو پھر ایسا کرو' اپنا یہ دفتر بند کرو اور سکون سے سو جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ رات کے اِس وقت تمہارے ساتھ فلسفیانہ قسم کی مکالمہ بازی کروں اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میں تمہارا یہ لیپ ٹاپ اُٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔''

باسط نے بڑے ہی نرم انداز میں سخت قسم کی دھمکی دے دی۔ فرید کو یقین تھا کہ اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو باسط اپنے کہے پر عمل کر دے گا' اس لیے تیزی سے بولا۔

''خدا کے لیے' ایسا غضب مت کرنا --- یہ لو میں سو رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنا لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ تبھی باسط کچھ کہے بغیر اُٹھا اور دروازے کے قریب نصب سوئچ آف کرتے ہوئے بولا۔

''اَب سکون سے سو جانا اور خوبصورت رنگین خواب دیکھنا۔ میں کل صبح سنوں گا --- شب بخیر!''

وہ باہر نکل گیا تو فرید مسکراتا ہوا اپنے بیڈ پر لیٹ گیا۔ اُس کا دماغ کچھ بھی سوچنا نہیں چاہ رہا تھا' اِس لیے سارے خیالات کو دماغ سے نکال کر وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔

انہی لمحات میں نورین بھی اپنی گود میں لیپ ٹاپ رکھے اس میں کھوئی ہوئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر دودھ سے بھرا گلاس رکھا ہوا تھا' اسی جانب بیڈ پر کاغذ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ نورین سکرین پر دیکھتے ہوئے کاغذ پر بھی نوٹس لے رہی تھی۔ اُسے بھی احساس نہیں تھا کہ رات کس قدر بیت گئی ہے۔ تبھی کمرے کا دروازہ کھلا اور شائستہ بیگم اندر آ گئیں تو نورین نے چونک کر اُن کی جانب دیکھا اور حیرت سے بولی۔

''ماما! آپ ابھی تک سوئی نہیں' آپ کو تو اس وقت بھرپور نیند لینی چاہیے؟''

شائستہ بیگم دھیرے قدموں سے چلتے ہوئے اس کے قریب آ گئیں اور غصہ ملے لہجے میں بولیں۔

''مجھے یہ بتاؤ' لڑکی! یہ سارے آفس کا کام تم کرتی ہو یا وہاں کچھ اور لوگ بھی ہیں کام کرنے والے ---؟''

''ماما ---!'' نورین نے لاڈ سے کہا۔''میں تو اپنے حصے کا کام کرتی ہوں۔ چونکہ آج کل کام کا پریشر زیادہ ہے نا' تو میں ---''

اس نے اپنی صفائی میں کہنا چاہا لیکن شائستہ بیگم نے ٹوک دیا۔''تمہیں آفس گئے تین دِن ہوئے ہیں۔ جب تم وہاں نہیں تھیں تب وہاں اِتنا کام کون کرتا تھا' اس وقت کام کا پریشر کہاں تھا؟ --- خدا کی پناہ' لڑکی! تم نے وقت دیکھا ہے۔ میں اِن تین دِنوں میں مسلسل تمہیں دیکھ رہی ہوں' تم یونہی رات گئے تک کام کرتی رہتی ہو۔'' وہ اسی لہجے میں بولیں۔

''ماما! مَیں آپ کو بتاتی ہوں---'' یہ کہہ کر اس نے لیپ ٹاپ ایک جانب رکھا اور بولی۔ ''مَیں اتنے دِنوں تک گئی نہیں تھی نا' تو اس لیے''

''مَیں کچھ نہیں سننا چاہتی اور نہ مَیں یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنی صحت خراب کرو۔ بند کرو یہ سب---'' شائستہ بیگم نے کہا اور پھر دودھ کے گلاس پر نگاہ پڑی تو وہ زیادہ سختی سے بولیں۔ ''تمہیں تو اِتنا ہوش بھی نہیں ہے کہ یہ گلاس یونہی پڑا ہے۔''

''اوہ سوری' ماما! مَیں---'' یہ کہتے ہوئے اس نے گلاس اُٹھایا اور سپ لے کر بولی۔ ''مَیں ابھی سارا پی لیتی ہوں۔''

''دیکھو بیٹی! مجھے تمہاری باتوں سے تھوڑا بہت احساس ہوگیا ہے کہ بزنس اِن دِنوں مسائل میں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم پورے آفس کا بوجھ خود پر لاد لو۔ مَیں وقار احمد سے کہوں گی کہ وہ مزید ملازم رکھ لے۔''

''نہ ماما! آپ ایسا نہیں کہیں گی۔ یہی تو وقت ہے منوانے کا' اپنی پہچان بنانے کا۔ مشکل حالات ہی میں تو اِنسان سیکھتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی بیٹی نہ صرف محنتی ہے بلکہ بہادر بھی ہے۔ حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت ہے اس میں---'' نورین نے تھوڑا جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

''لیکن آفس کا کام آفس میں اور جب تم گھر میں ہو تو صرف میرے پاس---کوئی کام نہیں' کوئی دردِ سر نہیں۔'' شائستہ بیگم نے دِھیرے سے کہا۔

''اچھا' ماما! مَیں کوشش کروں گی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گئی' پھر بولی۔ ''آپ نے میڈیسن لیں---نہیں نا؟ تو چلیں' پہلے میڈیسن لیں اور پھر آرام سے سو جائیں۔''

''اور تم---؟'' وہ بولیں۔

''مَیں بھی سو جاتی ہوں---آئیں۔''

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھی اور لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے شائستہ بیگم کے ساتھ چل دی۔

☆☆☆

صبح کی روشنی میں حسن لاج چمک رہی تھی۔ نورین آفس جا چکی تھی اور ڈرائنگ روم میں شائستہ بیگم کے سامنے بیرسٹر سلطان محمود بیٹھا ہوا تھا۔ ملازمہ صفیہ چائے کے برتن اُٹھا کر لے گئی تو سلطان محمود نے اپنا بریف کیس کھولتے ہوئے کہا۔

''بیگم صاحبہ! آپ کے حکم کے مطابق مَیں نے وصیت نامہ تیار کر دیا ہے۔ آپ اسے ایک نگاہ دیکھ لیں۔''

یہ کہتے ہوئے اِس نے بریف کیس میں سے چند کاغذات نکالے اور شائستہ بیگم کی جانب بڑھا دیئے۔ اُنہوں نے پکڑ کر پڑھنا شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر پڑھتے رہنے کے بعد بولیں۔

''کیا آپ کے پاس میری ساری جائیداد کی تفصیل ہے؟''

''جی' بیگم صاحبہ! نواب صاحب کی وفات کے بعد سارے کاغذات مَیں نے ہی تیار کیے تھے اور پھر تمام قانونی مراحل سے بھی گزرا ہوں۔ یہ جو کاغذات ہیں' اُن کی رو سے نورین صاحبہ آپ کی آدھی جائیداد کی مالک ہوں گی۔'' وہ بولا۔

''یہ ٹھیک ہے لیکن اس طرح یہ تنازعہ پھر رہ جائے گا کہ ہر شے میں آدھی ملکیت---ایسے نہیں۔ آپ ایسا کیجئے کہ اس میں پوری

وضاحت کر دیں کہ کون سی چیز نورین کو ملے گی۔'' شائستہ بیگم نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''وہ تو' بیگم صاحبہ! آپ ہی مجھے بتائیں گی۔ میں آپ کو تفصیل دے دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے بریف کیس کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ شائستہ بیگم بولیں۔

''رہنے دیں' بیرسٹر صاحب! میرے پاس اس کی تفصیل ہے جو میں نے اپنے ہاتھوں سے لکھ دی ہے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے ایک لفافے میں سے کاغذ نکالا اور بیرسٹر کی جانب بڑھا دیا۔ اس نے جلدی سے پکڑا اور پھر پڑھنے کے بعد بولا۔

''جی' ٹھیک ہے---''

''میں نے اس میں سب درج کر دیا ہے تاکہ میرے بعد نورین کو ذرا سی بھی پریشانی نہ ہو--- اور ہاں' جس طرح آپ نے ان کاغذات کی تکمیل کی ہے' اسی طرح جلد از جلد اسے قانونی حیثیت بھی دلا دیں۔'' شائستہ بیگم نے حتمی سے لہجے میں کہا۔

''جی' ٹھیک ہے۔ اَب میں آپ کے پاس آیا تو ان کاغذات کو قانونی حیثیت دلا کے ہی آؤں گا--- اس کے علاوہ آپ کچھ مزید کہنا چاہیں؟''

''نہیں' مزید مجھے کچھ نہیں کہنا۔ آپ جلد از جلد ان کاغذات کی تکمیل کر کے مجھے دکھا دیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔''

''جی' بہتر--- میں اَب چلتا ہوں۔''

بیرسٹر نے کہا اور بریف کیس بند کر کے سلام کرتا ہوا باہر کی جانب چلا گیا تو شائستہ بیگم نے آسودگی سے آنکھیں بند کیں اور صوفے سے ٹیک لگا لی لیکن اُنہیں یہ خبر نہیں تھی کہ اُن کی ملازمہ خاص صفیہ یہ ساری باتیں سن رہی ہے۔ بیرسٹر کے باہر جاتے ہی وہ فون کی جانب لپکی اور تیزی سے فاخرہ بیگم کے نمبر ڈائل کر دیئے' رابطہ ہوتے ہی وہ بولی۔

''بیگم صاحبہ! میں صفیہ بات کر رہی ہوں۔''

''ہاں' بولو--- کیا بات ہے اور تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟'' فاخرہ بیگم نے اطمینان سے پوچھا۔

''وہ جی' آپ نے میرے ذمے لگایا تھا نا' کہ آپ کو وکیل کے آنے کے بارے میں بتاؤں۔ وہ آیا تھا' جی---'' صفیہ نے تیزی سے کہا۔

''ہاں تو پھر کیا بات ہوئی' کس لیے آیا تھا وہ---؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''بیگم صاحبہ! وہ' شائستہ بیگم نے وصیت کی ہے کہ اُن کے بعد اُن کی آدھی جائیداد نورین بی بی کو دے دی جائے۔''

صفیہ نے کہا تو فاخرہ بیگم نے یوں سنا جیسے بم پھٹ گیا ہو۔

''کیا--- کیا بک رہی ہو' تم ہوش میں تو ہو؟'' وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

''میں نے جی' خود اپنے کانوں سے غور کے ساتھ سنا ہے اور آپ کو بتا دیا ہے۔ اَب آپ جانیں اور آپ کا کام--- میں فون رکھتی ہوں' کوئی آ نہ جائے۔''

صفیہ نے فون رکھ دیا۔ اس کا دِل دھڑک رہا تھا کہ پتہ نہیں' اَب کیا ہونے والا ہے؟

☆☆☆

فاخرہ بیگم ریسیور ہاتھ میں پکڑے کسی بت کی مانند ساکت کھڑی تھی' اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ وہ یہ قبول ہی نہیں کر سکتی تھی کہ شائستہ بیگم اس طرح نورین کو جائیداد میں وارث بنا دے گی۔ لحہ بہ لحہ اس کی حیرت کم ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ غصہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اچانک ہی اس کے دِل میں نورین کے لیے شدید نفرت اُبھر آئی تھی۔ اسے یہ خبر سن کر زبردست جھٹکا لگا تھا جس نے کچھ وقت کے لیے اسے دُنیا و مافیہا سے جیسے بے خبر کر دیا ہو۔ دھیرے دھیرے وہ اپنے حواسوں میں آتی گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ ریسور ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہے تو اُسے کریڈل پر رکھتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ بلاشبہ اس صورتِ حال کو قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ کسی لاوے کی مانند غصہ اس کے دماغ کو گرم کر رہا تھا' وہ بے اختیار بڑبڑانے لگی۔

''یہ تم نے کیا کیا ہے' شائستہ بیگم! میرے بھائی کی جائیداد--- یوں ایک لے پالک کو دے دو گی' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا--- ہمارے ہی ٹکڑوں پر پلنے والی نورین' میرے ہی پرکھوں کی جائیداد پر مالک بن بیٹھے۔ اُس کی یہ اوقات--- مَیں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ تم نے اتنا بڑا قدم اُٹھا لیا' شائستہ بیگم! اور مجھ سے پوچھا تک نہیں۔ ہمیں غیر سمجھ لیا تم نے--- اس کا مطلب ہے' تم ہمیں اس قابل ہی نہیں سمجھتی ہو۔ تمہاری نگاہ میں اَب ہماری کوئی اہمیت ہی نہیں ہے مگر' شائستہ بیگم! مَیں تمہیں بتاؤں گی کہ میرے اہمیت کیا ہے۔ مَیں یہ جائیداد کسی صورت میں بھی نورین کو دینے نہیں دوں گی--- نہیں ہونے دوں گی یہ سب---''

وہ ہذیانی انداز میں بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر انتہائی غصے کے آثار واضح تھے جس سے فاخرہ بیگم کا چہرہ خوفناک ہو گیا تھا۔ اس کے اندر کی ساری نفرت اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئی تھی' شاید انسان کا چہرہ اس وقت من کا آئینہ بنتا ہے جب وہ شدید قسم کے جذبات کے دباؤ میں ہو یا پھر ایسی کیفیت میں ہو جب اسے خود پر قابو نہ رہے۔

دوپہر کے وقت فاخرہ بیگم نے یہ فون کال سنی تھی' تب سے وہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی جائے اور شائستہ بیگم کو لتاڑ کر رکھ دے کہ اُس نے ایسا سوچا بھی کیسے؟ مگر وہ ایسا کر نہیں سکتی تھی۔ گھر میں بھی کوئی ایسا نہیں تھا جس سے وہ اپنے من کی بات کہہ کر بھڑاس نکال لیتی اس لیے پیچ تاب کھاتی رہی' یہاں تک کہ دوپہر ڈھل گئی اور وقار احمد کی گاڑی پورچ میں آ رکی۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ آیا تو اس کی نگاہ فاخرہ بیگم پر پڑی جس کے تیوروں ہی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا موڈ آف ہے۔ اس نے خاموشی کے ساتھ اپنا بریف کیس صوفے پر رکھا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے فاخرہ بیگم کے نزدیک صوفے پر بیٹھ گیا' پھر بڑی ہی عام سے لہجے میں بولا۔

''خیریت تو ہے' بیگم صاحبہ! آج تمہارا موڈ خاصا خراب لگتا ہے--- کیا بات ہے؟''

''کوئی ایک پرابلم ہے---'' وہ گویا پھٹ پڑی جس پر وقار احمد نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور خاموش رہا تو وہ کہتی چلی۔ ''صبح سے مَیں سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی ہوں۔ مَیں--- مَیں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ شائستہ بیگم یوں بھی کرے گی۔ اُس نے آخر ایسا کیا ہی کیوں؟''

''ایسا کیا کر دیا ہے شائستہ بیگم بے چاری نے' کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے؟'' وہ اَب تک اسے عام سے انداز میں لے رہا تھا۔

''ہونا کیا ہے' اس عمر میں آ کر سٹھیا گئی ہے--- بیگم صاحبہ نے وکیل بلوا کر وصیت نامہ لکھوایا ہے۔ جس میں آدھی جائیداد نورین صاحبہ

کے نام لکھنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔'' اُس نے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا پھر لحہ بھر توقف کے بعد ذرا دھیمے لہجے میں بولی۔ ''میں پوچھتی ہوں اُسے جائیداد میں سے حصہ دینے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ کیا لگتی ہے ہماری---؟''

''ہوں' تو یہ بات ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے لہجے میں بولا پھر چند لمحے خاموش رہنے کے اُس نے فاخرہ کے چہرے پر دیکھا اور بڑے نرم انداز میں کہا۔'' دیکھو بیگم! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو' جائیداد و شائستہ بیگم کی ہے' وہ چاہے کسی کو بھی دے۔ وہ ایسا کر سکتی ہے' اُسے روکا نہیں جا سکتا۔''

''کیوں نہیں روکا جا سکتا---میرے پرکھوں کی جائیداد وہ لے پالک لے جائے' نا ممکن---'' وہ حتمی انداز میں بولے۔

''دیکھو' انصاف کی بات تو یہی ہے کہ جائیداد پر اُس کا حق ہے اور وہ یہ حق---''

وہ کہنا چاہ رہا تھا لیکن فاخرہ نے اُسے ٹوک دیا' اس کے لہجے میں طنز تھا۔'' وقار صاحب! آپ اتنے ایماندار اور انصاف پسند نہ بنیں تو اچھا ہے۔ آپ نے میرے بھائی کا بزنس اپنے ہاتھوں میں کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا اور اَب آپ مجھے انصاف کی بات سمجھا رہے ہیں---میرے بھائی کی جائیداد پر فقط میرا حق ہے' میں کسی بھی قیمت پر یہ جائیداد کسی غیر کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گی۔ کروڑوں کی جائیداد ہے' کروڑوں کی---''

اُس نے تیز تیز لہجے میں کہا تو وقار احمد ہنس دیا' پھر دھیمے سے لہجے میں بولا۔

''تم سراسر جذباتی انداز میں سوچ رہی ہو' فاخرہ! حقیقت وہی ہے جو میں نے کہا ہے۔ وہ قانونی طور پر مالک ہے اپنی جائیداد کی' تم کس طرح اپنی مرضی سے لے سکتی ہو؟''

''وقار! وہ چاہے سارے قانونی حق رکھتی ہو لیکن میں یہ جائیداد کسی اور کے نام نہیں ہونے دوں گی۔ اِسے میں ہی اپنے نام کراؤں گی' اِس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔'' وہ ہذیانی سے انداز میں بولی جیسے کچھ بھی نہ سمجھنا چاہ رہی ہو۔

''وہی تو پوچھ رہا ہوں' فاخرہ! آخر تم کرو گی کیا' گن پوائنٹ پر لو گی یہ سب کچھ؟---شکر کرو' ابھی اُس نے آدھی جائیداد کے بارے میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ نورین کو دے گی' باقی آدھی کا نہیں۔ اِس بارے میں شائستہ نے کیا سوچ رکھا ہے' ہم نہیں جانتے۔ وہ یہ تمہیں بھی دے سکتی ہے' کسی ٹرسٹ کو دے دیتی ہے یا پھر وہ بھی نورین کے نام ہو سکتی ہے۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکتی ہو۔''

وقار نے دھیرے دھیرے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ جس پر فاخرہ قدرے دھیمی پڑ گئی۔ وہ چند لمحے سوچتی رہی' پھر مرجھائے ہوئے سے لہجے میں بولی۔

''وقار! اگر ایسا ہو گیا تو---تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گی۔ میرے بھائی کی جائیداد پر دوسرے عیش کریں اور---اور یہ نورین! ایسا جادو چلا دیا ہے شائستہ پر کہ وہ آدھی جائیداد تک اُس کے نام لکھوانے پر تیار ہو گئی ہے---وقار! کچھ سوچو پلیز---'' وہ اچانک ہی پھر سے بے چین ہو گئی تھی۔

''دیکھو' بیگم! جس طرح میں نے بڑے صبر آزما وقت کے بعد اور کڑی محنت کر کے حسن اینڈ کمپنی کو اپنے قابو میں کیا ہے' اسی طرح تمہیں بھی بڑے ٹھنڈے دماغ' صبر اور محنت سے کچھ ایسا جادو کرنا ہو گا کہ جس سے تمہاری راہ کے سارے کانٹے دُور ہو جائیں---کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔ یہ جائیداد تمہارے نام ہو سکتی ہے لیکن اگر تم نے یونہی جذباتی رویہ رکھا تو کچھ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔'' وقار احمد نے بڑے نرم لہجے میں

اِسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مان لیا میں نے کہ میں نہ جذباتی ہوں گی اور نہ بے صبری کروں گی لیکن اس میں تو بہت وقت لگ جائے گا۔ اس دوران اگر اُس نے---" وہ کہتے کہتے رُک گئی۔

"تو پھر کیا ہوا---بقول تمہارے ابھی اُس نے فقط وصیت ہی لکھوانے کا حکم دیا ہے نا' اُس کے نام تو کچھ نہیں لگوایا---ریلیکس' بیگم! ریلیکس۔ آج شائستہ بیگم اس لڑکی نورین سے خوش ہے تو جائیداد اس کے نام کرنے کی وصیت کر رہی ہے اور اگر اس سے متنفر ہو جائے تو---"

وقار نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑا تھا' کیونکہ اگلی بات فاخرہ فوراً ہی سمجھ گئی تھی کہ آخر اسے کرنا کیا ہوگا۔ وہ ایک دم سے خوش ہو گئی' پھر دِھیمی دِھیمی حیرت کے ساتھ بولی۔

"اس کا مطلب ہے' وقار! ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا' ابھی تو بہت کچھ سوچا جا سکتا ہے اور رہی نورین کی بات' اُس کی تو اوقات ہی کیا ہے۔ وہ میرے سامنے کیا ٹھہر سکے گی---آپ نے ٹھیک کہا ہے' وقار! مجھے بہت سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا ہوگا۔ وہ جیسے کہتے ہیں نا' کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی سلامت رہے۔"

"لیکن ایسی صورتِ حال میں شرط یہ ہوتی ہے کہ لاٹھی کو بڑی احتیاط کے ساتھ بروقت استعمال کیا جائے ورنہ سانپ نکل جاتا ہے اور لکیر پیٹتے رہ جاتے ہیں---" وہ اسے سمجھاتے ہوئے مسکرایا۔

"آج اگر آپ حسن اینڈ کمپنی کی وجہ سے عیش کر رہے ہیں تو یہ بزنس آپ کو میری وجہ ہی سے ملا ہے۔ میں ایسے معاملات میں کہاں تک سوچ سکتی ہوں' آپ اچھی طرح جانتے ہیں---" وہ خوشگوار لہجے میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"ارے' بیگم صاحبہ! میں ناچیز کہاں اِنکار کر سکتا ہوں---خیر' کوئی چائے وائے بھی ملے گی یا آج پھر غصہ ہی پینے کو ملے گا؟" وقار احمد نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔

"آپ فریش ہو جائیں میں آپ کے لیے چائے خود بنا کر لاتی ہوں۔"

فاخرہ اُٹھتے ہوئے بولی۔ تو وہ دونوں ہی وہاں سے اُٹھ گئے---فاخرہ جو بُری طرح ڈسٹرب ہو چکی تھی' اپنے من کا اُبال نکال کر اب پُرسکون ہو گئی تھی۔ اِسے سوچنے کے لیے وقار احمد نے ایک نیا راستہ دے دیا تھا۔

☆☆☆

شام کے سائے پھیل رہے تھے' یہاں تک کہ ان کا احساس شائستہ بیگم کے کمرے میں بھی آن پہنچا تھا' ایسے میں وہ اپنے بیڈ پر پڑی اُکتا چکی تھی۔ یوں تو یہ روزانہ ہی کا معمول بن گیا تھا کہ کھاؤ' پیو اور پھر سارا دن بیڈ پر لیٹے آرام کرتے رہو لیکن جب سے نورین نے آفس جانا شروع کیا تھا' شائستہ بیگم کو اپنی تنہائی کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگی تھی۔ ایسے میں اُسے خیال آیا کہ آج تو نورین کا آف ڈے ہے' وہ آفس نہیں گئی مگر پھر بھی سارا دِن گزر گیا اور وہ اُس کے پاس نہیں آئی؟---ضرور اپنے کام میں مگن ہو گی' یہ سوچتے ہی وہ اپنے بیڈ پر سے اُٹھی اور دِھیرے دِھیرے چلتی ہوئی

نورین کے کمرے کی جانب چل دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور خلاف توقع وہ کھڑکی میں کھڑی باہر دیکھتے ہوئے نجانے کن خیالوں میں گم تھی۔ وہ اِس قدر محو تھی کہ اِسے شائستہ بیگم کے آنے کا بھی احساس نہیں ہوا۔ وہ چونکی اس وقت جب شائستہ بیگم نے دِھیرے سے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا' اس نے مڑکر دیکھا اور چہرے پر اُداسیوں کے روشن چراغ لیے زبردستی مسکرا دی۔

''آپ--- ماما! آئیں' بیٹھیں---'' اس نے بمشکل کہا۔

''نورین' میری بیٹی! کیا بات ہے' صبح سے کمرے میں بند ہو' میرے پاس بھی نہیں آئی ہو؟--- مَیں نے تو یہی خیال کیا ہے کہ چھٹی ہونے کی وجہ سے تم سو رہی ہو گی مگر اتنی دیر بیٹا! دوپہر سے شام ہونے کو آ گئی ہے۔ مَیں تو پریشان ہو گئی--- تم ٹھیک تو ہو نا؟''

وہ تشویش زدہ لہجے میں کہتی چلی گئی۔ اس پر نورین پھر زبردستی مسکرا دی اور دِھیرے سے بولی۔

''ماما! مَیں بالکل ٹھیک ہوں' مجھے کچھ نہیں ہوا۔'' یہ کہتے ہوئے اس کا لہجہ بھیگ گیا اور آواز گلے میں پھنس گئی۔ ''بس یونہی' دِل ہی نہیں چاہا باہر نکلنے کو---''

''نورین! تم صرف ایک دِن کی تھیں جب مَیں نے تمہیں سنبھالا تھا۔ پھر تمہیں پالا پوسا اور پرورش کی ہے۔ تم میرے ہی ہاتھوں میں جوان ہوئی ہو۔ کیا مَیں تمہیں نہیں جانتی؟--- مَیں تمہارا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا سکتی ہوں کہ تم کس کیفیت میں ہو۔ بتاؤ میری جان' کیا ہوا؟'' تمہیں میری قسم---'' شائستہ بیگم نے بڑے ہی مان سے نرم لہجے میں کہا۔

''نہ ماما! قسم نہ دیں۔'' نورین نے تیزی سے کہا پھر دِھیمے سے لہجے میں بولی۔ ''آپ کو بھی معلوم ہے کہ میرا دُکھ کیا ہے۔ جب بھی میرے اِس دُکھ کا ذکر آپ کے سامنے ہوتا ہے تو آپ بھی دُکھی ہو جاتی ہیں اور پھر اس ذکر کا حاصل محض ایک سوالیہ نشان ہے۔ مَیں سمجھتی ہوں کہ جواب آپ کے پاس بھی نہیں ہے۔''

''ہاں بیٹی! واقعی میرے پاس تمہارے اِن سوالوں کا جواب نہیں ہے جو تمہیں دِھیرے دِھیرے سلگا رہے ہیں مگر بیٹی! مَیں کیا کروں' مجھے اِس وقت ہوش ہی نہیں رہا تھا کہ تمہارے والدین کے بارے میں پوری طرح جان سکوں۔ کاش' مجھے اِس وقت عقل آ گئی ہوتی تو آج میری بیٹی یوں نہ تڑپتی''

''ماما! مَیں یہ تو سمجھتی ہوں لیکن آپ ہی بتائیں کہ میری پہچان کیا ہے۔ کون ہوں مَیں' مَیں کس کی بیٹی ہوں' کس نسل سے تعلق ہے میرا؟--- یہ سب جاننے کی خواہش میرے سینے میں بچپن سے مچل رہی ہے اور اَب تو یہ خواہش میرے ساتھ جوان ہو چکی ہے۔ مَیں اپنے باپ اور اپنی ماں سے ملنا چاہتی ہوں' اُنہیں ملنا چاہتی ہوں۔'' اس طرح کے لہجے میں بولی کہ عام سی نورین دِکھائی ہی نہیں دے رہی تھی بلکہ اس کی جگہ کوئی اجنبی لڑکی اپنے وجود کو ظاہر کرنے کا اذان مانگ رہی تھی۔ جیسے کوئی وجود اپنی رُوح کے لیے تڑپ رہا ہے کہ وہ آئے تو زندگی کا احساس مل جائے۔

''بیٹی! مَیں نے تم سے اتنی محبت کی ہے' اتنا پیار دیا ہے مگر تمہاری اِس خواہش کو ختم نہ کر سکی۔ مجھے ساری زندگی اس کا افسوس رہے گا---'' وہ حسرت آمیز لہجے میں بولی۔

''نہیں' ماما! اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے مجھے ایک ماں سے بھی بڑھ کر محبت دی ہے' ایک بیٹی ہونے کا بھرپور مان دیا ہے۔ اتنی توجہ

دی ہے کہ شاید حقیقی ماں بھی نہ دے سکیں مگر---میں تو خلا میں ہوں نا! میں جانتی ہی نہیں کہ میں کون ہوں حتیٰ کہ میں کسی کی جائز اولاد بھی ہوں یا نہیں---" یہ کہتے ہوئے نورین کا گلا رندھ گیا تھا اور آنسو اس کی آنکھوں میں بھر آئے تھے۔

"نورین، میری جان! اگر تمہیں مجھ پر ذرا سا بھی بھروسہ ہے اور میری بات کا یقین کر سکتی ہو تو یہ جان لو کہ تم جائز اولاد ہو۔ میں---تمہیں پھر سے ایک ایک لفظ بتا دیتی ہوں کہ تم میری گود میں کیسے آئی ہو---"

شائستہ بیگم نے کہا اور کئی بار سنائی جانے والی کہانی پھر سے سنانے لگی۔

☆☆☆

یہ انہی دنوں کی بات تھی جب شائستہ بیگم اولاد کے لیے تڑپ تڑپ کر مایوس ہو چکی تھی، ہر طرح کا علاج بھی کارگر ثابت نہیں ہوا تھا اور آس کی ڈور اس وقت ٹوٹ گئی جب نواب صاحب اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ تب ایک رات اُسے ڈاکٹر فرزانہ کا فون ملا کہ وہ فوراً ہسپتال آئے۔ اُس نے بہت پوچھا کہ رات کے اس وقت کیا بات ہو سکتی ہے لیکن ڈاکٹر فوزیہ کا اصرار تھا کہ وہ بس آ جائے، ساری بات یہیں بتاؤں گی۔ وہ حواس باختہ سی اس کے پاس چلی گئی۔ وہ ایک سرکاری ہسپتال میں رات کی ڈیوٹی پر تھی، وہاں پہنچتے ہی شائستہ بیگم نے بلاتمہید پوچھا۔

"ڈاکٹر! اس وقت آپ نے مجھے کیوں بلایا---کیا بات ہے، خیریت تو ہے نا؟"

"سمجھ نہیں آ رہی، میں آپ سے کس طرح بات کروں۔ بات ہی کچھ ایسی ہے۔" وہ اُلجھن میں تھی۔

"آپ کہیں، میں سن رہی ہوں۔" اُس نے تحمل سے کہا۔

"دیکھیں، میں جانتی ہوں کہ آپ اولاد کی طرف سے مایوس ہو چکی ہیں--- ہوتا وہی ہے جو زندگی دینے والا چاہتا ہے۔ میں نے تو پورے خلوص اور محنت سے آپ کا علاج کیا تھا۔" ڈاکٹر نے دھیرے سے کہا۔

"لیکن اَب تو سب کچھ ہی ختم ہو گیا ہے۔ نواب صاحب نہیں رہے تو آس اُمید بھی نہیں رہی۔" وہ دُکھ سے بولی۔

"ایسی کی صورتِ حال میں جب نواب صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، اگر ایک پھول سی نوزائیدہ بچی، جس کی عمر فقط ایک دن ہے، آپ کی گود میں آ جائے تو کیا آپ اسے قبول کر لیں گی؟ ڈاکٹر نے ایک دم سے سری بات کہہ دی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ---کون ہے وہ بچی، کس کی اولاد ہے۔ میری سونی گود میں وہ کیسے آ جائے گی؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت، آپ جتنا کرید کریں گی، اس قدر سوال پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ بس اتنا یقین رکھیں کہ وہ بچی ایک مجبور ماں کی جائز اولاد ہے۔ میں اسے آپ کے سپرد اس لیے کر رہی ہوں کہ وہ نہ صرف زندہ رہے گی بلکہ پرورش بھی پا جائے گی۔" ڈاکٹر نے انتہائی دُکھی انداز میں کہا۔

"کیا اِس کے والدین راضی ہو جائیں گے، وہ دوبارہ مجھ سے مانگیں گے تو نہیں؟" شائستہ بیگم ایک دم سے جذباتی ہو گئی تھی۔

"نہیں، کبھی نہیں---ان کی طرف سے یہ بچی مر چکی ہے۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہو گا کہ یہ بچی آپ کے پاس ہے۔ میں ان کے بارے

میں بھی آپ کو نہیں بتاؤں گی' یہ راز میرے سینے ہی میں دفن رہے گا۔ یوں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ بچی آپ سے مانگ سکیں۔ آپ اگر چاہیں تو بچی لے جاسکتی ہیں ورنہ یہ کسی یتیم خانے یا---''

ڈاکٹر نے مزید کچھ کہنا چاہا تو وہ ایک دم سے بولی۔

''لائیں' کہاں ہے وہ بچی---میں اُسے گود لیتی ہوں---''

تبھی ڈاکٹر فرزانہ کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا' وہ یوں مطمئن ہوگئی جیسے ایک بہت بڑی ذمے داری سے عہدہ براہ ہوئی ہو۔ اس نے فوراً ہی نرس کو بلایا اور اُسے بچے لانے کو کہا۔ وہ پلٹ گئی تو ان کے درمیان خاموشی چھاگئی جیسے کچھ کہنے کے لیے ان کے پاس کوئی لفظ نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ نرس سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے گلابی سے ننھے وجود کو لے آئی اور اس نے شائستہ بیگم کی گود میں دے دی۔ وہ اس وقت جذباتی کیفیت کی انتہا پر تھی۔ اس نے سکون سے آنکھیں موندلیں' پھر چونکی اور وقت جب ڈاکٹر نے کہا۔

''یہ اس کا برتھ سرٹیفکیٹ ہے---مجبوری یہ ہے کہ اس پر بچی کے باپ کا نام درج ہے---''

شائستہ بیگم نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے وہ کاغذ پکڑ کر پرس میں ڈالا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ ڈاکٹر فرزانہ اُسے گاڑی تک چھوڑنے آئی تھی۔

☆☆☆

''بیٹی! تم یہ وہم اپنے دِل سے نکال دو کہ تم کسی کی ناجائز اولاد ہو۔''

شائستہ بیگم نے کہا تو نورین نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''ماما! کیا نام بتایا تھا آپ نے' اور کہاں رہتی تھی وہ---؟''

''ڈاکٹر فرزانہ---مَیں تو اس کے ذاتی کلینک پر جایا کرتی تھی جو اُس نے اپنے ہی گھر میں بنایا ہوا تھا لیکن اس رات مجھے اُس نے ایک سرکاری ہسپتال میں بلایا تھا۔''

''ہوں' ڈاکٹر فرزانہ' سرکاری ہسپتال---کیا آپ مجھے وہ برتھ سرٹیفکیٹ دِکھا سکتی ہیں؟''

''ہاں' مَیں نے اپنے کاغذات کے ساتھ رکھا ہے۔ مَیں تمہیں وہ دِکھا دیتی ہوں۔'' شائستہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''ٹھیک ہے' ماما---!'' یہ کہہ کر اُس نے شائستہ بیگم کے پریشان چہرے کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولی۔ ''خیر چھوڑیں' بس مجھے تو یہی ڈر ہے کہ کہیں یہ دُکھ میری زندگی کا روگ نہ بن جائے۔''

اس پر شائستہ بیگم نے تڑپ کر نورین کو اپنے گلے لگا لیا اور جذباتی لہجے میں بولی۔

''نہ میری بیٹی! ایسا مت سوچ' بھول جا سب۔ بس یاد رکھ تو اپنی ماما کو جو تجھے بہت پیار کرتی ہے۔ جو پتہ نہیں تیرے لیے کیا کچھ سوچتی رہتی ہے---'' یہ کہتے ہوئے اُس نے نورین کو خود سے الگ کیا اور اُٹھتے ہوئے بولی۔ ''آؤ' مَیں تمہیں وہ برتھ سرٹیفکیٹ دِکھاؤں پھر کھلی فضا میں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔''

اس پر نورین مسکرا دی اور وہ دونوں باہر کی جانب چل دیں---نورین کا یہ رویہ شائستہ بیگم کے لیے کوئی نیا نہیں تھا۔ کبھی کبھار وہ یونہی اپنے بارے میں سوچنے لگتی تو حد درجہ دُکھی ہو جایا کرتی تھی اور ہمیشہ اُس نے نورین کو بہلا لیا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ نورین کا ایسے سوچنا کچھ غلط بھی نہیں ہے اپنے بارے میں جاننے کی خواہش ایک فطری سی بات ہے۔ اس بار تو بہت عرصے بعد نورین کا یہ رویہ سامنے آیا تھا جیسے کسی نے اسے احساس دلا دیا ہو---رات کے اس پہر میں شائستہ بیگم یہی سوچے چلی جا رہی تھی۔ ہر بار نورین بہل جاتی تھی لیکن اس بار تو اُس نے باقاعدہ اس سے برتھ سرٹیفکیٹ دیکھنے کی خواہش کر کے اِسے دیکھا بھی' بہت دیر تک وہ اِسے غور سے دیکھتی رہی تھی اگرچہ یہ کوئی اَنہونی بات نہیں تھی لیکن نجانے کیوں شائستہ بیگم کو یہ اَنہونی لگ رہی تھی۔ ہر بار جب نورین اپنے بارے میں جاننے کی خواہش کرتی تو اس کے دِل میں یہی ڈر ہوتا کہ کہیں اپنے والدین کو تلاش کرتے ہوئے نورین اِسے چھوڑ نہ جائے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس بار شائستہ بیگم کے دِل میں نجانے کیوں وہم بیٹھ گیا کہ نورین اُسے چھوڑ کر چلی جائے گی اور وہ پھر سے تنہا ہو جائے گی---اگر نورین اُسے چھوڑ گئی تو؟ اِس سے آگے وہ کچھ بھی نہ سوچ سکتی مگر دِل پر بوجھ بڑھ جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے دِل پر ایسا ہی بوجھ محسوس کر رہی تھی لیکن جلد ہی دواؤں کے زیر اثر وہ نیند میں چلی گئی۔

☆☆☆

فرید نے کار پورچ میں روکی تو اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ لیٹ ہو چکا ہے۔ اُسے پورا یقین تھا کہ باسط گھر میں پڑا اس کا انتظار کر رہا ہو گا اور دیر ہو جانے کے باعث اُس کا موڈ بھی خراب ہو گا۔ اسے وقت پر آ جانا تھا اگر عین چھٹی ہونے کے وقت اِس کا باس رضوان شاہ اِسے اپنے پاس نہ بلا لیتا---وہ جلدی سے اندر کی جانب بڑھا اور اس کی توقع کے مطابق باسط کچن میں تھا۔ فرید نے غور سے دیکھا تو وہ سبزی بنانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ فرید اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

''ارے واہ' باسط صاحب! کیا بنا رہے ہیں آپ؟'' اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باسط نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر برہمی اس قدر تھی کہ فرید گڑبڑاتے ہوئے بولا۔

''چلو' کچھ بھی بنالو۔ جو بھی بناؤ گے' میں کھالوں گا۔'' باسط نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی تو وہ ذرا انداق کے موڈ میں بولا ''ویسے آج آپ اتنے بیزار سے کیوں لگ رہے ہیں' کوئی خبر گلے پڑ گئی ہے یا---؟''

اس نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تو باسط نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

''بھائی میرے' قدرت نے مجھے بنایا ہی ایسا ہے' تم جاؤ' اپنا کام کرو۔''

''ہائے' ہائے۔ ایمان سے' یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی پھوہڑ بیوی---''

فرید نے ہنستے ہوئے کہنا چاہا جس پر باسط تپتے ہوئے بولا۔

''اوئے جاؤ' یار! اپنا کام کرو' تنگ مت کرو---'' پھر اس نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔ ''اچھا بھلا وہاں پر ہوٹل سے کھا پی لیا کرتے تھے۔ اب یہاں تھک ہار کر آتے ہیں اور پھر کھانا بنانا پڑتا ہے۔''

''یار! برتن بھی تو مجھے دھونا پڑتے ہیں۔'' فرید نے مسکراتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ ''بس ایک دو دِن کی بات ہے۔ میں نے نواز صاحب سے کہا ہے' کوئی معقول کام کرنے والا بندہ مل گیا تو یہ سب نہیں کرنا پڑے گا---نئی جگہ ہے نا' سمجھا کرو۔''

''ویسے' فرید! واقعی اِنسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا---جہاں ہم پہلے رہتے تھے' وہاں سے نکلنے کی کتنی خواہش تھی۔ وہاں کے مسائل' دُکھ اور مجبوریاں ایک الگ نوعیت کی تھیں۔ یہاں ہیں تو یہاں کے مسائل اور مجبوریاں مختلف طرح کی ہیں۔''

''ہاں' یہ تو ہے' لیکن بندے کے ساتھ ہمیشہ ایسے ہی کیوں ہوتا ہے؟'' فرید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ دُنیا ہے' پیارے! یہاں جتنے سکھ ہیں' اس سے کہیں زیادہ دُکھ ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی دُکھ اور سکھ کی اس کشمکش میں جینا تو پڑتا ہے۔'' باسط نے گہرے انداز میں کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو' باسط! زندگی میں اگر جینے کے سہارے نہ ہوں تو یہی دُنیا عذاب بن کر رہ جائے---کیسی عجیب بات ہے' ہم خواب دیکھتے ہیں اور پھر اس کی تعبیر پانے کے لیے اس حقیقت پسند دُنیا میں نکل پڑتے ہیں اور آخر دُکھ بھرے وجود کے ساتھ اس دُنیا سے چلے جاتے ہیں۔'' وہ دُور کہیں خلاؤں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''فرید' میری جان! تم تو مایوسی کی باتیں کرنے لگے ہو۔ یہ زندگی تو بہت خوبصورت ہے' بس حسن دیکھنے والی آنکھ اور مثبت سوچ یونہی چاہئے۔ یہ ہوں نا' تو زندگی کے روشن پہلو ہمارا سہارا بن جاتے ہیں---! ہمیں بہت آگے جانا ہے۔ اپنوں کو آسائشیں مہیا کرنی ہیں' ڈھیروں دولت کمانی ہے۔'' باسط نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہ دولت کیسے کمانی ہے' اس کا ہمیں پتہ نہیں---خیر' یہی ہمارے خوابوں کا شہر ہمارے سپنوں کی تعبیر دے گا۔ ہم اپنی محنت' لگن اور جدوجہد سے اس دُنیا کو مجبور کر دیں گے کہ وہ ہمارے سپنوں کی تعبیر ہمیں سونپنے پر مجبور ہو جائے---'' فرید نے ایک عزم سے یوں کہا جیسے وہ سارے خواب اس کی دسترس میں آ رہے ہوں جو اس نے دیکھے ہیں۔

''ہاں' فرید! کم از کم ہم نے اس دُنیا کے دُکھوں میں اضافہ نہیں کیا اور میرا ایمان ہے کہ زندگی ہمیں دُکھ نہیں دے گی۔'' یہ کہہ کر اُس نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اور بولا۔ ''میں دل سے اور پورے خلوص سے یہ چاہتا ہوں کہ تجھے تیری منزل مل جائے اور تو جیسا اچھا گمان رکھتا ہے' تیرے ساتھ ویسے ہی اچھا ہو۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لیے رُکا۔ اُس کے سراپے پر نگاہ ڈالتے ہوئے مزید بولا۔ ''اب جاؤ' خیر سے کپڑے بدل کر اپنی اصل حالت میں آ جاؤ۔ یہ ناشتے کے برتن پکار پکار کر تھک چکے ہیں کہ تم آؤ اور انہیں دھو دو---اِن کی فریاد سنو۔''

باسط کے یوں کہنے پر فرید ایک دَم سے قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''ہم خوش ہوئے---ویسے' یار! اِدھر میرا باس میری تعریفیں کرتا نہیں تھکتا' آج بھی مجھے اِسی لیے دیر ہوئی کہ اُس نے مجھے بلا لیا۔''

''کیا کوئی خاص بات کہی اُس نے---؟'' باسط نے پوچھا۔

''نہیں' میں نے اُسے رپورٹ دی تھی' اس میں وہ حسن اینڈ کمپنی کے چند نئے پہلو تھے۔ وہ اُس نے پڑھے تو مجھے بلا لیا۔ بہت ساری تعریفوں کے بعد' مزید محنت سے کام کرنے کی تلقین کی---'' فرید کہتا چلا گیا۔

''---اوئے یار! اِن کے لیے چاہے مر جاؤ' یہ مردے سے بھی یہیں کہیں گے کہ بس یہ آخری کام کر دو' پھر تمہیں دفنانے کے لیے تیاری کرتے ہیں۔'' باسط نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''اَب دیکھو' میں نے باس سے یہی کہا کہ حسن اینڈ کمپنی کو مارکیٹ میں ختم کرنے کے دو طریقے ہیں۔ جائز اور ناجائز---میں نے اِن دونوں پر ہی کام کیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ وہ ایک مضبوط کمپنی ہے' میں نے یہ سب پیشِ نظر رکھا تھا۔ اَب پتہ ہے' باس نے کیا کہا؟''

''کیا کہا---؟'' باسط نے پوچھا۔

''اُس نے کہا' ونڈر فل' فرید صاحب! ونڈر فل' لگتا ہے آپ نے پچھلے دِنوں میں خاصی محنت کی ہے۔ بہت خوب---اَب طریقہ جائز ہو یا ناجائز' آپ نے بس حسن اینڈ کمپنی کو آؤٹ کرنا ہے۔''

''مطلب' وہ تمہاری کارکردگی سے خوش ہے؟''

''آف کورس---''

''تو مجھے بھی اپنی کارکردگی سے خوش کر دیہ برتن دھو کر---''

باسط نے مصنوعی معصومیت سے کہا تو فرید ایک دم سے جھینپ گیا' پھر تیزی سے بولا۔

''چھوڑ یہ سب کچھ---آؤ' باہر کھانا کھاتے ہیں۔''

''چلو---''

باسط نے وہیں چھری پھینکی اور کچن سے باہر نکل آیا۔

☆☆☆

نورین اپنے آفس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بلیک سوٹ میں اس کا گلابی رنگ نکھرا ہوا تھا' شانوں پر پھیلے ہوئے گیسو اور ایک آوارہ لٹ یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے وہ اس کے حسن کی پہرے دار ہو۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ وہ فائل پڑھنے میں مصروف تھی اور اضطراری انداز میں بار بار سامنے آ جانے والی لٹ کو ہٹا رہی تھی۔ اچانک وہ بے چین ہوگئی اور اس نے سامنے کھڑے ہوئے اکاؤنٹینٹ کو دیکھا' پھر اپنے غصے کو دباتے ہوئے تحمل سے کہا۔

''الیاس صاحب! کمپنی کا ایک ملازم سرے سے آتا ہی نہیں' یہاں پر کام ہی نہیں کر رہا تو آپ اسے تنخواہ کس طرح جاری کر رہے ہیں۔ سمجھائیں گے مجھے---؟'' یہ کہتے ہوئے اس نے فائل پر نشان لگا دیا۔

''میڈم! پچھلے دو مہینوں سے تنخواہ اسی طرح جا رہی ہے اس لیے میں نے اس مہینے بھی تنخواہ ڈال دی ہے۔'' اکاؤنٹینٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا عاصمہ خود آتی ہے یہاں تنخواہ لینے کے لیے---؟'' اس نے پوچھا۔

''جی نہیں---'' وہ دھیرے سے بولا۔

''تو پھر یہ کون وصول کرتا ہے۔'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''وجاہت صاحب---اُنہی کے کہنے پر یہ تنخواہ ہر مہینے ڈالی جاتی ہے۔ وقار صاحب سے بھی میری ڈسکشن نہ ہوئی تھی' اُنہوں نے بھی اس بارے کچھ نہیں کہا اور---''

اُس نے وضاحت کرنا چاہی تو نورین نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''سوری' الیاس صاحب! اس بار یہ تنخواہ نہیں دی جائے گی۔ اس ضمن میں اگر آپ سے کوئی بھی بات کرے تو اُسے کہیئے گا کہ مجھ سے رابطہ کرے بلکہ اُسے یہ بھی بتا دیں کہ میں دو مہینے نہیں آئی اور میں نے یہاں سے کچھ بھی نہیں لیا۔'' اس نے صاف گوئی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''جی' بہت بہتر---'' وہ دھیرے سے بولا۔

''---اور ہاں' جب آپ ان تنخواہوں وغیرہ سے فارغ ہو جائیں تو مجھے کمپنی کے اکاؤنٹس دکھایئے گا۔ میں ایک نظر انہیں دیکھنا چاہتی

ہوں۔ اس میں کوتاہی مت کیجئے گا۔"

"میں آج کل ہی میں آپ کو دکھادوں گا" وہ اسی مؤدبانہ لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے آپ جاسکتے ہیں---"

اس نے فائل بند کی اور اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ فائل لے کر واپس مڑ گیا۔ تب اس نے ایک نئی فائل اُٹھالی۔ اس دوران اس کا سیل فون بج اُٹھا۔ اس نے نمبر دیکھے اور پھر جلدی سے فون رسیو کرلیا' وہ اس کے گھر ہی سے تھا۔

"ہیلو---کون؟"

"میں صفیہ بات کررہی ہوں جی' بیگم صاحبہ بے ہوش ہوگئی ہیں۔"

وہ انتہائی گھبرائے ہوئے انداز میں بولی تو نورین ایک دم سے چونک گئی۔ پھر لمحوں میں خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

"تم ایسا کرو' انہیں سنبھالو۔ اُن کی زبان کے نیچے وہ ٹیبلٹ رکھ دو میں ابھی پہنچتی ہوں۔"

نورین نے کہا اور پھر تیزی سے اُٹھ گئی۔ دفتر سے نکلتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کے نمبر ملائے۔ جب تک وہ دفتر سے نکلی' اس کا رابطہ ہوگیا۔

"ہیلو' ڈاکٹر! میں نورین بات کررہی ہوں۔"

"جی فرمائیے' نورین صاحبہ---؟"

"وہ ماما بے ہوش ہوگئی ہیں۔ میں یہاں آفس سے نکل رہی ہوں۔ پلیز آپ ماما کے پاس پہنچیں' میں بھی آرہی ہوں۔"

"میں ابھی نکلتا ہوں' آپ پریشان نہ ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا تو نورین نے فون بند کردیا' اس وقت تک وہ اپنی کار تک پہنچ گئی تھی--- وہ بہت مشکل سے حسن لاج پہنچی تھی۔ اس نے پورچ میں گاڑی روکی اور تیزی سے اندر بڑھتی چلی گئی۔ اس نے یہ سارا سفر کیسے طے کیا' اسے کچھ پتہ نہیں تھا' بس یہی لگتا تھا کہ ہر آنے والا لمحہ اس پر بھاری ہورہا ہے۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ شائستہ بیگم کے بیڈروم میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر خوف تھا اور دل کی دھڑکن کنپٹیوں میں سنائی دے رہی تھی۔ شائستہ بیگم آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی اور ڈاکٹر اُس کے پاس موجود تھا۔ نورین نے بمشکل رندھے ہوئے گلے سے پوچھا۔

"ڈاکٹر! کیسی---ہیں---ماما---؟"

"گھبرائیے نہیں' مس نورین! میں بہرحال وقت پر پہنچ گیا تھا' بیگم صاحبہ ہوش میں آ گئی تھیں۔ اب میں نے انہیں انجکشن دیا ہے تو پُرسکون نیند سورہی ہیں' جو اِن کے لیے بہت ضروری ہے۔ آپ انہیں ڈسٹرب مت کیجئے گا' خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" ڈاکٹر نے تفصیل سے اسے سمجھایا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔

"ڈاکٹر صاحب! کیا ہوا تھا انہیں؟" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"ویسے تو نارمل ہی تھیں۔ میرا گمان ہے کہ انہوں نے کسی بات کو بہت زیادہ سوچا ہے یا پھر کسی بات کا صدمہ ہوا ہے۔ جو بھی تھا' یہ بہرحال

ذہنی دباؤ کا نتیجہ ہے۔'' ڈاکٹر نے وجہ بتاتے ہوئے کہا۔

''ایسا کیا ہوا تھا' صبح تو میں انہیں ٹھیک ٹھاک خوشگوار موڈ میں چھوڑ کر گئی تھی۔'' نورین نے ڈاکٹر کو بتاتے ہوئے یوں کہا جیسے وہ خود بھی سوچ رہی ہو۔

''خیر' یہ تو بیگم صاحبہ ہی بتا سکتی ہیں۔ انہیں آرام کرنے دیں۔'' ڈاکٹر یہ کہتا ہوا اُٹھ گیا' تبھی صفیہ نے لپک کر بیگ اُٹھالیا تو وہ بولا۔

''کوشش کریں کہ ایسی کوئی بات ان کے سامنے نہ کی جائے جس سے انہیں ذہنی دباؤ محسوس ہو---میں اَب چلتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ باہر کی جانب بڑھ گیا' صفیہ اس کے پیچھے لپکی تو نورین سوچنے لگی کہ ایسا کیا ہوسکتا ہے؟ تبھی اس کے ذہن میں اپنی ہی باتیں گونجنے لگیں۔ یہ سوچتے ہوئے وہ چونک گئی---ضرور ماما کو میری بات سے صدمہ ہوا ہے۔ وہ تنہائی میں یہی سوچتی رہی ہوں گی۔ میں آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گی' میں اپنے والدین کی بات کبھی ماما کے سامنے نہیں کروں گی۔ یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے' پھر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی شائستہ بیگم کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس نے بہت نرمی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

☆☆☆

رات کا پہلا پہر ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ دھیمی سی روشنی میں وجاہت بڑا پراسرار دکھائی دے رہا تھا۔ وہ گہری سوچ میں تھا کہ سلیم اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں مشروب دھرے ہوئے تھے۔ اُس نے ٹرے میز پر رکھی۔ کوئی بات کیے بغیر گلاس وجاہت کی جانب بڑھا دیا۔ اس نے گلاس پکڑ کر سپ لیا' پھر صوفے سے ٹیک لگا کر بولا۔

''سب ٹھیک تو چل رہا ہے نا' سلیم؟'' اس کے لہجے میں تجسس تھا۔

''سب ٹھیک ہے' ایک دَم فسٹ کلاس---'' سلیم نے دھیرے سے کہا جیسے وہ مجبوری میں کہہ رہا ہو۔

''وہ میں نے پرنسپل کو فون پر سمجھا دیا تھا۔ اس پوائنٹ کی اَب کیا پراگرس ہے؟'' وجاہت نے یونہی بات بڑھائی۔

''سب ٹھیک ہے' ہمارا لڑکا کالج سے نہیں نکلا بلکہ اَب تو اس کا وہاں پر اچھا خاصا ہولڈ ہے۔ مخالف گروپ تو سمجھو ختم ہوگیا۔ کوئی پرابلم نہیں ہے۔''

سلیم نے پھر اسی لہجے میں کہا تو وجاہت چونک گیا' پھر گہرے لہجے میں بولا۔

''تو پھر تم نے کس لیے بلایا ہے مجھے؟---میں نے تمہیں سمجھایا بھی ہے کہ اَب پہلے والی بات نہیں ہے۔ میں اَب اپنا تاثر کچھ اور طرح کا بنانا چاہتا ہوں۔ اس گینگ کا اور میرا تعلق اَب ظاہر نہیں ہونا چاہئے' لڑکوں پر بھی نہیں---''

''سچ پوچھو نا' وجی بھائی! میں نے اسی سلسلے میں تمہیں بلایا ہے۔ میں اُکتا گیا ہوں اس کام سے' جھک جھک زیادہ ہے اور مال بھی اتنا نہیں بنتا' لڑکوں کا مسئلہ الگ رہتا ہے اور یہ ڈکیتی اَب تو بہت مشکل ہوگئی ہے' مغز کھپا کر پلان بنانا پڑتا ہے۔''

سلیم تو جیسے پھٹ پڑا تھا وجاہت بڑے تحمل سے اس کی بات سنتا رہا' پھر قدرے مسکراتے ہوئے بولا۔

''جب تک ہمارے معاشرے میں بھوک' بے روزگاری' بے انصافی اور ایسے ہی دوسرے مسائل ہیں نا' اس وقت تک نہ لڑکوں کا مسئلہ ہے اور نہ مال کا---'' پھر ایک لمحہ توقف کے بعد بولا۔ ''لگتا ہے' تمہیں کچھ پرابلم ہے۔''

''میں چاہتا ہوں' وجی! یہ چھوٹے موٹے دھندے چھوڑ دوں' کوئی اور کام کروں۔''

''مثلاً---؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''مثلاً یہ میڈیسن' یہ ایسی شے ہے جس پر بھاؤ تاؤ نہیں ہوتا۔ جو مرضی چاہو' مارکیٹ میں پھینک دو۔ سب چل جاتا ہے اور لمبے نوٹ ہیں۔'' سلیم نے اُسے بتایا۔

''تمہارا مطلب ہے' جعلی دوائیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''ہاں وہی' تم ٹھیک سمجھے ہو---'' سلیم نے یوں کہا جیسے اس کے لیے یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔

''سلیم! سمجھو یہ کام ہو گیا لیکن تم اس کے لیے بندے کہاں سے لاؤ گے؟'' وجاہت سنجیدگی سے بولا۔

''وجی بھائی! نوٹ دِکھاؤ نا' تو کیا کچھ نہیں ہو جاتا---بڑا شریفانہ دھندہ ہے۔'' اس نے دبے دبے جوش سے کہا۔

''تم سوچ لو' پھر یہ سب چھوڑنا پڑے گا اور ایک دفعہ اس دھندے سے نکل گئے نا' تو واپسی مشکل ہو جائے گی۔'' وجاہت نے سمجھایا۔

''اس دھندے میں واپس آنے کی ضرورت ہی کیا ہے---ہم اس دریا کی چھوٹی مچھلیاں ہیں' جب بھی کسی بڑی مچھلی کی زد میں آ گئے تو ہمیں نگلنے میں اسے بڑی آسانی ہوگی۔'' اس نے صورتِ حال واضح کی۔

''میں سمجھتا ہوں' یار! لیکن تم یہ سمجھ کہ یہ دھندہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اور نیا دھندہ ابھی شروع کرنا ہے۔ وہ چاہے جعلی دوائیں ہوں یا جعلی نوٹ چھاپنا شروع کر دو۔ مجھے دولت آتے ہوئے بُری نہیں لگتی لیکن تم سوچ لو۔'' وجاہت نے حتمی سے انداز میں کہا۔

''میں نے سوچ لیا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ یہ دھندہ ہمارے ہاتھوں میں رہے۔ اَب یہ طے ہے کہ ہمیں آگے نکلنا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گیا جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ تب وہ بولا۔ ''ہاں' وہ درانی کا فون آیا تھا۔''

اس پر وجاہت چونک گیا' پھر اگلے ہی لمحے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اَب وہ فون کرے گا ہی' الیکشن جو سر پر آ گئے ہیں۔ اُسے اَب مدد کی ضرورت ہے۔ تم یہ ذہن میں رکھو' سلیم کہ وہ اَب مجھے فون نہیں کرے گا۔ اُسے یقین ہو گیا ہو گا کہ میں نے بھی الیکشن لڑنا ہے۔''

''تو پھر اُس نے مجھے کیوں فون کیا---؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''وہ یہ سمجھتا ہے نا' کہ میں نے اپنا تعلق تم سے توڑ لیا ہے---ماحول بدل رہا ہے' سلیم! میں اَب خود اس سرپرستوں میں شامل ہونا چاہ رہا ہوں' الیکشن لڑوں گا اور---''

وجاہت نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا جس پر سلیم حیرت سے اُس کی جانب دیکھنے لگا۔

''ایسا کیا---؟'' سلیم نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

''ہاں' میری جان!---خیر' ابھی تمہاری بھابی کا ایس ایم ایس آیا ہے' وہ کھانے پر میرا انتظار کر رہی ہے۔ آج اُس کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھا ہی لوں۔'' اُس نے عام سے لہجے میں کہا۔ ''لیکن تم نے پریشان نہیں ہونا۔''

وجاہت نے کہا اور اُٹھ گیا۔ اس پر سلیم بھی اُس کے ساتھ چلتا ہوا باہر آ گیا۔ اُن کے درمیان بہت سارے معاملات حل ہو چکے تھے۔ وجاہت چھوٹے دائرے سے نکل کر اَب بڑے دائرے میں آنا چاہتا تھا' زیرِ زمین سرگرمیاں اَب اُس کے لیے اتنی اہم نہیں رہی تھیں جہاں وہ وجی بھائی کے نام سے مشہور تھا۔

☆☆☆

جب سے نورین اور جائیداد والا معاملہ سامنے آیا تھا' فاخرہ بیگم تو سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی کہ اس مسئلے کا حل کیا ہو؟ وہ کسی صورت میں بھی اپنے بھائی کی جائیداد میں سے اُسے حصے دار نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اصل مسئلہ یہ نہیں تھا کہ جائیداد نورین کو جا رہی تھی بلکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ اپنے تئیں خود اس جائیداد کی مالک تھی۔ اُس نے یہ فرض کر لیا ہوا تھا کہ شائستہ بیگم اَب بہت جلد آنکھیں بند کر کے اگلے جہان سدھارنے والی ہے اور اِس کے بعد ساری جائیداد کی فقط وہی مالک ہے۔ نورین کے بارے میں تو اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ پھر بہت سوچ کر اُس نے مسئلے کا حل تلاش کر لیا تھا۔ جس پر اُس نے عمل بھی شروع کر دیا تھا---اگرچہ صفیہ نے فوراً ہی اُسے شائستہ بیگم کے بیمار ہونے کی خبر کر دی تھی لیکن وہ اگلے دِن گئی تھی۔ تب شائستہ بیگم خاصے اچھے موڈ میں اپنے بیڈ پر ہی لیٹی ہوئی تھی' اُس نے جاتے ہی اِنتہائی پریشانی میں کہا۔

''بھابی! آپ کی طبیعت اتنی خراب رہی لیکن مجھے بتایا تک نہیں' کسی نے ایک فون کال بھی نہیں کی؟'' اُس کے لہجے میں بلا کی ہمدردی اور دُکھ جھلک رہا تھا۔

''فاخرہ! میری طبیعت کا کیا ہے' کبھی ٹھیک' کبھی خراب۔ اَب تو یہ معمول سا بن گیا ہے۔ اَب مَیں تمہیں روزانہ تنگ کرتی رہوں' اچھا تو نہیں لگتا' نا---!'' شائستہ بیگم دِھیرے سے بولی۔

''لیکن ایسا بھی کیا' بھابی! گھر میں ملازم ہیں۔ وہ سنبھال لیتے ہیں۔ مَیں کون سا گھر دار میں مصروف رہتی ہوں---خیر' اَب تو مَیں خود ہی روزانہ چکر لگا لیا کروں گی۔'' فاخرہ نے یوں کہا جیسے شائستہ بیگم کے بیمار ہونے کا اُسے بہت زیادہ غم ہے۔

اِس سے پہلے کہ شائستہ بیگم جواب دیتی' صفیہ پانی لے کر آ گئی۔

''نورین بی بی کا فون تھا کہ آپ کو میڈیسن دے دی جائے۔''

صفیہ نے دِھیرے سے کہا تو فاخرہ ایک دَم سے جل بھن گئی لیکن سب کچھ چھپاتے ہوئے اُس نے خود گلاس پکڑا اور شائستہ بیگم کو اُٹھاتے ہوئے بولی۔

''اُٹھیں' بھابی! میڈیسن لے لیں۔''

یہ کہہ کر اُس نے سائیڈ ٹیبل سے ٹیبلٹ لیں اور شائستہ بیگم کو دے دیں۔ میڈیسن لینے کے بعد وہ پھر لیٹ گئی۔ صفیہ گلاس واپس لے گئی تو فاخرہ نے پوچھا۔

''بھابی! ماشااللہ نورین جوان ہو چکی ہے۔ اچھی خاصی تعلیم بھی حاصل کر چکی ہے' بزنس بھی دیکھ رہی ہے۔ آپ کو اس کی شادی کا خیال نہیں آیا اَب تک---؟'' فاخرہ نے بڑے ہی محتاط انداز میں پوچھا تھا۔

''آتا ہے خیال' فاخرہ! بہت آتا ہے لیکن جب بھی اس کی جدائی کے بارے میں سوچتی ہوں تو نجانے مجھے کیا ہونے لگتا ہے۔'' وہ یوں بولی جیسے بہت مجبور ہو۔

''یہ کیا بات ہوئی' بھابی! بیٹیاں تو ہوتی ہی پرایا دھن ہیں' آخر ایک دن اُنہیں رُخصت تو کرنا پڑتا ہے بلکہ بڑے تو یہی کہتے ہیں کہ جتنی جلدی ہو سکے' بیٹیوں کو وداع کر دینا چاہئے۔'' وہ سمجھاتے ہوئے یوں بولی کہ جیسے نورین کی بہت زیادہ خیر خواہ ہے۔

''ہاں' ایسا تو ہوتا ہے لیکن مَیں کچھ اور ہی سوچ رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے' ایسا ممکن ہو جائے۔''

''کیا سوچا ہے' بھابی! ذرا مَیں بھی تو سنوں؟'' فاخرہ انتہائی اشتیاق سے بولی۔

''مَیں سوچ رہی ہوں کہ اگر ایسا کوئی معقول لڑکا مل جائے جو ہمیں ہمارے ساتھ رہنا پسند کرے تو دونوں مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ نورین کی شادی بھی ہو جائے گی اور وہ میرے پاس' میری نگاہوں کے سامنے بھی رہے گی۔''

شائستہ بیگم بڑی یاس سے کہا تو اِسی لمحے فاخرہ نے چونکتے ہوئے انتہائی تحمل سے بولی۔

''بھابی! مَیں اگر ایک بات کہوں تو---'' فاخرہ بیگم نے جھجکتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ہاں کہو فاخرہ---؟'' وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

''وجاہت آپ کا سگا بھتیجا ہے' گھر کا لڑکا ہے۔ کیوں نا' نورین اور وجاہت کی شادی کر دی جائے۔ وہ اگر یہاں رہے گا آپ کے پاس تو گویا اپنے ہی گھر میں رہے گا۔''

فاخرہ نے بہت دِھیمے انداز میں کہا تو شائستہ بیگم سوچ میں پڑ گئی' پھر چند لمحوں بعد بولی۔

''فاخرہ! مجھے وجاہت سے یا تم سے زیادہ اور کون عزیز ہے۔ مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن معاملہ ان دونوں بچوں کی زندگی کا ہے۔ ماشااللہ' دونوں پڑھے لکھے ہیں' سمجھدار ہیں۔ مَیں اس بات کی قائل ہوں کہ کم از کم ایسے معاملے میں جہاں پوری زندگی کا فیصلہ ہو' ایسے میں اُنہیں یہ اہم ترین فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے---بُرا مت ماننا' فاخرہ! مَیں ایسا کیوں کہہ رہی ہوں' یہ تم خوب سمجھتی ہو۔''

''مَیں سمجھ رہی ہوں بھابی' کہ آپ کا اشارہ کس طرف ہے اور آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں لیکن' بھابی! اگر آج وجاہت غیر ذمے دار ہے تو ذمے داری کا احساس تو ہم نے ہی دلانا ہے۔ جیسے ہی وہ اپنے گھر بار والا ہو گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سینکڑوں مثالیں ہیں ایسی کہ لڑکے لااُبالی ہوتے ہیں۔ غیر ذمے دار ہوتے ہیں پھر جیسے ہی اُن کی شادی ہوئی' وہ ذمے دار ہو جاتے ہیں۔'' فاخرہ نے دھیرے دھیرے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''بات یہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو بلکہ میں کہنا یہ چاہتی ہوں کہ ممکن ہے' وجاہت کو نورین پسند ہی نہ آئے' کیوں نا یہ فیصلہ ہم اِن دونوں پر چھوڑ دیں۔ اگر اِن دونوں کی رضامندی ہے تو پھر اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے' مجھے تو سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔'' شائستہ بیگم نے حتمی سے انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے' بھابی! آپ نے بڑی معقول بات کہی ہے۔ میں وجاہت سے عندیہ لے لیتی ہوں اور آپ نورین سے---'' یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک طویل حسرت بھری سرد آہ لی' چند لمحے خاموش رہی' پھر بولی۔ ''بہت عرصہ ہوا' حسن لاج کے در و دیوار نے خوشیاں نہیں دیکھیں۔ میں اِن دونوں کی شادی اِس قدر دھوم دھام سے کروں گی کہ اِن در و دیوار سے بھی خوشیاں پھوٹیں گی۔''

''خوشیاں تو جیسے حسن لاج کا رستہ ہی بھول گئی ہیں۔'' شائستہ بیگم بھی غم زدہ ہوگئی تھی۔

''آپ فکر نہ کریں' بھابی! اَب زیادہ دیر ایسا نہیں رہے گا--- خیر' آپ آرام کریں' میں ذرا کچن سے ہولوں---''

فاخرہ بیگم یہ کہتے ہوئے اُٹھی اور وہاں سے چل دی--- فاخرہ بیگم یہ قطعاً سوچ کر نہیں گئی تھی کہ وہ یہ بات شائستہ بیگم سے کرے گی۔ بس اچانک ہی اِس کے ذہن میں آیا کہ موقع اچھا ہے' یہ بات کہہ دو اور اس نے کہہ دی۔ بلاشبہ یہ وقار احمد کے لیے بڑی خوشخبری ہو سکتی تھی۔

☆☆☆

اِس شام وقار احمد کے آنے پر چائے کا اہتمام لان میں کیا تھا' دونوں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ وقار احمد نے اِس کے خوشگوار چہرے پر دیکھتے ہوئے کہا۔

''خلافِ توقع آج آپ بڑی فریش دکھائی دے رہی ہو' خیریت تو ہے---؟''

فاخرہ اِس طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ ''اِس لیے کہ میں نے آج آپ سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں۔'' پھر لمحہ بھر توقف کے بعد یوں بولی جیسے وہ بھری بیٹھی ہو۔ ''وقار! آپ ٹھیک کہہ رہے تھے کہ بھابی کی جائیداد کے بارے میں مجھے واقعی جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ یہ جائیداد کس قدر آسانی سے ہماری ہو سکتی ہے۔''

''ارے واہ--- میں بھی تو سنوں' آخر تم نے کیا سوچا؟'' وہ تجسس سے بولا۔

''سوچا ہی نہیں' عمل بھی کر دیا ہے--- خیر یہ میں بعد میں بتاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس نے سنجیدگی سے وقار کی جانب دیکھا اور دُکھ بھرے لہجے میں بولی۔ ''یہ حقیقت ہے کہ وجاہت ہمارے لیے مسئلہ بنا ہوا ہے۔ جتنا میں نے اِن دِنوں اُس کے بارے میں سوچا ہے' پہلے کبھی نہیں سوچا تھا۔ ایسے غیر ذمے دار بیٹے کے لیے ایک ماں کے پاس یہی حل ہوتا ہے کہ اُس کی شادی کر دی جائے۔ اُس کی کمپنی بدلے گی' ماحول بدلے گا تو اُس میں احساسِ ذمے داری آ جائے گا۔''

''پہلی بات تو یہ ہے' بیگم صاحبہ! کون اپنی بیٹی وجاہت کو دے گا' کوئی بھی معقول خاندان اپنی بیٹی دینے سے تو رہا۔ ماشاءاللہ آپ کے بیٹے کی شہرت ہی ایسی ہے۔'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا' پھر تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔ ''اور پھر یہ شائستہ بیگم کی جائیداد بارے تاثر کرتے ہوئے

اچانک تم وجاہت کی بات کیوں کرنے لگی ہو۔ اس بات کا جائیداد سے کیا تعلق؟''

''یہ نا میں نے یہی تو سوچا ہے کہ وجاہت کی شادی بھی ہو جائے اور جائیداد بھی ہمارے ہاتھوں میں آ جائے۔'' وہ جوش بھرے لہجے میں بولی۔

''کیا کہنا چاہ رہی ہو تم---'' وہ چونکتے ہوئے بولا۔

''شائستہ بھابی نے آدھی جائیداد نورین کے نام کرنے ہی کا فیصلہ کیا ہے تو کیوں نا نورین ہی کو اپنی بہو بنا لیا جائے؟--- ذرا سوچو۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو سبھی فائدے ہمارے ہی تو ہیں۔''

اُس نے یہ کہہ کر وقار کے چہرے پر یوں دیکھا جیسے وہاں پر وہ اپنے مطلوبہ اثرات دیکھنا چاہتی ہو لیکن وہاں پر حیرت آ کر جم گئی تھی۔ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد وقار بولا۔

''بیگم! جیسا تم نے سوچا ہے اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ اظہار کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ ہم نورین اور جائیداد کے بارے میں کچھ بھی جانتے ہیں' سب کچھ بیٹھے بٹھائے ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔'' یہ کہہ کر وہ فکرامند لہجے میں مزید بولا۔''لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسا ممکن ہو جائے گا؟---سوچ اور حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے' بیگم صاحبہ!''

''میں اِس سوچ کو حقیقت میں کیسے بدلتی ہوں' یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ نورین اور وجاہت کی شادی ہوگی اور بہت دھوم دھام سے ہوگی۔ اِس ساری جائیداد کو میں اپنے قبضے میں کیسے کرتی ہوں' یہ بھی آپ دیکھئے گا---میں نے تو اپنی سوچ پر عمل بھی شروع کر دیا ہے۔'' وہ جوش سے بولی۔

''وہ کیسے---؟'' وقار کے لہجے میں انتہائی درجے کا تجسّس تھا جس پر فاخرہ بیگم نے وہ ساری باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ وقار احمد کو بتائیں جو اُن کے درمیان ہو چکی تھیں۔ وہ بہت غور سے سنتا رہا۔ سب کچھ سن کر وہ کچھ دیر خاموش رہا' پھر بولا۔

''تو آپ کی بھابی صاحبہ کے نورین کے بارے میں یہ خیالات ہیں کہ وہ اُس کی شادی کر کے گھر داماد رکھنا چاہتی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ سوچتے ہوئے لہجے میں بولا۔''تمہارا کیا خیال ہے' شائستہ بیگم نے یہ معاملہ کچھ وقت کے لیے ٹال نہیں دیا؟''

''میرا نہیں خیال کہ وہ اِس رشتے کو نظرانداز کر سکتی ہے---نورین کو اپنے پاس رکھنے کی خواہش بھابی کی کمزوری ہے۔ اُسے کوئی لڑکا تلاش کرنا پڑے گا۔ وجاہت گھر کا لڑکا ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ بابی خود چاہے گی کہ نورین کی شادی وجاہت سے ہو جائے۔'' وہ پورے یقین سے بولی۔

''ٹھیک ہے' بیگم! میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن ایک مسئلہ اور بھی اُٹھ سکتا ہے اور وہ یہ کہ اگر نورین ہی نے وجاہت کے ساتھ شادی کرنے سے اِنکار کر دیا تو---؟''

اُس نے ایک نئے پہلو کی طرف نشاندہی کی تو فاخرہ نے حیرت ملے ہتک آمیز لہجے میں کہا۔

''ایسا نہیں ہو سکتا' ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اُس لے پالک کی یہ جرأت ہی نہیں ہوگی کہ اِس رشتے سے اِنکار کر دے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ خود

ہی چونک گئی' پھر دھیرے سے پوچھا۔ ''لیکن---لیکن یہ بات آپ کیوں کہہ رہے ہیں؟''

''وہ اس لیے کہ نورین کو دفتر آئے ہوئے چند دِن ہوئے ہیں اور اِس بار جب وہ آئی ہے تو اُس کا رویہ پہلے جیسا نہیں ہے۔ اَب وہ آفس میں مالکان کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔ پہلے وہ سیکھنے والے انداز میں ہوتی تھی' اَب وہ حکم دیتی ہے۔ یہاں تک کہ آج اُس نے حکم دیا ہے' اُسے سارے اکاؤنٹس چیک کروائے جائیں۔'' وقار احمد نے یوں کہا جیسے وہ یہ بات بہت دیر سے دبائے بیٹھا ہو۔

''تو اس کا مطلب ہے' آپ کو پریشانی---''

اُس نے کہنا چاہا تو وقار تیزی سے بولا۔

''ہاں' پریشانی تو ہوگی' تمہارے لاڈلے نے رقم کے معاملے میں بہت ساری احمقانہ حرکتیں کی ہوئی ہیں اور پھر مَیں نے اخراجات کے لیے اوور ڈرافٹ بھی کیا ہوا ہے۔ اگر یہ سب نورین کی نگاہوں میں آ جاتا ہے تو اُس کی نگاہوں سمیت شائستہ بیگم کی نظروں میں بھی ہم مشکوک ہو جائیں گے' سب کچھ چوپٹ ہو جائے گا۔''

''اوہ' یہ تو اچھا نہیں ہوا اور اِن حالات میں---اِس مسئلے کا حل تو ہمیں ہر حال میں سوچنا ہوگا۔'' وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں بولی۔

''زیادہ سے زیادہ دو چار دِن کسی نہ کسی بہانے سے اکاؤنٹس روکے جاسکتے ہیں' اس سے زیادہ وقت نہیں لیا جا سکتا۔ اگر کچھ دِن کی مہلت مل جائے تو شاید نورین کو پتہ ہی نہ چلے کہ یہ سب ہوا کیا ہے۔''

وہ ہاتھ مسلتے ہوئے یوں بولا جیسے یہ مسئلہ اُس کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہو' تب فاخرہ نے گہرے انداز میں سوچتے ہوئے لہجے کے ساتھ کہا۔

''وقار! کہیں نورین اور شائستہ کے درمیان کوئی طے شدہ بات تو نہیں ہے جو نورین نے کمپنی کے حسابات کی چھان پھٹک شروع کر دی ہے---ضرور اُسے جائیداد مل جانے کے بارے میں معلوم ہوگا ورنہ اُس کا رویہ مالکان جیسا بالکل نہ ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے' وقار کہ خود نورین اپنے طور پر کسی سازش کے بارے میں سوچ چکی ہو جس سے وہ بزنس تمہارے ہاتھوں سے چھین لینا چاہتی ہو؟'' فاخرہ کے ذہن میں اِک نیا خیال آیا۔

''کچھ بھی ممکن ہو سکتا ہے' فاخرہ! ہمیں اَب بہت سوچ سمجھ کر ہی کوئی قدم اُٹھانا ہوگا ورنہ یہ نورین ہمارے لیے کوئی بھی مشکل کھڑی کر سکتی ہے۔''

''میرا نہیں خیال کہ یہ فقط اُس کی سوچ ہوگی' ضرور اس کے پیچھے بھابی کا ہاتھ ہے۔ نورین اتنا حوصلہ کر ہی نہیں سکتی---واقعی اَب ہمیں بہت سوچ کر ہی آگے بڑھنا ہوگا۔''

فاخرہ نے پُر سوچ لہجے میں کہا' تب اُن کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد وقار نے کہا۔

''دیکھو آئندہ آنے والے دِنوں میں کیا ہوتا ہے۔ فی الحال تم آرام کرو' میرا ابھی دِماغ سوچ سوچ کر پھٹا جا رہا ہے---''

یہ کہہ کر وقار احمد اُٹھ گیا۔ دونوں بیڈ روم میں آ گئے۔ پھر وقار احمد تو سو گیا لیکن فاخرہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

☆☆☆

نورین اس وقت وقار احمد کے کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی' دونوں کافی پی رہے تھے۔ اُسے آئے ہوئے کچھ وقت ہوا تھا۔ وہ دونوں یونہی ادھر اُدھر کی باتوں میں مشغول تھے' تب اچانک وقار احمد نے چونکتے ہوئے کہا۔

''نورین بیٹی! تمہیں یاد ہے جب دو مہینے بعد تم نے دوبارہ آفس جوائن کیا تھا اور میں نے حسن اینڈ کمپنی کے بارے میں کچھ باتیں کی تھیں؟''

''جی ہاں' انکل! آپ نے جو باتیں مجھ سے کہیں تھیں' وہ ساری باتیں مجھے یاد ہیں۔''

''بیٹا! مجھے الیاس صاحب نے بتایا ہے کہ تم کمپنی کے اکاؤنٹس دیکھنا چاہتی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان اُلجھنوں کے دِنوں میں کچھ اُوپر تلے ہوگیا ہوگا اور پھر یہ کئی دن کا کام ہے لیکن ان دِنوں' ہمیں اِن معمولی باتوں کی جانب توجہ دینے کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں نظر انداز کر کے اُن باتوں کو دیکھنا ہے جو ہمارے اصل مسئلے ہیں۔'' اُس نے سمجھاتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''انکل! میں نے آپ سے کہا تھا نا' کہ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ میں نے اسی دن سے ہوم ورک شروع کر دیا تھا۔ میں چاہ رہی تھی کہ سارا کام مکمل کر کے ہی آپ سے معاملات ڈسکس کروں--- خیر' میں نے تو اس پر اِتنا کام کرلیا ہے کہ اَب ہر معاملہ میرے سامنے ہے' وہ تو میں آپ کو اَب بھی بتا سکتی ہوں اور یہ اکاؤنٹس دیکھنا بھی میرے اس ہوم ورک کا حصہ ہے۔'' وہ اُسے سمجھاتے ہوئے کہتی چلی گئی۔

''وری گڈ' مجھے تم سے یہی اُمید تھی---تم ایسے کرو' اس ہفتے میں اپنے سارے کام کی فائنل رپورٹ تیار کرلو تا کہ باہر سے جو ہمیں پرابلم ہیں' اُن کے بارے میں کچھ کیا جا سکے۔ تم یہ اکاؤنٹس وغیرہ چھوڑو' یہ بعد میں دیکھ لیں گے۔''

''جیسے آپ کی مرضی' انکل! میں جلد از جلد فائنل رپورٹ بنالیتی ہوں۔'' نورین نے واضح انداز میں کہا۔

''دیکھو' بیٹا! میں بوڑھا آدمی ہوں' میرے اعصاب دِن بدن جواب دیتے چلے جا رہے ہیں۔ اَب وقت تم لوگوں کا ہے اور سارے مسئلے بھی تم لوگوں نے حل کرنے ہیں اِس لیے پورے اعتماد' لگن اور ہوش سے کام کرو۔''

وقار احمد نے انتہائی جذباتی انداز میں کسی بزرگ کی مانند نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ اس پر نورین پسیج گئی۔

''انکل! آپ بے فکر ہو جائیں' میں دیکھ لوں گی سب---'' اِس نے سنجیدگی سے کہا' پھر ایک دَم سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''ویسے انکل! ایک بات کہوں---؟'' اِس کے انداز میں تجسس تھا۔

''کہو' بیٹا؟'' وہ جلدی سے بولا۔

''آپ ایسا کریں' آنٹی کے ساتھ چند دِن شمالی علاقہ گھوم پھر آئیں' خوشگوار ماحول میں آپ فریش ہو جائیں گے۔'' اس کے لہجے میں شرارت دَر آئی تھی۔

''تمہاری آنٹی کا ساتھ ہو اور میں فریش ہو جاؤں' ناممکن---اس سے تو میں یہیں آپ بچوں کے درمیان میں اچھا ہوں۔''

وقار نے ہنستے ہوئے کہا تو نورین بھی مسکراتی ہوئی اُٹھ گئی۔ وہ اپنے کیبن میں آ کر چند لمحے وقار احمد کی باتوں پر سوچتی رہی' پھر سر جھٹک کر

اُس نے دراز میں سے ڈائری نکالی اور سامنے پڑے فون سے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کے چہرے پر جذباتی پن چھلکنے لگا تھا۔ یہ چند دن پہلے ہی کی بات تھی جب اُسے اپنا برتھ سرٹیفکیٹ ملا تھا۔ اُس نے ڈاکٹر فرزانہ کا کھوج لگانے کی ٹھان لی تھی۔ اُس نے تاریخ کے حساب سے پرانا ریکارڈ دیکھنا چاہا' اس سلسلے میں وہ سرکاری ہسپتال جا کر ایم ایس سے ملی تھی۔ اُس نے خاصی تگ ودو کے بعد اپنا مسئلہ اسے سمجھایا تاکہ وہ پران ریکارڈ دیکھ کر ڈاکٹر فرزانہ کے بارے میں بتا سکے۔ وہ تو نہیں بتا سکا مگر اس نے وعدہ کر لیا کہ وہ اپنے پرانے کولیگز اور ملازمین سے پتہ کروائے گا۔ پھر جو بھی معلومات ملیں' وہ اُسے بتا دے گا۔ اِس کے بعد وسرے تیسرے دِن فون کر کے یاددہانی کرواتی رہی۔ اِس دوران اُسے پتہ چلا کہ ڈاکٹر فرزانہ یہاں ہوا کرتی تھیں۔ دو سال پہلے اُن کا انتقال ہو چکا ہے۔ اُن کی بیٹی بھی ڈاکٹر ہے لیکن اس نے سرکاری نوکری نہیں کی بلکہ اپنا پرائیویٹ کلینک چلا رہی ہے--- کہاں ہے' اس کا فون نمبر کیا ہے؟ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا تھا۔ نورین نے یہی پوچھنے کے لیے ایم ایس کو فون کیا اور رابطہ ہوتے ہی اُس نے اپنا تعارف کرایا۔

''ہاں' مس نورین! آپ پلیز' ڈاکٹر فرزانہ کی بیٹی ڈاکٹر نگہت کا فون نمبر نوٹ کریں۔ میری اُن سے بات ہو چکی ہے' مَیں نے آپ کا مسئلہ بھی اُنہیں سمجھا دیا ہے۔''

ایم ایس نے کہا تو نورین کے اندر جیسے جوش بھر گیا۔ اُس نے جلدی سے وہ نمبر نوٹ کیا' پھر جذباتی انداز میں اُس کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔ فوراً ہی اُس نے ڈاکٹر نگہت کا فون نمبر ملایا' کچھ دیر بعد رابطہ ہو گیا۔

''جی' مجھے ڈاکٹر نگہت سے بات کرنی ہے۔''

''مَیں بات کر رہی ہوں--- فرمائیں؟'' دوسری طرف سے انتہائی شفیق لہجے میں کہا گیا۔

''مَیں نورین بات کر رہی ہوں۔ آپ کا نمبر مجھے ایم ایس صاحب---''

''ارے ہاں' مَیں تو آپ کے فون کی منتظر تھی--- آپ بتائیں میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔''

''آپ پلیز' مجھے گھر پر تھوڑا وقت دیں۔ مَیں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔'' نورین نے تیزی سے کہا۔

''میرا کلینک' میرے گھر پر ہی ہے۔ آپ جب چاہے' آ سکتی ہیں لیکن اگر آنے سے پہلے مجھے فون کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ مَیں آپ کے لیے وقت نکال لوں گا۔'' دوسری طرف سے اِسی لہجے میں کہا گیا۔

''جی ٹھیک ہے۔ آپ پلیز اپنا ایڈریس نوٹ کروا دیں' مَیں ایک دو دِن میں آپ سے ملنے کے لیے آؤں گی۔'' اُس نے یوں کہا جیسے وہ ابھی سے آ جانے کی خواہش رکھتی ہو۔

''کوئی بات نہیں' جب چاہیں---''

یہ کہہ کر ایڈریس نوٹ کروا دیا گیا۔ نورین نے الوداعی باتوں کے بعد فون رکھا تو انجانی سوچوں میں گم ہو گئی۔ نجانے اُسے کیوں یقین تھا کہ وہ اپنے والدین تک پہنچ جائے گی--- بعض اوقات انسان بے یقینی کی کیفیت میں ہوتے ہوئے بھی اس جانب بڑھتا چلا جاتا ہی جہاں کے

راستوں کے بارے میں اُسے علم بھی نہیں ہوتا۔ بے یقینی' اُلجھن اور انتشار میں آگے بڑھنا' یہ کیا معاملہ ہے؟---بلاشبہ کوئی قوت اُسے اِس راستے پر آگے ہی آگے چلتے جانے پر مجبور کر رہی ہوتی ہے۔ اگر انسان اس قوت پر غور کرلے تو بے یقینی دم توڑ جاتی ہے اسی کیفیت کو مقدر سے وابستہ سمجھنا چاہئے یہی سیانوں کی رائے ہے۔

☆☆☆

اسی رات نورین نے وقت دیکھا اور شائستہ بیگم کو میڈیسن دینے کے لیے اُٹھ گئی۔ اس نے پانی لیا اور شائستہ بیگم کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ اس وقت ٹی وی پر ایک دلچسپ پروگرام میں محو تھی۔ نورین کو یوں آتے دیکھ کر اُس نے ریموٹ سے آواز بند کر دی' اس دوران نورین نے سائیڈ ٹیبل کے دراز سے میڈیسن نکالیں۔

''ماما! میڈیسن کا وقت ہو گیا' یہ لیں پانی اور جلدی سے---''

اس نے مسکراتے ہوئے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔ شائستہ بیگم نے اس کی طرف پیار سے دیکھا پھر میڈیسن لے کر پھانک لیں' پانی پیا اور خالی گلاس واپس کرتے ہوئے خوشگوار موڈ میں بولی۔

''جتنی پابندی سے تم مجھے میڈیسن دیتی ہو نا! اس سے میں سوچتی ہوں اگر تم نرس ہوتیں تو مریض بے چارہ تندرست ہونے کی بجائے میڈیسن دینے کی پابندی سے بھاگ جاتا۔''

''نہیں جی' بلکہ وہ مریض بہت جلد صحت یاب ہو کر مجھے ڈھیر ساری دُعائیں گا۔'' وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

''اچھا آؤ' میرے پاس بیٹھو' میں نے تم سے ایک بہت ہی ضروری بات کرنی ہے۔''

اُس نے کہا تو نورین ذرا سی حیرت کے ساتھ اُن کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اِسے شائستہ بیگم کا لہجہ خاصا اجنبی لگا تھا۔

''بولیں ناماما! آخر ایسی کون سی ضروری بات ہے؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نورین! ہر بیٹی کو ایک دِن اپنے والدین کا آنگن چھوڑ کر پرائے گھر میں جانا پڑتا ہے جو دراصل پرایا نہیں' اس کا اپنا ہی ہوتا ہے---بیٹی! اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں تمہیں وداع کروں لیکن تم سے جدائی کے بارے میں جب بھی سوچتی ہوں تو میری جان لبوں تک آ جاتی ہے۔''

''ماما! آپ کھل کر کہیں' کیا کہنا چاہتی ہیں اور کیا سوچ رہی ہیں؟'' وہ اُلجھن آمیز لہجے میں بولی۔

''میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن تمہیں خود سے جدا بھی نہیں کرنا چاہتی۔ میں بہت دِنوں سے یہی سوچ رہی تھی مگر اس مسئلے کا کوئی حل نہیں سوجھ رہا تھا۔ اَب اِس مسئلے کا حل میری سمجھ میں آیا ہے۔''

''تو کیا مسئلے کا حل مل گیا---کیا ماں ذرا میں بھی تو سنوں؟'' نورین نے خاصی شوخی سے پوچھا۔

''یونہی باتوں ہی باتوں میں فاخرہ نے تمہاری شادی کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔ اُس نے ایک تجویز دی ہے کہ ہم تمہاری شادی وجاہت سے کر دیں۔ گھر کا لڑکا ہے' دیکھا بھالا ہے۔ بس ذرا غیر ذمے دار ہے لیکن ٹھیک ہو جائے گا---کیا خیال ہے تمہارا؟''

شائستہ بیگم اپنی رو میں کہتی چلی گئی تھی لیکن نورین کا دماغ بھک سے اُڑ گیا تھا۔ اِسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس بات پہ کس قسم کا ردِعمل ظاہر کرے؟ وہ بھرپور انداز میں سختی کے ساتھ منع کر دینا چاہتی تھی۔ وہ بتانا چاہتی تھی کہ وجاہت کے کرتوت کیا ہیں۔ وہ ''ذرا سا غیر ذمے دار'' نہیں بلکہ بہت زیادہ بگڑا ہوا' مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا شخص ہے۔ یہ سب اِس کے لبوں تک آیا ہی تھا کہ اسی لمحے اسے ڈاکٹر کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی کہ کوشش کریں ایسی کوئی بات ان کے سامنے نہ کی جائے جس سے انہیں ذہنی دباؤ محسوس ہو۔ یہ بات یاد آتے ہی جیسے کھلا ہوا پنڈورا بکس اچانک بند ہو گیا۔

''کیا سوچنے لگی ہو نورین؟''

شائستہ بیگم نے پوچھا تو وہ چونک گئی۔

''کیا آپ کے سوال کا جواب مجھے ابھی دینا ہو گا؟'' وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

''نہیں' بیٹا! تم چند دِن خوب سوچ سمجھ لو' پھر اطمینان سے مجھے بتا دینا۔ مَیں نے فاخرہ سے کہہ دیا تھا کہ ہم بچوں پر اپنی مرضی مسلط نہیں کریں گے بلکہ اِن کے فیصلے کو اہمیت دیں گے۔''

شائستہ بیگم نے کہا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ چند لمحے پہلے آنے والے کمزور لمحے سے وہ ٹوٹ نہیں گئی۔ اِس نے سکون کا سانس لیا' پھر خوشگوار لہجے میں بولی۔

''مَیں آپ کو بتا دوں گی لیکن جلدی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے ماما' کہ آفس کے معاملات کچھ اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں کہ ابھی ایک ہفتہ تو کچھ اور سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہے--- خیر' یہ چھوڑیں۔ اَب آپ آرام کریں۔''

یہ کہہ کر وہ اُٹھی' اس نے بڑے پیار سے کمبل اوڑھایا' پھر ٹی وی بند کر کے لائٹ آف کی اور کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ اپنے کمرے میں آ کر اِس نے سکون سے سوچا۔ ایک ہی دِن میں اتنا کچھ سامنے آ جانا کوئی معمول کے حالات نہیں تھے۔ اسے بہرحال سوچنا تھا' کسی بھی لمحے اِس سے فیصلہ پوچھا جا سکتا تھا۔ وہ ذہنی طور پر تیار ہو گئی لیکن فوری طور پر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو وہ سب کچھ ذہن سے نکال کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

وہ صبح خاصی روشن تھی۔ فاخرہ بیگم اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی اخبار دیکھ رہی تھی۔ اُسے وجاہت کا انتظار تھا جو بہت دِنوں بعد رات کسی وقت آیا تھا۔ وہ جب تیار ہو کر باہر جانے کے لیے وہاں آیا تو فاخرہ نے پہلے کلاک کی جانب دیکھا جہاں دِن کے گیارہ بج رہے تھے' پھر اس کی جانب دیکھا' تبھی وجاہت نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ہائے' ماما! کیسی ہیں آپ---؟'' اِس نے یوں کہا تھا جیسے وہ اپنا فرض نبھا رہا ہو۔

''کتنے دُکھ کی بات ہے' ہم ماں بیٹا ایک ہی چھت تلے رہتے ہیں لیکن اجنبیوں کی مانند--- تم کیا سمجھتے ہو' اس طرح حال احوال پوچھ لینے سے تمہارا فرض پورا ہو جاتا ہے؟'' فاخرہ بیگم نے دُکھ ملے لہجے سے کہا۔

''ماما! مَیں نے آپ کا حال پوچھا ہے اور اگر آپ مجھے فرض سکھانے کے لیے لیکچر دینے لگی ہیں۔ مَیں اگر کوئی فرض نہیں نبھاتا تو مَیں نے

آپ سے کسی حق کے لیے مطالبہ بھی نہیں کیا--- خیر چھوڑیں' ویسے تو خیریت ہے نا' جویوں---'' اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''اِدھر بیٹھو'میں نے تم سے بہت ہی اہم بات کرنی ہے۔''

فاخرہ نے بدمزہ ہوتے ہوئے تیز لہجے میں کہا تو وجاہت مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنی ماں کی طرف چند لمحے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔

''اہم بات' اور وہ بھی مجھ سے' ایسا بھی کیا انقلاب آ گیا ہے--- لیں' بیٹھ گیا ہوں۔ بولیں' کیا کہنا چاہتی ہیں آپ---؟'' اس نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

''دیکھو'میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے میں نے لڑکی بھی تلاش کر لی ہے۔''

فاخرہ بیگم نے حتمی سے لہجے میں کہا تو وجاہت چونک گیا۔ چند لمحے وہ ساکت سا بیٹھا رہا' پھر بڑے ڈرامائی انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''یہ کس کی قسمت خراب کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں آپ' ذرا میں بھی تو سنوں؟''

''فضول بکواس نہیں کرو'میں تمہاری شادی نورین سے کرنا چاہتی ہوں۔''

فاخرہ بیگم نے جیسے ہی نورین کا نام لیا' وجاہت نے گھور کر اپنی ماں کو دیکھا' پھر انتہائی اضطراب میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کا اظہار واضح تھا' وہ نورین کے ذکر ہی سے بھڑک اُٹھا تھا وہ چند لمحے یوں ساکت رہا جیسے اپنی اندرونی کیفیات پر قابو پا رہا ہو۔ پھر دھیرے دھیرے اس نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑا' اپنی ماما کے چہرے کی جانب دیکھا اور نفرت و حیرت بھرے لہجے میں بولا۔

''ماما!میں اور نورین سے شادی کروں گا' یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟---میں نے جسے اپنے پاس بٹھانا تو کجا' اس سے بات تک کرنا پسند نہیں کیا' اُسے اِس قابل ہی نہیں سمجھا کہ میں اُسے ذرا سا وقت بھی دے دوں'میں ---میں کیوں کروں گا اُس سے شادی؟''

''ادھر آؤ' بیٹھو۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں کہ تمہارا اس سے شادی کرنا کس قدر ضروری ہے۔''

فاخرہ بیگم نے انتہائی میٹھے لہجے میں اسے پچکارتے ہوئے یوں کہا جیسے کسی ننھے بچے کو بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس پر وجاہت چند لمحے اپنی ماما کی طرف دیکھتا رہا' پر صوفے پر بیٹھ گیا اور جلدی سے بولا۔

''آپ نے میرا شادی کرنا ضروری کہا ہے نا!--- میرا اس سے شادی کرنا ضروری ہے' یہ ایک طرح سے پہیلی نہیں ہے؟'' اس کے لہجے میں طنز در آیا تھا۔

''وہ ہی تو سمجھانا چاہ رہی ہوں اور تم ہو کہ اپنی ہی کہے جا رہے ہو۔'' فاخرہ نے دھیمے سے لہجے میں کہا' پھر پہلو بدل کر سمجھانے والے انداز میں بولی۔''تمہاری ممانی شائستہ بیگم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنی آدھی جائیداد نورین کے نام لگا دی جائے۔''

اس پر وجاہت بُری طرح چونک گیا اور انتہائی حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ--- یہ بڑھیا سٹھیا تو نہیں گئی۔ یہ کیا فیصلہ کیا ہے اُس نے---؟'' وہ دبے دبے غصے میں کہہ گیا۔

''تم میری بات سنو---میں نے آج تک یہی سوچا تھا کہ ہمارے علاوہ شائستہ بھابی کا اور کوئی نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے سو ساری جائیداد ہمارے نام ہوگی لیکن بھابی کے اِس فیصلے کے بعد کوئی پتہ نہیں ہے کہ وہ نورین کو آدھی جائیداد دینے کے بعد باقی آدھی کا کیا کرتی ہے۔ ممکن ہے وہ کسی ٹرسٹ وغیرہ کو دے دے۔'' فاخرہ بیگم نے بڑے سکون سے ساری بات اِسے سمجھا دی۔

''تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے اس جائیداد کے لیے نورین سے شادی کرنا ہوگی؟'' وجاہت فوراً ہی بات سمجھتے ہوئے بولا۔

''ہاں---کیونکہ اُس سے شادی کرنے کا مطلب ہے کروڑوں کی جائیداد کو اپنے نام کروانا۔ سو اَب تمہیں شائستہ بھابی کی نگاہوں میں خود کو بہت اچھا ثابت کرنا ہوگا تاکہ میں---''

وہ مزید کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن وجاہت نے انتہائی غصے میں اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''کیا مطلب ہے آپ کا' میں بُرا ہوں' غلط ہوں تو کسی کو کیا؟---آپ کی بھابی اگر مجھے غلط خیال کرتی ہے تو کرتی رہے' مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔'' وہ ایک دم ہتھے سے اُکھڑ گیا۔

''دیکھو وجاہت! تمہاری یہ ایک دم سے بھڑک جانے والی عادت مجھے قطعاً پسند نہیں ہے---تم کیا سمجھتے ہو کہ تمہاری شہرت بہت اچھی ہے۔ میں تمہیں اتنا بھی نہیں کہہ سکتی کہ اپنی بُری حرکتیں چھوڑ دو---میں تمہیں کیا سمجھا رہی ہوں اور تم ہو کہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے ہو۔''

''آپ بھی تو کمال کرتی ہیں۔ شادی نورین سے کرنی ہے اور شائستہ بیگم کی نگاہوں میں اچھا بننے کے لیے الگ سے پاپڑ بیلوں---یہ آپ مجھے کس مصیبت میں پھنسا رہی ہیں؟'' اس نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''یونہی گھر میں بیٹھے بٹھائے دولت بھی تو ہاتھ میں نہیں آتی۔ بہر حال میں کچھ نہیں جانتی۔ خود کو اچھا ثابت کرو تو کروڑوں کی جائیداد کے مالک بن سکتے ہو۔ قسمت ایک شاندار موقعہ دے رہی ہے' چاہو تو اس سے فائدہ اُٹھا لو اور چاہو تو اِسے چھوڑ دو۔'' فاخرہ بیگم نے حتمی سے لہجے میں کہتے ہوئے فیصلہ اس پر چھوڑ دیا۔

''ماما! یہ جو قسمت وغیرہ کی باتیں ہیں نا' یہ میں نہیں مانتا' مجھے تو بس چھین لینا آتا ہے اور وہ میں چھین بھی لیتا ہوں۔'' وہ قدرے مسکراتے ہوئے بولا۔

''نورین ہمارے سامنے پڑی ہوئی جائیداد ہم سے چھین کر لے جا رہی ہے' دفتر میں تمہارے پاپا سے حساب کتاب مانگ کر مالکوں کی مانند ٹریٹ کر رہی ہے۔ ایسے میں تمہیں کیا کرنا چاہئے' یہ جانتے ہو تم؟''

فاخرہ نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا تو وجاہت چونک گیا' پھر سوچتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''آپ صرف مجھے یہ بتائیں کہ نورین اور رشتے پر راضی ہوگئی ہے یا اُسے راضی کرنا پڑے گا؟''

''کیوں نہیں راضی ہوگی وہ' اتنا اچھا رشتہ---''

''یہ فرض کی ہوئی باتیں نہ کریں' جو حقیقت ہے' وہ مجھے بتائیں---آپ کے بھابی نے اپنا عندیہ دیا ہے یا یہ ساری کھچڑی آپ کے دماغ میں ہی پک رہی ہے؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''وہ اپنا عندیہ دے یا نہ دے۔تم بتاؤ' تم کیا کہتے ہو؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''اگر تو صرف شادی کرنے کی بات ہے تو نورین مجھے قطعاً پسند نہیں ہے اور لازمی بات ہے' دوسروں کی مانند وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتی ہوگی لیکن اگر محض جائیداد کے لیے اُس سے شادی کرنے کا کڑوا گھونٹ پینا ہے تو' ماما! دولت آتے ہوئے کسے بُری لگتی ہے؟'' اس نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''دوسرے لفظوں میں تم کہنا یہ چاہتے ہو کہ تم نورین سے شادی کرلو گے---تو بس ٹھیک ہے۔میں شائستہ بھابی سے بات کرتی ہوں اور تم نورین سے اچھے تعلقات بنانے کی کوشش کرو تا کہ اگر وہ انکار بھی کرنا چاہے تو نہ کرسکے۔'' فاخرہ نے اسے سمجھایا۔

''بیچاری' نورین---!'' وجاہت یہ کہتے ہوئے اچانک ہنس دیا جیسے وہ اُس کے بارے کوئی فیصلہ کر چکا ہو۔

''---اور ہاں' اس بات کا اظہار کسی سے بھی نہیں کرنا کہ ہم نورین کے نام لگنے والی جائیداد سے واقف ہیں---اَب تم باقاعدگی سے آفس جایا کرو' تمہارے پاپا بھی آج کل بہت پریشان ہیں۔'' فاخرہ نے کہا۔

''یہ ایک دم سارے احکامات مجھ پر لاگو مت کریں' بہت مشکل ہوگا---اَب میں جاؤں۔'' وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

''ہاں---لیکن گھر جلدی آجایا کرو۔''

وجاہت نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ سنی اَن سنی کرتا ہوا باہر کی سمت نکلتا چلا گیا۔فاخرہ بیگم کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ آگئی جیسے وہ اَب بہت کچھ کرسکتی ہے۔

☆☆☆

فرید کو اپنے آفس میں آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی مگر اُس نے وہاں آکر کوئی کام نہیں کیا تھا۔اُس پر گھٹن کی کیفیت طاری تھی' اُسے اپنی ساری محنت رائیگاں جاتی دِکھائی دے رہی تھی۔اصل میں یہ کیفیت اُس پر رات ہی سے طاری ہوئی تھی اور اس کی وجہ باسط تھا۔اس نے باتوں ہی باتوں میں ایک بہت ہی اہم نکتے کی جانب اشارہ کر دیا تھا جو اُس کے کیریئر کے لیے بہت ہی اہمیت رکھتا تھا۔رات کو اُس نے باسط کی بات پر اتنا دھیان تو نہیں دیا تھا لیکن اس کی بات سمجھ گیا تھا۔اَب وہ جیسے ہی آفس آیا تو باسط کے کہے ہوئے نکتے کی اہمیت بہت واضح ہو کر اُس کے سامنے آگئی تھی۔اِس وقت وہ سوچ رہا تھا کہ باسط اُس کے لیے کتنا مخلص اور ہمدرد ہے---گزشتہ رات جب وہ لیپ ٹاپ میں اُلجھا ہوا تھا' وہ چائے بنا کر لے آیا اور اُس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

''یار آج چھٹی کا دِن تھا' پھر بھی تم نے گھر میں دفتر کھولا ہوا ہے۔بند کرو اسے اور میرے ہاتھوں کی بنی ہوئی جوشاندہ نما چائے کا لطف لو۔''

''بس' یار! میں چاہتا ہوں کہ رپورٹ آج ہی فائنل کرلوں اور کل باس کو دے دوں' یہ بہت اہم ہے۔'' فرید نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

باسط نے اطمینان سے چائے کا سپ لیا' پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

''یار! میں نے تو اَب تک یہی سنا تھا کہ لوگ کتابی کیڑے ہوتے ہیں لیکن تم تو رپورٹ پکڑے ہو۔ ہر وقت رپورٹ' رپورٹ---تم کسی جاسوسی کرنے والے ادارے میں بھرتی کیوں نہیں ہو جاتے ہو؟''

''لو یار! رکھ دیا' بعد میں دیکھ لوں گا---'' یہ کہہ کر فرید نے لیپ ٹاپ ایک جانب رکھا اور پھر اس کی جانب دیکھ کر چائے کا مگ اُٹھا لیا' پھر سپ لیتے ہوئے بولا۔ ''ویسے' باسط! آج کل تم بھی تو خاصی محنت کرنے لگے ہو' کہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزے نے رنگ تو نہیں پکڑ لیا؟''

''ایسی بات نہیں ہے' میری جان! وقت کے ساتھ ساتھ بندے کی اہلیت اور صلاحیتوں کے بارے میں پتہ چلتا ہے تو پھر ذمہ داری بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اصل میں یہ آپ کا تاثر ہی تو ہے جو دوسروں کو آپ کی جانب متوجہ کرتا ہے کہ آپ اہل ہیں یا نہیں---؟'' باسط نے اسے سمجھایا۔

''ہاں' یہ کام کرنے کا انداز ہی ہے جسے محنت کہتے ہیں۔ میں نے محنت کی' جس کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ ویگنوں' بسوں میں دھکے کھانے کی بجائے گاڑی میں دفتر جاتے ہیں اور---''

فرید نے کہنا چاہا لیکن باسط نے اُس کی بات قطعہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تاثر کی اہمیت کو تم اَب بھی نہیں سمجھے ہو---میں کافی دِنوں سے ایک بات سوچ رہا ہوں' بلاشبہ وہ تمہارے دماغ میں بھی ہونی چاہئے۔'' یہ کہہ کر اس نے فرید کی طرف دیکھا' وہ خاموش رہا تو بولا۔ ''یہ تمہارے باس کو آخر حسن اینڈ کمپنی سے دُشمنی کیوں ہے۔ صرف اُسے ٹارگٹ بنایا ہے' بے تحاشا خرچ کر رہا ہے۔ مارکیٹ میں اور بھی کاروباری لوگ ہیں۔ ساری توجہ اس کمپنی پر کیوں؟''

''ہوں---'' فرید نے ہنکارہ بھرتے ہوئے اِس کی جانب دیکھا پھر چند لمحوں بعد بولا۔ ''میں اکثر سوچتا ہوں کہ اپنے باس سے وجہ پوچھوں لیکن اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوئی۔''

''تو بات کرو' میری جان---!'' اس نے تیزی سے کہا' پھر سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''میں مانتا ہوں کہ حسن اینڈ کمپنی کی ناکامی سے تمہاری کمپنی مارکیٹ میں مضبوط ہوگی لیکن سارا ہی فوکس اس کمپنی پر کیوں---تم نے بہت زیادہ ہوم ورک کیا ہے' تمہیں معلوم ہونا چاہئے یہ بنیادی بات---؟''

''تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ اندر کی بات کیا ہے' یہ کم از کم مجھے معلوم ہونی چاہئے۔'' فرید نے سوچتے ہوئے کہا۔

''یونہی گدھے کی مانند محنت مت کرو۔''

باسط نے کہا تو اس پر دونوں ہی قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔ رات بات آئی گئی ہوگئی تھی لیکن اس وقت فرید کو وہ بات بہت اہم معلوم ہو رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ باس سے اِس موضوع پر آج ہی بات کرے' پھر وہ فیصلہ کر کے اُٹھ گیا۔

رضوان شاہ اپنے آفس ہی میں موجود تھا' فرید کا چہرہ دیکھتے ہی وہ کھل اُٹھا اور اسے بڑے تپاک سے ملا۔ گپ شپ کے دوران چائے بھی آ گئی۔ وہ دونوں مختلف موضوعات پر بات کرتے رہے جو مارکیٹ اور حسن اینڈ کمپنی ہی کے بارے میں تھیں۔ باتوں باتوں میں جب رضوان شاہ نے یہ کہا کہ ہم نے مارکیٹ میں اچھی خاصی گرفت لے لی ہے اور اس میں تمہاری محنت بھی شامل ہے' ہمیں اس پر فخر ہے تو فرید نے اسی لمحے اپنی بات کہنے کی ٹھان لی۔

''سر! میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں' کئی دِنوں سے میرے ذہن میں ہے۔''

''ایسی کیا بات ہے فرید! آپ کھل کر کہیں' کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' رضوان شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ نے اپنا سارا فوکس اور ساری صلاحیت حسن اینڈ کمپنی ہی پر کیوں لگائی ہوئی ہے' مارکیٹ میں دوسرے لوگ بھی تو موجود ہیں۔'' اُس نے پوچھا۔

''میں سمجھ گیا' آپ کیا کہنا چاہتے ہو۔ میرے خیال میں تو یہ سوال آپ کو بہت پہلے کرنا چاہیے تھا لیکن آپ نے اپنے پروفیشنل ہونے کا ثبوت دیا ہے--- خیر' میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ آپ کے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا کیونکہ یہ فطری سی بات ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے چند لمحے یوں سوچا جیسے کسی بات کا سرا پکڑ رہا ہو' پھر کافی حد تک جذباتی سے لہجے میں بولا۔ ''کبھی میں بھی حسن اینڈ کمپنی میں کام کرتا تھا۔ اس وقت نواب صاحب خود اپنے کاروبار کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ وہ بہت اچھے انسان تھے' اُن کا اپنے ملازمین کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوتا تھا۔ دوسروں کی مانند میں بھی اپنا کیریئر بنانے کے لیے بہت محنت کرتا تھا' جیسے آپ کر رہے ہیں۔ اس وقت وہاں پر وہ شخص بھی کام کرتا تھا جو اس وقت کمپنی کو چلا رہا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے' وقار احمد---؟'' فرید نے وضاحت چاہی۔

''ہاں' وہی--- مجھے صرف اُسی سے مطلب ہے۔ اُس نے ایک گہری سازش کے ذریعے مجھے اِس کمپنی سے ذلیل و رسوا کر کے نکلوا دیا تھا۔ اُس نے مجھ پر غبن کا الزام لگایا تھا اور ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ نواب صاحب چونکہ اچھے اِنسان تھے سو انہوں نے کوئی قانونی کارروائی تو نہیں کی البتہ مجھے ملازمت سے فارغ کر دیا۔ میں دراصل اعتماد میں دھوکا کھا گیا تھا۔''

''آپ کس پر اعتماد کرتے تھے' نواب صاحب پر یا وقار احمد پر---؟'' اس نے پوچھا۔

''وقار احمد پر--- اصل میں وہ رقم اُسی نے غبن کی تھی جس کا الزام مجھ پر لگ گیا۔ چند ہزار روپوں کی خاطر اُس نے میرا پورا کیریئر داؤ پر لگا دیا تھا۔ نواب صاحب نے کارروائی شاید اِس لیے نہیں کی تھی کہ اُنہیں اصل صورتِ حال کا پتہ چل گیا تھا۔ مگر وہ کچھ کر نہیں سکے کیونکہ وقار احمد کے گھر اُن کی بہن تھی۔''

''اوہ' تو وہ آپس میں رشتے دار تھے۔'' یہ فرید کے لیے نئی بات تھی۔

''ہاں--- کچھ عرصے بعد نواب صاحب اِنتقال کر گئے' اس کے بعد اُن کی بیگم ہی نے بزنس کی دیکھ بھال کی اور تب وہاں پر وقار احمد کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ اَب شائستہ بیگم کے بیمار ہونے کی وجہ سے اور رشتے داری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وقار احمد نے کمپنی اپنے قبضے میں کر لی ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے گہرا سانس لیا جیسے اپنے جذبات پر قابو پا رہا ہو' پھر بدلے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''فرید! جس دِن مجھے ذلیل و رسوا کر کے اُس کمپنی سے نکالا گیا تھا' اِسی دِن میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وقار احمد کو نہیں چھوڑوں گا۔''

''تو اس کا طریقہ آپ نے یہ ڈھونڈا کہ حسن اینڈ کمپنی کو مارکیٹ سے---''

اِس نے کہنا چاہا لیکن رضوان شاہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''نہیں' مجھے حسن اینڈ کمپنی سے نہیں' وقار احمد سے مطلب ہے۔ میں

اُسے ہر حالت میں سڑک پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے سینے میں اُس کے خلاف جو نفرت ہے' اس کی ایک جھلک کا بھی اندازہ نہیں ہے آپ کو---''
رضوان شاہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سر! وقار احمد سے بدلہ لینے کے اور بہت سے طریقے بھی ہو سکتے ہیں۔ حسن اینڈ کمپنی کو ختم کرنے کا اِتنا لمبا راستہ---بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔'' وہ اُلجھتے ہوئے بولا۔ رضوان شاہ نے تحمل سے کہا۔

''میَں چاہتا تو اُس سے اِنتقام لے سکتا تھا لیکن اِس کے اثرات جو میرے خاندان پر پڑتے' وہ بہت بھیانک ہوتے۔ وقار احمد بہر حال ایک طاقتور آدمی تھا اور ہے۔ وہ فقط کمپنی ہی نہیں چلا رہا' اُس کے دوسرے بہت سے کالے دھندے ہیں۔ اُس کی پشت پر بہت لوگ ہیں جو بڑے رسوخ والے ہیں۔ میَں نے محتاط روش اختیار کی---اس کے لیے تو یہی بڑی بات ہے کہ میَں اُس کے برابر مارکیٹ میں ہوں۔ اَب وہ میرا کچھ نہیں کر پا رہا ہے۔'' وہ عزم سے کہتے ہوئے خیالوں میں کھو گیا۔

''سر! آپ وہاں محض ملازم تھے اور وہ بھی فارغ کر دیئے گئے۔ اَب شاہ ایسوسی ایٹ---اِتنا پھیلاؤ' یہ کیسے؟'' فرید کے لیے یہ حیران کن بات تھی۔

''کیا میری پشت پر لوگ نہیں ہو سکتے؟---خیر' ایک موٹی سی بات سمجھ لو۔ کچھ لوگوں کے لیے میَں ایک ایسا گھوڑا ہوں جس پر رقم لگانے سے وہ ہمیشہ جیتتے ہیں' کبھی نہیں ہارتے۔ فراڈ محض ہندسوں کے ہیر پھیر میں نہیں ہوتا' اور بہت سارے راستے ہیں اور فرید! جب تم اس راہ پر چلتے ہوئے تھوڑا اور آگے جاؤ گے تو تمھیں بھی احساس ہوگا کہ تم کیا ہو اور اِس دُنیا کے لوگ کیا ہیں۔'' وہ اِسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''حیران کن---میرا پہلے ایسا وژن نہیں تھا۔'' فرید نے اعتراف کیا۔

''اَب خیال رکھنا---ڈرنے یا جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے' بے خوف کام کرو۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم نے مجھ سے پوچھ لیا ہے۔ ہمیں کمپنی سے نہیں' وقار احمد سے دِلچسپی ہے۔''

''ٹھیک ہے' سر! میرے ذہن میں رہے گا۔''

فرید نے یہ کہتے ہوئے گویا بات ہی ختم کر دی۔ اِس دوران اِسے باسط کی کہی ہوئی بات بہت زیادہ یاد آنے لگی۔ بلاشبہ وہ اِن حالات پر اِس سے زیادہ گہری نگاہ رکھتا تھا---وہ کچھ دیر مزید وہاں بیٹھا' پھر اُٹھ کر اپنے آفس میں آ گیا جہاں اِس نے پورے حالات میں صورتِ حال کا جائزہ لیا تو بہت سارے پہلو واضح طور پر دِکھائی دیئے جن پر وہ کام کر سکتا تھا لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اِس کے اندر انجانی سی بے چینی بھی اُبھر آئی تھی جسے وہ بالکل نہیں سمجھ پا رہا تھا۔

☆☆☆

نورین اس وقت اپنے آفس میں تھی اور اپنی چیزیں سمیٹنے میں یوں مصروف تھی جیسے وہ آفس سے جانا چاہ رہی ہو۔ اُس نے کچھ دیر پہلے ڈاکٹر نگہت کو فون کیا تھا اور اُس نے ملاقات کے لیے وقت دے دیا تو وہ اسی کی جانب جانے کے لیے وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ اس وقت جب وہ اپنا پرس اُٹھا کر باہر جانے کے لیے قدم بڑھانا چاہتی تھی' اُس کے آفس میں وجاہت آ گیا۔ یہ بہر حال خلافِ معمول بات تھی۔ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ اُس کے آفس میں آیا ہو۔ اُن کے درمیان تو کبھی کبھار بات ہوا کرتی تھی اور یہ بات کبھی بھی دو چار فقروں سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ نورین اندر سے تھوڑا خوف زدہ ہو گئی تھی' وجاہت کا تاثر ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس کا یوں اُس کے آفس میں آ جانا اور پھر اس وقت جب وہ ڈاکٹر نگہت کے ہاں جانے کے لیے تیار تھی' اُسے کوئی اچھا شگون نہیں لگا تھا۔ ایک دَم سے نورین کے من میں وہم بیٹھ گیا' اُس نے پہلو بچا کر نکلنا چاہا تو وہ بولا۔

''کہیں جا رہی ہو؟''

''ہاں---''

اُس نے ہنکارہ بھرا اور اسے نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھی تو وجاہت نے اپنا بازو اُس کے سامنے کر دیا۔ جس سے اُسے رُکنا پڑا۔ اُس نے وجاہت کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں ہلکی سی مسکراہٹ تھی' اس نے بازو ہٹا لیا۔

''دل چاہ رہا تھا کہ تم سے تھوڑی گپ شپ کی جائے تاکہ---' اس نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''سوری' وجاہت! میرے پاس گپ شپ کے لیے وقت نہیں ہے' مَیں مصروف ہوں۔ آپ یہ اہم ترین کام کسی اور وقت پر اُٹھا رکھیں۔'' یہ کہہ کر اُس نے آگے بڑھنا چاہا تو وہ ذرا سے سخت لہجے میں بولا۔

''مَیں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں اور تم اتنے تکلف' اتنے روکھے پن سے جواب دے رہی ہو۔ کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ مَیں یہاں تمہارے پاس آیا ہوں؟''

''بات اور گپ شپ میں فرق ہوتا ہے' وجاہت! رہا تکلف تو میرا نہیں خیال کہ ہم میں کوئی بے تکلفی بھی ہے--- خیر' اگر آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو کہیں' مَیں سن رہی ہوں---'' اُس نے بڑے ہی تحمل سے کہا اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''تم جس لہجے میں بات کر رہی ہو' مجھے ایسا لہجہ ہی پسند نہیں ہے--- بدتمیزی مجھے تم سے زیادہ کرنا آتی ہے لہٰذا میرے ساتھ بات کرتے ہوئے اپنے لہجے پر غور کرو۔'' اس نے تقریباً غراتے ہوئے کہا۔

''جی' فرمائیں' آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' بادلِ نخواستہ اُس نے پھر تحمل سے کہا۔

''یہ ہوئی نا' بات--- لیکن اَب میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ اس سے پہلے ہمارے درمیان جو تکلف اور اجنبیت کی دیواریں ہیں' انہیں گرانا ہو گا۔ ممکن ہے' تمہارے ذہن میں میرے بارے میں غلط فہمیاں ہوں' پہلے انہیں دُور ہونا چاہیے--- کیا خیال ہے تمہارا؟'' وہ خاصی حد تک اچھے لہجے میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''میں پھر کہوں گی' وجاہت! آپ چاہتے کیا ہیں؟'' اُس نے اُلجھتے ہوئے پوچھا۔

''اِس چاہنے یا نہ چاہنے کو بھی چھوڑ دو نورین! جس تعلق پر شک کی دھول پڑی ہوئی ہو' میرا خیال ہے کہ پہلے اس دھول کو صاف کر لینا چاہئے--- آؤ' آج لنچ باہر کرتے ہیں بہت ہی خوشگوار ماحول میں---'' وجاہت نے یوں کہا جیسے وہ اُس پر کوئی خزانہ لٹا دینا چاہتا ہو۔

''سوری' وجاہت! میں آج مصروف ہوں' پھر کسی وقت سہی---''

نورین نے صاف انداز میں کہہ دیا تو وجاہت کو یوں لگا جیسے یہ اُس نے توقع کے عین مطابق کہا ہو۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''تم لا اُبالی سی' بھولی سی اور تھوڑی سی ناسمجھ بھی ہو ورنہ! میری آفر کو نظرانداز نہ کرتیں--- خیر میں تمہارے ساتھ بہت ہی نرم رویہ رکھنا چاہتا ہوں' ویسا ہی جیسے گلاب پر شبنم کی نرم پھوار ہوتی ہے۔ تم سوچنا' اور غور کرنا کہ میں تمہارے ساتھ نرم رویہ کیوں رکھنا چاہتا ہوں؟''

وجاہت نے کہا اور پھر ایک دَم سے پلٹ کر باہر کی جانب چل دیا۔ نورین اس کی باتوں اور رویے پر غور کرتی رہ گئی۔ وہ کتنے ہی لمحے اس اُلجھن میں رہی' پھر جیسے ہی اُسے ڈاکٹر نگہت کا خیال آیا' اُس نے ساری سوچوں کو ایک جانب جھٹکا اور آفس سے نکلتی چلی گئی--- اگرچہ وجاہت کا لہجہ' انداز اور اس سے ملنے کی خواہش میں لنچ کی آفر خلافِ معمول بات تھی لیکن اس کے پس منظر میں کیا ہے؟ نورین اس پر سوچتی ہوئی ڈاکٹر نگہت کے کلینک جا پہنچی۔ وہ بہت تپاک سے ملی۔ وہ جان چکی تھی کہ نورین بہرحال ایک بزنس وومین ہے۔ یہ ایسا وقت تھا جب کلینک میں کوئی مریض نہیں تھا۔ وہ اُسے لیے اپنے ڈرائنگ روم میں چلی گئی جہاں تھوڑے بہت تعارف اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد نورین ہی نے کہا۔

''ڈاکٹر! مجھے احساس ہے کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے۔ اِس لیے میں زیادہ---''

''اوہ نو' مس نورین! ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ سکون سے بات کریں۔ یقین جانیں' اگر میں آپ کے لیے کچھ کر سکی تو مجھے بہت خوشی ہوگی--- پلیز' آپ بتائیں؟'' وہ بہت ہی اچھے انداز میں بولی۔

''اصل میں یہ بہت پرانا واقعہ ہے۔ آپ کی ماما ڈاکٹر فرزانہ نے ایک بچی کو پیدائش کے دِن ہی کسی کی گود میں دے دیا تھا۔'' یہ کہتے ہوئے اُس نے شائستہ بیگم سے سنا ہوا سارا واقعہ دُہرا دیا۔

''میں آپ کی بات سمجھ گئی ہوں اور اَب تک آپ نے جو کوشش کی ہے' اس کا بھی احساس ہے مجھے--- آپ چاہتی کیا ہیں؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

''میری ساری بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی ماما نے کبھی آپ سے یہ ذِکر کیا ہو جس سے اس بچی کے والدین کے بارے میں تھوڑا بہت ہی سہی' سراغ مل جائے۔'' نورین نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر نگہت چند لمحے سوچتی رہی پھر اُلجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' اُنہوں نے کبھی مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔'' اس کے یوں کہنے پر نورین کا چہرہ ایک دَم سے دُھواں دُھواں ہو گیا' وہ مایوسی میں ڈپریشن کا شکار ہونے لگی۔ ''لیکن ممکن ہے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔''

یہ بات سنتے ہی نورین ایک دَم سے زندہ ہو گئی۔

''وہ کیسے---'' کیا ایسی کوئی صورت ہے؟'' وہ انتہائی سرعت سے بولی۔

''ہاں، ہے---دراصل ماما ڈائری لکھا کرتی تھیں، مستقل تو نہیں لیکن اپنے تجربے کی وہ اہم باتیں جو میرے کام آ سکتی تھیں، وہ ضرور نوٹ کرتی تھیں۔ ماما مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتی تھیں، اُن کا بہت سارا تجربہ اُن کی ڈائریوں میں محفوظ ہے۔''

''کہاں ہیں وہ ڈائریاں، کیا میں اُنہیں دیکھ سکتی ہوں؟'' نورین نے انتہائی بے تابی سے پوچھا۔

''وہ ہیں میرے پاس اور میں نے اُنہیں سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ آپ کم از کم ایک دِن میں انہیں نہیں دیکھ سکتیں لیکن آپ کی بے تابی کو دیکھتے ہوئے میں کوشش کرتی ہوں۔ آپ وہ زمانہ مجھے لکھ کر دے دیں، میں اُن میں دیکھوں گی اور اگر کوئی حوالہ ملا تو میں خود آپ کو مطلع کر دوں گی۔

''ڈاکٹر نے بڑے اچھے انداز میں اُسے بات سمجھائی۔

''یہ تو---میرا مطلب ہے، اگر میں مدد کر سکوں تو---؟'' وہ انتہائی جذبات کی اس کیفیت میں تھی جہاں وہ ٹھیک طرح سے بول بھی نہیں پا رہی تھی۔

''اگر ممکن ہوتا، مس نورین! تو میں آپ کو دِکھا دیتی---آپ فکر نہ کریں، میں پہلی فرصت میں یہ ضرور تلاش کروں گی۔''

اس نے اطمینان دلایا اور پھر باتوں کا موضوع بدل دیا۔ نورین زیادہ دیر وہاں نہ بیٹھ سکی اور اُٹھ گئی۔ اُس کے ذہن میں آندھی سی چل رہی تھی۔ اُسے لگا تھا کہ منزل قریب آ گئی ہے لیکن قریب آتے ہوئے یہ منزل بہت دُور چلی گئی تھی۔ وہ بہت حد تک مایوسی کے عالم میں کلینک سے نکلی تھی۔

☆☆☆

حسن لاج کے پورچ میں فاخرہ بیگم نے گاڑی روکی اور پھر اپنا پرس سنبھالتی ہوئی اندر چلی گئی۔ اِسے صفیہ کہیں دِکھائی نہیں دی بلکہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی شائستہ بیگم پر نگاہ پڑی جو خاصی تر و تازہ دِکھائی دے رہی تھی۔ اتنے میں صفیہ بھی نمودار ہو گئی، فاخرہ بیگم نے اِسے نظر انداز کرتے ہوئے شائستہ بیگم کی جانب دیکھا اور پھر خوشگوار لہجے میں بولی۔

''ماشاءاللہ! آج تو آپ بہت فریش لگ رہی ہیں۔ اللہ نظرِ بد سے بچائے، آپ تو کہیں سے بھی بیمار دِکھائی نہیں دے رہیں---'' یہ کہتے ہوئے اس نے پرس کھولا، اس میں سے چند بڑے نوٹ نکال کر شائستہ بیگم کے سر پر وارے اور پھر صفیہ کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''یہ لو صفیہ! ہمارے لیے تم سے زیادہ مستحق کون ہو سکتا ہے۔''

صفیہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر نوٹ لیے اور چائے بنانے کا کہہ کر فوراً ہی پلٹ گئی۔ فاخرہ بیگم نے بڑے ہنر کے ساتھ دونوں کو خوش کر دیا تھا، اس پر شائستہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی۔

''ارے فاخرہ! بھئی تم بھی کمال کرتی ہو، اس عمر میں بھلا مجھے کیا نظر لگے گی۔ مجھ سے زیادہ جوان تو تم دِکھائی دیتی ہو۔ مجھے تو مار دیا دُکھوں نے، تنہائی نے اور اپنوں کے غم نے---'' یہ کہتے ہوئے وہ افسردہ ہو گئی۔

فاخرہ اُس کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''نہ بھابی! ایسا مت سوچیں۔ اَب جس طرح قسمت میں لکھا تھا، وہ تو پورا ہو کے رہتا

ہے۔کون چاہتا تھا کہ آپ بھری جوانی میں بیوہ ہو جاتیں---'' پھر ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔''بھائی کے دور میں یہی حسن لاج کس قدر خوشیوں سے' قہقہوں سے گونجا کرتا تھا۔''

''ہاں--- اَب وہ دِن زندگی میں لوٹ کر پھر کبھی نہیں آئیں گے' شاید وقت کی جھولی میں اَب ہمارے لیے خوشیوں کے گلاب نہیں رہے۔'' شائستہ بیگم نے افسردگی سے کہا۔

''ایسا نہیں سوچئے' بھابی! ماشاللہ وجاہت اور نورین کی شادی ہوگئی تو اُسی دِن حسن لاج میں پھر سے خوشیاں مہکیں گی۔'' یہ کہہ کر اُس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔''بھابی! آپ نے بات کی تھی نورین سے اس سلسلے میں---؟''

''ہاں' مَیں نے اُس سے بات کی تھی مگر اُس نے کوئی واضح جواب نہیں دیا' یوں جیسے اس نے کوئی اہمیت نہ دی ہو---مطلب' اُس نے کسی بھی طرح خوشی کا اظہار نہیں کیا۔'' شائستہ بیگم نے خلوصِ دِل سے صاف صاف کہہ دیا۔

''کمال ہے' اُس نے ایسا رویہ کیوں اپنایا؟ اُسے تو بہت خوش ہونا چاہئے تھا کہ اُس کی شادی ایک اعلیٰ خاندان میں ہو رہی ہے' ایک بڑے گھر میں بیاہی جا رہی ہے ورنہ کون جانے کہ وہ کس کی اولاد ہے؟''

فاخرہ بیگم نے نورین کے بارے میں دبے دبے غصے میں کہا جس پر شائستہ بیگم نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جیسے یوں کہنا اُسے اچھا نہ لگا ہو' پھر چند لمحوں بعد محتاط سے لہجے میں بولی۔

''فاخرہ! یہ بات تو یقینی ہے کہ نورین جائز اولاد ہے۔مَیں نے اُسے سڑک پر سے نہیں اُٹھایا بلکہ بڑے با اعتماد ذریعے سے گود میں لیا ہے۔مَیں نے اُسے کبھی لے پالک ہونے کا احساس نہیں دیا' ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا ہے اور تم بھی اُسے مری بیٹی سمجھا کرو۔''

انہی لمحات میں فاخرہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا کہ اس نے جذبات میں آ کر نورین کے بارے میں بہت غلط قسم کا تبصرہ کر دیا ہے' اِس لیے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

''آپ نے میری بات کو نجانے کس انداز میں لے لیا ہے۔مَیں نے اُسے بیٹی سمجھا ہے تو اپنے بیٹے کے لیے مانگ رہی ہوں۔وہ لے پالک ہے' یہ بات صرف ہم جانتے ہیں اسی لیے تو کہتی ہوں کہ گھر کی بات گھر ہی میں رہ جائے۔کیا یہ زیادہ اچھا نہیں ہے' باہر اگر کسی نے اُس کے بارے میں پوچھ لیا تو---؟'' فاخرہ بیگم نے اپنی بات منوانے کا ایک جواز تلاش کر لیا تھا۔

''ہاں' تم ٹھیک کہتی ہو لیکن مَیں اُس کے رویئے کی بات کر رہی ہوں۔ظاہر ہے' سوچنے سمجھنے کے لیے اپنے بچوں کو وقت تو دینا چاہئے' پھر اچھا یا بُرا ہم بعد میں سمجھا لیں گے یا ممکن ہے اس کی ضرورت نہ پڑے۔تم اس قدر جلد بازی مت کرو فاخرہ!''

''ٹھیک ہے' جیسا آپ کہتی ہیں---مَیں تو چاہ رہی تھی کہ یہ ماحول' حالات اور مایوی ختم ہو جائیں مگر ایک بات ہے' بچوں کو اتنا بھی سوچنے کے لیے وقت نہ دیا جائے کہ---''

''ہاں' مَیں اُس سے آج ہی بات کروں گی' تم فکر نہ کرو---''

شائستہ بیگم نے یہ کہہ کر بات ختم کرنا چاہی اور تب ہی صفیہ چائے لے آئی۔ پھر باتوں کا موضوع ہی بدل گیا اور باتوں میں وقت کا احساس ہی نہیں رہا۔ فاخرہ بیگم دوپہر ہوتے ہی واپس چلی گئی لیکن شائستہ بیگم کے لیے کئی سوال چھوڑ گئی۔ جنہیں سوچتے ہوئے اُس کی دوپہر ڈھل گئی۔

اس دِن شام کی چائے پر شائستہ بیگم کے ذہن میں بہت سارے سوال مچل رہے تھے۔ اگر چہ ان سارے سوالوں کی بنیاد میں فاخرہ بیگم کی سوچ شامل تھی لیکن سامنے بیٹھی گم صم نورین کا چہرہ بھی وہ سب پوچھ لینے کی خواہش کو بڑھا رہا تھا جو نورین کے من میں تھا' تاہم شائستہ بیگم خود بھی نہیں چاہ رہی تھی کہ فیصلہ کرنے میں جلدی کرے۔ اُسے یہ احساس ضرور ہو گیا تھا کہ وجاہت کے نام پر خوشی کا اظہار نہ کرنا ہی نورین کے من میں چھپے اِنکار کو ظاہر کر رہا ہے مگر وہ چاہ رہی تھی کہ ایک بار تو نورین اپنے من کی بات اُس پر ظاہر کر دے' پھر وہ اس کے ہر فیصلے کو مان لے گی' وہ بات تو کرے۔ اسی اُلجھن میں شائستہ بیگم نے نورین کے چہرے پر دیکھا اور دِھیرے سے پوچھا۔

''نورین بیٹی! آج کل تم کھوئی کھوئی سی' خاموش خاموش کیوں رہتی ہو۔ پہلے تو حسن لاج تمہاری چہکار سے گونجتا رہتا تھا۔''

نورین نے شائستہ بیگم کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں بہت سارے سوالوں کے چراغ روشن تھے۔ وہ ان کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔ اِسے یہ احساس اچھی طرح تھا کہ اگر اس نے اپنے والدین کی تلاش کے بارے میں اُنہیں بتایا تو کہیں اُن کی طبیعت پھر سے نہ بگڑ جائے' اس لیے نگاہیں چراتے ہوئے بولی۔

''نہیں تو' ماما! ایسی کوئی بات نہیں۔'' اس نے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

''یہ ٹھیک نہیں ہے' بیٹی! اگر تم کہتی کہ ہاں' یہ وجہ ہے میرے خاموش رہنے کی تو مَیں مان جاتی اور مجھے خوشی ہوتی۔'' شائستہ بیگم نے افسردگی سے کہا۔

''مَیں سمجھی نہیں' ماما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' وہ چونکتے ہوئے بولی۔

''اِس میں سمجھنے والی کون سی بات ہے؟ مَیں نے تم سے ایک بات پوچھی تھی اور ظاہر ہے' تم اِس سے متعلق سوچو گی جو بہر حال پوری زندگی کا فیصلہ ہے۔''

اُس نے عام سے لہجے میں کہا تو نورین کو یاد آ گیا کہ وہ کیا بات کر رہی ہے۔ اِس لیے جلدی سے بولی۔

''اچھا' وہ --- مَیں سمجھی' پتہ نہیں کیا بات ہے --- نہیں' ماما! وہ بات نہیں ہے۔ آج کل آفس میں کام کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ آپ تصوّر نہیں کر سکتیں کہ معاملات کس حد تک اُلجھ گئے ہیں اور اِنہیں ---''

وہ بہانہ بنا کر اس موضوع کو بدل دینا چاہ رہی تھی کہ شائستہ بیگم نے ذرا سختی سے کہا۔

''نورین! کیا مَیں سمجھ لوں کہ تم نے میری بات کو اہمیت نہیں دی۔ کیا تمہیں پھر سے یاد دلانا پڑے گا کہ مَیں نے وجاہت کے بارے میں تم سے رائے پوچھی تھی؟''

''نہیں' ماما ---!'' وہ تیزی سے بولی' اس کے لہجے میں احترام تھا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ مَیں آپ کی بات کو اہمیت نہ دوں۔ میری رائے

تب بھی وہی تھی اور اب بھی وہی ہے۔ اس پر سوچنے یا خاموش ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''کیا مطلب' تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' اُس نے واضح انداز میں پوچھا۔

''ماما! پہلے ہی آپ کی طبیعت اچھی نہیں رہتی۔ آپ کے لیے ذرا سا بھی ذہنی دباؤ ٹھیک نہیں' آپ یہ باتیں بالکل نہ سوچا کریں۔ جب آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی نا' تو ہم یہ سارے معاملات دیکھ لیں گے۔ فی الحال آپ انہیں چھوڑ دیں' پلیز---!'' وہ روہانسو ہوتے ہوئے بولی۔

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟--- میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ سارے معاملات اپنی زندگی ہی میں طے کر جاؤں اور تم انہیں نظر انداز کر رہی ہو۔ اگر تم وجاہت کے بارے میں کوئی حتمی رائے رکھتی ہو تو مجھے بتاؤ' مجھ میں سننے کا حوصلہ ہے--- بولو---؟''

وہ حتمی سے لہجے میں بولی جیسے آج ہی فیصلہ کر لینا چاہتی ہو۔ نورین کچھ دیر تک سوچتی رہی' پھر اس نے سر اُٹھا کے بڑے اعتماد سے کہا۔

''ماما! میں وجاہت کے ساتھ کبھی شادی نہیں کروں گی--- اس کی وجہ کیا ہے' آپ مجھ سے نہیں پوچھیں گی۔''

اس کے یوں کہنے پر شائستہ بیگم نے کسی بھی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا جیسے یہ فیصلہ اُسے پہلے ہی سے معلوم ہو' سو بڑے نارمل سے لہجے میں پوچھا۔

''وہ اس قدر بُرا بھی نہیں ہے کہ تم اُسے اتنی بُری طرح سے ریجیکٹ کر دو۔ وہ گھر کا لڑکا ہے یہی ہے نا کہ وہ ذرا غیر ذمے دار ہے۔''

''نہیں' ماما! آپ کو نہیں معلوم کہ وہ کیا شے ہے۔ آپ نہیں جانتیں اُسے' میں جانتی ہوں۔ اُس سے شادی کرنے سے تو اچھا ہے کہ میں ساری زندگی تنہا گزار دوں۔'' نورین نے دبے لفظوں میں بات سمجھانا چاہی۔

''ایسی کیا بات ہے' نورین---؟'' شائستہ بیگم نے انتہائی تجسس سے پوچھا' اصل میں وہ یہی تو جاننا چاہتی تھی۔

''میں نے کہا نا' ماما! آپ وجہ نہیں پوچھیں گی' یہ کسی کی زندگی کا سوال بھی ہو سکتا ہے۔'' وہ ضدی لہجے میں بولی۔

''ٹھیک ہے' نورین! جیسے تمہاری مرضی' مجھے بہر حال تمہاری خوشی عزیز ہے کیونکہ یہ تمہاری زندگی کا معاملہ ہے۔'' وہ مایوسی بھرے لہجے میں بولی۔

''صرف میری نہیں کسی اور کی زندگی بھی--- پلیز' ماما! آپ اس بارے سوچئے گا مت' وقت آنے پر سب کچھ سامنے آ جائے گا--- آئیں' باہر لان میں چلتے ہیں۔''

نورین نے اُٹھتے ہوئے کہا تو شائستہ بیگم چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہی' پھر اُٹھ گئی۔ انہی لمحات میں دروازے سے لگی صفیہ اندر آ گئی اور خاموشی کے ساتھ برتن اُٹھانے لگی۔ اس نے وہ ساری باتیں سن لی تھیں جو ان دونوں کے درمیان ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

وقار احمد اپنے معمول کے مطابق تیار ہو کر ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آ چکا تھا۔ اُس کے سامنے اخبار دھرا ہوا تھا جس میں وہ پوری طرح مگن تھا۔ اس دوران فاخرہ بیگم وہاں آ گئی جس کے پیچھے نوکرانی ناشتے سے بھری ٹرے اُٹھائے ہوئے تھی۔ وہ اپنی نگرانی میں ناشتہ بنواتی اور پھر اپنے شوہر کے ساتھ ہی کرتی تھی۔ نوکرانی نے ٹرے خالی کیا تو واپس پلٹ گئی۔ ابھی اس نے مزید کچن سے کچھ لانا تھا' تب وقار احمد نے اپنی بیگم کا احساس کرتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''بیگم! ویسے یہ بات خوش کن ہے کہ تمہارا بیٹا چند دِنوں سے ریگولر آفس آ رہا ہے۔ کل مَیں نے اُسے نورین کے آفس کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''یہ میرے سمجھانے کا اثر ہے' وقار صاحب! مَیں نے اُس کے دماغ میں بات ہی کچھ اس طرح ڈالی ہے کہ اَب وہ میری آنکھ سے دیکھے گا اور میرے کان ہی سے سنے گا۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں اعتماد اور فخر جھلک رہا تھا۔

''یہی تو --- یہی تو آج تک مَیں کہتا آیا ہوں کہ اپنے بیٹے کو فقط تم ہی سمجھا سکتی ہو۔ میرے کہنے پر وہ کبھی سیدھی راہ پر نہیں آئے گا۔'' وقار احمد نے لاپرواہی سے کہا جس میں کسی قدر طنز بھی شامل تھا۔

''اَب ایسی بھی کوئی بات نہیں --- دراصل' وقار! پہلے تو مجھے خود سمجھ نہیں تھی کہ اُسے کس طرح سمجھاؤں۔ اَب اتفاق سے یہ جائیداد والی بات سامنے آئی ہے تو اُسے بھی دِلچسپی پیدا ہوگئی۔ میرا خیال ہے کہ اَب وہ پوری طرح سدھر جائے گا' اُس کی ذمے داریاں بڑھیں گی۔'' فاخرہ بیگم نے خیال آرائی کی۔

''اللہ کرے' ایسا ہی ہو' ہم بہرحال اُس کا بُرا کیسے سوچ سکتے ہیں تاہم اُسے بھی تو ہماری دِلی ہمدردی کا یقین ہونا چاہئے' اَب تم ہی یہ احساس اُسے دلا سکتی ہو۔'' وقار احمد نے پھر عام سے لہجے میں کہا جیسے اُسے وجاہت کے معاملے میں یقین نہ ہو۔

''پہلے تو وہ بات ہی نہیں سنتا تھا لیکن اَب یہ تو ہوا ہے کہ ہماری بات سنتا ہے۔ دِھیرے دِھیرے مَیں احساس دلاؤں گی تو سب کچھ سمجھ جائے گا --- بس ایک بار اُس کی شادی نورین سے ہو جائے پھر دیکھنا' وہ کیسے بدلتا ہے۔'' فاخرہ بیگم کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی تھی۔

''مَیں دُعا ہی کر سکتا ہوں --- اِس وقت کہاں ہے وہ ---؟''

اُس کے لہجے میں طنز تھا یا وہ دِل سے کہہ رہا تھا' فاخرہ بیگم کو سمجھ نہیں آئی لیکن لاشعوری طور پر اس نے جواب دیا۔

''اپنے کمرے میں ہے' دفتر جانے کے لیے تیار وہ رہا ہے ---''

اِتنے میں نوکرانی آ گئی اور میز پر ٹرے خالی کرنے لگی تبھی فون بج اُٹھا۔ فاخرہ بیگم جھنجھلاتی ہوئی اُٹھ گئی کہ اِس وقت نجانے کس کا فون آ گیا ہے؟ --- وہ چند منٹ فون سنتی رہی۔ اِس دوران وجاہت تیار ہو کر وہیں میز پر آ گیا۔ فاخرہ بیگم فون سن کر وہاں آئی تو اس کے چہرے پر بدحواسی کے ساتھ انتہائی غصہ جھلک رہا تھا۔ اِس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہاں موجود ہر شے کو توڑ پھوڑ دے۔ وقار احمد نے اِس کی جانب دیکھا اور فطری تجسس سے پوچھا۔

''کیا بات ہے' بیگم! خیریت تو ہے ---؟''

اِس پر وجاہت نے چونک کر اپنی ماں کے چہرے کی جانب دیکھا جو غصے میں سرخ ہو رہا تھا --- وہ چند لمحے خود پر قابو پاتی رہی' پھر پھٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

''نورین نے وجاہت سے شادی کرنے کے لیے سختی سے اِنکار کر دیا ہے۔ اُس نے رات شائستہ بھابی سے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ کسی

صورت بھی اس سے شادی نہیں کر سکتی۔''

اس نے یوں کہا جیسے وہ انتہائی غیر متوقع بات کہہ رہی ہو جس پر اسے خود یقین نہ ہو۔ ان تینوں کے درمیان چند لمحے خاموشی رہی جسے وقار احمد نے توڑا۔

''نورین نے انکار کرنے کی وجہ کیا بتائی ہے؟''

''وجہ تو اس نے نہیں بتائی' کہہ رہی تھی کہ یہ کسی کی زندگی کا سوال ہے۔''

فاخرہ بیگم نے کہا تو وجاہت چونک گیا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ تب وقار احمد نے کہا۔

''وہی ہوا نا' بیگم صاحبہ! جو میں نے کہا تھا۔ تمہیں بہت مان تھا کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے انکار کر دیا۔''

''میں تو یہ توقع کر رہی تھی کہ انکار وجاہت کرے گا' نورین نہیں لیکن یہ تو معاملہ ہی اُلٹ ہو گیا۔''

وہ حیرت زدہ ہوتی ہوئی بولی تب وقار احمد نے وجاہت کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ایسا ہونا ہی تھا۔ آپ کے صاحبزادے کی شہرت اور سرگرمیاں ایسی ہیں کہ ذرا سی عقل رکھنے والا بندہ بھی دُور بھاگے گا اور ویسے بھی نورین اس سے کیوں کرے گی شادی---- وہ تعلیم میں اس سے آگے ہے' بزنس کے حلقے میں اُس کی پہچان ہے اور تمہارا صاحبزادہ---- ہونہہ----!''

وقار احمد نے انتہائی ہتک آمیز لہجے میں کہا جس پر وجاہت خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ خاموشی سے اپنے باپ کی بات سن رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر آتے جاتے رنگ بتا رہے تھے کہ اس کے اندر کس قدر ہلچل ہو چکی ہے۔

''آپ کو تو میرے بیٹے کے خلاف کچھ کہنے کے لیے موضوع چاہئے ہوتا ہے اور شروع ہو جاتے ہیں آپ---''

فاخرہ بیگم نے ماحول کو خراب نہ کرنے کی غرض سے کہا لیکن وقار احمد کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

''میرے کہنے یا نہ کہنے سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا---- شکر کرو ہم نے یہ اس شادی کا ذکر باہر کسی سے نہیں کیا ورنہ ہمارا جو مذاق اُڑایا جانا تھا' اس سے ہماری پوزیشن کس قدر خراب ہوتی اور---''

''بس پاپا! بس---'' وجاہت نے اچانک غراتے ہوئے اپنے باپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ چند لمحے خاموشی رہی' پھر اس نے غصے میں کہا۔ ''یہ سب کہہ کر آپ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

''مجھے کچھ بھی ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے' برخوردار! وہ تو اپنے آپ ثابت ہو رہا ہے۔''

وقار احمد نے پھر ہتک آمیز لہجے میں کہا تو فاخرہ بیگم جلدی سے بولی۔

''وقار! میں مانتی ہوں کہ اس لمحے سے پہلے میرا گمان کچھ اور تھا لیکن ایک نورین ہی نے انکار کیا ہے نا' تو کوئی بات نہیں' میں دیکھ لوں گی اس معاملے کو بھی' آپ پریشان نہ ہوں۔'' فاخرہ بیگم نے کسی متوقع ناخوشگواریت سے بچنے کی غرض سے کہا۔

''نہیں' ماما! اب آپ کو نہیں' مجھے دیکھنا ہے یہ سارا معاملہ---'' یہ کہہ کر اس نے اُٹھتے ہوئے باپ کی جانب دیکھا اور ایک عزم سے کہا۔

''اب یہ میری مرضی ہے کہ میں نورین کا انکار کیسے اقرار میں بدلتا ہوں---''

اس نے کہا اور باہر کی جانب چل پڑا' تب فاخرہ جلدی سے اُٹھ کر اس کے پیچھے لپکی۔

''وجاہت' میرے بچے! میری بات تو سنو---''

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے پاس جا پہنچی جو کمرے سے باہر نکل چکا تھا اور اپنی ماں کے آواز دینے پر رُک گیا تھا۔

''کیا کہنا چاہتی ہیں آپ---؟''

''دیکھو' یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ اسے جوش سے حل کیا جائے بلکہ بہت تحمل' برداشت اور حکمت سے کام لینا ہوگا۔ مسئلہ صرف نورین کے انکار کا نہیں ہے' اس کی جائیداد کا ہے۔ جس پر شائستہ بھابی اس نورین کو سانپ کی مانند بٹھانا چاہتی ہے۔'' فاخرہ بیگم نے بہت پیار کے ساتھ اسے سمجھایا۔

''میں اس سانپ کا زہر کچھ اس طرح نکالوں گا کہ وہ ساری عمر پٹختی رہے گی۔ اب یہ میری انا کا مسئلہ بن گیا ہے' ماما! اُس نے میری توہین کی ہے۔ اب آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

وجاہت نے غراتے ہوئے کہا اور تیزی سے باہر کی سمت چل دیا۔ فاخرہ بیگم اسے کھڑی دیکھتی رہی۔ کتنے ہی لمحے یونہی گزر گئے پھر وہ پلٹی تو وقار احمد ناشتہ کر رہا تھا' وہ بھی خاموشی سے وہیں بیٹھ گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی بچھائی ہوئی بساط یوں بھی اُلٹ سکتی ہے۔

☆☆☆

نورین انتہائی جذباتی انداز میں اس سفید لفافے کو دیکھ رہی تھی جسے چند لمحے پہلے دفتر کے ملازم مہر دین نے لا کر اسے دیا تھا۔ ڈاکٹر نگہت نے رات ہی اسے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ اس بچی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے' اُسے اپنی والدہ ڈاکٹر فرزانہ کی ڈائری میں وہ پورا واقعہ درج شدہ مل گیا ہے اور اس نے فوٹو کاپی کروا کر رکھ لیا۔ صبح وہ جس وقت چاہے' اسے منگوا سکتی ہے تب اس نے مہر دین کو بھیجا اور اب اس لفافے میں موجود اپنی ذات کے بارے میں انکشاف کو پڑھنے کی ہمت اپنے اندر جمع کر رہی تھی۔ اس وقت کتنے بے بس لمحات تھے۔ وہ اپنی کھوج میں تھی اور اب جبکہ اس کی پہچان اس کے سامنے پڑی تھی تو اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے---نجانے اس میں کیا موجود ہو؟ چند لمحے یونہی گزر گئے۔ پھر اپنی ساری ہمت اس نے جمع کی اور اس سفید لفافے کو چاک کیا' اندر سے فوٹو سٹیٹ کاغذات برآمد ہوئے' نورین نے انہیں سیدھا کیا اور پڑھنے لگی۔

☆☆☆

ڈاکٹر نگہت کی والدہ' ڈاکٹر فرزانہ ان دنوں سرکاری ہسپتال میں جاب کرتی تھی جب ایک سلمٰی نامی عورت اس کے وارڈ میں آ کر داخل ہوئی۔ وہ اپنے حلیے ہی سے ایک غریب اور محنت کش خاتون دکھائی دیتی تھی۔ درمیانہ سا قد' فربہی مائل جسم' سفید رنگ اور معمولی سے کپڑوں میں وہ عورت اسے تنہا دکھائی دی۔ جس وقت ڈاکٹر فرزانہ ڈیوٹی پر آئی اس وقت سلمٰی دردِ زہ میں مبتلا تھی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس کے ہاں ایک خوبصورت سی بچی نے جنم لیا۔ پھر جیسے ہی اس نے بچی کو دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے' وہ یوں نظر آنے لگی جیسے اس نے کوئی بہت بڑا جرم کر لیا ہو۔ اس کے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ ڈاکٹر فوزیہ کے لیے اس کی حالت حیرت انگیز تھی۔ اسے یوں روتا ہوا دیکھ کر اس نے پوچھا۔

''سلمٰی! کیا ہوا تمہیں' کیوں ایسے رو رہی ہو؟''

''ڈاکٹر صاحبہ! لوگ اولاد پیدا ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن اس بچی کے پیدا ہونے کے بعد تو لگتا ہے' میرا گھر اُجڑ جائے گا۔ میں کہیں کی نہیں رہوں گی---'' وہ ہچکیاں لیتے ہوئے خوف زدہ انداز میں یوں بولی جیسے یہ بچی اس کی بدقسمتی اپنے ساتھ لے کر آئی ہے۔

''کیا ہوا ہے تمہیں' کیوں ایسی باتیں کر رہی ہو تم---میں سمجھی نہیں' تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟''

ڈاکٹر فرزانہ واقعتاً اس کی پتا نہیں سمجھ پا رہی تھی' تب سلمٰی زار و زار روتے ہوئے بولی۔

''میری پہلے ہی دو بیٹیاں ہیں۔ میرا خاوند جب مجھے یہاں چھوڑ کر گیا تھا' تب اُس نے مجھے یہی کہا تھا کہ اگر میرے اس بار بیٹی پیدا ہوئی تو وہ مجھے گھر سے نکال دے گا---اُسے بیٹا چاہیے' ڈاکٹر صاحبہ! نجانے یہ کیسا امتحان ہے---''

''کہاں ہے تمہارا خاوند' میں اُسے سمجھاتی ہوں کہ بیٹیاں تو اللہ کی رحمت ہوتی ہیں اور یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ بیٹا پیدا ہو یا بیٹی' یہ تو اللہ کی مرضی ہے۔'' وہ حیرت ملے لہجے میں بولی۔

''نہیں' وہ نہیں آئے گا۔ اُس نے کہا تھا کہ اگر بیٹی پیدا ہوئی تو گھر مت آنا۔ وہ تو اب تک آیا ہی نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے نوزائیدہ بچی کی طرف دیکھا اور نفرت ملے لہجے میں بولی۔ ''اس بیٹی نے تو میری زندگی برباد کر دی ہے۔ کاش' یہ زندہ پیدا ہی نہ ہوتی۔ میرا تو جی چاہ رہا ہے' اس کا گلا گھونٹ دوں۔''

''میں تمہارا دُکھ سمجھ رہی ہوں' سلمٰی! لیکن یہ ننھی سی جان جسے پیدا ہوئے محض چند گھنٹے ہوئے ہیں' اس کا کیا قصور ہے جو تم اس کے مر جانے کی باتیں کر رہی ہو۔''

وہ حیرت زدہ انداز میں بولی۔ تب سلمٰی نے احتجاجی لہجے میں بے بسی کے ساتھ کہا۔

''تو پھر میں کیا کروں' ڈاکٹر صاحبہ! پہلے ہی دو بچیوں کا بوجھ ہے مجھ پر اور اب یہ تیسری---میں انہیں کیسے پالوں گی۔ خود کو سنبھالوں گی یا ان تین جانوں کو۔ اس بچی کے آنے سے تو میرے گھر کے دروازے مجھ پر بند ہو چکے ہیں۔ آپ خود سوچیں' میرے خاوند کو اس وقت یہاں ہونا چاہیے تھا مگر وہ تو مجھے یہاں پھینک کر اب تک یہاں نہیں آیا---میں کیا کروں؟'' یہ کہہ کر سلمٰی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ڈاکٹر فرزانہ اس کی جانب چند لمحے دیکھتی رہی' پھر دھیرے سے بولی۔

''سلمٰی! میں اگر اس بچی کو ایک شفیق' ہمدرد اور امیر خاتون کے ہاتھ میں دے دوں جو اولاد کو ترس رہی ہے تو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا تمہیں؟---وہ اس کی بہت اچھی طرح پرورش کرے گی۔''

''میری طرف سے یہ ابھی مر جائے' اس طرح شاید میرا خاوند مجھے قبول کر لے ورنہ میرے گھر کے ساتھ ساتھ میری زندگی تو تباہ ہو چکی ہے۔''

''ٹھیک ہے' سلمٰی! میں تمہارے لیے کچھ کرتی ہوں---''

ڈاکٹر فرزانہ نے کہا اور اپنے آفس میں چلی گئی۔ جہاں وہ کافی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے سامنے شائستہ بیگم کا چہرہ تھا جو علاج کروا کے

تھک چکی تھی---ڈاکٹر فرزانہ نے وہ بچی شائستہ بیگم کے حوالے کردی۔ اِس سارے منظر کو سلمٰی نے کھڑکی میں سے چھپ کر دیکھا۔ ایک امیر خاتون کے ہاتھوں میں وہ بچی تھی جس کے ساتھ ایک نرس بھی بیٹھ گئی تھی۔ اُس امیر خاتون کے چہرے پر خوشی اور ممتا کے جذبات واضح دِکھائی دے رہے تھے۔ وہ چلی گئی تو ڈاکٹر فرزانہ نے وارڈ میں آ کر اس سے پوچھنا چاہا۔

''تم نے دیکھا' وہ---''

ڈاکٹر فرزانہ کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔ سلمٰی انتہائی دُکھ کے عالم میں یوں پاگلوں کی مانند بڑبڑا رہی تھی جیسے ابھی کچھ دیر بعد وہ مر جائے گی۔ اس کے اندر کی ممتا نوحہ کناں تھی۔

''کیسی قسمت ہے میری بچی کی کہ نہ باپ کا پیار ملا' نہ ماں کا---وہ زندہ ہے' سانس لے رہی ہے لیکن میرے لیے' ایک ماں کے لیے وہ مر چکی ہے---لو محمد رفیق! آج سے وہ ہم سب کے لیے مرگئی جس کا میں نے ابھی نام بھی نہیں رکھا---''

یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ تب ڈاکٹر نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''سلمٰی! تم فکر نہ کرو تمہاری بیٹی ایسے گھرانے میں گئی ہے جہاں وہ شہزادیوں جیسی زندگی گزارے گی۔ تم اِسے ایسی زندگی دینے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتی ہو۔''

''ہاں' ڈاکٹر صاحبہ! میرا گھر بچ گیا۔ میں اپنے خاوند سے کہہ دوں گی' وہ پیدا ہوتے ہی مرگئی تھی---ہاں' مرگئی ہے وہ---''

یہ کہہ کر وہ ہذیانی انداز میں پھر سے رونے لگی۔ ڈاکٹر نے اِسے رونے دیا۔ وہ اس عورت کا دُکھ سمجھ گئی تھی جو ایک طرف اپنا گھر بچا رہی تھی اور دوسری جانب اپنی بیٹی کے لیے رو رہی تھی' کس قدر بے بس عورت تھی وہ---!

☆☆☆

نورین کے ہاتھوں میں وہ فوٹو سٹیٹ کاغذ پھڑ پھڑا رہے تھے جو اس کے آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے۔ اِس نے سر اُٹھایا' اپنے آنسو صاف کیے اور پھر غور سے دوبارہ اِن کاغذوں پر نگاہ دوڑائی۔ وہاں اِس سلمٰی نامی عورت کا پتہ درج تھا جسے نورین نے زیرِ لب دُہرایا' پھر ان کاغذات کو دوبارہ سفید لفافے میں بند کیا اور کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے انتہائی حسرت سے بولی۔

''پتہ نہیں! میری ماں اَب کہاں ہوگی---؟''

یہ لفظ اِسے خود گھائل کرتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں کو روکا اور دفتر سے جانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

وہ شہر کا گنجان آباد علاقہ تھا۔ کبھی وہ کچی بستی کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہاں آبادی بڑھی اور قدرے اچھا علاقہ بن گیا' تاہم اِسے اچھا نام دینے کے باوجود وہاں کے لوگوں کی قسمت کی طرح اَب بھی بے شمار مسائل تھے۔ وہاں محنت کش اور کم آمدنی والے لوگ رہتے تھے۔ ایسے علاقوں میں حکومتی توجہ الیکشن کے دِنوں ہی میں ہوتی ہے' جب انہیں ووٹ کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ علاقہ

عزیز آباد کے نام سے مشہور تھا' چھوٹے بڑے گھروں سے غربت ٹپکتی تھی۔ ایسے ہی ایک گھر کے صحن میں سلمٰی تخت پوش پر سلائی مشین رکھے اس پر جھکی ہوئی تھی۔ سر کے بال کھچڑی ہو رہے تھے۔ وقت نے اس کے چہرے کی ساری شادابی چھین لی تھی۔ وہ سر پر دوپٹہ باندھے' سلائی مشین پر تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھی۔ مشین کی کھٹ کھٹ ہی سے سر میں درد ہو جاتا تھا۔ شام پڑ رہی تھی جب اس کی بیٹی عالیہ گھر کے کونے میں بنے ہوئے کچن سے برآمد ہوئی اور اپنی ماں کے پاس بیٹھ کر بولی۔

''بس کرو' اماں! شام ہو رہی ہے۔ اتنی کم روشنی میں بھی تم سلائی کر رہی ہو---تمہارے سر میں درد بھی تو ہو رہا ہے۔ یہ سب چھوڑو۔ آؤ' مَیں تمہارا سر دبا دوں۔''

سلمٰی نے اپنی بیٹی کی جانب حسرت سے دیکھا' چند لمحے اس کے جوان چہرے پر نگاہیں ٹکائیں اور پھر دُکھ ملے لہجے میں بولی۔

''بیٹی! صبح تک مَیں نے یہ کپڑے سی کر دینے ہیں۔ اگر مَیں یہ سلائی نہ کروں نا' تو اس گھر کا چولہا بھی نہ جلے۔ جب سے تیرا باپ بیمار ہوا ہے' ایک روپیہ تک کما کر نہیں لایا۔ اُوپر سے قرض کا تقاضا الگ ہے' وہ بھی تو ادا کرنا ہے۔ مَیں رات دِن سلائی نہ کروں تو اور کیا کروں---؟''

''مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے اماں' کہ بندہ بیماری کی حالت میں بھی مشقت کرتا چلا جائے۔'' عالیہ نے دُکھ سے کہا۔

''کرنا پڑتی ہے' بیٹی! جب تیرے جیسی جوان بیٹی گھر میں ہو اور جس کے رُخصت کرنے کی فکر بھی ہو۔ تیری بڑی بہن بیاہی ہے تو سر پر اتنا قرضہ چڑھا ہے کہ اَب تک نہیں اُترا اور تیرا بھائی ابھی اتنا کمانے کے لائق نہیں ہوا کہ گھر کا خرچ ہی چلا لے۔ اَب تو بتا' مَیں مشقت نہ کروں تو کھائیں کہاں سے' قرض کیسے اُتاریں گے اور تجھے رُخصت کیسے کر پاؤں گی؟'' سلمٰی کے لہجے میں حسرت' دُکھ اور یاس گھلی ہوئی تھی۔

''اماں! تو میری فکر نہ کر' مَیں نے شادی کرنی ہی نہیں۔ بس تو مجھے یہ کام کرنے کی اجازت دے دے۔ تیری جگہ مَیں محنت کیا کروں گی' اَب تو بس کر---'' عالیہ نے اِنتہائی جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

''کاش' بیٹی! ایسا ممکن ہوتا' مَیں تجھے گھر میں بٹھا سکتی لیکن مَیں ایسا کر نہیں سکتی--- خیر' اللہ کوئی نہ کوئی سبب تو بنائے گا ہی نا---!''

وہ سرد آہ لیتے ہوئے بولی۔ لفظ ابھی اِس کے منہ ہی میں تھے کہ اس کا شوہر محمد رفیق کھانستا ہوا اندر داخل ہوا اور آتے ہی دیوار کے ساتھ بچھی چارپائی پر بے دَم سا ہو کر گر گیا۔ سلمٰی چند لمحے اُسے دیکھتی رہی' پھر تیز لہجے میں بولی۔

''آ گئے ہو خیر سے--- کتنی بار کہا ہے جا کر سرکاری ہسپتال سے دوائی لے آؤ' مگر میری تو کوئی سنتا ہی نہیں ہے۔''

سلمٰی کے یوں کہنے پر عالیہ اپنا آنچل سنبھالتی ہوئی اُٹھ گئی۔ وہ کسی متوقع جنگ میں فریق نہیں بننا چاہتی تھی اس لیے اپنی جائے عافیت یعنی کچن میں جا گھسی' وہاں اِسے اپنے باپ کی تیز آواز سنائی نہ دی بلکہ بکھرے ہوئے لہجے میں اُس نے کہا۔

''او بلال کی ماں! سرکاری ہسپتال تک جانے اور وہاں پر دھکے کھانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے اور پھر وہاں سے پوری دوائی کہاں سے ملتی ہے' کیا کروں گا وہاں جا کر--- اَب تو زندگی کے دِن پورے کر رہا ہوں' بس بلاوے کا انتظار ہے۔''

''جوانی میں کوئی چار پیسے سنبھالے ہوتے نا' تو آج یہ دِن دیکھنا نہ پڑے۔ اس وقت تو تم ہواؤں میں اُڑتے تھے اور آج چارپائی سے

لگے کھانس رہے ہو۔ گھر کے سارے عذاب تو بس میری جان کو ہیں---''

سلمٰی نے انتہائی جلے کٹے لہجے میں کہا' تب چند لمحے بعد محمد رفیق حسرت آمیز لہجے میں بولا۔

''میں کوشش تو کرتا ہوں کہ کوئی ایسا کام مل جائے جو میں کر سکوں مگر ایسا کام ملتا ہی نہیں ہے۔''

''ظاہر ہے' کوئی بھلا بیمار بندے کو کیا کام دے گا---اب میری بھی نگاہیں جواب دیتی جا رہی ہیں' میں کب تک یہ سلائی کرتی رہوں گی۔ اللہ کرے' یہ عالیہ کسی طرح اپنے گھر کی ہو جائے۔ اس کے بعد تو جیسے تیسے ہوگا' گزارہ کر ہی لیں گے---''

سلمٰی نے گویا اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا اس دوران عالیہ پانی کا بھرا ہوا گلاس لے کر اپنے باپ کے پاس آئی' اس نے گلاس پکڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں' یہ تو ہے سلمٰی! مگر بیٹی کو رخصت کرنا بھی تو---ابھی تو پہلا قرض ہی نہیں اُتر رہا ہے' کیا کریں گے ہم---؟''

وہ خوف ملے لہجے میں بولا تو عالیہ کو اپنے والدین پر بے انتہا ترس آیا۔ اسے یوں لگا جیسے ایک وہی ان پر بوجھ ہے جس سے ان کا دم گھٹ رہا ہے اس لیے وہ دھیرے سے بولی۔

''میں نے اماں سے کہہ دیا ہے میں نے کوئی شادی وادی نہیں کرنی۔ میں اب سلائی کیا کروں گی' آپ لوگ انہیں جواب دے دیں---''

اس کے یوں کہنے پر سلمٰی بھڑک اٹھی۔ ''تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے' لڑکی! ایسی فضول بات دوبارہ اپنی زبان پر مت لانا اور ہاں' جا کر روٹی بنا۔ تیرا بھائی ابھی آتا ہوگا۔ پتہ نہیں' وہ بے چارہ دوپہر کو وہاں کچھ کھاتا بھی ہے یا نہیں---''

''میں جب بھی ایسا کہتی ہوں' اماں! تم مجھے یونہی ڈانٹ دیتی ہو۔ مجھے یہ بتاؤ' ایک کام ہم کر ہی نہیں سکتے تو پھر اسے کیوں کریں۔ یہ مانگ تانگ کر یا قرض لے کر شادی کرنے سے کیا مجھے خوشی مل جائے گی۔ اُن لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ہماری حالت کیا ہے لیکن کیسے منہ پھاڑ کر جہیز کی چیزیں گنواتے ہیں---بس' اماں! کہہ دیا میں نے---''

عالیہ نے غصے میں کہا تو رفیق پانی پیتے ہوئے ٹھٹک کر رہ گیا۔ سلمٰی بھی لاجواب سی ہو گئی تھی اس لیے تیزی سے بولی۔

''تجھے کہا نا' فضول بکواس مت کر---جا' جا کے روٹی بنا---''

عالیہ نے اپنے باپ سے گلاس واپس لیا اور واپس کچن کی جانب چل دی جبکہ کھوئی کھوئی سلمٰی دوبارہ مشین پر جھکی تو پورے گھر میں سلائی مشین کی کھٹ کھٹ گونجنے لگی۔ رفیق چارپائی پر پڑا اپنی سوچوں میں گم ہو چکا تھا ایک جمود اس گھر پر طاری ہو چکا تھا جس سے فرار کا بھی کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ تبھی نوعمر سا بلال گھر میں داخل ہوا جس کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔ معمولی سے کپڑوں پر ڈیزل' موبل آئل کے داغ تھے۔ اس نے اندر آتے ہی مرے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

''السلام علیکم' اماں---!''

''وعلیکم السلام---خیر سے آ گیا' میرا پتر! چل جا' جلدی سے ہاتھ منہ دھو لے۔ تیری بہن تجھے کھانا دیتی ہے۔''

سلمیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہوا اس کی جانب بڑھا' پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''ابا! بس دو تین دن میں مجھے تنخواہ مل جائے گی' پھر میں تیرے لیے دوائی لے کر آؤں گا۔''

اس نے اپنے باپ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا جس پر رفیق نے دُکھ سے اپنے بیٹے کو دیکھا اور بولا۔

''تیری تنخواہ اتنی نہیں ہے پتر' کہ تو اپنے باپ کا دوا دارو کروا سکے---چل جا' منہ ہاتھ دھولے اور کھانا کھا۔''

''لیکن' ابا! آج تھوڑا کمار ہا ہوں' کل زیادہ کماؤں گا۔'' بلال نے احتجاجاً کہا۔

''وہ تب دیکھا جائے گا' اب تو جا---''

رفیق نے جھنجھلاتے ہوئے کہا تو بلال اُٹھ گیا۔ وہ دِھیرے دِھیرے قدموں سے گھر کے کونے میں لگے نل کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ سلمیٰ اسے دیکھتی رہی' پھر مشین پر ہاتھ چلانے لگی جس کی کھٹ کھٹ میں محمد رفیق کی کھانسی دب کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

وجاہت نے گاڑی اس گھر کے سامنے لا روکی جہاں اس نے عاصمہ کو رکھا ہوا تھا۔ وہ پوش علاقے میں بہترین گھر تھا' اس نے عاصمہ کو ہر طرح کی سہولت دی ہوئی تھی۔ شام کے وقت وہ شاپنگ کے لیے نکلے تھے' پھر ریستوران سے کھانا کھا کر واپس آئے تھے۔ گاڑی رُکتے ہی عاصمہ اُترنے لگی تو وجاہت نے جلدی سے کہا۔

''عاصمہ! رُکو! یہ اپنے شاپنگ بیگ تو اُٹھالو۔''

اس کے یوں کہنے پر عاصمہ نے حیرت سے وجاہت کی طرف دیکھا اور بولی۔

''کیا تم اندر نہیں آؤ گے---اتنی رات ہوگئی ہے' اب کہاں جانا ہے تمہیں---؟''

''نہیں' میرا آج یہاں آنے کا موڈ نہیں ہے۔ میں گھر جاؤں گا۔'' اس نے بے رُخی سے کہا۔

''وجاہت! پہلے تم اتنی پابندی سے گھر نہیں جایا کرتے تھے' اب کیا ہوا ہے؟'' وہ باقاعدہ جرح پر اُتر آئی۔

''تم چھوڑو ان باتوں کو---جاؤ' اور جا کے سو جاؤ۔'' وہ دِھیرے سے بولا۔

''ایسا کب تک چلے گا' وجاہت! میں یوں تنہائی میں پاگل ہو جاؤں گی۔ مجھے تمہاری ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے اور ان دنوں---خیر' میں نے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔''

''نہیں' آج مجھے جانا ہے۔ میں نے تمہیں اتنا وقت دیا ہے تو---''

''تم کیا سمجھتے ہو۔ چند گھنٹے دے کر' ہفتے میں ایک آدھ بار شاپنگ کروا کے' کسی اچھے ہوٹل میں کھانا کھا لینے سے ازدواجی زندگی کی تمام ضروریات پوری ہو جاتی ہیں؟---نہیں' وجاہت! ایسا نہیں ہوتا۔ تم مجھے ایک بیوی ہونے کا مان دو۔ میں دُنیا کو فخر سے بتا سکوں کہ تم میرے شوہر ہو۔'' وہ انتہائی دُکھ کے ساتھ بولی۔

''ہم یہ باتیں کسی اور وقت کرلیں گے۔ اس وقت ہم بیچ سڑک میں کھڑے ہیں' اتنی رات گئے میں تمہارے ساتھ یہاں بحث نہیں کر سکتا۔'' وہ پھر دھیرے سے بولا جیسے جان چھڑانا چاہتا ہو۔

''تو پھر چلو اندر---میں نے کہا نا' ایک بہت ہی ضروری بات کہنی ہے تم سے---''

عاصمہ نے ضد کرتے ہوئے کہا تو بادل نخواستہ اس نے گاڑی سے اُتر کر گیٹ کھولا اور پھر گاڑی اندر لیتا چلا گیا' ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے بعد وہ بولا۔

''ہاں' بولو---کیا بات ہے؟''

''بتاتی ہوں---'' یہ کہہ کر عاصمہ اندر بیڈروم میں گئی اور وہاں سے ایک سفید لفافہ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر انتہائی جذباتی انداز میں بولی۔ ''یہ آج کلینک سے میری رپورٹس آئی ہیں---پوچھو گے نہیں' ان میں کیا ہے؟''

''کیا ہے---؟'' وجاہت نے چونکتے ہوئے کہا۔

''میں---میں ماں بننے والی ہوں۔''

عاصمہ نے کہا تو وجاہت کو جیسے کرنٹ لگ گیا۔ وہ تیزی سے بولا۔

''یہ---ایسا نہیں---ابھی ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا---''

اس کے یوں کہنے پر عاصمہ پر جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے شدتِ حیرت سے وجاہت کی جانب دیکھا اور پھر سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو' وجاہت! عورت ذات کی تکمیل ہی اس وقت ہوتی ہے جب وہ ماں بن جائے۔ تم---تم مجھ سے ایسے کیوں کہہ رہے ہو' میں تمہاری بیوی ہوں' وجاہت---!'' آخری لفظ کہتے ہوئے وہ پھٹ پڑی تھی۔

''لیکن ابھی ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا' ابھی میں نے اپنے والدین سے---تم---تم اسے ختم---''

''تم ایسا کہو گے' وجاہت! میں نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا---تم پتہ نہیں اپنے والدین سے کب بات کرو گے لیکن میں یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ تم مجھے ماں بننے سے منع کردو۔''

''عاصمہ! جب میں نے کہہ دیا ہے کہ تم ابھی ماں نہیں بنو گی تو بس' نہیں بنو گی۔''

وجاہت نے سرد سے لہجے میں یوں کہا جیسے اس نے فقط اپنی بات منوانی ہے' تب عاصمہ نے ضدی لہجے میں کہا۔

''میری کوکھ میں پلنے والی زندگی اس دُنیا میں ضرور آئے گی اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس کا قتل کردوں تو یہ تمہاری بھول ہے۔''

اس پر وجاہت نے اس کی جانب انتہائی غصے میں دیکھا اور غراتے ہوئے کہا۔ ''تم اگر اسے قتل نہیں کرو گی تو---تو میرے ہاتھوں تم قتل ہو جاؤ گی۔ تمہیں وہی کرنا ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی چاہے تم کچھ بھی کرلو۔۔۔''

عاصمہ نے ہٹ دھرمی سے کہا تو وجاہت نے غصے میں اس کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا وہ الٹ کر گر گئی۔

''میرے ہی ٹکڑوں پر پلنے والی میرے سامنے زبان چلاتی ہے۔ میں تجھے زندہ ہی نہیں چھوڑوں گا۔۔۔''

یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھ کر ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر مار دیا۔ وہ خود کو بچاتے ہوئے بمشکل اٹھی لیکن وجاہت نے تب تک اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ وحشت زدہ انداز میں خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگی جبکہ وجاہت دباؤ بڑھاتا چلا گیا۔ ایسے میں عاصمہ کے ہاتھ گلدان آ گیا۔ اس نے شیشے کا وہ گلدان پوری قوت سے وجاہت کے سر پر دے مارا۔ ایک لمحے کو وہ چکرا گیا اور اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے اور یہی وہ لمحہ تھا جب عاصمہ نے اپنی گردن چھڑوائی اور باہر کی سمت بھاگ نکلی۔ وجاہت نے جلدی سے بغلی ہولسٹر میں سے ریوالور نکالا سیفٹی کیچ ہٹا کر کمرے سے نکلتی ہوئی عاصمہ پر فائر کر دیا۔ ایک چیخ فضا میں بلند ہوئی تو وجاہت باہر کی جانب لپکا عاصمہ وہاں پر نہیں تھی۔

☆☆☆

فرید کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی' باسط پسنجر سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں ریستوران سے کھانا کھا کر واپس آ رہے تھے۔ اِن کا موڈ اِنتہائی خوشگوار تھا اور یونہی گپ شپ کے انداز میں باتیں کرتے چلے آ رہے تھے۔ اِن دونوں کے درمیان ایک خبر موضوع بحث تھی جس پر باسط نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

''فرید! کبھی تم نے جانوروں کو جنگل میں شکار کرتے دیکھا ہے؟ اگر نہیں دیکھا تو کوئی فلم ضرور دیکھی ہوگی۔ کیا تمہیں نہیں لگتا کہ ہمارا ماحول اور ہمارے اِردگرد کا معاشرہ کسی جنگل کی مانند ہے جہاں ہم درندوں کی طرح ایک دوسرے کا شکار کر رہے ہیں۔'' اِس کے لہجے میں ہلکا سا دُکھ جھلک رہا تھا۔

''میں تمہارے نکتہ نظر سے انکار نہیں کرتا لیکن ہر شخص اپنی نگاہ سے اپنے اطراف میں دیکھتا ہے۔ ممکن ہے' ایسا ہی ہو اور ممکن ہے ایسا نہ بھی ہو۔'' فرید نے اپنی رائے دی۔

''تمہاری یہ رائے حقیقت سے نگاہیں چرانے والی بات ہے لیکن ہم لاکھ چاہیں' حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ یہ المیہ آج کا نہیں' ہمیشہ سے ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ طاقت نے اپنا آپ منوایا ہے۔ بس اِتنا اہتمام ضرور ہوا ہے کہ یہ ظلم بڑے مقدس ناموں کے ساتھ ہوا۔ میرا خیال ہے کہ مثالیں دینے کی ضرورت نہیں' تاریخ کے لہو رنگ صفحات خود اپنی زبان سے اظہار کر رہے ہیں۔'' باسط نے دُکھی ہوتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو یار---!'' فرید نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ ''اصل میں قانون بنا لینا اِتنا بڑا کام نہیں ہوتا' یہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جرم پہلے ہوتا ہے تو قانون بنتا ہے۔ اصل کارنامہ تو قانون کا نفاذ ہوتا ہے۔ جو ہمارے معاشرے میں مصلحتوں کی نذر ہو رہا ہے۔ جس سے مزید جرائم کو بنیاد مل رہی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ جیسے وہ اِس موضوع پر مزید بات نہیں کرنا چاہ رہا ہو۔ پھر اچانک وہ بولا۔ ''او ہاں' مجھے یاد آیا میں نے اپنے باس سے پوچھا تھا کہ اِس کی توجہ حسن اینڈ کمپنی کی طرف کیوں ہے۔''

''تو پھر کیا بتایا اُس نے---؟'' باسط نے تجسس سے پوچھا۔

''یار! وہ اِس کی اپنی ذاتی مخاصمت ہے۔ اُسے کمپنی سے نہیں' اِسے چلانے والے وقار احمد سے ذاتی دُشمنی ہے۔ رضوان شاہ اِسے معاف نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ کبھی اِس نے اُسے ذلیل و رُسوا کیا تھا۔'' فرید نے عام سے انداز میں بتایا۔

''یہی تو بات ہے۔ تمہارے باس پر وقار احمد نے کوئی ظلم کیا ہوگا' یوں تمہارے باس کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی جو اَب تک جل رہی ہے اور اسی آگ نے اِس کی توجہ ایک جانب لگائی ہوئی ہے حالانکہ اگر وہ اِسے معاف کر دیتا تو اِس سے بھی زیادہ ترقی کر سکتا تھا۔'' باسط نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اِس آگ کا مثبت پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ اُس نے ترقی کر لی----'' فرید نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''میں اِسے ترقی نہیں مانتا اور اِس کے لیے میں ایک ہزار دلائل دے سکتا ہوں۔ اُس نے اپنا سفر لمبائی کے رُخ میں کیا ہے' اپنا قد اُونچا نہیں کیا۔ منفی سوچ بہر حال نقصان دیتی ہے' خود کو بھی اور دوسروں کو بھی--- ہمارے مجموعی معاشرتی رویے میں اخلاقی قدریں' معاف کر دینے کی

ہمت اور دوسروں کو مان لینے کی برداشت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ نجانے اس پر کب کام ہوگا۔ یہ وہ دیمک ہے جو معاشرے کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے۔" باسط نے دھیرے دھیرے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"باسط! یہ تمہارے اندر کا انسان بول رہا ہے۔ یہی ہمارا المیہ ہے کہ ہم ضمیر کی آواز تو سنتے ہیں لیکن مصلحتوں کے تحت اس پر توجہ نہیں دیتے۔"

فرید نے یوں کہا جیسے وہ کوئی اپنی مجبوری بیان کر رہا ہو۔ اس پر باسط خاموش ہو گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ فرید کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی اور یہ خاموشی اس وقت تک ان کے درمیان رہی جب تک وہ اپنے گھر کے سامنے نہیں آ گئے۔ فرید نے گاڑی روکی تو باسط نے اُتر کر گیٹ کھولا تبھی فرید گاڑی اندر لے آیا۔ اس وقت باسط گیٹ بند کرنے جا رہا تھا کہ سامنے سڑک پر حواس باختہ سی لڑکی نے کھلے ہوئے گیٹ کی جانب دیکھا اور بھاگتی ہوئی اندر آ گئی۔ باسط ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ لڑکی کوئی ماورائی مخلوق ہو۔ اس لڑکی نے کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ کچھ کہنا چاہا لیکن کچھ بھی نہ کہہ پائی۔ اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور وہ چکرا کر گر پڑی۔

☆☆☆

فرید کے سامنے حیران کن صورت حال تھی جس کے باعث وہ ہونقوں کی مانند کھڑا کبھی باسط کو اور کبھی اس گری ہوئی بے ہوش لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ---یہ---کون---؟" فرید کے منہ سے بمشکل نکلا۔

"پتہ نہیں---یہ بھاگتی ہوئی آئی ہے اور آتے ہی چکرا کر یہاں گر گئی ہے۔" باسط بھی حیرت زدہ اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ جو زمین پر پڑی تھی۔

"اچھا---گیٹ تو بند کرو' پھر اسے ہوش میں لاتے ہیں۔"

فرید نے کہا تو باسط گیٹ بند کرنے چلا گیا اور فرید اندر کی جانب بڑھا۔ چند لمحوں بعد اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جو وہ جلدی میں فریج سے نکال لایا تھا۔ اس نے پانی کے چھینٹے اس لڑکی کے منہ پر مارے تو وہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے چاروں طرف دیوانوں کی طرح دیکھا' چند لمحات میں وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی' پھر جیسے ہی اسے صورتِ حال کا اندازہ ہوا' وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور ہذیانی انداز میں بولی۔

"خدا کے لیے' مجھے کہیں چھپا لیں' وہ---وہ مجھے قتل کر دے گا' مار دے گا مجھے' پلیز---!"

عاصمہ نے منت بھرے لہجے میں کہا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تب باسط نے بڑے انداز میں پوچھا۔

"کون---کون کرے گا تمہیں قتل---؟"

"وہ' میرا شوہر---پلیز' مجھے کہیں چھپا دیں---" عاصمہ نے روتے ہوئے بیچارگی سے کہا۔

"اچھا' ٹھیک ہے---آؤ---"

باسط نے اسے اُٹھنے میں مدد دیتے ہوئے کہا اور اسے ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ گھبرائی ہوئی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی' وہ دھیرے دھیرے کانپ رہی تھی۔

''یہاں تمہیں کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکے گا' تم محفوظ ہو یہاں پر---'' فرید نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے کہا پھر چند لمحے توقف کے بعد بولا۔ ''تم ایسے کرو' اس کمرے میں جا کر لیٹ جاؤ' کوئی کچھ نہیں کہے گا۔''

''وہ---وہ مار دے گا مجھے---وہ مجھے تلاش کر لے گا۔ وہ یہیں کہیں باہر ہی ہوگا۔ ابھی اُس نے مجھ پر گولی چلائی ہے۔'' وہ ہذیانی انداز میں کہتی چلی گئی۔

''میں نے کہا نا' تم اُدھر کمرے میں چلی جاؤ' ہم ہیں یہاں پر---تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ ٹھیک ہے نا' پیاس لگے تو یہ پانی پی لینا۔''

فرید نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تو عاصمہ نے سہمے ہوئے انداز میں اُس کی جانب دیکھا' اثبات میں سر ہلایا اور بوتل پکڑ کر اس میں سے کافی سارا پانی پی لیا۔

''اچھا' تم ادھر بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔''

باسط نے کہا لیکن عاصمہ نے سنی اَن سنی کر دی تو وہ کچن کی جانب بڑھ گیا۔ اُس نے فریج میں سے کچھ پھل اور جوس نکالے اور ٹرے میں رکھ کر وہاں آ گیا۔ فرید خاموشی سے اُس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''یہ لیں' مس---''

باسط نے فقرہ جان بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا۔ تب تک شاید عاصمہ اپنے حواسوں میں آ گئی تھی' اس نے سر اُٹھایا اور دھیمے سے لہجے میں بولی۔

''عاصمہ---میرا نام عاصمہ ہے اور میں شادی شدہ ہوں۔''

''دیکھئے' مسز عاصمہ! آپ جو کوئی بھی ہیں' ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کے ساتھ کیا حادثہ ہوا ہے۔ ہم نے اپنے طور پر آپ کو تحفظ دیا---کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کون ہیں؟'' فرید نے بڑے احترام سے پوچھا۔

''میں کون ہوں---؟'' عاصمہ نے جیسے خود کلامی کے سے انداز میں کہا' پھر بڑے تحمل سے بولی۔ ''وجاہت میرے شوہر کا نام ہے' حسن اینڈ کمپنی کے مالک وقار احمد کا بیٹا وجاہت---!''

اِس کے بتانے پر دونوں نے ایک دوسرے کو یوں دیکھا جیسے وہ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی عاصمہ کو کسی اور ہی جہاں کی مخلوق سمجھ رہے ہو۔ چند لمحے اِن میں خاموشی رہی۔

''وہ کیوں مار دینا چاہتا ہے؟'' باسط نے دھیرے سے کہا۔

''بہت ظالم ہے وہ---یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں بچ گئی۔'' یہ کہہ کر اسے احساس ہوا جیسے وہ ٹھیک سے جواب نہیں دے پا رہی ہے' اس لیے سر جھٹکتے ہوئے بولی۔ ''وہ نہیں چاہتا کہ میں ماں بنوں۔ وہ میرے بچے کو اس دُنیا میں آنے سے پہلے ہی قتل کرنا چاہتا ہے۔''

''کیا مجبوری ہے اُسے---'' باسط نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''دراصل اُس نے کسی کو بتائے بغیر میرے ساتھ شادی کی ہے۔ ہم نے اپنی شادی کا باقاعدہ اعلان نہیں کیا---میں ایک غریب گھر کی لڑکی ہوں۔ اُنہی کے آفس میں کام کرتی تھی اور بس، ہماری شادی ہوگئی۔ اُنہوں نے ابھی تک اپنے گھر والوں کو نہیں بتایا۔'' عاصمہ بہت کچھ کہنے کی کوشش میں کچھ بھی نہ کہہ سکی اور بہت کچھ کہہ بھی گئی۔

''اَب آپ کا کیا پروگرام ہے' کہاں جائیں گی آپ---؟''

فرید نے انتہائی اجنبی لہجے میں تکلف سے کہا تو عاصمہ نے حیرت کے ساتھ اُس کی جانب دیکھا اور پھر خود کلامی کے سے انداز میں بولی۔

''میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے' صرف ایک بھائی ہے جو سرے سے اِس شادی کے خلاف تھا۔ میں اُس کے پاس جا ہی نہیں سکتی۔ اپنے گھر جاؤں گی تو وہ بھی مجھے نہیں چھوڑے گا--- مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ میں کیا کروں۔ پلیز' یہ رات مجھے یہاں رہنے دیں صبح میں چلی جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے---تم آج رات رہو' صبح فیصلہ کرتے ہیں۔''

باسط نے تیزی سے کہا اور واپس مڑنے لگا۔ اِس پر فرید کچھ نہ بولا اور وہ بھی اِس کے ساتھ باہر کی جانب نکل گیا۔ باہر آکر دونوں لان میں آگئے۔ دونوں کو اِس صورتِ حال کی سمجھ نہیں آرہی تھی' تبھی فرید نے کہا۔

''باسط! یہ عاصمہ کو یہاں رکھنا ہمارے لیے خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔''

''بالکل ایسا ہے لیکن---میرا خیال ہے' اِس وقت ہم کچھ بھی ٹھیک نہیں سوچ سکیں گے اور اُس نے بھی کہا ہے کہ وہ صبح چلی جائے گی لہٰذا ہمیں صبح تک انتظار کرنا چاہئے۔ تب تک ہم بھی کوئی فیصلہ کرلیں گے۔''

باسط نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا تو فرید گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر سر اُٹھاتے ہوئے بولا۔

''آؤ' چل کر سوتے ہیں۔ کل صبح دیکھا جائے گا۔''

باسط نے اُس کی جانب یوں دیکھا جیسے وہ اُس سے پوری طرح متفق ہو سو وہ دونوں اندر کی جانب چل دیے۔

☆☆☆

وجاہت بظاہر پُرسکون دکھائی دے رہا تھا لیکن اندر سے وہ انتہائی مضطرب تھا۔ اُسے کسی پہلو سکون نہیں آرہا تھا' اتنی رات گزر جانے کے باوجود بھی وہ منظر اُس کی نگاہوں سے ہٹ نہیں رہا تھا جب اُس نے عاصمہ پر فائر کیا تھا اور پھر جب باہر نکل کر دیکھا تو وہ غائب تھی---انسان بڑے سے بڑا نقصان برداشت کرلیتا ہے لیکن ہار جانے کا دُکھ اسے ہمیشہ بے چین رکھتا ہے۔ عاصمہ کا یوں لمحوں میں ہاتھ سے نکل جانا اس کے لیے ہار جانے کے مترادف تھا۔ وہ جو اسے اپنی قید میں تصور کرتا تھا' وہ مجبور' بے بس اور غریب لڑکی جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا' وہ اسے چھوڑ کر کہاں جاسکتی تھی؟---اِس وقت وہ حیرت زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی محتاط بھی تھا۔ اسے احساس تھا کہ فائر کی آواز بہت دُور تک گئی ہوگی۔ ممکن ہے' عاصمہ کو فائر لگ گیا ہو اور وہ جان بچانے کی خاطر یہیں کہیں ساتھ میں کسی کے گھر گھس گئی ہو۔ ہوسکتا ہے' کوئی بھی پولیس کو اطلاع کردے تو خواہ مخواہ نئی اُلجھن پیدا ہوسکتی تھی۔ اِس وقت وجاہت نے یہی سوچا تھا کہ فی الحال یہاں سے نکلا جائے' پھر بعد میں وہ عاصمہ کو دیکھ لے گا۔ وہ گاڑی نکال کر

باہر آیا تو سامنے سے پولیس وین آرہی تھی۔ اگرچہ تھانے جانے کے بعد وہ صورتِ حال کو اپنے قابو میں کر لیتا مگر ان چھوٹے اہلکاروں سے کچھ بھی بعید نہیں تھا' عافیت اس میں تھی کہ وہ چپ چاپ نکل جائے۔ اس نے گاڑی باہر نکالی اور پھر بڑے اعتماد کے ساتھ پولیس وین کے قریب سے نکلتا چلا گیا۔ وہ سیدھا سلیم کے پاس گیا جو اس وقت وہاں نہیں تھا۔ تب سے وہ ایک کمرے میں بند مسلسل عاصمہ کا فون ملا رہا تھا لیکن دوسری طرف سے بیل جا کر خاموش ہو جاتی۔ اتنی رات گئے تک عاصمہ واپس نہیں پلٹی تھی' بلاشبہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی غیر معمولی صورتِ حال ہو گئی ہو گی ورنہ وہ کہاں جا سکتی تھی؟ یہ سوال اسے لحہ بہ لحہ بے چین کر رہا تھا۔ اتنے میں سلیم کمرے میں داخل ہوا۔

''خیر ہو وجی بھائی کی--- سنا ہے' بڑی دیر سے انتظار کر رہے ہو؟'' یہ کہتے ہوئے اس نے وجاہت کے چہرے پر دیکھا اور پھر خاصی تشویش سے کہا۔ ''پریشان لگ رہے ہو' خیر تو ہے نا؟''

''بات تو پریشانی والی ہے' سلیم! زندگی میں پہلی بار ایسا زبردست جھٹکا لگا ہے جس کا میں سوچ بھی نہیں سکتا؟''

''کیا مطلب؟--- کیسا جھٹکا' میری جان؟'' سلیم اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''وہ عاصمہ ہے نا' اچانک غائب ہو گئی۔ میں نے تو بس یونہی ڈرانے کے لیے اس پر فائر کیا تھا' میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ تو یوں غائب ہو گئی جیسے زمین نے اُسے نگل لیا ہو۔''

''تم مارنا--- میرا مطلب ہے' ڈرانا کیوں چاہتے تھے۔ بات کیا ہے آخر؟'' سلیم نے تجسس سے پوچھا۔

''یار! میری مرضی کے خلاف ماں بننے جا رہی ہے۔ میں نے جب کہا کہ یہ سب ختم کر دو تو بات بڑھ گئی--- اسے میری بات مان لینی چاہیے تھی نا' یار---!'' وہ تلملاتے ہوئے بولا۔

''اُسے تلاش نہیں کیا وہاں پر' اتنے تھوڑی وقت میں وہ کہاں جا سکتی ہے؟'' سلیم نے تیزی سے پوچھا۔

''وہ کوئی ماورائی مخلوق تو ہے نہیں جو ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو گی' وہیں کہیں آس پاس کسی کے گھر میں ہو گی۔ میں اُسے تلاش کرتا تو بات بڑھ جاتی' میں سامنے آ جاتا۔'' اُس نے بتایا۔

''ممکن ہے وہ گھر واپس---''

''---نہیں آئی۔ فون اٹینڈ نہیں ہو رہا ہے اُس کا' گھر آ جاتی تو کم از کم فون ضرور سنتی--- خیر' کب تک چھپی رہے گی' کون رکھے گا اُسے اپنے پاس؟'' وجاہت نے بے زاری سے کہا۔

''میں جاتا ہوں وہاں پر' کوشش کرکے---''

سلیم نے کہنا چاہا تو وہ فوراً بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''نہیں' اتنی رات گئے نہیں---'' پھر لحہ بھر توقف کے بعد بولا۔ ''اچھا ہے' وہ اب وہاں پر نہ ہی آئے۔ میں بھی اب وہاں نہیں جاؤں گا۔ وہ اگر میرے پاس نہیں رہنا چاہتی تو نہ سہی۔ جان تو اُس سے چھڑانا ہی تھی' کچھ وقت پہلے ہی سہی---''

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم---؟'' سلیم حیرت سے بولا۔

''ہاں--- مجھے اَب نورین سے شادی کرنا ہے اور اِس شادی کا مطلب ہے کروڑوں کی جائیداد--- اِس کی فکر کرنی ہے مجھے' اَب عاصمہ جیسی لڑکی کے نخرے کون برداشت کرے۔ یہ جو تم فیکٹریوں شیکٹریوں کے خواب دیکھ رہے ہو' نا! یہ منٹوں میں بن جائیں گی۔ یوں سمجھو' یوں---'' وجاہت نے چٹکی بجاتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا جیسے وہ کسی کاروباری معاملے کی بات کر رہا ہو۔

''کیا نورین تم سے شادی کرنے پر راضی ہوگئی ہے؟'' سلیم نے بھی اسی سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہی تو مسئلہ ہے' اُس پر توجہ دینی ہے۔ ابھی تو وہ لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہے مگر مجھے یقین ہے کہ میری بات اُس کی سمجھ میں آ جائے گی۔ وہ اخروٹ کی مانند ہے' اُوپر سے سخت لیکن اندر سے انتہائی نرم--- اچھا ہے۔ پہلی بار کسی سخت شے سے کھیلنے کا موقعہ ملا ہے' پگھلا کے رکھ دوں گا اُسے---''

وجاہت نے اپنی ہی رو میں کہا تو سلیم اس کی جانب دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

''---اور اگر نہ مانی تو---؟''

''ہونہہ'' نہیں مانے گی--- مجھے منانا آتا ہے۔ جس شے کو میں پسند کرلوں' پھر وہ میرے حصار سے باہر کیسے جاسکتی ہے' یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو--- چلو چھوڑو دھندے کی بات کرو---''

وجاہت نے کہا اور سلیم کی جانب دیکھتے ہوئے موضوع ہی بدل دیا۔

☆☆☆

سورج مغرب میں اپنا منہ چھپا چکا تھا اور شہر پر رات اُتر آئی تھی۔ سرد موسم کی رات کا ابتدائی حصہ خاصا خاموش سا ہوتا ہے۔ ایسے میں فرید اور باسط کھانے کی میز سے اُٹھ کر ڈرائنگ روم میں آئے ہی تھے کہ عاصمہ اِن کے لیے چائے کے مگ ٹرے میں رکھے آ گئی۔ اِن دونوں نے مگ اُٹھا لیے تو عاصمہ اپنا بھی مگ لیے ایک جانب صوفے پر بیٹھ گئی۔ اِن کے درمیان ایسی خاموشی ٹھہری ہوئی تھی جیسے وہ تینوں کوئی نہ کوئی بات کرنا چاہ رہے ہوں لیکن کوئی بھی بات کرنے کا سرا نہ مل رہا ہو۔ ایسے ہی بے جان لمحوں میں فرید نے عاصمہ کی طرف دیکھا اور ماحول میں یہ کہہ کر زندگی بھر دی۔

''مسز عاصمہ! جب سے ہم اس شہر میں آئے ہیں' یہاں پہلی بار گھر کا کھانا نصیب ہوا ہے اور بلاشبہ یہ کھانا بہت مزے دار تھا۔ کاش! ایسا کھانا ہمیں روزانہ ملتا رہے مگر---!''

وہ کہتے کہتے رُک گیا تو باسط نے اس کی بات اُچکتے ہوئے کہا۔

''لیکن ہمارے ایسے نصیب کہاں' زندگی کی جدوجہد میں یہ کٹھنائیاں تو سہنا ہی پڑتی ہیں اور جب تک ہمارے مقدر میں یہ مشکلات ہیں' یہ تو ہمیں برداشت کرنا ہی ہوں گی۔'' اِس کے لہجے میں پُرسکون عزم تھا۔

''یہ قسمت بھی کیا چیز ہے' اچھے بھلے بندے کو گھما کے رکھ دیتی ہے۔ کبھی کبھی تو یوں ہوتا ہے کہ سنبھال سنبھال کر رکھے گئے خواب ہی کرچیاں بن کر آنکھوں میں چبھ جاتے ہیں--- خیر---!'' یہ کہہ کر فرید نے روئے سخن عاصمہ کی جانب کیا اور بولا۔ ''مسز عاصمہ! تم نے پھر کیا سوچا ہے اپنے بارے میں---؟''

اُس نے یہ سوال اچانک پوچھا تھا لیکن وہ اس پر قطعاً نہیں چونکی' پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولی۔

''فرید صاحب! مَیں یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ ہم ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتے' میری ایک سہیلی ہے۔ میں صبح سے اُس کے ساتھ مسلسل رابطہ کر رہی ہوں مگر ہو نہیں پا رہا ہے۔ مَیں پہلے تو چند دن اس کے پاس رہنے کی کوشش کروں گی' پھر دیکھا جائے گا---جب وقت میرا اِس سے رابطہ ہو گیا' مَیں یہاں ایک لمحے کے لیے بھی رہنے کی تاخیر نہیں کروں گی۔'' اس نے انتہائی تحمل سے تفصیل کے ساتھ بتایا۔

''مطلب' ابھی تمہارے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟'' فرید نے پرخیال انداز میں کہا' پھر بڑے نرم سے لہجے میں بولا۔ ''---ویسے باسط اور مَیں نے تمہارے بارے میں سوچا ہے' ایک آئیڈیا ہے' اگر تمہیں اچھا لگے تو---!''

''کیا آئیڈیا ہے---؟'' وہ تشویش بھرے لہجے میں بولی۔

''دیکھو' مَیں سمجھاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''ہمارے آبائی شہر میں باسط کی والدہ اکیلی ہی رہتی ہے۔ یہ اُنہیں یہاں بلانا چاہتا ہے لیکن دو وجوہ ایسی ہیں جن کی بنا پر وہ ہمارے ساتھ نہیں رہ رہی ہیں ایک تو وہاں پر سکول میں سروس کرتی ہیں' دوسرے ابھی ہمارا خود کوئی ٹھکانہ نہیں بنا---''

''تیسرا یہ کہ وہ خود وہاں سے نہیں آنا چاہتیں' وہ اپنے ماحول کو نہیں چھوڑ سکتیں۔'' باسط نے بات مکمل کی۔

''کیوں نہ تم وہیں اُن کے پاس چلی جاؤ' کم از کم نئے مہمان کی آمد تک تو پرسکون رہو گی اور اَب تمہیں کسی بزرگ کی ضرورت بھی ہو گی۔ تم اِس شہر ہی میں نہیں رہو گی تو وجاہت تمہیں کہاں تلاش کر پائے گا۔''

فرید نے سمجھانے والے انداز میں کہا تو عاصمہ کے چہرے پر حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت ظاہر ہونے لگی۔ چند لمحے تو وہ کچھ کہہ ہی نہیں پائی' پھر ممنونیت بھرے لہجے میں بولی۔

''یہ---یہ تو آپ کا مجھ پر احسان ہو گا' بہت بڑا احسان---ویسے مَیں اُن پر بوجھ بھی نہیں بنوں گی۔ میرے پاس اتنا کچھ ہے کہ مَیں خاصی مدت تک آرام سے زندگی گزار سکتی ہوں۔ پھر مَیں---پھر مَیں خود---''

اِس نے کہنا چاہا تو باسط نے تیزی سے پوچھا۔ ''وہ اتنا کچھ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ تم تو اپنے گھر سے---'' وہ کہتے کہتے رُک گیا۔

''جب آپ مارکیٹ گئے تھے تو مَیں اِدھر اپنے گھر میں گئی تھی۔ وجاہت یقیناً افراتفری میں سارا گھر یونہی کھلا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ مَیں وہاں سے کیش' زیور' چیک بک اور کپڑے اُٹھا لائی ہوں---مَیں آپ دونوں کی بہت شکر گزار رہوں گی۔ مَیں کب تک اُن کے پاس جا پاؤں گی؟'' اس نے تذبذب سے پوچھا۔

''آج رات ہی---باسط تمہیں وہاں چھوڑ آئے گا۔''

''مَیں تیار ہوں---'' اس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے' تم تیار ہو جاؤ تو مَیں تم دونوں کو اسٹیشن تک چھوڑ دوں گا۔''

فرید نے کہا تو عاصمہ اندر کی جانب چلی گئی اور ان دونوں کے درمیاں خاموشی آن ٹھہری' تب فرید نے دِھیرے سے پوچھا۔

''تم نے بات کر لی تھی امی سے' وہ کچھ کہہ تو نہیں رہی تھیں---؟''

''ہاں' مَیں نے کر لی تھی بات--- پہلے تو وہ حیران ہوئیں کہ یہ کیا ماجرا ہے' تب مَیں نے اُنہیں تفصیل سے ساری بات بتا دی کہ یہ مظلوم لڑکی ہے۔ باقی جب آپ کے پاس آ جائے گی تو آپ اسے اچھی طرح جان لیں گی۔ بس وہ مطمئن ہوگئیں۔'' باسط نے عام سے لہجے میں اُسے بتایا۔

''مطلب' امی عاصمہ کو قبول کر لیں گی نا؟'' فرید نے تصدیق چاہی۔

''ہاں--- بلکہ وہ ایک طرح سے خوش بھی تھیں۔'' یہ کہہ کر اس نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یار! وہ خود بھی تو تمہارہ رہی ہیں--- خیر' چھوڑو اس بات کو' مجھے ایک بات بتاؤ۔'' باسط نے سرگوشی والے انداز میں پوچھا۔

''پوچھو---'' وہ بھی دِھیرے سے بولا۔

''یہ تم نے عاصمہ کی مدد کرنے کا اچانک فیصلہ کیسے کر لیا؟'' باسط نے اُس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''باسط! میرا نہیں خیال کہ تمہیں اس فیصلے کی سمجھ نہیں آئی ہوگی۔'' یہ کہہ کر اس نے لمحہ بھر کو باسط کی جانب دیکھا اور سرگوشی والے لہجے میں کہا۔ ''یہ وجاہت کی بیوی ہے' قانونی بیوی! اور وجاہت اس وقار احمد کا بیٹا ہے جو حسن اینڈ کمپنی کے مالکان میں سے ہے--- یہ عاصمہ کسی بھی وقت ہمارے بہت کام آ سکتی ہے۔''

''ہمارے نہیں' صرف تمہارے---'' باسط نے صاف گوئی سے کہا' پھر بولا۔ ''اس کا مطلب ہے' جو مَیں سوچ رہا ہوں' تم بھی وہی سوچ رہے ہو لیکن ایک بات بتاؤ۔ کیا تم نے اپنے باس رضوان شاہ کو عاصمہ کے بارے میں بتایا ہے یا بتا دو گے---؟''

''نہیں' باسط! مَیں ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔ عاصمہ ایک محفوظ کارڈ ہے جسے مَیں بڑے حساب سے کھیلنا چاہتا ہوں--- مجھے نہیں معلوم کہ مَیں یہ کارڈ کہاں کھیل پاؤں گا۔ ممکن ہے' رضوان شاہ کے خلاف کھیلنا پڑ جائے۔ حالات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے نا! --- عاصمہ کا ہمارے پاس ہونا ایک راز کی مانند ہے اور راز کو اس وقت تک راز رہنا چاہئے جب تک اِسے راز رکھا جا سکتا ہے۔'' فرید نے اگرچہ سرگوشی میں کہا تھا لیکن اس کا لہجہ کافی حد تک بدلا ہوا تھا۔

''مَیں مانتا ہوں' یہ ٹھیک ہے۔ تم جو چاہو سو کرو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ عاصمہ کو یوں اپنے پاس رکھنا قانونی طور پر جرم ہے حالانکہ مَیں اسے اخلاقی طور پر جرم نہیں سمجھتا۔'' باسط نے کہا۔

''وہ اپنی مرضی سے رہ رہی ہے' مدد مانگ رہی ہے اور کسی کی مدد کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔'' وہ یقین سے بولا۔

''ابھی تم نے کہا کہ حالات کا بھروسہ نہیں ہوتا' یہ عاصمہ والا کارڈ ہمارے خلاف بھی استعمال ہو سکتا ہے۔'' باسط نے توجہ دلائی۔

''یہ رِسک تو لینا ہوگا' باسط ڈیئر---!'' فرید مسکراتے ہوئے بولا۔

''لیکن مَیں بہر حال تمہیں یہ نصیحت ضرور کروں گا کہ کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں مت لینا' قانون شکنی انسان کو اس راستے پر لے جاتی ہے

جہاں سے واپسی ممکن نہیں رہتی---''

باسط پوری سنجیدگی سے بولا تو فرید نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھتا ہوں' باسط! تم اطمینان رکھو'میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے میں قانون کی نگاہوں میں مجرم بن جاؤں---خیر' تمہیں خاصا لمبا سفر کرنا ہے' تم بھی تیار ہو جاؤ---ویسے کل شام تک واپس آ جاؤ گے نا؟'' یہ پوچھتے ہوئے اُس نے بات بدل دی۔

''ہاں' آ جاؤں گا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ گیا۔''میں ذرا کپڑے بدل لوں---''

☆☆☆

رات کے آخری پہر باسط کے ساتھ عاصمہ اُن کے آبائی شہر میں اُن کے گھر کے سامنے تھی۔ باسط نے بیل دی تو وہ فوراً ہی اُس کی امی صغراں بیگم نے دروازہ کھول دیا۔

''آؤ' بیٹی! آ جاؤ---''

اُنہوں نے جس شفیق انداز میں کہا تھا' اس سے عاصمہ کے بے قابو ہوتے ہوئے حواس درُست ہو گئے۔ تھکن' خوف اور جھجک کے آثار اِس کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے جو بہت حد تک کم ہو گئے۔ وہ صحن میں آ گئی تو صغراں بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اندر کمرے میں لے گئی۔ باسط بھی اندر آ گیا' اُس نے بیگ ایک جانب رکھتے ہوئے کہا۔

''امی! یہ عاصمہ ہے اور اس کے بارے میں فون پر میں نے آپ سے بات کی تھی۔''

''اچھا کیا بیٹا' جو تم اسے یہاں میرے پاس لے آئے ہو۔'' پھر یہ کہتے ہوئے اس نے عاصمہ کی جانب دیکھا اور بولی۔''بیٹھو' بیٹی! اتنا لمبا سفر کر کے تم تھک گئی ہو گی---گھبراؤ مت' تم اَب ہر طرح سے محفوظ ہو۔''

''مجھے آپ کی بات پر پورا بھروسہ ہے' آنٹی! میں کوشش کروں گی کہ کسی طرح بھی آپ پر بوجھ نہ بنوں' بلکہ---''

اِس نے کہنا چاہا تو صغرا بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلکہ تم میری بیٹی بن کر رہو گی---ہے نا---؟'' صغراں بیگم نے کہا تو وہ مسکرا دی جس میں بڑی حد تک اطمینان تھا۔ تب وہ سنجیدگی سے بولی۔''دیکھو' بیٹی! میں یہاں ایک سکول ٹیچر ہوں' لوگ بہت عزت کرتے ہیں میری---باسط تو اپنا کیریئر بنانے کے لیے چلا گیا اور میں یہاں رہتی ہوں۔ مجھے کوئی فکر نہیں ہیں۔ اَب تم آ گئی ہو تو وقت بہت اچھا کٹ جایا کرے گا۔ ویسے تم دیکھو گی یہاں کتنی رونق رہتی ہے۔''

''آنٹی! لوگ آپ سے پوچھیں گے تو یہی کہ میں---'' عاصمہ نے فقرہ جان بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا۔

''وہ بیٹی' میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا جب باسط نے مجھے فون پر ساری تفصیل بتائی تھی۔ جھوٹ تو بہر حال بولنا ہی پڑے گا۔''

''کیا سوچا امی' آپ نے---؟'' ایک جانب بیٹھے ہوئے باسط نے پوچھا۔

''یہی کہ عاصمہ میری بھانجی ہے۔ اس کا میاں ملک سے باہر چلا گیا ہے تو یہ میرے پاس آ گئی ہے اور جو اس وقت اس کی حالت ہے' اس

میں تو کسی بڑے کا پاس ہونا بہت ضروری ہے۔'' صغراں بیگم نے دِھیرے سے بتایا۔

''امی! آپ نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔

''بیٹا! اس دُنیا میں لوگ کچھ نہ کچھ حاصل کرنے' چھین لینے کے لیے بے تاب رہتے ہیں لیکن کسی کو کچھ دینے کے لیے بہت کم آمادہ ہوتے ہیں۔ معاملہ فقط ایک عاصمہ کی زندگی کا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک اور جان بھی ہے' ایک دوسری زندگی بھی پرورش پا رہی ہے۔ ایک عورت اور ماں ہونے کے ناتے مجھے اس کے مسائل کا پورا احساس ہے۔''

''تھینک یو آنٹی---!'' عاصمہ نے کہا تو اس کا لہجہ تشکر سے بھیگا ہوا تھا۔ ''دراصل میں---''

''اِس وقت اَب کوئی مزید بات نہیں---تم دونوں فریش ہو جاؤ' کچھ تھوڑا بہت کھا لو۔ رات کافی ہو گئی ہے' باقی باتیں صبح ہوں گی۔''

''باتیں تو آپ اس کے ساتھ کرتی رہیے گا' اِس وقت کچھ کھانے کو دیں کیونکہ مَیں نے ٹھہرنا نہیں' واپس جانا ہے۔ مَیں نے آپ کو بتایا بھی تھا۔''

باسط نے تیزی سے کہا تو صغراں بیگم مسکراتے ہوئے کچن کی جانب چل دی---عاصمہ نے باسط کی جانب یوں دیکھا جیسے اَب وہی اس کا نجات دہندہ ہے۔

☆☆☆

اِس وقت دِن کا پہلا پہر ختم ہونے کو تھا' دُھوپ خاصی تیز ہو گئی تھی مگر پھر بھی موسم کی خنکی برقرار تھی۔ محمد رفیق کے گھر میں سلمٰی معمول کے مطابق سلائی مشین پر نہیں بلکہ وہ اپنی ہونے والی سمدھن کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پرانی طرز کی کرسیوں کے درمیان میں میز دھری ہوئی تھی۔ سفید بارڈر والے سرخ میز پوش کے اُوپر مختلف پلیٹوں میں لوازمات رکھے ہوئے تھے جبکہ بڑے ٹھسے سے بیٹھی ہوئی زینت چائے پینے میں مصروف تھی۔ سلمٰی اسے دیکھے چلے جا رہی تھی جبکہ عالیہ قریبی باورچی خانے میں اُن کے درمیان ہونے والی باتوں کی طرف دھیان دیئے ہوئے تھی---زینب نے چائے کی پیالی خالی کر کے میز پر رکھی اور پھر بڑے اطمینان سے بولی۔

''لے بہن سلمٰی! میرے بے حد اصرار پر مَیں نے چائے تو پی لی ہے۔ اَب غور سے میری وہ بات سن جو آج میں تجھے کہنے کے لیے خاص طور پر آئی ہوں---''

اُس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ سلمٰی من ہی من میں کانپ کر رہ گئی---اللہ جانے' اُس نے کیا بات کرنی ہے؟ اس نے دِل ہی دِل میں دُعا کی' اے اللہ! خیریت رکھنا' پھر بڑی مشکل سے بولی۔

''بولو زینب! مَیں تمہاری بات سن رہی ہوں۔''

''دیکھو! میرے بیٹے کو نوکری لگے اَب پورا ایک سال ہو گیا ہے اور عالیہ کے ساتھ اتنا ہی تقریباً وقت ہو گیا ہے منگنی کیئے ہوئے۔ خیر سکھ سے اَب تو مَیں اَب پتر کی شادی کر کے اسے اپنے گھر بار والا کر دینا چاہتی ہوں۔ اَب تو بول' بارات لے کر کب آئیں---؟''

اُس نے بڑی ہی خوشگوار لہجے میں کہا لیکن انہی لمحوں میں سلمٰی چونک کر رہ گئی اُس کا چہرہ مرجھا گیا تب وہ بڑے ہی دھیمے لہجے میں بولی۔

''زینب! ویسے تو عالیہ اب تیری ہی بیٹی ہے تو جب چاہے اسے آ کر لے جا مگر---''

وہ کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔

''میں اب تیری یہ اگر مگر نہیں سنوں گی' پچھلے تین مہینوں سے میں یہی سنتی چلی آ رہی ہوں۔'' اُس نے اُکتاہٹ بھرے انداز میں کہا۔

''پر بیٹی کو کچھ دے کر ہی رُخصت کیا جاتا ہے نا!--- سچ پوچھو تو پہلی کو رُخصت کرنے کے لیے جو قرض لیا تھا' ابھی تک وہی نہیں اُترا۔ میں تو انہی سوچوں میں ہلکان ہوتی رہتی ہوں کہ اب عالیہ کو بھی رُخصت کرنا ہے۔'' وہ بولی۔

''سلمٰی! کیا خیال ہے تیرا کہ تو عالیہ کو کچھ بھی نہیں دینا چاہتی؟--- خیر سے میرا اتنا بڑا خاندان ہے' وہ لوگ کیا سوچیں گے کہ میں بہو کہاں سے بیاہ لائی ہوں۔ تجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا نا' سلمٰی---!'' اُس نے یوں کہا جیسے وہ نا اُمید سی ہوگئی ہے۔

''وہ ہی تو چاہ رہی ہوں کہ کسی طرح عالیہ کو اپنے گھر رُخصت کر دوں۔ اس کے بعد چاہے ہمیں روکھی سوکھی' جیسی بھی نصیب ہو' ہم گزارہ کر لیں گے---'' وہ روہانسو ہوتے ہوئے بولی۔

''دیکھ' سلمٰی! میرا پتر ماشاءاللہ خوبصورت ہے' برسر روزگار ہے ایک سے ایک لڑکی کا رشتہ اُس کے لیے موجود ہے--- صاف سی بات ہے۔ اگر تو زیادہ کرے گی نا' تو مجھے پھر کوئی دوسرا گھر دیکھنا پڑے گا۔''

زینب نے انتہائی روکھے انداز میں کہا جس سے سلمٰی کے دل میں ٹیس اُٹھی مگر سہ گئی البتہ اس کی تڑپ لہجے سے نہ گئی۔

''نہیں--- نہیں' زینب! ایسا ظلم مت کرنا۔ میں کچھ نہ کچھ کرتی ہوں۔''

''کرنا تو پڑے گا' سلمٰی! ورنہ اگر یہی حال رہا تو مجھے نہیں لگتا کہ ہم میں رشتے داری ہو پائے گی--- خیر! تو ایسے کر' ایک دو ہفتوں میں سوچ کر بتادے۔ پھر میں جو چاہوں گی سو کروں گی۔'' زینب نے بالکل ہی آنکھیں پھیرتے ہوئے کہا۔

''ہاں' زینب! میں تجھے بتادوں گی' مگر تو کچھ تو حوصلہ رکھ---'' سلمٰی نے شکوہ بھرے لہجے میں کہا۔

''لیکن اب تو بھی مجھے یہ اگر مگر مت سنانا۔ پھر نہ کہنا کہ میں نے اپنے پتر کے لیے کوئی اور لڑکی دیکھ لی ہے--- اچھا اب میں چلتی ہوں' بڑا وقت ہوگیا ہے---'' اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''اچھا' بہن---!''

سلمٰی نے بھی اُٹھتے ہوئے کہا اور اُسے دروازے تک چھوڑنے گئی۔ جیسے ہی وہ واپس آ کر اپنی چارپائی پر بیٹھی' عالیہ تیر کی سی تیزی کے ساتھ آئی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''اماں! میں نے کتنی بار کہا ہے کہ میں نے شادی نہیں کرنی۔ تم نے اُس عورت کو جواب کیوں نہیں دیا' میں ایسے لالچی لوگوں میں زندگی کیسے گزاروں گی---؟''

اُس کے لہجے میں بغاوت جیسا انداز تھا جس پر سلمٰی اُس کی جانب دیکھتی رہی' یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' وہ بھیگے ہوئے لہجے میں بولی۔

''بیٹی! میں اُنہیں کوئی جواب نہیں دے سکتی' ایک مجبور ماں کیا کہہ سکتی ہے۔ میں یہ گھر...... یہ گھر بیچ دوں گی لیکن تمہیں خوشیاں ضرور دوں گی......''

''آگ لگے ایسی خوشیوں کو جو آنکھوں میں آنسو بھر دے---تم میرا کیسا گھر بنانا چاہتی ہو جس سے تمہارے گھر کی چھت چھن جائے۔ اچھا ہوا جو تم نے میری چھوٹی بہن کسی کو دے دی ورنہ پھر تم اُس کے لیے کیا کرتیں---'' عالیہ نے بھی روہانسو ہوتے ہوئے کہا۔

''تو فکر نہ کر--- تیرے بعد ہم کسی نہ کسی طرح گزارہ کر لیں گے مگر تو شادی نہ کرنے کی ضد مت کر ورنہ تیری یہ ماں جیتے جی مر جائے گی۔'' یہ کہہ کر اُس نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا۔''---اور آج اگر تیری بہن ہوتی نا' تو اُس کا نصیب اُسے مل جاتا۔ پتہ نہیں کیسا نصیب پایا ہے اُس نے' کہاں ہو گی وہ بیچاری---؟''

سلمٰی یوں خیالوں میں کھوئی کہ اُسے اپنا ہوش بھی نہیں رہا۔ عالیہ کافی دیر تک اُس کے پاس بیٹھی رہی' پھر اُٹھ کر چلی گئی---سلمٰی ابھی تک وہیں بیٹھی تھی کہ اُس کا شوہر محمد رفیق بھی کھانستا ہوا اندر آ گیا۔ چند لمحے اس نے گم صم بیٹھی سلمٰی کو دیکھا اور پھر خاموشی کے ساتھ دوسری چارپائی پر لیٹ گیا تو سلمٰی کو احساس ہوا۔ اُس نے رفیق کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آج پھر کام نہیں لگا---؟''

''کیا کروں---بوڑھا ہوں' بیمار ہوں۔ ایسے بندے کو کون مزدوری دیتا ہے۔''

اِس نے بمشکل کھانسی روکتے ہوئے کہا۔ تب سلمٰی نے اپنے پلو سے بندھے چند روپے نکالے اور اُس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

''لے بلال کے ابا! آج صبح ہی زرینہ سلائی کے پیسے دے گئی تھی۔ تو جا' جا کر اپنی دوا لے آ---''

''ارے بھاگوان! یہ جو میری بیماری ہے نا' معمولی دواؤں سے دُور ہونے والی نہیں ہے۔ میں کچھ دنوں تک ٹھیک ہو جاؤں گا نا' تو پھر کوئی مزدوری تلاش کر کے چار آنے بناؤں گا اور اپنا علاج کروالوں گا۔''

اِس نے بڑے ہی حسرت آمیز لہجے میں کہا تو سلمٰی نے غصے سے کہا۔

''کھانس کھانس کر تیرا بُرا حال ہو رہا ہے' اُٹھنے بیٹھنے کی سکت تجھ میں نہیں ہے۔ ایسے تو کیسے ٹھیک ہو جائے گا' کس طرح مزدوری کرے گا؟---یہ پیسے لے اور کسی سرکاری ہسپتال میں چلا جا' اپنی دوائی لے آ---''

''تجھے پتہ بھی ہے کہ میری بیماری کیا ہے---؟'' وہ مایوسی بھرے لہجے میں بولا۔

''جانتی ہوں میں تیری بیماری--- یہ قرض اُتر جائے اور عالیہ بیٹی اپنے گھر کی ہو جائے تو--- تیرے ساتھ مجھے بھی سکون مل جائے لیکن تیری طرح حوصلہ ہار کے میں تو چارپائی سے نہیں لگی---'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ رفیق بھی چپ رہا تو سلمٰی نے دِھیرے سے کہا۔''ذہ نہنب آئی تھی آج--- اس بار تو وہ آخری بات کہہ گئی ہے یعنی چند دِنوں تک اُنہیں بارات کی تاریخ دے دیں یا پھر وہ اپنے بیٹے کی شادی کسی اور جگہ طے

کر دیں گے۔"

"یہ اچھا تو نہیں ہوگا---تو ہی بتا' سلمیٰ' ہم کیا کریں---؟" وہ ہمت ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں نے سوچا ہے' ہم یہ گھر بیچ دیں گے۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا---عالیہ تو اپنے گھر کی ہو جائے گی نا---!" سلمیٰ نے ایک عزم سے کہا۔

"ہاں---" رفیق نے چونکتے ہوئے کہا۔" ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں کوئی گاہک تلاش کرتا ہوں' پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"---پر جو بھی کرنا ہے جلدی کر لے اور ہاں' یہ گھر بیچنے کی بات عالیہ کے سامنے مت کرنا' وہ پہلے ہی ایسی باتیں سن سن کر شادی سے انکار کر رہی ہے۔ ہماری یہ غربت اُسے بھی کوئی خواب نہیں دیکھنے دیتی۔ بالکل مرجھا کے رہ گئی ہے میری بچی---!"

"ہاں' وہ بے چاری بھی کیا کرے---" وہ دھیرے سے بولا۔

"لیکن تو کچھ کر---جا' جا کر اپنی دوا لے آ---"

سلمیٰ نے کہا اور اُٹھ کر وہ چند مڑے تڑے نوٹ اس کے ہاتھ میں دے کر اندر کی جانب چلی گئی تاکہ اپنی سلائی مشین نکال سکے' مزدوری تو بہر حال اُسے کرنا تھی۔

☆☆☆

رات کے سائے پھیل چکے تھے اور شائستہ بیگم اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز یہ مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ آخر نورین نے وجاہت کے ساتھ شادی کرنے سے اِنکار کیوں کر دیا ہے؟ ظاہر ہے' اِس کی کوئی نہ کوئی تو وجہ ہوگی لیکن وجہ بہر حال وہ نہیں ہو سکتی جو صفیہ نے اُس کے دماغ میں ڈالی تھی۔ وہ اِس پر سوچنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ اِس کا دل نہیں مان رہا تھا لیکن دماغ اُسے مسلسل یہی کہے چلا جا رہا تھا کہ ایسا ممکن کیوں نہیں ہے---اِس وقت وہ کاریڈور میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی۔ یہی کوئی دو پہر سے پہلے کا وقت ہوگا جب صفیہ اس کے پاس فریش جوس لے کر آ گئی۔

"لیجئے' بیگم صاحبہ! جوس پی لیجئے۔"

اُس نے چونک کر صفیہ کی جانب دیکھا اور قدرے حیرت سے بولی۔

"یہ تم بے وقت کا جوس لے کر کیوں آ گئی ہو---لے جاؤ' میرا دِل نہیں چاہ رہا ہے۔"

"بیگم صاحبہ! یہ تو آپ کو پینا ہی پڑے گا ورنہ نورین بی بی نے آ کر میرے ساتھ بہت غصے ہونا ہے۔ صبح جاتے ہوئے وہ مجھے تاکید کر کے گئیں تھیں کہ میں کس وقت کون سی چیز آپ کو دوں۔"

صفیہ نے گلاس والی ٹرے قریبی میز پر رکھی اور خود نیچے فرش پر بیٹھ گئی۔ شائستہ یہ سن کر خوش ہوئی تھی کہ نورین کو اُس کا کتنا خیال ہے اس لیے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے' یہ تم خود سے بنا کر نہیں لائی ہو بلکہ نورین نے ہدایت کی تھی؟"

''جی بیگم صاحبہ! مجھ اَن پڑھ گنوار کو کیا پتہ۔ وہ جس طرح کہیں گی میں نے تو ویسے ہی کرنا ہے۔ اُنہیں آپ کی صحت کا تو خیال ہے نا!'' یہ کہہ کر اس نے دھیرے سے کہا۔ ''چلیں' آپ نہ پئیں۔ میں نورین بی بی کو بتادوں گی کہ آپ نے منع کر دیا تھا۔''

''بہت بولتی ہو' صفیہ---!'' شائستہ بیگم نے مسکراتے ہوئے نرمی سے کہا اور گلاس اُٹھا کر سپ لے لیا۔

''بیگم صاحبہ! اتنے بڑے بنگلے میں چند نوکروں کے علاوہ اس چھت تلے' میرا آپ دونوں کے علاوہ اور کون ہے۔ نورین بی بی آ جاتی ہیں تو کتنی رونق ہو جاتی ہے لیکن آج کل تو وہ بھی چپ چاپ اور خاموش سی ہو گئی ہیں' نجانے اُنہیں کیا ہو گیا ہے--- آپ نے غور کیا' بیگم صاحبہ؟'' صفیہ نے انتہائی محتاط انداز میں کہا۔

''ہاں---شاید وہ کسی فیصلے تک نہیں پہنچ سکی ہے' میرے خیال میں اُس کے خاموش رہنے کی یہی وجہ ہے۔''

شائستہ بیگم نے پرخیال لہجے میں کہا تو صفیہ نے پھر دھیرے سے مگر ڈرتے ہوئے کہا۔

''ویسے ایک بات کہوں' بیگم صاحبہ!'' آپ بُرا مت مانئے گا---''

''ہاں' کہو۔ کیا بات ہے؟'' اُنہوں نے عام سے انداز میں کہا۔

''جس طرح فاخرہ بیگم نے بات کی ہے۔ اس پر تو نورین بی بی کو بہت خوش ہونا چاہئے تھا۔ اَب اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے لیکن وہ اسی دن سے خاموش ہو گئی ہیں اس کی وجہ پر غور کیا آپ نے---؟'' صفیہ نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''میں سمجھی نہیں' تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟'' شائستہ بیگم نے چونکتے ہوئے کہا۔

''چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے' بیگم صاحبہ! میں نے بھی بیٹی بیاہی ہے' ایک ماں کی حیثیت سے میرا تجربہ کہتا ہے کہ نورین بی بی کو وجاہت پسند نہیں ہے---''

اس کے یوں کہنے پر شائستہ بیگم چونک گئی اور پھر سرسراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو--- کیا تم سے نورین نے بات کی ہے؟''

''میرا اندازہ ہے' بیگم صاحبہ!--- وجاہت میں کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ انکار بھی کرتی ہیں اور کوئی وجہ بھی نہیں بتاتیں۔ میرا ذہن تو صرف ایک ہی بات کی جانب جاتا ہے کہ نورین بی بی کسی اور کو پسند کرتی ہیں لیکن وہ آپ سے کہہ نہیں پا رہیں---''

صفیہ نے دھیرے دھیرے اپنی بات کہہ دی۔ شائستہ بیگم نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہیں تھا اس لیے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد بولی۔

''بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ممکن ہے' ایسا ہی کچھ ہو مگر میرا دِل نہیں مانتا اور نہ ماننے کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں ہے--- خیر' میں اس پہلو پر بھی سوچوں گی اور اس سے خود بات کروں گی۔''

''ہمارا مقصد تو نورین بی بی کی بہتری ہے نا! وہ اگر حسن لاج ہی میں رہ جائیں تو کتنا اچھا ہے۔''

اس نے بات بڑھانا چاہی لیکن شائستہ بیگم اپنی ہی سوچوں میں کھو گئی تھی' اس لیے اسے جانے کا اشارہ کر دیا۔ صفیہ وہاں سے چلی گئی لیکن

ایک سوچ وہیں چھوڑ گئی جو شائستہ بیگم کے ساتھ گویا چسٹ گئی تھی۔ بظاہر ایسا کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک ماں کو اپنی بیٹی میں سب کچھ دکھائی دے جاتا ہے اور ایسا معاملہ تو وہاں ہوتا ہے جہاں ماں اور بیٹی میں بہت فاصل ہو۔ ان کے درمیان تو ایسا کچھ نہیں تھا مگر اسی طرح جو ممکن ہونے کا بھی پہلو رکھتی ہو۔ اُس نے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس شام وہ یہی سوچے چلی جارہی تھی' یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ پھر اُس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ نورین سے ضرور بات کرے گی۔۔۔حسب معمول نورین میڈیسن لے کر آئی تو شائستہ بیگم نے بڑے سکون سے ٹیبلٹ پھانک کر پانی پیا۔ نورین وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی' تب شائستہ بیگم نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

''پتہ نہیں' یہ دوائیں کب جان چھوڑیں گی۔۔۔؟''

''جب آپ پوری طرح صحت مند ہو جائیں گی۔۔۔''

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے صفیہ کمرے میں داخل ہوئی اور پوچھا۔

''نورین بی بی! آپ کے لیے دُودھ یہیں لے آؤں یا پھر کمرے میں۔۔۔؟''

''یہ ابھی کچھ دیر میرے پاس بیٹھے گی' تم جاؤ۔'' شائستہ بیگم نے کہا تو وہ خاموشی سے چلی گئی۔

''جی' ماما! کہیں' کیا بات کہنا چاہتی ہیں آپ۔۔۔؟''

نورین نے مسکراتے ہوئے لاڈ سے کہا۔ تو وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''بیٹی! جس طرح ہر فیصلے کی بنیاد میں کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے' اسی طرح تم نے وجاہت کے ساتھ شادی نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے' میں اس کی وجہ جاننا چاہتی ہوں۔۔۔''

''ماما! کیا یہ بتانا بہت ضروری ہے۔'' نورین نے یوں کہا جیسے اس کی ساری خوشگواریت پر اوس پڑ گئی ہو۔

''بیٹی! اس طرح میں مطمئن ہو جاؤں گی۔'' اس کی سنجیدگی برقرار رہی۔

''لیکن' ماما! میں نہیں سمجھتی کہ میرے انکار کے بعد آپ کو کسی بھی دلیل یا وجہ کی ضرورت محسوس ہو۔ آپ کو اپنی بیٹی پر اعتماد کرنا چاہیے۔۔۔ہاں' یہ بتا دیتی ہوں کہ میں نے اگر انکار کیا ہے تو اس کی وجہ وجاہت کا بدقماش یا آوارہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کی کچھ دوسری وجوہ بھی ممکن ہو سکتی ہیں۔''

نورین نے بہت سوچ کر بہت محتاط انداز میں کہا تو وہ تیزی سے بولی۔

''وہی تو جاننا چاہ رہی ہوں۔۔۔فاخرہ اگر مجھ سے کوئی مزید بات کرتی ہے تو میں اُسے بتا سکوں تاکہ وہ دوبارہ ہم سے اس موضوع پر بات ہی نہ کرے۔''

''ماما! کیا آپ اس پر یقین رکھتی ہیں کہ جس شے سے دلچسپی نہ ہو' اس شے کی کھوج فضول ہوتی ہے سو آپ اس قصے کو چھوڑیں۔ میں نے انکار کر دیا تو انکار کر دیا۔'' اس نے ٹال دینے والے انداز میں کہا۔

''دیکھئے بیٹی! محض تمہارے اِنکار کی وجہ سے میں اُن تینوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ وہ ہمارے محسن ہیں۔ اللہ بخشے نواب صاحب جب اس دُنیا سے رُخصت ہوئے تھے تو اُنہوں نے ہی سب کچھ سنبھالا تھا اور اَب تک سنبھال رہے ہیں۔'' شائستہ بیگم نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''ماما! اگر آپ اُن کے احسانات کا بدلہ میری شادی کر کے اُتارنا چاہتی ہیں تو میں حاضر ہوں لیکن اس طرح میرا جسم تو اُن کے حوالے ہو گا مگر رُوح نہیں --- اَب آپ جو چاہیں' مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہو گا۔''

نورین حتمی انداز میں بولی تو شائستہ بیگم ایک دم سے پسیج گئی' پھر بڑی نرمی سے بولی۔

''نہیں' بیٹی! ایسے نہیں۔ تم جذباتی ہو کر سوچ رہی ہو۔ میں ایسا قطعاً نہیں چاہوں گی کہ میری بیٹی کی آنکھ میں ایک بھی آنسو آئے لیکن ---'' یہ کہتے ہوئے وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوئی' پھر نورین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن میں ایک بات پوچھوں گی اور جو سچ ہے' وہی تم نے مجھے بتانا ہے --- تمہیں کوئی اور لڑکا پسند تو نہیں ہے؟''

''ماما! مجھے یقین تھا کہ آپ مجھ سے کوئی ایسا ہی سوال کریں گی --- پہلی بات تو یہ کہ میں نے آج تک آپ سے جھوٹ نہیں بولا البتہ کچھ باتیں میں جان بوجھ کر نہیں بتاتی' مجھے آپ کی صحت سب سے زیادہ عزیز ہے اور رہی یہ بات کہ مجھے کوئی پسند ہے اور میں اس کی وجہ سے اِنکار کر رہی ہوں تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر ایسا کچھ ہوا تو میں سب سے پہلے آپ ہی کو بتاؤں گی ---'' نورین نے بڑے تحمل سے شائستہ بیگم کو بتایا۔

''وجاہت کے بارے میں کوئی وجہ نہیں' کوئی اور لڑکا پسند نہیں تو پھر ایسی کیا بات ہے ---؟'' وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔

''ماما! آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں' اعتماد کریں اپنی بیٹی پر' اس کے بعد میں آپ کو پوری طرح مطمئن کر دوں گی۔ آپ کے ہر سوال کا جواب دوں گی --- پلیز' ماما! تھوڑا سا وقت' پھر آپ کا جو فیصلہ بھی ہو گا' وہ مجھے قبول ہو گا۔'' نورین نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے ---'' شائستہ بیگم نے ایک دم سے کہا۔ ''لیکن ایک بات میں بھی کہوں گی' اَب تک تم نے وجاہت کو جس نگاہ سے بھی دیکھا ہو مگر اَب تم اُسے مثبت نگاہوں سے دیکھو گی۔ شاید اُس کے لیے تمہارے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا ہو جائے ---''

''میں پورے خلوص سے کوشش کروں گی' یہ میرا وعدہ رہا ---''

نورین نے آنکھیں بند کر کے کہا اور شائستہ بیگم کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسکرا دی۔ اِن دونوں کو یہ احساس ہی نہیں تھا کہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی صفیہ ساری باتیں سن رہی ہے' وہ اُن کی باتیں سننے کے لیے وہیں رُک گئی تھی۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم کی گاڑی حسن لاج کے پورچ میں رُکی تو ڈرائیور نے جلدی سے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ فاخرہ بیگم باہر نکلی اور اِردگرد دیکھا' تبھی اِس کی نگاہ دُور لان میں بیٹھی ہوئی نورین پر پڑی جو اکیلی بیٹھی کتاب پڑھنے میں مگن تھی۔ اس نے سیاہ گاگلز اُتارے اور اُس کی جانب بڑھ گئی۔ جیسے ہی وہ اُس کے قریب پہنچی' نورین نے احساس کرتے ہوئے گردن اُٹھا کر دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے اس کے استقبال کے لیے کھڑی ہو گئی' بڑے خوشگوار موڈ میں کہا۔

''السلام علیکم آنٹی! کیسی ہیں آپ؟---آئیں! تشریف رکھیں---''

اُس نے پاس پڑی ہوئی دوسری کرسی کی جانب اشارہ کیا۔تو فاخرہ نے بہت ہی پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''وعلیکم السلام---میں تو ٹھیک ہوں مگر تم ہو کہ گھر پر دِکھائی ہی نہیں دیتی ہو!بس آفس ہی کی ہو کر رہ گئی ہو۔''

یہ کہتے ہوئے وہ بیٹھ گئی تو نورین بھی کتاب میز پر رکھ کر بیٹھ گئی۔

''آنٹی! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ آج کل کمپنی کن حالات سے گزر رہی ہے۔وقار انکل نے خود مجھے اِن معاملات کو دیکھنے کے لیے کہا ہے۔تو ظاہر ہے' محنت کی وجہ سے مصروفیت تو ہوگی---''

''ہاں' بیٹی! وقار مجھے بتاتے رہتے ہیں کہ تم کتنی محنت اور توجہ سے کام کرتی ہو۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے یکدم لہجہ بدلتے ہوئے پوچھا۔''یہ آج تم اکیلی اور وہ بھی خلافِ معمول یہاں بیٹھی ہوئی ہو---؟''

''ماما آرام کر رہی تھیں میڈیسن کی وجہ سے---میرا دِل چاہ رہا تھا کہ کھلی فضا میں بیٹھوں' سو یہاں آ کر بیٹھ گئی۔'' وہ عام سے لہجے میں بولی۔

''اچھا کیا---'' یہ کہہ کر اس نے بڑے محتاط انداز میں کہا۔''میں کئی دِنوں سے سوچ رہی تھی کہ تم سے ایک بات کروں۔''

''خیریت' آنٹی! کہیے ایسی کیا بات ہے؟'' اُس نے تھوڑا بہت احساس کرتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھ' بیٹی! میں لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھوں گی۔یہ تکلفات تو غیروں کے لیے ہوتے ہیں' تم تو اپنی ہو---'' یہ کہہ کر وہ لحہ بھر کو رُکی' پھر بولی۔''بات وہی ہے کہ ہم سب چاہتے ہیں' تمہاری شادی وجاہت سے کر دی جائے اور یہ---''

تو نورین نے بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔''آنٹی! یہی بات ماما نے بھی مجھ سے کہی تھی مگر میں نے اُنہیں صاف کہہ دیا تھا کہ میرا ایسا کوئی اِرادہ نہیں ہے۔میرا خیال ہے کہ آپ کی اُن سے اِس موضوع پر بات نہیں ہوئی؟''

''نورین' بیٹی! اگر تم وجاہت کے رویئے کی وجہ سے اِنکار کر رہی ہو تو کیا وہ سدا ایسا ہی رہے گا؟---تم بہت اچھی ہو' گھر کی بیٹی ہو' ہمیں تم پر مان ہے---تمہاری وجہ سے وہ سدھر جائے گا۔کیا یہ اچھی بات نہیں ہوگی---!'' اِس نے بڑے نرم لہجے میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آنٹی! آپ نے آج تک مجھے گھر کی بیٹی نہیں سمجھا اور نہ مانا ہے۔آپ کی نگاہوں میں میری حیثیت ہمیشہ نوکروں کی سی رہی ہے اور آپ نے ایسا برتاؤ بھی کیا---مجھے اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' یہ آپ کا رویہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ میں آپ کے خاندان سے نہیں ہوں' آپ کا خون نہیں ہوں۔اِس کا اِظہار آپ نے تضحیک سے کئی بار کیا ہے---رہی بات وجاہت کی تو کیوں اُسے مجھ پر مسلط کیا جا رہا ہے' میں اُس سے شادی کرنے کا رسک کیوں لوں---؟''

نورین نے بظاہر نرم لہجے میں انتہائی سخت باتیں کہہ دیں۔فاخرہ بیگم کا چہرہ ہر لفظ کے ساتھ بدلتا چلا گیا' یہاں تک کہ وہ تھرتھراتے ہوئے انداز میں بولی۔

''یہ---یہ تم کیا کہہ رہی ہو نورین---؟''

''حقیقت---وہ جو حقیقت ہے۔ آپ اپنے بیٹے کو سدھارنے کے چکر میں میری زندگی برباد کر دینا چاہتی ہیں۔ کیوں چاہتی ہیں آپ ایسا---؟'' نورین کافی حد تک جذباتی ہو گئی تھی۔

''یہ کیا اول فول بک رہی ہو' تمہیں احساس ہے کہ تم کس سے بات کر رہی ہو---؟'' فاخرہ نے تیزی سے کہا۔

آنٹی! میں بک نہیں رہی بلکہ آپ کا رویہ ہی آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں جیسے شاید آپ بھی برداشت نہیں کر پائی ہیں---آپ میرا خیال چھوڑیں اور اپنے بیٹے کی فکر کریں' کہیں وہ کسی کی زندگی برباد نہ کر رہا ہو---''

نہ چاہتے ہوئے بھی نورین کے منہ سے ایسی بات پھسل گئی لیکن فاخرہ کو تو ہوش ہی نہیں تھا کہ اس بات پر توجہ دیتی' اس نے شدید غصے میں کہا۔

''تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ تم کیا کچھ کہہ گئی ہو اور اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں---تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تم مہارانی کی طرح میرے گھر میں رہو گی---اتنا اچھا گھر' اتنا اُونچا خاندان تمہیں مل ہی نہیں سکتا۔ تم اپنی قسمت خود خراب کر رہی ہو بلکہ لکیر پھیر رہی ہو اپنی قسمت پر---''

''نہیں' آنٹی! میں لکیر نہیں پھیر رہی ہوں بلکہ ان آنسوؤں سے بچنے کی کوشش کر رہی ہوں جو آپ میرا مقدر بنا دینا چاہتی ہیں---خدا کے لیے' آنٹی! آپ مجھے میری اوقات ہی میں رہنے دیں۔ مجھے نہیں چاہئے آپ کا اُونچا خاندان---''

نورین نے تلخی بھرے لہجے میں کہا تو فاخرہ غصے میں اُٹھ کھڑی ہوئی' پھر دھمکی دینے والے انداز میں بولی۔

''سنو لڑکی! تم نے اگر میری بات نہیں مانی نا' تو بہت پچھتاؤ گی---اَب بھی وقت ہے' مان جاؤ ورنہ کسی قابل بھی نہیں چھوڑوں گی---''

''آنٹی! میں مر جاؤں گی' یہ مجھے قبول ہے مگر آپ کی بات نہیں مانوں گی' یہ ناممکن ہے---''

نورین نے بڑے تحمل سے کہا تو فاخرہ اس کی طرف چند لمحے دیکھتی رہی پھر تیزی سے مڑ کر تیز تیز قدموں سے پورچ کی طرف چل دی۔ فاخرہ کو غصہ ہی اس قدر آیا تھا کہ وہ شائستہ بیگم سے ملے بغیر پورچ ہی سے واپس پلٹ گئی۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم سارا دن غصے میں سلگتی رہی۔ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ نورین اس قدر سخت الفاظ میں اس کی بات رد کر دے گی۔ نورین کی کہی ہوئی باتیں اس کے ذہن میں سے نکل ہی نہیں رہی تھیں اور انہی باتوں کی وجہ سے وہ تلملا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ نورین کو ایسا سبق سکھاتی جو وہ ساری عمر یاد رکھتی مگر کئی ایسے خیال اس کے سامنے آ جاتے جس سے وہ بس کسمسا کے رہ جاتی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں اکیلی بیٹھی بس یہی سوچے چلی جا رہی تھی' تبھی وجاہت اُنگلی میں کار کی چابی گھماتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ باہر جانے کے لیے تیار ہو کر آیا تھا' اس کی نگاہ فاخرہ بیگم پر پڑی جو دُھواں ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے تو وہ قریب سے گزر جانا چاہتا تھا لیکن جب اس نے غور سے اپنی ماما کا چہرہ دیکھا تو رُک گیا اور عام سے لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے' ماما! آپ بہت پریشان سی لگ رہی ہیں؟''

اس کے یوں پوچھنے پر فاخرہ بیگم چونک گئی' پھر اجنبی سے لہجے میں بولی۔

''نن' نہیں تو---میں ٹھیک ہوں' تم جاؤ---''

وجاہت اپنی ماما کے لہجے اور انداز پر چونکتے ہوئے بولا۔ ''کوئی بات تو ہے' ماما! نہیں بتانا چاہتی ہیں تو یہ الگ بات ہے۔''

تب فاخرہ نے قدرے غصے میں اس کی جانب دیکھا اور پھر سخت لہجے میں بولی۔ ''ہاں' بات ہے اور اس کی وجہ تم ہو' صرف تم---میں تمہاری وجہ ہی سے اس حال کو پہنچی ہوں۔''

''میں---؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا ہوا ہے' کچھ بتائیں تو---؟''

''آج میری نورین سے بات ہوئی۔ میں نے اُس سے تمہارے رشتے کی بابت کہا تو اُس نے نہ صرف صاف انکار کر دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرنے کا رسک نہیں لے سکتی' ساری زندگی آنسو نہیں بہا سکتی---لوگ تو اپنی اولاد پر فخر محسوس کرتے ہیں اور میں---میں اپنی اکلوتی اولاد کے دُکھ سہتی پھرتی ہوں---'' فاخرہ بیگم کے لہجے میں دُکھ چھلک رہا تھا۔

''وہ---وہ لے پالک' جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں---'' وجاہت نے چونکتے ہوئے غصے میں کہا۔

''ہاں' وہی لے پالک جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ میرے سامنے اُونچی آواز میں بولی ہے۔ اُس کا حقارت بھرا لہجہ میرے دماغ میں خنجر کی طرح پیوست ہو گیا ہے---''

''اس نورین کی یہ جرأت---میں ابھی اسے حسن لاج سے کھینچ کر یہاں لاتا ہوں' وہ ابھی آپ سے معافی مانگے گی۔'' وجاہت نے باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

''رُک جاؤ---!'' اس نے تیزی سے کہا تو وجاہت کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے' تب وہ بولی۔ ''نہیں' ایسے نہیں بیٹا! یوں اگر اُس نے معافی مانگی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ میں اُسے اس قدر مجبور کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ ایک دن میں کئی بار مجھ سے معافی مانگے' بس ایک بار---ایک بار بہو بن کر وہ میرے اس گھر میں آ جائے۔''

''ماما! آپ مسلسل مجھے تحمل کا سبق دیئے جا رہی ہیں لیکن ایسی منہ چڑھی' کم حیثیت لڑکیاں شرافت کی زبان سمجھتی ہی نہیں ہیں۔ انہیں اس زبان میں---''

''نہیں---'' فاخرہ بیگم بولی۔ ''جب تک ہو سکے' صبر و تحمل اور برداشت سے کام لینا ہوگا۔ ہمارے اور نورین کے درمیان جو اُونچی دیوار شائستہ بیگم کی صورت میں حائل ہے' اس کا احساس تمہیں ہمیشہ رہنا چاہئے۔''

''لیکن' ماما! جو اُس نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی' اُس کا---'' وجاہت نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں ہوتا---شکار ہونے سے پہلے ہرنی چوکڑیاں بھرا ہی کرتی ہے لیکن کب تک؟---وہ جتنا مرضی بھاگ لے' اُسے میرے ہی تیر سے شکار ہونا ہے---''

فاخرہ بیگم نے کہا تو وجاہت چند لمحے اس کی جانب دیکھتا رہا' پھر غصے میں باہر کی جانب نکل گیا۔ شائستہ بیگم اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ وجاہت اُس کی مانتا ہے' وہ نورین کے بارے میں جو کہے گی' وہ مان لے گا۔ یہ سوچ کر وہ دِھیرے سے مسکرا دی۔ اُس کے ذہن پر چھایا ہوا غبار بڑی حد تک ڈھل گیا تھا۔ اُس کی سوچ کسی اور ہی نہج پر چل نکلی تھی۔

رات جب وہ اپنے بیڈروم میں آئی تو وقار احمد میگزین میں کھویا ہوا تھا۔ اُس نے جاتے ہی بڑے نرم انداز میں میگزین پکڑ کر ایک جانب رکھا اور بولی۔

''وقار! مَیں آپ سے مشورہ کرنا چاہتی ہوں۔''

وقار احمد نے چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔''زہے نصیب---فرمائیں' آپ کیا مشورہ چاہ رہی ہیں؟''

فاخرہ بیگم نے نورین سے ہونے والی ملاقات بارے ساری روداد سنائی اور جو وجاہت کا ردِ عمل تھا' وہ بھی بتا دیا۔ پھر آخر میں کہا۔''وقار! مَیں سوچ رہی ہوں' کیوں نہ ہم شائستہ سے کوئی حتمی بات کر لیں نورین کے بارے میں---؟'' اس پر وقار احمد چند لمحے سوچتا رہا اور پھر بولا۔

''دیکھو' بیگم! جب تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ نورین نے صاف انکار کر دیا ہے تو پھر میرا نہیں خیال کہ ہمیں اُن سے کوئی حتمی بات کرنے کا فائدہ ہو گا بلکہ اِس طرح ہم بند گلی میں آ کر کھڑے ہو جائیں گے۔''

''حتمی بات کرنے کا مطلب ہے کہ وہ نورین کو شادی کے لیے مجبور کرے---'' فاخرہ نے تیزی سے کہا۔

''تم سمجھتی کیوں نہیں ہو---شادی تو نورین ہی کو کرنا ہے۔ جب وہی تیار نہیں تو تم کیا کر سکتی ہو---؟''

''یہ میری ضد ہے' وقار! مَیں اُسے ہر حال میں اِس گھر کی بہو بنا کر رہوں گی' اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔'' فاخرہ نے غصے میں تلملاتے ہوئے کہا۔

''مَیں نے تمہیں کب منع کیا ہے---تم نے مشورہ مانگا اور مَیں نے دے دیا۔ اَب تم جو چاہو' سو کرو۔'' وقار نے مایوسی بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''لیکن' وقار! مَیں اکیلی کیا کر سکتی ہوں' تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا---''

''وہ تو مَیں پہلے ہی دے رہا ہوں---'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گیا' پھر نرمی سے بولا۔''کیا اس معاملے میں تم کوئی خاص قسم کا ساتھ چاہ رہی ہو---؟''

''مجھے نہیں معلوم کہ مَیں نے کیا کرنا ہے---مَیں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ نورین اِنکار بھی کر سکتی ہے۔ اَب ہمیں کچھ اور ہی سوچنا ہو گا' کچھ ایسا کہ نورین خود مجبور ہو جائے---'' وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔

''بیگم---آج تک کمپنی کے سارے معاملات میرے ہاتھ میں رہے ہیں لیکن اَب مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے نورین ان سارے معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو بہت کچھ بگڑ کر رہ جائے گا--- پھر تو یہ خیال بھی محال ہو گا کہ نورین کی شادی وجاہت

سے ہو جائے---'' اس نے مستقبل کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے کہا' اس کے لہجے میں گہری تشویش بھی تھی۔

''اسی لیے---اسی لیے' وقار! نورین کو مجبور کرنا ہو گا مگر اس کے لیے ہمارے پاس اتنا زیادہ وقت نہیں ہے۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''ہوں---'' وقار نے ایک طویل ہنکارہ بھرا' پھر چونکتے ہوئے بولا۔ ''میں اس پر سوچتا ہوں مگر تم یا تمہارا بیٹا کوئی ایسی غلطی نہ کر لیں جس کا خمیازہ ہمیں بعد میں بھگتنا پڑے' تم شائستہ بیگم سے کسی قسم کی کوئی بات مت کرنا۔ اَب میں اِن سارے معاملات کو دیکھ لوں گا---''

اس نے کہا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ تب فاخرہ خاموشی سے اُٹھی اور بیڈ کی ایک جانب جا کر دراز ہو گئی۔

☆☆☆

اِس روشن صبح وجاہت لان میں بیٹھا مسلسل سوچ رہا تھا۔ انہی دو چار دِنوں میں پے در پے ایسے واقعات ہو گئے تھے کہ وہ اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ اِسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ سب کیسے ہوتا چلا گیا---رات جب اس کی سلیم سے بات ہوئی تھی تو اسے خود سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ حالات ایسے کیوں بن گئے ہیں؟

''وجی بھائی! کیا بات ہے؟ آج تم پھر پریشان لگ رہے ہو کیسا روگ ہے جس نے تمہیں اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔''

سلیم نے یونہی پوچھا تھا' اس پر وہ چند لمحے خالی ذہن سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''روگ--- مجھے کیا روگ لگ سکتا ہے؟ میں تو خود روگ کو لگ جاتا ہوں---بات یہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ غصہ مجھے اس بات پر آ رہا ہے کہ عاصمہ اچانک ہاتھ سے نکل گئی۔ زندگی میں پہلی بار صرف اُسے ایزی لیا تھا میں نے---وہ جس آسانی کے ساتھ میری زندگی میں آئی تھی' اسی آسانی کے ساتھ میری زندگی سے نکل گئی ہے۔''

''---ہاتھ سے نکل گئی---کیا مطلب' وہ کوئی سوئی تو ہے نہیں جو اس شہر میں گم ہو جائے گی' ہم اُسے تلاش کر لیں گے۔''

''اگر وہ شہر ہی میں نہ ہو تو---؟'' اُس نے سرسراتے ہوئے کہا۔

''وہ کہاں جا سکتی ہے۔ اِس شہر میں تو ممکن ہے' اُس کا کوئی جاننے والا ہو۔ کوئی سہیلی ہو' یا پھر اپنے گھر چلی گئی ہو---یہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس شہر سے باہر کون ہے اُس کا؟'' سلیم نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔

''میں گھر گیا تھا وہ اپنا سامان' کیش اور زیور لے گئی ہے---'' وجاہت نے سوچتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میرا نہیں خیال کہ اُس کے بارے میں مزید سوچا جائے۔ جب تک اُس کے پاس یہ سب کچھ ہے' وہ سامنے نہیں آئے گی لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم اُسے تلاش نہ کر پائیں---وجی بھائی! وہ خوف زدہ ہے' اس لیے کچھ عرصہ تو وہ چھپی رہے گی' یہ اس کی مجبوری ہے۔ اس لیے جب تک اُس کے بارے میں معلوم نہیں ہو جاتا' فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب سامنے آئے گی تو دیکھا جائے گا۔'' یہ کہہ کر وہ مسکرایا اور پھر دھیرے سے بولا۔ ''میرے خیال میں تو اَب تمہیں ساری توجہ نورین پر دینی چاہئے۔ اَب وہی تمہاری اصل منزل ہے' پیارے---!''

''ہاں---لیکن مجھے یوں لگتا ہے کہ اُسے میرے اور عاصمہ کے بارے میں علم ہو چکا ہے' اسی لیے وہ میرے بارے میں کوئی اچھا تاثر

نہیں رکھتی۔ وہ مجھ سے بدک رہی ہے---''

''تم اگر اسی طرح اُلجھتے رہے تو یہ نورین والا معاملہ بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا--- ارے بھائی! تاثر ہی غلط ہے نا؟ تو کیا ہوا' اس تاثر کو ٹھیک کر لو۔ جب عاصمہ ہی نہیں ہے' اس کا وجود نہیں ہے تو ثبوت کہاں سے آئے گا۔ ایسے کیوں نہیں سوچتے ہو؟''

سلیم نے کہا تو وجاہت ایک دم سے چونک گیا' اس نے بات تو پتے کی کہی تھی۔

''ٹھیک کہتے ہو' ثبوت نہیں ہے--- میں اَب نورین کو نہیں چھوڑ سکتا' وہ ضد بن گئی ہے---'' اس نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا' پھر سلیم کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ ''مگر وہ کوئی آسان شے نہیں ہے' بہت مشکل ہے یہ ان لڑکیوں سے مختلف ہے جن سے آج تک---''

''وہ مختلف ہے یا مشکل' مگر ہے تو ایک لڑکی۔ وہ بھی عام انسانوں کی مانند جذبات' خواہشات اور خواب رکھتی ہے--- تم اتنے گئے گزرے ہو کہ محبت کا ڈرامہ نہیں کر سکتے---؟''

سلیم نے مسکراتے ہوئے کہا تو وجاہت مسکراتے ہوئے بولا۔

''اوئے' سلیم! میں تو یہی سمجھتا تھا کہ تم مار دھاڑ اور نوٹوں کے علاوہ کچھ نہیں سوچتے ہو---''

''مار دھاڑ میں تم گرو ہو لیکن اس طرح لڑکی کے معاملے میں تم مجھے گرو مان لو---'' یہ کہتے ہوئے سلیم نے قہقہہ لگایا جو ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

رات سلیم کے ساتھ بات ہونے کے بعد وہ ایک نئی راہ پر سوچنے لگا تھا۔ اس میں نورین کے لیے شدت پسندی نہیں تھی' اسے احساس ہو گیا تھا کہ یہاں پھولوں جیسی نرماہٹ چاہیے مگر کیسے؟--- یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ انہی لمحات میں اسے احساس ہوا کہ فاخرہ بیگم اس کی جانب چلی آ رہی ہے۔

''تم یہاں ہو--- میں سمجھی' تم کہیں باہر چلے گئے ہو۔'' یہ کہتے ہوئے وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''خیریت تو ہے' ماما---؟'' اس نے چونکتے ہوئے کہا۔

''خیریت ہی ہے--- رات تمہارے پاپا سے میری تفصیلی بات ہوئی---''

یہ کہتے ہوئے اس نے ساری روداد بیان کر دی۔ تب وجاہت نے کہا۔

''میں نے تو آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ اُس کے ساتھ نرمی نہ برتیں مگر آپ ہیں کہ تحمل کا درس دیتی چلی آ رہی ہیں---''

''وہ تو اب بھی میں کہوں گی--- تم کیوں نہیں سمجھتے ہو کہ نورین اس وقت ہماری لیے کانچ کی اس گڑیا کی مانند ہے جس میں اگر دراڑ آ گئی یا ٹوٹ گئی تو پھر ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا بلکہ کرچیوں سے ہماری ہی ہاتھ لہولہان ہو جائیں گے۔ اُسے تو بس احتیاط سے اپنے گھر کے کسی طاق میں سجانا ہے۔ پھر چاہے وہ ٹوٹ جائے' کوئی غم نہیں۔''

''آپ چاہتی کیا ہیں' میں اَب تک نہیں سمجھ پایا ہوں---؟'' وجاہت نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''میں چاہتی ہوں' تم بہت اچھے بن جاؤ۔ تمہارا یہی رویہ تمہیں کروڑوں کا مالک بنا دے گا۔ تم ہینڈسم ہو' وجیہہ ہو۔ کیا کمی ہے تم میں----

تم نورین کو اپنے قریب کرو۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ ہم اُسے جتنا دبائیں گے وہ اور زیادہ اُبھرے گی۔ جو شکر کھانے سے مرے اُسے زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں اُس کے ساتھ ہتک آمیز رویہ نہیں رکھنا' بلکہ اُس سے جس قدر ہو محبت جتائی جائے--- تمہارے پاپا نے اَب سارے معاملات دیکھنے کا وعدہ کیا ہے---'' اس نے تفصیل سے کہا۔

''ٹھیک ہے' ماما! جیسا آپ چاہیں۔'' وجاہت نے سوچتے ہوئے کہا۔

''اچھا اَب آؤ' ناشتہ کرو' تمہارے پاپا تو دفتر چلے گئے ہیں۔ میں تمہیں مزید بتاتی ہوں کہ تم نے کیا کرنا ہے---''

تب وجاہت اُٹھا اور وہ دونوں اندر کی جانب چل دیے۔

☆☆☆

نورین اپنے آفس میں بیٹھی' خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی مہردین اس کے پاس سے گیا تھا۔ نورین کو جو اپنے والدین کے بارے میں ڈاکٹر سے پتہ ملا تھا' مہردین وہاں گیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ اس کچی بستی میں گیا' بہت مشکل سے اس گھر تک پہنچ گیا جہاں محمد رفیق رہتا تھا لیکن وہ وہاں پر نہیں تھا۔ اس گھر میں کوئی اور لوگ ہی رہ رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں محمد رفیق نامی ایک شخص کبھی رہتا تھا' اس کی بیوی کا نام سلمیٰ تھا۔ وہ یہ گھر بیچ کر چلے گئے ہیں۔ اب جہاں اُن کا گھر ہے' اس کے بارے میں ٹھیک پتہ تو نہیں لیکن اس بستی کے بارے میں ضرور جانتا ہے' جو اب شہر ہی کا ایک علاقہ بن چکی ہے۔ مہردین نے نورین کو یقین دلایا تھا کہ وہ چند دنوں میں معلوم کر کے بتا دے گا---نورین کو بہت اُمید ہوگئی تھی کہ وہ اپنے والدین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے لیکن بالکل قریب پہنچ جانے کے باوجود وہ پھر بہت دُور تھی۔ اس کے دِل میں جس قدر اپنے والدین کو ملنے کی حسرت تھی' وہ اسی قدر اسے مل نہیں پا رہے تھے۔ وہ بڑی دِل برداشتہ ہو رہی تھی---نجانے وہ کب اپنے والدین سے مل پائے گی؟ انہی دُکھ دینے والے لمحات میں کام کرنے کو اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اس نے سوچا' وہ جب تک یوں بیٹھی رہے گی۔ یہی سوچتی رہے گی' اسے اپنے ماحول میں تھوڑی تبدیلی لانی چاہئے۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کہاں جائے؟ انہی لمحات میں اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور وجاہت اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے اندر آ کر بڑے شائستہ لہجے میں بولا۔

''کہئے' مس نورین! کیا حال ہے آپ کا---؟''

یہ کہتے ہوئے وہ بڑی بے تکلفی سے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب خلاف توقع اس نے بھی مسکراتے ہوئے ایک خاص انداز سے کہا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں---آپ کیسے ہیں؟''

''ہوں' اچھا لگا نورین! تمہارا انداز اچھا لگا---ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی رہا کرو' اچھا لگتا ہے---'' وجاہت نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''اِنسان کو ہر وقت مسکراتے رہنا چاہئے' اِن حالات میں بھی جب دُنیا اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چھین لینا چاہتی ہو---خیر' آج کیسے آنا ہوا؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اگر میں کہوں گا' گپ شپ تو تمہارے پاس وقت نہیں ہوگا---جو بات میں کہنا چاہتا ہوں' اس کے لیے یہ ماحول قطعاً مناسب نہیں ہے۔ کیوں نہ ہم کسی اچھی سی جگہ بیٹھ کر کچھ باتیں کر لیں؟''

وجاہت نے کہا تو نورین ایک دَم سے مسکرا دی' پھر بہت اچھے انداز میں بولی۔

''کیوں نہیں---ہم کہیں بھی بیٹھ جائیں گے' میں آپ کے ہاں آ جاؤں گی یا آپ حسن لاج آ جائیں۔''

''نہیں' کہیں باہر---'' یہ کہہ کر اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''میں شام تک تمہیں فون کر کے بتا دوں گا کہ ہم کہاں ڈنر لیں گے---''

''اوکے' میں انتظار کروں گی۔ اس طرح میں ماما کو بھی بتا سکوں گی---''

اس نے کہا تو وجاہت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک ہے' میں پھر فون کرتا ہوں---''

یہ کہہ کر وہ باہر کی سمت چل دیا۔ تب نورین نے محسوس کیا کہ ماحول بدل گیا ہے۔ اس نے اپنے سامنے دھری فائل اُٹھائی اور اس میں کھوگئی۔

شام تک اُسے وجاہت کا فون نہ ملا۔ اُس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی' آفس کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اُسے راستے سے ماما کی میڈیسن بھی لینا تھیں۔ اس لیے وہ آفس سے نکلتی چلی گئی۔ اُس کا رُخ معروف شاپنگ سنٹر کی جانب تھا جہاں سے وہ اکثر شاپنگ کرتی تھی اور یہ حسن لاج کے راستے میں پڑتا تھا۔ نورین نے اپنی گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی اور پھر سیدھی وہاں تک گئی جہاں سے میڈیسن ملتی تھیں۔ اُس نے چند منٹوں میں میڈیسن لے کر ادائیگی کی اور انہیں پرس میں رکھ کر تیزی سے باہر کی جانب لپکی' تبھی اُس نے اپنے سامنے فرید کو کھڑے دیکھا جو حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اُس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر نورین بھی چونک گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ دونوں ایک دوسرے کو حیرت سے تکتے رہے پھر نورین مسکراتی ہوئی آگے بڑھی تو فرید بھی خجل سے انداز میں ہنس دیا اور بڑے ہی اچھے انداز میں بولا۔

''کیسی ہو نورین---؟'' اس کے لہجے میں صدیوں کا سفر تھا جو اچانک سمٹ کر ایک نکتے میں مرکوز ہو گیا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں---تم سناؤ' پھر کبھی نظر ہی نہیں آئے ہو تم؟'' نورین یوں پوچھ رہی تھی جیسے وہ اس سے شکوہ کر رہی ہو حالانکہ اُس نے اپنے لہجے کو بہت زیادہ نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔

''جاب ہونے کے بعد تو اتنی مصروفیت ہو گئی ہے کہ اپنے آپ کے لیے بھی وقت نہیں ملتا---''

فرید نے دھیرے سے یوں کہا جیسے وہی مجبوری اس کے سامنے پھر سے آن کھڑی ہو جو ہمیشہ اس کے سامنے رہی تھی' تبھی نورین نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

''ہمارے گروپ کے جتنے بھی لوگ تھے' سبھی کہیں نہ کہیں ایڈجسٹ ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کبھی کوئی ملا؟''

اس سے پہلے کہ فرید جواب دیتا' باسط ان دونوں کے پاس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں کار کی چابی تھی جو وہ فرید کی جانب بڑھا رہا تھا۔ فرید نے چابی پکڑتے ہوئے اُس کا تعارف کروایا۔

''باسط! ان سے ملو یہ نورین ہیں۔ میری کلاس فیلو' ہم نے اکٹھے ہی بزنس ایجوکیشن لی ہے اور ہمارا ایک ہی گروپ تھا۔'' یہ کہہ کر اس نے نورین کی جانب دیکھا اور کہا۔ ''اور یہ باسط ہے۔ میرا دوست' میرا محسن اور نجانے کیا کیا---یہاں اخبار میں رپورٹر ہے---''

''بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر---'' نورین نے اس کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے بھی بہت خوشی ہوئی بلکہ ایک حسرت تھی جو آج پوری ہو گئی۔ فرید اکثر اپنے دوستوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو ضرور یاد کرتا تھا---''

باسط نے مسکراتے ہوئے کہا تو نورین نے چونکتے ہوئے فرید کی طرف دیکھا جو نگاہیں چرانے لگا' پھر تیزی سے بولا۔

''آؤ نا' نورین! کیفے میں بیٹھ کر کچھ ٹھنڈا پیتے ہیں۔''

''نو تھینکس---اس وقت تو مجھے جلدی ہے۔ ہم پھر ملیں گے' مجھے تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں۔''

اُس نے دبے دبے جوش سے کہا تو فرید نے حیرت سے پوچھا۔

''نورین! کیا واقعی تم مجھ سے ملنا چاہو گی۔ تمہیں پتہ ہے کہ میں شاہ ایسوسی ایٹ کے لیے---''

''ہاں' مجھے معلوم ہے۔'' نورین نے عام سے لہجے میں کہا۔ ''میں یہ بھی جانتی ہوں تم اُن کے لیے کیا کام کرتے ہو۔''

''تو پھر بھی--- میرا مطلب ہے---''

''یہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے' فرید! جس کے باعث ہم ایک دوسرے سے مل بھی نہ سکیں--- اور تمہاری اس جھجک کے بعد تو ملنا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ ہم اس موضوع پر تفصیل سے بات کریں گے--- کہو' کیا خیال ہے؟'' نورین نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تو بہت اچھا ہو گا' میں شدت سے انتظار کروں گا۔'' فرید نے غیر متوقع خوشی سے کہا۔

''تو پھر لاؤ' اپنا پرسنل نمبر دو تاکہ میں تمہیں کال کر سکوں۔'' نورین نے کہا تو فرید نے اپنا کارڈ نکال کر اُسے دے دیا۔ ''فرید! ہم بہت جلد مل بیٹھیں گے۔ میں شام کے بعد تمہیں فون کرتی ہوں۔ اب میں چلتی ہوں---'' یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی۔ ''اللہ حافظ!''

''اللہ حافظ!'' فرید نے کہا اور اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

''یہ وہی نورین ہے نا' جو حسن اینڈ کمپنی---'' باسط نے کہا۔

''ہاں--- یہ اُس کے مالکان میں سے ایک ہے۔ ویسے ایک کلاس فیلو ہونے کی حیثیت سے اُس کا رویہ مجھ سے بلکہ سب سے بہت اچھا رہا ہے۔ اب دیکھا تم نے' اُسے معلوم ہے کہ میں اُن کے حریف---''

''جو لوگ اچھے ہوتے ہیں نا' وہ ہر حال میں اچھے ہی ہوتے ہیں--- ویسے اب اگر تم چاہو تو حسن اینڈ کمپنی کو بہت جلد اور بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہو---''

باسط نے کہا تو فرید نے اس کی جانب دیکھا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''ہاں' لیکن پتہ نہیں کیا ہو گا--- آؤ' چلتے ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا تو باسط بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔

☆☆☆

شہر کے مہنگے ترین ریستوران کے ایک پرسکون گوشے میں وجاہت اور نورین بیٹھے ہوئے تھے۔ دھیمی روشنی میں کینڈل لائٹ کے باعث ماحول خاصا رومانوی ہو رہا تھا' تاہم ان کے درمیان ٹھہری اجنبیت کے باعث ماحول میں خاصا تکلف بھرا تھا۔ گفتگو ٹھہرے ہوئے انداز میں چل رہی تھی جس میں پے در پے وقفے آتے چلے جا رہے تھے۔ اس بار خاموشی قدرے طویل ہوئی تو وجاہت نے کہا۔

''نورین! ضروری نہیں کہ انسان ساری زندگی ایک ہی ٹریک پر چلتا رہے۔ اس کی زندگی میں موڑ بھی آتے ہیں' دوراہے بھی اور نہ جانے کیا کیا کچھ دیکھنے کو ملتا ہے اور پھر انسان کو زندگی میں ایسے فیصلے بھی کرنا پڑتے ہیں جن پر اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔''

''ایسا ہوتا ہے اور میرے خیال میں یہی زندگی کے رنگ ہیں' اگر انہیں خوبصورتی سے نبھایا جائے تو ---'' وہ بڑے خوشگوار موڈ میں بولی لیکن اُس کا چہرہ ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔

''یقیناً ایسا ہی ہے لیکن یہ بے اختیار فیصلے اور خوبصورتی سے نبھانے کے درمیان کچھ ایسا ہوتا ہے' جس سے بہت ساری غلط فہمیاں' شک اور غیر یقینی صورتِ حال پیدا ہو جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے --- تمہارا کیا خیال ہے' ایسے حالات سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟'' وہ بڑے اعتماد سے بولا۔

''یہ مرحلہ تو بعد میں آتا ہے مگر اس سے پہلے اپنے فیصلے پر غور کیا جانا چاہئے کہ وہ کہیں منفی حالات پیدا کرنے والا تو نہیں ہے' فقط اپنی خوشیوں کی خاطر دوسروں کی زندگی میں زہر تو نہیں گھل جائے گا؟''

وہ اپنے لہجے میں طنز کی رمق کو ختم نہ کر پائی تھی کہ وجاہت اس لہجے کو سمجھتے ہوئے بولا۔

''ایسا اس وقت ہوتا ہے' نورین! جب کسی بھی پرخلوص فیصلے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اپنے ہی طور پر فرض کی گئی منفی باتوں کی بدگمانی سوچوں کا پانی دے کر سیراب کیا جائے۔ تب پھر پھول نہیں' کانٹے ہی اُگتے ہیں۔ یہ باتیں میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔''

''ممکن ہے' ایسا ہی ہو --- آپ وہ خاص بات کہیں' جسے کہنے کے لیے آپ نے مجھے یہاں بلایا ہے۔'' اُس نے مطلب کی بات کی جانب آتے ہوئے کہا۔

''ہوں' وہ خاص بات ---'' وجاہت نے ہنکارہ بھرا' چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد اس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ ''نورین! تمہیں معلوم ہے کہ میری ماما نے ایک فیصلہ کیا ہے تم سے میری شادی کا لیکن شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیوں کیا؟ --- انہوں نے یہ فیصلہ صرف اور صرف میری وجہ سے کیا ہے۔'' اس نے کہا تو نورین چونک گئی لیکن خاموش رہی۔ وجاہت نے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ ''تم نے ماما کو جو انکار کیا ہے' میں اس سے بھی واقف ہوں لیکن میں پھر بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں' یہی کہنے کے لیے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔''

''کہیں' میں پوری توجہ سے سن رہی ہوں۔'' نورین نے تجسس سے کہا۔

''نورین! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

اس نے دھیرے سے کہا تو وہ بُری طرح چونک گئی' چند لمحے تو اُس سے بولا ہی نہیں گیا' پھر وہ بولی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ---؟'' اُس کے لہجے میں حد درجہ حیرت تھی۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں --- میں مانتا ہوں کہ میں تمہارے معیار پر پورا نہیں اُترتا' مجھ میں بہت ساری خامیاں ہیں لیکن اب جا کر مجھے احساس ہوا ہے کہ محبت انسان کو بدل بھی سکتی ہے اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تمہارے معیار پر اُترنے کے لیے بھرپور کوشش کروں گا۔ کیونکہ تم اچھی ہو' اچھی بیوی ثابت ہو سکتی ہو ---'' وجاہت نے اپنے لہجے کو بہت زیادہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

''وجاہت! مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ ایک مرد' ایک ہی وقت میں کتنی عورتوں سے محبت کر سکتا ہے۔ یہاں آپ مجھ سے محبت کا

دعوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور دوسری طرف عاصمہ کو بیوی بنا کر اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے‘ یہ کیسا تضاد ہے؟‘‘ نورین کے لہجے میں تلخی دَر آئی تھی۔

’’عاصمہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔ محبت مجھے نہیں‘ اُسے مجھ سے تھی بلکہ اُسے محبت تھی ہی نہیں۔ وہ لالچی تھی‘ اُس نے جو چاہا‘ سمیٹ کر چلی گئی۔‘‘ وجاہت نے تلخی سے کہا۔

’’کیا مطلب---کیا آپ عاصمہ کے ساتھ شادی کرنے کی تردید کرتے ہو‘ کیا وہ آپ کے پاس نہیں ہے؟‘‘

’’نہیں---‘‘ اس نے پورے اعتماد سے کہا‘ پھر بولا ’’اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں چلی گئی ہے۔ مَیں اَب اُسے بھیانک خواب کی مانند بھلا دینا چاہتا ہوں---مَیں مانتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی لیکن اُسی کی وجہ سے مجھے احساس بھی ہوا کہ مَیں بھٹک رہا ہوں‘ اس طرح تو مَیں تم سے بہت دُور ہو جاؤں گا۔ یہ اچھا ہوا کہ اَب تک ماما پاپا کو اُس کے بارے میں نہیں معلوم---‘‘ یہ کہتے ہوئے اچانک وہ بولا۔ ’’کیا تم میری مدد کرو گی؟‘‘

’’مدد---کیسی مدد؟‘‘ وہ چونکتے ہوئے بولی۔

’’اس سے پہلے کہ سب کچھ بکھر جائے‘ مَیں خود کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں۔ جو خامیاں مجھ میں ہیں‘ مَیں اُنہیں دُور کر لینا چاہتا ہوں---مَیں مانتا ہوں کہ میری شہرت اچھی نہیں مگر تمہاری محبت میری زندگی بدل سکتی ہے۔ خدا کے لیے‘ میری زندگی میں آ جاؤ۔ مجھے آج تک حقیقی محبت نہیں ملی‘ مَیں ترس رہا ہوں محبت کے لیے---‘‘

’’مَیں کیسے یقین کر لوں---یہ مَیں---‘‘

وہ تذبذب میں بولی۔ تبھی وجاہت نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا جس سے نورین کے بدن میں غصے کی شدید لہر دوڑ گئی۔

☆☆☆

نورین کو وجاہت کی یہ بے تکلفی قطعاً اچھی نہیں لگی تھی۔ وہ اپنی رو میں کہتا چلا گیا تھا یہ دیکھے بغیر کہ نورین کے چہرے پر تناؤ کس قدر بڑھ گیا۔ اُس نے چہرے کے اِس تاثر کو کچھ اور ہی سمجھا اور کہتا چلا گیا۔

''کوئی بھی فیصلہ ابھی مت سنانا' میری باتوں پہ سوچنا۔ میں اچھا بننا چاہتا ہوں' بالکل اسی طرح جیسے تم چاہتی ہو۔ مجھے وقت دو--- پھر تم اپنا فیصلہ سنا دینا۔ میں انتظار کروں گا تمہارے فیصلے کا---''

وہ جس قدر بولتا چلا جا رہا تھا' اُسے وہ اُتنا ہی گراں گزر رہا تھا' اندر کا سارا غصہ لفظوں میں ڈھلنے جا رہا تھا' اس سے پہلے کہ نورین کچھ کہنے کے لیے اپنے لب کھولتی' انہی لمحات میں ویٹر وہاں پر آ گیا۔ نورین نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ تلے سے نکال لیا اور اپنے غصے کو دبانے لگی۔ تب وجاہت نے کہا۔

''نورین! فی الحال کھانے کی طرف توجہ دو' سوچنے کے لیے ابھی بڑا وقت پڑا ہے۔''

حالانکہ وہ سوچ رہی تھی کہ یہاں سے فوراً اُٹھ کر چلی جائے۔ تبھی ایک خیال نے اُس کے غصے کو ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا کہ اب جبکہ وہ وقت مانگ رہا ہے' وہ بھی اپنی ماما سے وقت کی طلبگار تھی تو کیوں نہ اس مہلت سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ اب اگر اسے بُرا بھلا کہے گی تو معاملہ بہت حد تک بگڑ جائے گا۔ کیوں نہ اِس وقت کو طول دے دیا جائے' اس دوران وہ بہت کچھ کر سکتی ہے۔ یہی وقت ہے' وہ تحمل سے کام لے۔ اس طرح وہ آنے والی افتاد سے بچ سکتی ہے۔ یہی سب کچھ سوچ کر اُس نے زبردستی اپنے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ بکھیری اور کھانے کی جانب متوجہ ہو گئی۔

نورین کھانے کے بعد زیادہ دیر تک وہاں نہیں رُکی تھی' اُس کا جی ہی نہیں چاہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ وقت گزارے۔ اگرچہ اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا' اپنے جذبات و احساسات بتائے تھے لیکن پتہ نہیں کیا بات تھی کہ وہ سب ہوا میں اُڑ گیا' اک ذرا بھی اس پر تاثر نہیں چھوڑا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ خلوص بھرے لفظ اور جذبات متاثر نہ کریں۔ وہ جب حسن لان پہنچی تو صفیہ نے بتایا کہ شائستہ بیگم اپنے بیڈ روم میں سو چکی ہیں۔

''میڈیسن دی تھیں اُنہیں---؟'' اُس نے پوچھا۔

''جی میرے سامنے اُنہوں نے لی تھیں۔''

صفیہ نے کہا تو وہ اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ ایزی ہونے کے بعد وہ اپنے بیڈ پر لیٹی تو پھر سے وجاہت کی باتیں اُسے یاد آنے لگیں۔ وہ چند لمحے اِن پر سوچتی رہی' پھر ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اُنہیں ذہن سے نکال دیا۔ تبھی فرید سے ہونے والی اچانک ملاقات اُسے یاد آ گئی۔ یہ کیسا حسین اتفاق تھا کہ وہ اسی دن اُسے ملا جب کچھ دیر بعد اُس کی ملاقات وجاہت سے ہوئی۔ اُسے معلوم تھا کہ فرید ایک اچھا لڑکا ہے۔ دورانِ تعلیم اس کا رویہ شاندار رہا تھا۔ دونوں میں اتنی ہی قربت رہی تھی جتنی دوسرے کلاس فیلوز کے ساتھ رہی تھی۔ اس وقت وہ زیادہ اہمیت اس لیے حاصل کر گیا تھا کہ وہ حریف کمپنی شاہ ایسوسی ایٹ میں رہ کر ان کی کمپنی کو نقصان پہنچا رہا تھا۔ وہ فرید کے بارے میں سوچتے ہوئے اس دَور میں جا پہنچی جب وہ بزنس ایجوکیشن لے رہی تھی' انہی یادوں میں نجانے کب اُس کی آنکھ لگ گئی۔

☆☆☆

اس صبح شائستہ بیگم خاصی خوش تھی۔ اُس نے صفیہ سے کرید کرید کر پوچھا تھا کہ نورین جب واپس آئی تھی تو اس کا موڈ کیسا تھا۔ اُسے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ اچھے موڈ میں تھی تو اُسے بہت اچھا لگا۔ نورین کی اُس سے چاہے جتنی مرضی بے تکلفی تھی لیکن وہ اس طرح کی معلومات کے بارے میں پوچھ نہیں سکتی تھی' اگر پوچھتی تو نورین کو یہی تاثر ملتا کہ اس کی بھی مرضی شامل ہے اس لیے وہ نظر انداز کر گئی اور نورین سے ذکر تک نہیں کیا--- اس وقت نورین آفس چلی گئی تھی جب فاخرہ بیگم اور وقار احمد دونوں آ گئے۔ اُنہیں دیکھ کر شائستہ بیگم کو مزید خوشی ہوئی' وہ سمجھ رہی تھی کہ اس وقت آمد کا مطلب' رات وجاہت اور نورین کے درمیان ہونے والی ملاقات ہی ہے۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کرنے لگے' تبھی شائستہ بیگم نے کہا۔

''وقار! مجھے تمہاری مصروفیات کا اندازہ ہے۔ نورین بتا رہی تھی کہ کوئی حریف لوگ ہیں جو حسن اینڈ کمپنی کو نقصان پہنچانا چاہ رہے ہیں؟''

''اوہ نہیں' بیگم صاحبہ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں' بزنس کی دُنیا میں ایسا چلتا ہی رہتا ہے' یہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ ظاہر ہے' وہ کسی بڑی کمپنی کو حریف بنائیں گے تو ہی خود کو بڑا ثابت کر سکیں گے لیکن اُنہیں اندازہ نہیں کہ سامنے کون ہے' فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' وقار احمد نے عام سے لہجے میں کہا۔

''لیکن یہ نورین تو اتنی فکر مند رہتی ہے' دن رات ایک کیا ہوا ہے اس نے---؟''

شائستہ بیگم نے تشویش سے کہا تو ایک لمحے کے لیے فاخرہ بیگم پہلو بدل کر رہ گئی لیکن خاموش رہی' شاید وہ ان دونوں کی گفتگو کے درمیان بولنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی وقار احمد نے کہا۔

''نورین نہ صرف بہت اچھی لڑکی ہے بلکہ بہت محنتی بھی ہے مگر اُسے کاروبار کا نہ اتنا تجربہ ہے اور نہ ہی ابھی اُس کا اتنا وژن ہے لہٰذا چھوٹی سی بات بھی اُسے بڑی لگتی ہے۔ میں نے خود اُسے کہا ہے کہ وہ ان معاملات کو دیکھے' اس سے نورین کا تجربہ بڑھے گا۔ آخر کل اُنہوں نے ہی تو بزنس سنبھالنا ہے۔''

''ہاں' ایسا تو ہے۔ یہ فاخرہ کی سوچ بھی ٹھیک ہے کہ نورین اور وجاہت کی شادی ہو جائے لیکن نورین---''

وہ کہتے کہتے رُک گئی تو وقار احمد نے بڑی متانت سے کہا۔

''دیکھیں' بیگم صاحبہ! میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ بچوں کو اُن کی مرضی کے مطابق فیصلے کرنے کا حق دینا چاہیے مگر اس کے ساتھ ساتھ اُن کی رہنمائی بھی ہو۔ اب آپ دیکھیں' فاخرہ کے بے جا لاڈ پیار نے وجاہت کو بگاڑ کر رکھ دیا جبکہ دوسری جانب اگر ہم نورین پر اپنا فیصلہ مسلط کریں تو میرے خیال میں یہ بھی اچھا نہیں ہے۔''

اس کے یوں کہنے پر شائستہ بیگم نے فاخرہ کی جانب حیرت سے دیکھتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

''تو کیا تمہارا خیال ہے کہ ان دونوں کی شادی نہیں ہونی چاہیے؟''

''میں یہ تو نہیں کہہ رہا۔'' وقار احمد نے جلدی سے کہا۔ ''میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو خوب سوچنے سمجھنے کا موقع دینا چاہیے۔ اگرچہ اُنہیں اچھا بُرا سمجھانا ہم والدین کا فرض ہے لیکن اُن پر فیصلے مسلط کرنا بہر حال اچھا نہیں۔ میرے خیال میں دونوں کو تھوڑا وقت دینا چاہیے کہ وہ

ایک دوسرے کو سمجھ سکیں، پھر جو وہ فیصلہ کریں، ہمیں اس فیصلے کو قبول کرنا چاہئے۔''

''ہوں، ایسا ہی ہونا چاہئے۔ دونوں جب اپنی اپنی جگہ سوچیں گے تو ممکن ہے، اُنہیں خود کو بدلنے کا خیال آئے۔''

''---اور، بیگم صاحبہ! ہماری تو خواہش ہے کہ وجاہت آپ کے پاس رہے، اُسے ذمے دارے کا احساس ہو۔ میں نے بہت کام کر لیا، اَب مجھے بھی آرام کا موقعہ ملنا چاہئے اور اِس حسن لاج میں پھر سے قہقہے گونجیں مگر میں ایسی خوشیاں بھی نہیں چاہتا جو زبردستی کی ہوں۔'' اُس نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

''ہاں، وقار! کہیں ہماری طرف سے مسلط کئے گئے فیصلے خوشیوں کی بجائے غم ہی ہماری جھولی میں نہ ڈال دیں۔'' شائستہ بیگم نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ایسا نہیں ہوگا۔ اکثریوں بھی ہوتا ہے کہ اچانک سامنے آنے والے حالات سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لیتے ہیں لیکن تھوڑے سے وقت کے بعد آپ دیکھیں گی کہ حالات ایسے نہیں رہیں گے۔'' وقار نے دِھیرے سے کہا۔

''وہ، نورین تمہاری بات بہت مانتی ہے۔ تم ہی---''

شائستہ بیگم نے کہنا چاہا تو وہ بولا۔

''میں نے کہا نا، حالات بہت اچھے ہوں گے۔ وہ میری بیٹی ہے، ہم اُس کا بُرا تو نہیں سوچ سکتے۔ آپ فکر مند نہ ہوں، یہ بھی آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ آپ بس اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے مسائل تو زندگی کا حصہ ہیں، چلتے رہتے ہیں۔''

''تمہارا شکریہ، وقار! تم نے مجھے بڑا حوصلہ دیا۔ میں تو اِن مسائل کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔'' وہ دِھیرے سے بولی۔

''چھوڑیں، بیگم صاحبہ! آپ بس اپنا خیال رکھیں، اِن مسائل کو حل کرنے کے لیے میں جو ہوں--- خیر، مجھے تو اجازت دیں۔ مجھے آفس جانا ہے، یہ فاخرہ ابھی یہیں ہے۔'' وقار احمد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

کم از کم چائے تو پی کر جاؤ، وقار---!'' شائستہ بیگم نے کہا۔

''اِس چکر میں دیر ہو جائے گی۔ میں پہلے ہی لیٹ ہو گیا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ باہر کی جانب چل دیا۔ اِتنے میں صفیہ چائے لے کر آ گئی تو شائستہ بیگم نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''تم سناؤ، فاخرہ! کیسی ہو---؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں آج آپ کے چہرے پر خوشگواریت دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔'' فاخرہ نے کہا۔

''ہاں--- یہ نورین کے بارے میں تھوڑی اُلجھن تھی۔'' وہ بولی۔

''ویسے، بھابی! نورین کے اِنکار کی کوئی تو وجہ ہمیں معلوم ہونی چاہئے--- ٹھیک ہے، اگر وجہ معقول ہے تو ہمیں اُس کی بات مان لینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنی چاہئے مگر کوئی وجہ تو ہو---؟'' فاخرہ کا لہجہ اُلجھن بھرا تھا۔

''میں خود حیران ہوں کہ نورین بس انکار کیئے چلے جا رہی ہے مگر کوئی وجہ نہیں بتاتی --- میں نہیں سمجھتی کہ کوئی وجہ نہیں ہوگی' کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔'' شائستہ بیگم نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''کیا وجہ ہو سکتی ہے --- یہی نا کہ وجاہت غیر ذمے دار ہے مگر میں نے پچھلے دِنوں اُسے سمجھایا ہے اور اِس کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے اُس پر۔ اَب وہ باقاعدہ آفس جاتا ہے' بزنس میں دلچسپی لیتا ہے اور سب سے بڑی بات' رات دونوں نے ایک ساتھ ڈنر لیا ہے۔ اِس کا مطلب ہے' نورین بھی یہ سمجھ رہی ہے کہ وہ بدل رہا ہے۔'' فاخرہ نے دبے دبے جوش سے کہا۔

''بہت اچھا ہے یہ تو کہ وہ خود کو بدلنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''یہی تو میں کہہ رہی ہوں --- اَب جبکہ وہ خود کو بدلنے کی کوشش کر رہا ہے' ہم سب کو چاہئے کہ اُس کی مدد کریں اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر نورین اُس کو رسپانس دے تو وہ اُسے اپنے مطابق ڈھال سکتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ نورین بہت اچھی لڑکی ہے' آپ کی تربیت نے اُسے تراش دیا ہے۔ اُس کے دِل میں کچھ نہیں مگر اُس کے دماغ میں خوف موجود ہے' وجاہت کے رویے کا خوف ---''

''بالکل یہی بات ہے --- اَب تک اُس نے وجاہت کے بارے میں منفی ہی سنا ہے تو مثبت تاثر کیسے بن سکتا ہے؟'' شائستہ بیگم نے دبے دبے جوش سے کہا۔ ''اور میرا خیال ہے' شاید وہ اِسی لیے ہی تھوڑا وقت مانگ رہی تھی۔''

''ہو سکتا ہے ---'' فاخرہ نے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور پھر بولی۔ ''اِسی لیے میں نے سوچا ہے بھابی' کہ تھوڑے وقت کے لیے ہم اُن دونوں کی شادی بارے کوئی بات نہ کریں بلکہ اُنہیں ایسا ماحول دیں جہاں وہ ایک دوسرے کو قریب سے دیکھیں' سمجھیں اور پرکھیں۔ میرے خیال میں پھر خود ہی ہر بات واضح ہو جائے گی۔''

''بالکل ٹھیک کہا ہے تم نے --- اَب تو ہمیں یہی سوچنا ہے کہ یہ ماحول کیسے بنائیں --- خیر' یہ سوچ لیں گے۔''

اُس نے کہا تو فاخرہ کا سیل فون بج اُٹھا' وہ سننے لگی تو شائستہ اپنے ہی خیالوں میں کھو گئی۔

☆☆☆

فرید نے دھڑکتے ہوئے دِل کے ساتھ ریستوران کے سامنے گاڑی پارک کی اور تیز تیز قدموں سے اندر چلا گیا۔ کچھ دیر پہلے ہی نورین نے اُسے فون کیا تھا کہ وہ لنچ اُس کے ساتھ لے گی۔ اِس دِن کی اچانک ملاقات کے بعد اُن کے درمیان فون پر ہی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ اُسے احساس تھا کہ آج اگر نورین نے یوں بلایا ہے تو ضرور کوئی اہم بات ہی کرنا چاہتی ہوگی۔ ایسے ہی ملے جلے تاثرات میں وہ ریستوران کے اندر چلا گیا۔ اُس کی نگاہ کافی فاصلے پر بیٹھی نورین پر پڑی جو اِسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ اُس کے قریب گیا اور اُس کی سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''مجھے دیر تو نہیں ہوئی ---؟''

''نہیں' مجھے بھی یہاں آئے بمشکل پانچ منٹ ہی ہوئے ہوں گے ---''

وہ مسکراتے ہوئے بولی پھر یونہی اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ جب ویٹر آرڈر لے جا چکا تھا تو فرید نے دھیرے سے کہا۔

''نورین! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ میرے بارے میں جانتے ہوئے بھی تم---''

''فرید! یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں سب علم ہے۔ مَیں جانتی ہوں تم کیا کام کرتے ہو اور وہاں پر تمہاری کارکردگی کس حد تک بہتر ہے۔ مَیں نہیں سمجھتی کہ یہ معاملہ ہمارے ملنے میں کوئی رکاوٹ ہو سکتا ہے۔ تم ایسا کیوں سوچتے ہو---؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ظاہر ہے، مَیں تمہاری کمپنی کو نقصان پہنچانے کا باعث بن رہا ہوں تو مَیں تمہارے لیے کیسے اچھا ہو سکتا ہوں؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''اُو نو--- یہ پروفیشنل ازم کا زمانہ ہے۔ آج تم اُن کے لیے کام کر رہے ہو' کل کسی اور کے لیے بھی کر سکتے ہو۔ تم نہ ہوتے تو کوئی اور ہوتا۔ اَب بھی اگر تم نہیں رہو گے تو وہاں کوئی اور آ جائے گا۔ یہ تمہارا جاب ہے اور مَیں اس پر ایک لفظ بھی کہنے کی مجاز نہیں ہوں۔''

اُس نے کہا تو فرید ایک دم خوشگوار انداز میں بولا۔

''نورین! تم عملی زندگی میں بھی آ کر نہیں بدلی ہو' ویسی ہی ہو جیسے کالج میں تھیں۔ تمہارے سوچنے کا انداز خاصا مختلف ہے جس کی بنیاد میں حوصلہ اور برداشت ہے۔''

''جب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں پھلنے پھولنے کا پورا حق ہے تو ہمیں یہ حق دوسروں کو بھی دینا چاہیے۔ بات بگڑتی وہیں سے ہے جب ہم دوسروں کو وہ حق نہیں دیتے جو ہم اپنے لیے چاہ رہے ہوتے ہیں۔'' نورین نے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔

''ہاں' یہ الیہ تو ہے کہ ہم آگے بڑھنے کی دوڑ میں دوسرے بہت سوں کو لتاڑ دیتے ہیں۔ ان کا حق چھینتے ہیں لیکن' نورین! یہ بھی تو سوچو' جب ہر طرف یہی حالات ہوں تو پھر لتاڑ دیے جانے کا خوف کچھ بھی سوچنے سمجھنے نہیں دیتا۔'' وہ مایوسانہ لہجے میں بولا۔

''کامیابی کے لیے نا!--- کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ کامیابی بدصورت بھی ہو سکتی ہے۔ اتنی بدصورت کہ اسے دیکھ کر خود پر افسوس ہونے لگے اور ایسی کامیابی حاصل کر کے ہم خود کو بدنصیب خیال کریں۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''مَیں سمجھا نہیں' تم کیا کہنا چاہتی ہو؟'' فرید نے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔

''سیدھی سی بات ہے' فرید! اَب تم اپنی مثال لو' کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو ٹریک تم نے چنا ہے' اس کی منزل پر پہنچ کر تمہاری شہرت کیا ہوگی' یہی نا' کہ تم دوسروں کی کمپنیوں کو نقصان پہنچانے میں مہارت رکھتے ہو۔ کیا یہ بدصورت کامیابی نہیں ہے---؟'' نورین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن مَیں کیا کروں' ایک طویل بے روزگاری کے بعد مجھے جاب ہی ایسا ملا ہے اور---''

''---اور تم اس پر محنت کرتے چلے جا رہے ہو--- مَیں جانتی ہوں کہ تم نے اپنی فہم اور صلاحیتوں سے کامیابیاں بھی حاصل کر لی ہیں لیکن ایک لمحے کو سوچو کہ اگر کل تم شاہ ایسوسی ایٹ میں نہ رہو تو کسی دوسری کمپنی کو جوائن کرتے وقت تمہارا تعارف کیا ہوگا۔ کیا تمہیں احساس نہیں کہ تمہاری شہرت خراب ہو رہی ہے؟''

نورین نے ایک سوال سوچ کی مانند اس کے سامنے رکھ دیا۔ جس پر وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں'میں نے کئی بار سوچا لیکن بات پھر وہی ہے کہ میں پھر کیا کروں؟--- جاب میری ضرورت ہی نہیں' میری مجبوری بھی ہے اور مجبوری' بہت ساری چیزوں کو نظر انداز کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔''

''میں تمہاری مجبوری سمجھتی ہوں لیکن وقتی فائدے کے لیے تم اپنا مستقبل کیوں داؤ پر لگا رہے ہو' کیوں اپنی عقل اور صلاحیتیں منفی انداز میں استعمال کر کے خود کو ضائع کر رہے ہو؟'' وہ تیزی سے بولی۔

''میں سمجھتا ہوں' نورین! لیکن میرے حالات' میرا ماحول مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔ میں تمہاری طرح دولتمند نہیں ہوں۔ میں کیا کر رہا ہوں' یہ تو میرے بس میں ہے اور اس کو کیسے کر رہا ہوں' یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ میں تو اپنی پہچان بنانے کے لیے جدوجہد کر رہا ہوں تاکہ بہتر کما سکوں۔'' اُس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''ایسی کانٹوں بھری پہچان سے بہتر نہیں ہے کہ تم گم نام رہو' تھوڑا کما لو---؟''

''میں نہیں چاہتا کہ میری شناخت اس طرح ہو کہ لوگ میرے بارے میں منفی تاثر رکھیں۔ میں نے دِل سے کبھی نہیں چاہا---ممکن ہے' میرے حالات بدل جائیں۔ مجھے کوئی اور موقع مل جائے جہاں میں اپنے دِل اور ضمیر کی آواز کے مطابق کام کروں---''

''مجھے یقین ہے' فرید! تم اندر سے بہت اچھے ہو۔ اپنی یہی کوشش رکھنا کہ تمہارے اندر کا اچھا انسان ہمیشہ زندہ رہے' مضبوط رہے---''

''ہاں' یہ میرے بس میں ہے' میں اسے زندہ رکھوں گا۔''

اُس نے مسکراتے ہوئے کہا تو ان میں چند لمحوں کی خاموشی دَر آئی۔ تبھی نورین نے تیزی سے کہا۔

''یہ میں نے جتنی بھی باتیں کی ہیں یا ہماری یہ ملاقات' اس میں بزنس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ میری اپنی خواہش تھی' اسے ایسی کسی سینس میں مت لینا۔''

''میں جانتا ہوں---''

فرید نے کہا تو دونوں مسکرا دیے۔ تبھی ویٹر ان کے لیے کھانا لے کر آ گیا تو یونہی اِدھر اُدھر کی باتوں میں وہ کالج کی یادیں شیئر کرنے لگے۔

☆☆☆

اگرچہ نورین سے ہونے والی ملاقات بہت خوشگوار رہی تھی لیکن چند باتیں اس میں ایسی بھی تھیں جن کی چبھن مزید محسوس کر رہا تھا۔ شام ہونے کو آ گئی تھی لیکن وہ باتیں ذہن سے نکل ہی نہیں رہی تھیں۔ آفس میں تو پھر بھی مصروفیت کے باعث وہ بھولا رہا تھا لیکن اس وقت وہ گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا یہی باتیں سوچنے لگا تو وہ کچھ زیادہ ہی شدت سے محسوس ہونے لگی تھیں۔ وہ بالکل گم صم سا بیٹھا ہوا تھا کہ باسط آ گیا' اُس کی نگاہ فرید پر پڑی تو مسکراتے ہوئے بولا۔

''خیریت تو ہے' فرید! بڑے ارسطو بنے بیٹھے ہو' نورین سے تمہاری ملاقات کسی لائبریری میں ہوئی ہے یا فلسفہ زیرِ بحث رہا ہے؟''

''نہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔'' اُس نے مرجھائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پھر بھی' کوئی نہ کوئی ایسی بات ہے ضرور' جو تم یوں مراقبے میں جا کر یکسوئی کے ساتھ عقدہ کشائی میں مصروف ہو۔'' باسط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یار! اُس نے ایک حقیقت ایسی کہی ہے' جسے میں ہر حال میں تسلیم کرتا ہوں--- سمجھو' اُس نے میری توجہ اس طرف کر کے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔'' اِس نے گہری سنجیدگی نے کہا۔

''یار! مجھے بھی بتاؤ کہ میری بھی آنکھیں کھل جائیں۔''

باسط قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو فرید نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں' باسط! واقعی میں جس راستے پر چل رہا ہوں اور جس طرح میری شہرت بن رہی ہے' کیا وہ ٹھیک ہے۔ کل اگر میں رضوان شاہ کے لیے کام نہیں کرتا تو---؟''

''بالکل' واقعی نورین بہت سمجھدار اور عقلمند ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا اور میرا اندازہ بھی یہی ہے کہ اُس نے تم سے کچھ اس قسم کی باتیں ہی کی ہوں گی---'' اُس نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب---تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

فرید نے تیزی سے پوچھا تو اُس نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔

''اُس نے یہ بھی کہا ہوگا کہ تم چاہے جہاں بھی کام کرو' اُسے کوئی غرض نہیں۔ ہماری یہ ساری باتیں بالکل نجی نوعیت کی ہیں اور تم اچھے بن جاؤ وغیرہ وغیرہ---'' باسط کہہ رہا تھا۔ اِس دوران فرید نے بولنا چاہا مگر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اِسے روکتے ہوئے کہا۔ ''ارے پاگل! جس طرح تم ایک پروفیشنل آدمی ہو' کیا وہ پروفیشنل نہیں ہو سکتی؟ اُس نے بڑے بے ضرر انداز میں تمہیں منتشر کر کے رکھ دیا ہے اور تم ایک ہی جلے میں متاثر ہو گئے ہو۔ تم کیوں نہیں سمجھتے ہو کہ وہ حسن اینڈ کمپنی کے مالکان میں سے ہے وہ کیسے برداشت کرے گی کہ اُس کا دُشمن مضبوط رہے۔''

''میں تمہاری بات سے انکار نہیں کرتا' باسط! مگر تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش تو کرو' آج میں جس تنخواہ اور مراعات کے لیے رضوان شاہ کے لیے کام کر رہا ہوں' اگر معمولی سے اضافے کے ساتھ مجھے اِس کے خلاف ہی کام کرنا پڑے تو میری حیثیت' مقام اور تاثر کیا رہ جائے گا' میری شہرت کیسی ہوگی؟---نہیں' مجھے اپنا ٹریک بدلنا ہوگا۔ چاہے اِس کے لیے میری جگہ کوئی دوسرا کام کرے۔'' اِس نے ایک عزم سے کہا۔

''اُنہیں تو کوئی بندہ مل جائے گا۔ وہ اپنا کام تو نہیں روکیں گے' کمپنی کسی کا انتظار نہیں کرے گی۔'' باسط نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

''تو مجھے بھی کمپنی کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے---میں مانتا ہوں کہ یہ ہینڈسم تنخواہ' گاڑی' گھر میرے پاس نہیں رہے گا' لیکن مجھے خود پر اتنا بھروسہ ہے کہ میں اُنہیں پھر سے حاصل کر لوں---'' فرید کے لہجے میں پختگی تھی۔

''ٹھیک ہے' تم بہتر سمجھتے ہو لیکن اس وقت تم جذباتی ہو رہے ہو' اور جذباتی فیصلے ہمیشہ غلط ہوتے ہیں۔ اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھو اور فی الحال جاب چھوڑنے کا مت سوچنا' کم از کم اس وقت تک نہیں جب تک تم دوسری جانب نہ پا لو اور ایک مرتبہ اُن سے اپنا ٹریک بدلنے کی بات کرو---''

باسط نے اسے سمجھایا۔

''ٹھیک ہے'میں ایسا ہی کروں گا---''

فرید نے کہا اور اُسے کے ساتھ اُٹھ گیا' اُنہیں کھانا کھانے کے لیے جانا تھا۔

☆☆☆

نورین آفس سے واپس آئی تو حسن لاج کا گیٹ پار کرتے ہوئے اُس نے دیکھ لیا کہ شائستہ بیگم کاریڈو میں ٹہل رہی ہیں۔ وہ بے چین ہو گئی کیونکہ آج اُسے دفتر سے نکلتے ہوئے دیر ہو گئی تھی اور شائستہ بیگم کا یوں ٹہلنا اس کا ردِعمل تھا۔ اس نے گاڑی پورچ میں روکی اور سیدھی اُن کی جانب چلی گئی۔

''السلام علیکم' ماما---!''

''وعلیکم السلام---!''

اُنہوں نے قدرے تختی سے جواب دیا' جس پر وہ اُن کا لہجہ نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ یوں چہل قدمی کر رہی ہیں---ماشاءاللہ' آپ کی صحت اَب بالکل ٹھیک ہے۔''

''شائستہ بیگم نے اس کی جانب غور سے دیکھا اور بولی۔

''کہاں رہ گئی تھیں تم---''تمہیں احساس ہے کہ میں کتنی پریشان ہو رہی تھی؟''

''اوہ ماما! آپ اتنی پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ مَیں آفس میں کام کرتی ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔'' نورین نے دھیرے سے کہا۔

''لیکن تمہیں تو آفس سے نکلے ہوئے کافی وقت ہو گیا ہے۔'' شائستہ بیگم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں' ماما! مَیں آفس ہی میں تھی۔ ممکن ہے' آپ نے میرے نکلتے ہی وہاں فون کیا ہو' کام کی وجہ سے مَیں نے اپنا سیل فون بھی بند کر رکھا تھا جو اَب بھی بند ہے---ماما! آپ میری فکر نہ کیا کریں---''

نورین نے کہا تو وہ تیزی سے بولیں۔

''کیسے فکر نہ کروں تمہاری---اَب میری بات غور سے سن لو' آفس ٹائم ختم ہوتے ہی سیدھی گھر آ جایا کرو' کام کا اِتنا بوجھ لینے کی ضرورت نہیں ہے---سمجھیں تم---!''

''میری اچھی' ماما! مَیں کوشش کروں گی کہ اَب مجھے دیر نہ ہوا کرے اور اگر کوئی ایسی صورتِ حال ہو گی تو مَیں آپ کو فون کر دیا کروں گی---ٹھیک ہے---؟'' نورین نے لاڈ سے کہا۔

''اچھا' ٹھیک ہے۔'' شائستہ بیگم نے کہا اور پھر چونکتے ہوئے بولی۔''ہاں' وہ آج مَیں نے ڈاکٹر کو بلوایا تھا۔ اُس نے یہ کہا ہے کہ مَیں اگر

چند دن کے لیے کسی صحت افزا مقام پر چلی جاؤں تو زیادہ اچھا ہے۔''

''واقعی؟---یہ تو بہت اچھی بات ہے پھر کیا سوچا آپ نے---؟'' نورین نے دبے دبے جوش سے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''بھئی' اس میں سوچنا کیا ہے' تم ہی بتاؤ گی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''اس میں تو سوچنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر نے کہا ہے تو ٹھیک ہے---ویسے بھی عرصہ ہوا آپ حسن لاج سے کہیں باہر نہیں گئیں۔ یہ تبدیلی آپ کی صحت پر خوشگوار اثر ڈالے گی۔''

نورین نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گی---؟'' شائستہ بیگم نے سنجیدگی اور حیرت سے سوال کیا۔

شائستہ بیگم کے اس طرح پوچھنے پر نورین ایک دم سے چونک گئی۔ وہ ان چند دنوں میں کہیں بھی جانے کا نہیں سوچ سکتی تھی۔ مہر دین نے اُسے یقین دلایا تھا کہ آج کل میں وہ محمد رفیق کا گھر تلاش کر لے گی۔ اُس کی ساری توجہ اس جانب تھی کہ کب مہر دین اُس کے والدین کا گھر تلاش کرتا ہے اور کب وہ اپنے والدین سے مل سکے۔ اگر ماما اِسے اپنے ساتھ لے گئی تو ممکن ہے' مزید دیر ہو جائے لیکن وہ ماما کو تو ایسی بات نہیں کہہ سکتی تھی اس لیے جلدی سے بولی۔

''ن'' نہیں ماما! ایسی تو کوئی بات نہیں' بس وہ آفس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آج کل کام بہت زیادہ ہے' نا---!''

''لڑکی! آفس تمہارے بغیر کہیں چلا نہیں جائے گا۔ پہلے بھی تم دو مہینے نہیں گئی ہو' کیا وہاں کچھ ہو گیا تھا؟'' شائستہ بیگم نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

''یہ بات نہیں ہے' ماما! جانے میں دو چار دن تو لگیں گے نا' میں اِن دنوں میں کام سمیٹ لوں گی تو نہ بھی سمیٹے جائیں' پھر بھی میں نے تو اپنی ماما کے ساتھ جانا ہی ہے---'' نورین نے تیزی سے کہا۔

''ہاں' ابھی دو چار دن لگیں گے۔ پہلے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہیں پاکستان میں کسی جگہ چلیں یا پھر کہیں باہر' پھر کسی اچھے ہوٹل کی بکنگ وغیرہ---خیر' تم فریش ہو جاؤ' پھر بات کرتے ہیں۔''

شائستہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو نورین بھی مسکرا دی۔ پھر دونوں اندر کی جانب چل گئیں۔

☆☆☆

مغرب ہو گئی تھی اور نورین بڑی افسردہ سی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی کہ یہ کیا اتفاق ہے۔ وہ جب بھی اپنے والدین کے بارے میں سوچتی ہے' کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ بن جاتی کہ وہ نزدیک ہوتے ہوئے دُور ہو جاتے ہیں۔ اگر ماما نے ایک دو دِن میں کہیں باہر جانے کا پروگرام بنا لیا تو پھر پتہ نہیں کتنے دِن لگ جائیں اور وہ اپنے والدین کو نہ مل سکے۔ یہی سوچتے ہوئے اُس کی سوچ کی رو اس جانب بہہ گئی کہ اگر اُس کے والدین مل بھی جاتے ہیں تو اُن کا ردِعمل کیا ہوگا' وہ اُسے پہچان بھی لیں گے یا نہیں۔ وہ جو اپنے والد کے لیے مر چکی ہے' وہ اُسے کیسے زندہ تسلیم کر

ے گا اور اگر کبھی لے گا تو کہیں اُس سے ماں کی زندگی پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟---وہ انہی سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ اُس کا سیل فون بج اُٹھا۔اُس نے فون ریسیو کیا تو دوسری جانب مہر دین تھا۔

''میڈم! آپ کے لیے خوشخبری ہے۔میں نے محمد رفیق کا گھر تلاش کر لیا ہے' ابھی اِس محلے ہی سے بات کر رہا ہوں۔'' مہر دین نے دبے دبے جوش سے کہا۔

''کیا واقعی---؟'' وہ ایک دم خوشی سے بھر گئی۔

''جی' میڈم! میں نے اچھی طرح پتہ کر لیا ہے---یہ ایک گنجان آباد علاقہ ہے' یہاں گاڑی نہیں آئے گی۔'' اس نے بتایا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا تم اُن سے ملے ہو' میرے بارے میں بتایا---؟'' نورین نے تیزی سے پوچھا۔

''نہیں' میڈم---!'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''کیا اَب ہم وہاں جا سکتے ہیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''ویسے یہ آپ کی مرضی ہے لیکن میری مانیں تو آپ صبح ہی اُن سے ملیں۔آپ آفس آ جائیں گی تو وہیں سے چلیں جائیں گے---'' مہر دین نے مشورہ دیا۔

''ہاں' یہ ٹھیک ہے---''

نورین نے ایک لمحے میں بہت کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر اسی بارے میں چند باتیں کرنے کے بعد فون بند کر دیا---نورین کے من میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔بس یہ ایک رات کا فاصلہ ہے' پھر وہ اپنے والدین سے مل لے گی اور نجانے یہ رات کس طرح گزرے گی---؟

☆☆☆

صحن میں بیٹھی سلمٰی نے سلائی مشین چلاتی ہوئے اچانک اُسے روکا اور باورچی خانے کی جانب منہ کر کے آواز دی۔

''عالیہ---بیٹی عالیہ---!''

''جی' اماں!'' آواز کے جواب میں عالیہ باورچی خانے میں سے نکلی اور اپنی ماں کے پاس آ گئی۔

''دیکھ' کتنا دن چڑھ آیا ہے لیکن بلال ابھی تک نہیں اُٹھا۔اُسے تو دیکھ' اُس نے کام پر نہیں جانا' ابھی تو اُس نے ناشتہ بھی نہیں کیا---'' سلمٰی ایک ہی سانس میں بہت کچھ کہہ گئی۔

''اماں! وہ اُٹھ کر کام پر جانے کی تیاری تو کرے---ناشتہ تو تیار ہے' آ کر کھا لے۔'' عالیہ نے کہا۔

''چل جا' اُسے اُٹھا کر لا۔اِتنی دیر ہو گئی ہے' وہ کام پر کیوں نہیں جا رہا ہے۔''

سلمٰی نے تشویش سے کہا تو عالیہ اندر چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد بلال آنکھیں ملتا ہوا باہر آ گیا اور خاموشی کے ساتھ اپنی ماں کے پاس بیٹھ گیا۔

''بلال پتر! کیا بات ہے۔نہ کوئی سلام دُعا' خاموشی سے آ کر بیٹھ گیا ہے۔خیریت تو ہے۔طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری---؟'' سلمٰی نے

بلال کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فکر مند لہجے میں کہا۔

''مجھے کچھ نہیں ہوا لیکن مَیں کام پر نہیں جاؤں گا---اس گیراج میں تو بالکل نہیں جاؤں گا۔'' بلال نے سختی سے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم---کوئی بات ہو گئی ہے کیا؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''بس کہہ دیا نا' اماں! کام پر نہیں جانا' تو بس نہیں جانا---''

بلال نے پھر اسی سختی سے کہا تو سلمٰی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''کیوں نہیں جائے گا تو' کچھ تو پتہ چلے---؟''

''وہ جو گیراج کا مالک ہے نا' وہ اِنسان کم اور جلاد زیادہ ہے۔ ہر وقت ذلیل کرتا رہتا ہے۔کل تو اُس نے حد ہی کر دی تھی۔ اتنی گالیاں---'' وہ جیسے پھٹ پڑا۔

''بیٹا! تم نے کوئی غلطی کی ہوگی---تو دھیان سے کام کیا کر نا---!'' سلمٰی نے دُکھی لہجے میں کہا۔

''یہ بھی کوئی بات ہے اماں! اَب مَیں کوئی بہت بڑا استری تو ہوں نہیں' چھوٹی موٹی غلطی تو ہو ہی جاتی ہے۔ اَب جس کام کی سمجھ نہ آئے وہ تو پوچھنا پڑتا ہے نا' مگر اُسے تو ذلیل کرنے کا شوق ہے---بس مَیں نے کہہ دیا مَیں نے وہاں کام کرنے نہیں جانا۔''

اُس نے کہا تو سلمٰی دِل برداشتہ ہوتے ہوئے بولی۔

''ہاں' پتر! سارے عذاب تو تیری ماں کے لیے ہیں۔تو کام پر نہیں جائے گا' تو چار پیسے تو لاتا ہے نا' وہ بھی نہیں آئیں گے۔ تیرا اباپ تو پہلے ہی کام نہیں کرتا---چل کوئی بات نہیں' پتر! تو نہ جا تیرے حصے کی محنت میں کر لیا کروں گی۔''

''اماں! تم تو کچھ اور ہی سوچنے لگی ہو مَیں نے یہ تھوڑی کہا ہے کہ مَیں کام نہیں کروں گا' مَیں نے تو اِس گیراج میں نہ جانے کی بات کی ہے---تم دیکھ لینا' اماں! تھوڑی ہی دِنوں میں کسی دوسرے گیراج میں کام مل جائے گا۔تم فکر نہ کرو۔''

بلال نے اپنی ماں کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔تب سلمٰی نے اپنے جوان بیٹے کی جانب دیکھا جس کی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں۔ظاہر ہے' اِس نوعمری میں کوئی گالی نکالے تو کہاں برداشت ہوتی ہے۔

''دیکھ' پتر! ہم غریب لوگ ہیں۔مَیں جو سلائی کرتی ہوں نا' اِس سے تو گھر کی دال روٹی بڑی مشکل سے چلتی ہے۔تو جو چار پیسے لاتا ہے' وہ مَیں جمع کر کے رکھتی ہوں تا کہ تیری بہن کے کام آ سکیں۔ یہ اپنے گھر کی ہو جائے تو پھر جو چاہے سو کرنا' چاہے بے کار رہنا یا کام کرنا---اُس نے قدرے دُکھی لہجے میں کہا۔

''اماں! مَیں بھی تو انسان ہوں' مجھے بھی تو غصہ آتا ہے۔وہ ذلیل کرتا رہے اور مَیں خاموش رہا کروں؟'' بلال نے تیز لہجے میں کہا۔

''جیسے تیری مرضی' بیٹا! مَیں کیا کہہ سکتی ہوں۔دُکھ تو میری جان ہی کو ہیں نا---!'' وہ روہانسو ہوتے ہوئے بولی۔

''پھر' اماں! تو ہی بتا مَیں کیا کروں---؟'' اس نے اُکتاتے ہوئے کہا۔

''تو یہ تو کرسکتا ہے کہ جب تک تجھے کہیں اور کام نہیں ملتا' یہیں کام کرتا رہ' وہ کہتے ہیں نا' بے کار رہنے سے بیگار بھلی---میں تیرے ابا کو تیرے ساتھ بھیجتی ہوں۔ وہ تیرے اُستاد کو سمجھائے گا۔ ہوسکتا ہے' تجھے کہیں اور کام کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو---چل اُٹھ' میرا پتر! کام پر جانے کی تیاری کر۔ میں تیرے ابا سے کہتی ہوں وہ تیرے ساتھ جاتا ہے۔''

سلمیٰ نے پچکارتے ہوئے کہا تو بلال بادل نخواستہ اُٹھ گیا۔ وہ اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی' پھر اُلجھی ہوئی سوچوں میں پھر سلائی مشین کی طرف متوجہ ہوگئی۔

☆☆☆

سلمیٰ کو وہیں صحن میں بیٹھے خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ بلال اپنے باپ کے ساتھ کام پر چلا گیا تھا اور عالیہ سارے گھر کے کام ختم کرکے اپنی ماں کے پاس بیٹھی ایک قمیص پر تُرپائی کررہی تھی۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی تو سلمیٰ یوں چونک گئی جیسے یہ دستک سب سے الگ ہو۔ دوبارہ دستک پر وہ بے چین ہوگئی اور مشین روک کر دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔ عالیہ چپل گھسیٹتی ہوئی گئی اور دروازہ کھول دیا۔ تبھی نورین تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ وہ بڑے غور سے گھر کو دیکھ رہی تھی جو ویسا ہی تھا جیسا ایک غریب آدمی کا ہوتا ہے۔ اُس کی نگاہ سلمیٰ پر پڑی' جو انتہائی بے چینی سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی' تب عالیہ نے اُسے اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''کون ہیں آپ اور کس سے ملنا ہے---؟''

اس کے یوں پوچھنے پر نورین چونک گئی' پھر دھیرے سے کہا۔

''کیا محمد رفیق کا گھر یہی ہے جو کبھی ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا اور اُس کی بیوی کا نام سلمیٰ ہے جو پہلے غریب محلے میں رہتے تھے---؟''

''ہاں' یہی ہے---پر آپ ہیں کون؟''

وہ اُسے سرتاپا دیکھتے ہوئے بولی لیکن نورین نے اِسے نظرانداز کرتے ہوئے سلمیٰ کی جانب اشارہ کیا اور بڑے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

''وہ---وہ---سلمیٰ ہی ہے' نا---؟''

''ہاں---مگر آپ کون ہو جو سوال پر سوال پوچھے جارہی ہو؟''

عالیہ نے اِس بار قدرے سخت لہجے میں کہا تو نورین نے پھر اِس نظرانداز کردیا اور یوں آگے بڑھی جیسے کوئی معمول آگے بڑھتا ہے۔ اس کی نگاہ سلمیٰ کے چہرے پر تھی۔ وہ بالکل قریب جاکر کھڑی ہوگئی اور چہرے سے نگاہیں ہٹائے بغیر بولی۔

''بتاتی ہوں لیکن پہلے میں اِس عورت سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔'' اُس کا لہجہ یوں تھا جیسے وہ کہیں دُور سے بول رہی ہو یا یہ سب کہتے ہوئے اُسے خود پر قابو نہ رہا ہو۔ سلمیٰ حیرت سے اُس کی جانب دیکھ رہی تھی' تب وہ بولی۔ ''وہ ماں کیسے دِن گزارتی رہی جس نے اپنی ایک دِن کی بیٹی کو' اپنے جگر کے ٹکڑے کو کسی اور کے حوالے کردیا۔ کیا اُسے یہ احساس ہی نہیں تھا کہ وہ بچی اپنی ماں کے لیے کتنا تڑپی ہوگی۔ اُسے اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ جب وہ روئے گی' اپنی ماں کو تلاش کرے گی تو اُس کے آنسو کون پونچھے گا۔ جب وہ اپنی ماں کی گود میں جانے کے لیے مچلے گی' اُسے ماتا بھری گود

کہاں سے میسر ہوگی اور جب---''

''بس میری بچی! بس---''سلمٰی جو بت بنی اُس کی باتیں سن رہی تھی ایک دم بول اُٹھی تھی۔''وہ ماں کتنی مجبور تھی' اس کا تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے۔شاید ہی کوئی لمحہ ہوگا جب وہ ایک دِن کی بچی میرے سامنے سراپا سوال بن کر نہ کھڑی رہی ہو۔میری زندگی کا ہر پل اُس کے سامنے جوابدہ رہا ہے---میری بیٹی! تم نے لمحہ لمحہ سزا پاتی ممتا نہیں دیکھی---نہیں---''اُس کی آواز رندھ گئی۔

''ماں---!''

نورین نے روتے ہوئے اُسے گلے لگا لیا تو وہ اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بولی۔

''میری بچی! میں نے اپنی خالی گود کی بڑی اذیت ناک سزا کاٹی ہے۔میں تو اپنا دُکھ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی' اندر ہی اندر---اس سے پھر نہیں بولا گیا تو آنسو تیزی سے رواں ہو گئے۔تبھی سلمٰی نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا۔''کتنی خوبصورت نکلی ہے تو---''پھر حیران و پریشان کھڑی عالیہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''یہ---یہ تیری بڑی بہن ہے---''

نورین نے آگے بڑھ کر عالیہ کو گلے لگا لیا تو سلمٰی نڈھال سی ہو کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔وہ ایک ٹک نورین کی جانب دیکھے چلی جا رہی تھی۔

''تم بیٹھو میں تمہارے لیے پانی لے کر آتی ہوں---''

عالیہ نے کہا تو نورین اپنی ماں کے پاس بیٹھ گئی اور بولی۔

''امی! میری ماما نے میرا نام نورین رکھا ہے---نورین رفیق۔''

''مطلب' تیرے باپ کا نام تیرے ساتھ ہے؟''سلمٰی نے چونکتے ہوئے کہا' پھر ڈرتے ہوئے بولی۔''پتہ نہیں' وہ کب آ جائے۔اُسے تو پتہ ہی نہیں کہ تو زندہ ہے---وہ پتہ نہیں' تجھے قبول کرے گا بھی یا نہیں؟''

''امی! آپ مت گھبرائیں---نہیں بھی قبول کرے گا تو کوئی بات نہیں' میں اُنہیں سمجھا لوں گی---ویسے کہاں ہیں میرے ابو---؟''

''تیرا ایک چھوٹا بھائی ہے بلال' وہ گیراج میں کام کرتا ہے۔اُسے چھوڑنے گیا ہے۔پھر تیرا ابا بہت بیمار ہے' اُسے سرکاری ہسپتال سے دوائی لانا تھی۔پتہ نہیں کب آتا ہے لیکن---میں اُسے سمجھا لوں گی۔''

''تم اَب بھی مجبور ہو ماں---؟''نورین نے انتہائی دُکھ سے کہا۔

''ہاں' بیٹی! وہ جیسا بھی ہے' میرے سر کا تاج ہے۔میرا مجازی خدا ہے---خیر' تو بتا' کیسی ہے تو---؟''

سلمٰی نے پوچھا تو اِتنے میں عالیہ چائے لے کر آ گئی' اس کے ساتھ پانی کا گلاس بھی تھا۔وہ چائے دے کر پاس بیٹھ گئی۔نورین اُسے بتاتی رہی کہ کس طرح اس نے تلاش کیا۔سلمٰی بھی اسے بتاتی رہی کہ وہ کن حالات سے گزر رہی ہے---کافی دیر بعد نورین نے کہا۔

''اچھا' اَب میں چلتی ہوں---میں دفتر ہی سے سیدھے یہاں آئی ہوں۔اس وقت جلدی ہے میں پھر آؤں گی---''

''ارے بیٹی! کم از کم کھانا تو کھا کر جاؤ نا---!''سلمٰی کا ابھی تک دِل نہیں بھرا تھا۔

''میں نے کہانا'میں آؤں گا---اب میں چلتی ہوں۔'' اُس نے اُٹھتے ہوئے کہااور پرس میں سے کافی سارے نوٹ نکال کر اُسے دیتے ہوئے بولی۔''امی! اب آپ کوئی بھی فکرمت کرنا۔آپ کی بیٹی اب آپ کے ساتھ ہے---میں پھرآؤں گی تو ساری باتیں تفصیل سے ہو جائیں گی---''

یہ کہہ کروہ ان دونوں سے ملی اور باہر کی جانب چل دی۔ سلمٰی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ بہت عرصے بعداُسے آج سکون کا احساس ہوا تھا' اُس کی بیٹی اسے مل گئی تھی۔ تبھی اُسے ہاتھ میں پکڑے ہوئے نوٹوں کا احساس ہوا۔اُس نے ان نوٹوں کو دیکھا تو آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو ان نوٹوں میں جذب ہوگیا۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم ناشتے کی میز پربیٹھی دھیرے دھیرے چائے کے سپ لے رہی تھی۔وقاراحمد دفتر چلا گیا تھا۔وہ وجاہت کا انتظار کررہی تھی جو تیار ہوکر وہیں آنے والا تھا۔وہ رات ہی اُسے شائستہ بیگم کا یہ خیال بتا چکی تھی کہ کسی صحت افزاء مقام پر جایا جائے۔اُس نے یونہی سرسری سے انداز میں سنا تھااور پھربات کرنے کا کہہ کراپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

''ہاں' ماما! لائیں ناشتہ۔ہمیں دفتر سے دیر ہورہی ہے۔'' اُس نے مذاق کے انداز میں کہااور بیٹھ گیا۔

''حالانکہ تمہیں دیر سویرے سے کوئی غرض نہیں ہے۔'' فاخرہ بیگم مسکراتی ہوئے بولی۔''تو پھر کیا سوچا تم نے---؟''

''صحت افزاء مقام پر جانے کا---؟'' وجاہت نے پوچھا' پھر خود ہی بولا۔''مطلب' وہاں جانے کا تو ایک بہانہ ہے' اصل بات تو یہی ہے کہ مجھے نورین کو متاثر کرنا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''بالکل---وہاں شائستہ بھابی کے ساتھ تم اور نورین ہی تو ہوگے۔تم تینوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا بہت وقت ملے گا بلکہ تمہیں تو بھابی کے سامنے بھی تو بہت اچھا تاثر چھوڑنا ہے اور تمہیں اس لیے بھی محتاط ہونے کی ضرورت ہے کہ نورین کو ان دنوں زیادہ سے زیادہ آفس سے دُور رکھنا ہے تاکہ تمہارے پاپا بہت سارے معاملات کو درُست کرلیں۔'' فاخرہ نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ویسے' ماما آپ لوگوں کو یہ آئیڈیا آیا کیسے؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''تم پیڑ مت گنو' بس آم کھاؤ۔ یہ کیسے اور کیوں کے چکر میں مت پڑو۔ جب تم لوگ واپس آؤ تو میں بس یہی خوشخبری سنوں کہ نورین تمہارے ساتھ شادی پر رضامند ہوچکی ہے۔'' یہ کہہ کروہ چونکتے ہوئے بولی۔''اور ہاں' تم آج ہی بھابی کو فون کرنا اور اُن سے پوچھ لینا کہ جانے کے سارے انتظامات تم کروگے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے' ماما! لیکن چانس تو ففٹی ففٹی ہیں نا' نورین راضی ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی---اگر میری تمام تر کوششوں کے باوجود---''

اُس نے سنجیدگی سے کہنا چاہا تو اُسے ٹوکتے ہوئے بولی۔

''تب اِس کا کوئی دوسرا بندوبست کرلیا جائے گا مگر تمہیں فقط یہی کرنا ہے جو تمہیں کہا گیا ہے اور پھر یہ نورین ہے تو چکنی مچھلی اُسے قابو کرنا مشکل تو ہے لیکن ناممکن تو نہیں۔''

''ماما! ایک بات کا خیال رکھیے گا' نورین کو اس بات کا قطعاً پتہ نہیں ہے کہ شائستہ بیگم نے اپنی وصیت میں اُسے آدھی جائیداد کا مالک بنا دیا ہے۔'' وجاہت نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟'' فاخرہ بیگم چونکتے ہوئے بولی۔

''میں نے اِن دِنوں میں یہی بات کھوجنے کی کوشش کی ہے البتہ وہ آفس کے معاملات میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے' بہت محنت کر رہی ہے---ویسے بھی اگر اُسے جائیداد کے بارے میں علم ہو جاتا تو شائستہ بیگم کے ساتھ ہی جڑی رہتی۔ اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''یہ محض تمہارا اندازہ ہے---خیر' تم یہ اِس وقت یقین کرلو گے جب تم اپنا بہت سارا وقت اُس کے ساتھ گزارو گے۔ اُس کے دِل میں کیا ہے' یہ تمہیں تبھی معلوم ہوگا۔'' فاخرہ بولی۔

''اوچھوڑیں' ماما! میں دیکھ لوں گا سب' آپ پریشان نہ ہوں۔'' اُس نے کہا اور ناشتے کی جانب متوجہ ہوگیا---وہ ناشتہ کر چکا تو اُس کا سیل فون بج گیا۔ اُس نے نمبر دیکھا اور میز سے اُٹھ کر باہر کی جانب چلا گیا' وہاں جا کر اُس نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں بول' سلیم! کیا بات ہے؟''

''وہ اچھو گینگ کے بارے میں معاملہ تھا نا' اُسے تو علاقے سے نکال دیا ہے لیکن' وجی بھائی! ایک بندہ اب بھی اڑا ہوا ہے' سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ اُس کے ساتھ کیا کروں---؟''

''سمجھ کس بات کی نہیں آ رہی ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''دِل تو چاہتا ہے کہ اُسے ختم کردوں---''

''تو کرو' ایک لمحے کے لیے بھی وقت ضائع مت کرو۔''

''لیکن مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ بندہ نوٹوں سے بھی مان سکتا ہے' میری توقع سے کچھ زیادہ مانگے ہیں۔''

''اصل معاملہ کیا ہے؟''

''وہ درانی صاحب کا بندہ ہے۔ تم نے درانی کی بات نہیں سنی تو اُس نے ایک گینگ کھڑا کرنے کی کوشش کی جسے ختم کر دیا۔ اب وہ بندہ اپنے بھی کام آ سکتا ہے---''

''ہوں' تو یہ بات ہے---ویسے اِس ملک کی جمہوریت بھی عجیب ہے۔ نوٹ ووٹوں اور ووٹ نوٹوں میں بدل جاتے ہیں---ٹھیک ہے' نوٹ دے دو' اگر وہ کام کا بندہ ہے تو---''

''سارا کھیل ہی نوٹوں کا ہے' وجی بھائی!---کیا خیال ہے' درانی کی بات سن لیں---؟''

''اپنے لڑکوں سے پوچھ لو وہ تیار ہیں تو بات کر لو۔ مجھے سامنے مت لاؤ کیونکہ مَیں نے خود الیکشن لڑنا ہے' یہ تو تمہیں معلوم ہے' نا---؟''

''وجی' یار! مَیں نے درانی سے کہا---''

''چھوڑو درانی کو---نورین کے ساتھ معاملہ خاصا آگے بڑھ گیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے نا' وہ کروڑوں کا چیک ہے کروڑوں کا---''

''اَب تم بھی دھیان سے بات بڑھانا' کہیں سارا کھیل ہی چوپٹ نہ ہو جائے۔''

''ارے نہیں' اَب تو مَیں نے سب کو بہت اچھا بن کے دِکھانا ہے۔ اِس بڑھیا کو بھی جو خزانے پر سانپ بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ اَب تو ساری توجہ نورین پر لگانا پڑے گی---اور سن! ہو سکتا ہے مَیں چند دِن اُدھر نہ آسکوں' تم اپنے معاملات کا خیال خود رکھنا۔''

''فون پر تو رابطہ رہے گا' نا؟''

''بہت کم---یہ مَیں تمہیں بعد میں سمجھاؤں گا۔''

''او کے مَیں سمجھ گیا---''

یہ کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا۔ وجاہت نے ایک نگاہ چمکتی ہوئی دھوپ کو دیکھا اور پھر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

دوپہر کے سائے ڈھل رہے تھے اور عاصمہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ باہر صحن میں چڑیوں نے شور مچا رکھا تھا مگر اُسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ خیالوں میں وہاں پہنچی ہوئی تھی جہاں ابھی وجاہت کے ساتھ اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک شام وہ تاریخی عمارت کی چوڑی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے تھے' دُور دُور تک لوگ نہیں تھے۔ سرخ سیڑھیوں پر بیٹھے وہ باتیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ اِن لمحات میں عاصمہ بہت جذباتی ہو رہی تھی اور وجاہت اُسے تسلی دینے والے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''وجاہت صاحب! ٹھیک ہے مَیں پڑھ لکھ گئی ہوں اور اَب جاب کر کے مَیں نے اپنا معاشی مسئلہ خود حل کر لیا ہے لیکن مَیں ہوں تو وہی مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والی لڑکی جو آپ جیسے امیر---''

''یہ تم اتنا جذباتی کیوں ہو رہی ہو' عاصمہ! میرے نزدیک یہ مڈل' اَپر کلاس وغیرہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔'' یہ کہہ کر اُس نے عاصمہ کی جانب دیکھا اور بھرپور رومانوی لہجے میں بولا۔ ''مَیں نے بس تمہیں چاہا ہے اور میں اپنی چاہت کھونا نہیں چاہتا---کبھی کبھی مَیں سوچتا ہوں' عاصمہ! مَیں تمہارے بغیر نامکمل ہوں۔''

''لیکن' وجاہت صاحب! آپ---؟''

''یہ تم نے کیا صاحب' صاحب کی رٹ لگا رکھی ہے؟---سیدھے سیدھے وجاہت کہو اور سارے غم' سارے دُکھ اور ساری پریشانیاں بھول جاؤ۔ تم جب عاصمہ وجاہت بن جاؤ گی نا' تو یہ سارے احساس خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اِک نئی زندگی اور ایک نیا مستقبل تمہارا ہو گا۔''

''وجاہت! مَیں آپ کے دفتر میں محض ایک ملازمہ ہوں ممکن ہے' سب میرے بارے میں بہت غلط سوچیں؟'' عاصمہ نے مستقبل میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''مطلب---کیا غلط سوچیں گے؟'' اُس نے پوچھا تھا۔

''یہی کہ مَیں نے آپ کو ورغلایا ہے۔ایک غریب لڑکی نے امیر لڑکے کو---''

عاصمہ نے کہا تو وجاہت قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''حالانکہ اُنہیں یہ نہیں پتہ کہ کس نے کس کو ورغلایا ہے---خیر' کوئی کیا کہتا ہے' تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے۔وقت بتا دے گا کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو۔'' آخری لفظ کہتے ہوئے اُس کا لہجہ خاصی حد تک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''پھر بھی ہم میں اتنا---''

عاصمہ اپنی بات پر اَڑی ہوئی تھی۔تبھی وہ سخت لہجے میں بولا۔

''دیکھو' عاصمہ! اَب مجھے تم پر غصہ آنے لگا ہے۔تم بالکل تاریک پہلو دیکھتی چلی جا رہی ہو۔غلط تو تب ہوگا نا' اگر مَیں تم سے شادی نہ کروں۔مَیں تم سے شادی کر کے تمہیں اپنی شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں آج اگر تمہیں میرے خاندان میں بہو والا مقام نہیں مل رہا ہے تو کوئی بات نہیں' کل مل جائے گا۔تمہاری پہچان تو میری وجہ سے ہے نا---!''

''وجاہت! تم مجھے دھوکا تو نہیں دو گے' نا---؟''

وہ دھیرے سے بولی تو وجاہت پھر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔''احمق ہو تم---آؤ چلیں دیر ہو رہی ہے۔''

دونوں وہاں سے اُٹھ کر سیڑھیاں اُترتے چلے گئے۔

☆☆☆

''عاصمہ بیٹی! کن خیالوں میں کھوئی ہوئی ہو---؟''

صغراں بیگم نے کمرے میں آ کر خوشگوار حیرت سے پوچھا تو وہ ایک دَم سے چونک گئی' اُسے احساس ہی نہیں ہوا' تبھی وہ اُٹھتے ہوئے بولی۔

''اُو آنٹی! آپ کب آئیں---؟''

''تو اس کا مطلب ہے تم واقعی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی---'' صغراں بیگم نے اپنا پرس میز پر رکھا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آنٹی! اَب میرے پاس سوائے یادوں کے اور کیا ہے۔یہ یادیں کبھی ہنسا دیتی ہیں اور کبھی رُلا دیتی ہیں---'' یہ کہتے ہوئے وہ ایک دَم سے رو پڑی جیسے اُس کا دِل پہلے ہی بھرا ہوا تھا' اس جملے کی ذرا سی ٹھیس لگی تو چھلک پڑا۔

''نہ بیٹی! رونا نہیں ہے---دیکھو' اَب تم صرف اپنے لیے نہیں جی رہی ہو بلکہ تمہیں کسی اور کے لیے بھی جینا ہے۔اَب تم اِن رُلا دینے والی یادوں سے پیچھا چھڑا لو ورنہ زندگی بہت تلخ ہو جائے گی---زندگی کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ فقط اپنے لیے جیا جائے۔ہمیں دُوسروں کے لیے بھی زندہ رہنا ہے اور اِن حالات میں جبکہ تم تخلیق کے عمل سے گزر رہی ہو---نہیں' بیٹی! نہیں۔رونا نہیں---'' صغراں بیگم نے بہت نرم انداز سے سمجھایا۔

''مَیں کہاں روتی ہوں' بس یہ آنسو---!'' اُس نے جلدی سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

''اپنی سوچ کو بدلو بہت کچھ تبدیل ہو جائے گا---میں تمہارے حالات بخوبی سمجھتی ہوں۔تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔'' وہ دھیرے سے بولیں۔

''اسی بات کا تو رونا ہے آنٹی! میں قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی قصوروار ہوں۔ میری بے بسی کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں دولت مند نہیں ہوں۔ میرے پاس اتنے وسائل' اتنی طاقت نہیں ہے کہ وجاہت کو قصوروار ٹھہرا سکوں لیکن' آنٹی! مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں وجاہت کو چھوڑوں گی نہیں۔ایک بار اُس کے گریبان کو پکڑ کر اُسے ضرور جھنجھوڑوں گی---'' اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''یہ ساری باتیں بعد کی ہیں' اِن دِنوں میں ایسا قطعاً نہ سوچا کرو---خیر' آج شام تیار رہنا۔میں نے ڈاکٹر سے وقت لے لیا ہے۔وہاں وقت پر پہنچنا ہے۔''

''جی' میں تیار رہوں گی---'' یہ کہہ کر وہ اُٹھ گئی۔

''باسط کا فون آیا تھا۔'' صغراں بیگم نے جلدی سے پوچھا۔

''جی آیا تھا---میں آپ کے لیے پانی لے آؤں' پھر تفصیل سے بتاتی ہوں۔''

عاصمہ نے کہا اور باہر کی جانب چل دی۔اُس کا سلگتا ہوا دماغ دھیرے دھیرے ٹھنڈا ہو گیا تھا۔وہ سمجھ رہی تھی کہ ان دِنوں میں واقعی اُسے اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے۔

☆☆☆

اِس شام سلمٰی کے گھر کی فضا میں ڈھیر ساری خوشی میں تھوڑا سا دُکھ بھی گھلا ہوا تھا۔جب سے نورین اُسے مل کر گئی تھی' وہ اس کے بارے میں سوچتی چلی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ اُس سے سلائی بھی نہ ہو سکی۔ ماضی کی یادوں سے لے کر آج تک کے احساسات نے اُسے گھیرے رکھا تھا۔وہ بہت دیر تک اِسی کشمکش میں رہی تھی کہ نورین کے بارے میں محمد رفیق کو بتائے یا نہیں؟ پھر اس نے فیصلہ کر لیا اور بہت حد تک مطمئن بھی ہو گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی محمد رفیق اور بلال اکٹھے گھر آئے تھے اور اَب دونوں کھانے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ عالیہ نے ٹرے میں کھانا لا کر اُن کے سامنے رکھ دیا۔

''لے بھائی! بھنا ہوا گوشت' بریانی اور یہ کسٹرڈ' خوب جی بھر کے کھانا' آج میں نے خوب دِل لگا کر اچھا کھانا بنایا ہے۔''

تب دونوں نے اِس کی طرف حیرت سے دیکھا اور چند لمحے تذبذب میں رہنے کے بعد محمد رفیق بولا۔

''عالیہ پتر! آج اتنا کچھ کہاں سے آیا' کہاں سے آئے ہیں اتنے پیسے---؟''

''ابا! کچھ نہ پوچھو' کھانا کھاؤ' پھر بتاتے ہیں۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''پھر بھی مجھے کچھ بتاؤ تو سہی---'' وہ جھنجلاتے ہوئے بولا۔

''وہ آج نورین آئی تھی۔اُس نے اماں کو اتنے سارے پیسے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ اَب تو فکر نہ کر' ساری پریشانیاں ختم ہو گئی ہیں---''

عالیہ نے رسان سے بتایا تو محمد رفیق نے قریب پڑی چارپائی پر بیٹھی سلمٰی کی جانب دیکھا اور سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''نورین---کون ہے یہ---؟''

''ہماری بیٹی اور کون---'' سلمیٰ نے انتہائی اعتماد سے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''ہماری بیٹی---میں سمجھا نہیں تم کیا کہہ رہی ہو---؟'' وہ اُلجھتے ہوئے بولا۔

''وہ ایک بہت بڑے اور امیر خاندان کی بیٹی بن گئی ہے۔ میں نے کب سوچا تھا کہ اُس کی قسمت اتنی اچھی ہو گی جسے میں نے دُنیا کی نگاہوں میں مار دیا تھا---رفیق! یہ میری وہی بچی ہے جس کے بارے میں تم سے میں نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ پیدا ہوتے ہی مر گئی ہے۔ وہ مری نہیں تھی میں نے اُسے ڈاکٹر کو دے دیا تھا۔ وہ زندہ ہے پڑھ لکھ کر وہ بہت امیر ہو گئی ہے---'' سلمیٰ نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا۔

''تبھی میں کہوں محلے کے لڑکے کہہ رہے تھے کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکی آئی تھی اتنی بڑی کار میں---کیا وہ میری بہن تھی---؟'' بلال بولا۔

''ہاں بیٹا! وہ تمہاری بہن تھی---ایک دن کی تھی جب میں نے اُسے کسی کی گود میں دے دیا تھا۔'' سلمیٰ نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اماں! تم نے ہمیں کبھی بتایا ہی نہیں کہ ہماری کوئی بہن بھی ہے---'' بلال نے حیرت سے کہا۔

''بس پتر! یہ قسمت کی باتیں ہیں میں کیا کہتی---'' سلمیٰ نے شکوہ بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ---مجھ سے نہیں ملنا چاہتی کیا---؟'' محمد رفیق نے سوال کیا۔

''شاید وہ تم سے مل کر جاتی مگر اُسے ڈر تھا کہ کہیں تم اُسے قبول کرنے سے انکار کر دو بالکل اس طرح جب وہ پیدا ہوئی تھی---''

سلمیٰ نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ محمد رفیق چند لمحے خاموش رہا پھر دُکھی لہجے میں بولا۔

''بندے کے حالات بھی کیسی کرچیاں ہوتے ہیں جو رشتوں کا لہو تک بہا دیتے ہیں---میں خود جاؤں گا اور اُسے لے آؤں گا۔ کہاں رہتی ہے وہ---؟''

''یہ تو میں نے نہیں پوچھا اور نہ ہی اُس نے بتایا---وہ کچھ دنوں بعد ضرور آئے گی تم دیکھ لینا۔ وہ تمہارے پیار کے لیے بڑا ترس رہی ہو گی۔'' سلمیٰ نے پھر جذباتی لہجے میں کہا۔

''میری بیٹی---!''

محمد رفیق نے گلوگیر لہجے میں کہا تو اُس کے آنسو ٹپک پڑے۔ عالیہ سے دیکھا نہ گیا وہ آگے بڑھی اور اپنے باپ کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

''نہیں اَبا! مت رو۔ اُسے اگر ماں باپ نہیں ملے تھے تو قدرت نے اُسے ایسی تڑپ دے دی کہ وہ ہم تک پہنچ گئی---اَبا! وہ بہت اچھی ہے جو ہم تک پہنچ گئی تم دیکھو گے نا تو تمہیں بھی اُس پر بڑا پیار آئے گا۔''

''اچھا چل کھانا کھا لو۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے پھر میں تفصیل سے اُس کے بارے میں بتاتی ہوں۔''

سلمیٰ نے تیزی سے کہا تو محمد رفیق چند لمحے کھانے کی جانب دیکھتا رہا اور پھر اس جانب ہاتھ بڑھا دیئے---گھر میں خوشی ملی فضا پھیلی ہوئی تھی۔

☆☆☆

شائستہ بیگم اپنے جہازی سائز بیڈ پر نیم دراز تھی۔ اُس کے پہلو میں نورین بیٹھی ہوئی۔ بظاہر وہ دونوں ٹی وی سکرین پر نگاہیں جمائے ہوئے تھیں لیکن نورین کا دماغ کہیں اور تھا۔ کچھ دیر قبل جب اُس نے شائستہ بیگم کو میڈیسن دی تھیں' اس وقت ایک لمحے کو اُسے خیال آیا تھا کہ کیا وہ انہیں بتادے کہ اُس کے والدین مل گئے ہیں؟ مگر وہ فوری طور پر انہیں بتا نہ سکی۔ اَب یہی بات اُس کے ذہن میں گھوم رہی تھی کہ بتائے یا نہ بتائے۔ پتہ نہیں' اِس پر ماما کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ مجھے اچانک انہیں یہ بات نہیں بتانی چاہیے۔ وہ تو اتنی سی بات پر بے حد دُکھی ہو گئیں تھیں کہ جب انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ مَیں نے اپنے والدین کا خیال ابھی تک دِل میں رکھا ہوا ہے۔ نہیں' مجھے ابھی نہیں بتانا چاہیے۔ دھیرے دھیرے اُنہیں ذہنی طور پر تیار کر کے ہی یہ بات بتاؤں گی اور پھر پتہ نہیں ابھی میرے باپ کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ اگر انہوں نے مجھے قبول نہ کیا تو--- پھر ماما کو بہت زیادہ دُکھ ہوگا۔ نہیں' ابھی مجھے ماما کو نہیں بتانا چاہیے--- یہ سوچتے ہوئے اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور ٹی وی کی جانب متوجہ ہوگئی۔ چند لمحے یونہی گزر گئے تو اچانک اِس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اَب تو وہ اپنی ماما کے ساتھ کہیں بھی جاسکتی ہے' اس لیے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز کم کر کے اس نے کہا۔

''ماما! آپ نے پھر بتایا نہیں' آپ کس صحت افزا مقام پر جانا چاہتی ہیں اور جانا کب ہے؟'' اس کا لہجہ انتہائی خوشگوار تھا۔

''تیرے دفتر کے سارے کام ختم ہوں تو بتاؤں---'' شائستہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مَیں نے اُنہیں ایڈجسٹ کرلیا ہے۔ اَب آپ بتائیں' کب اور کہاں جانا ہے تاکہ مَیں اسی مناسبت سے سارے انتظامات کر لوں--- مری' سوات' سوئٹزر لینڈ کہاں جانا ہے؟'' وہ جوش سے بولی۔

''تو اس کا مطلب ہے' تم جانے کے لیے تیار ہو--- دیکھو' پھر عین وقت پر مت کہنا کہ ماما' مَیں نہیں جاسکتی۔'' وہ پھر سے مسکراتے ہوئے بولی۔

''ماما! کیا آپ میرا مذاق اُڑا رہی ہیں---؟'' اس نے مصنوعی ناراضگی سے کہا' پھر جلدی سے بولی۔ ''اچھا بتائیں' نا---؟''

''فی الحال تو سوات جائیں گے اور اِس کے لیے سارے انتظامات ہو رہے ہیں' بس یہ دو چار دِن میں یہ سارے انتظامات وجاہت کر دے گا۔ تمہاری مصروفیت کی وجہ سے میں نے ہی اُسے کہا تھا۔ وہ بھی تو ہمارے ساتھ جا رہا ہے نا---!''

شائستہ بیگم نے کہا تو نورین چونک گئی۔ پھر لحہ بھر میں خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

''کیا وہ بھی ہمارے ساتھ جا رہا ہے؟''

''ہاں---'' شائستہ بیگم نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا' پھر وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ ''ہم عورتوں کے ساتھ کوئی مرد بھی تو ہونا چاہیے۔ وہاں اکیلے کیسے رہیں گی۔ وجاہت گھر کا لڑکا ہے' ہمارے ساتھ رہے گا تو اچھا ہے--- کیا خیال ہے تمہارا' اگر کہیں اور جانا چاہو تو بتاؤ---؟''

شائستہ بیگم نے کہا تو نورین تیزی سے بولی۔

''ماما! آپ نے جو کہا' بالکل ٹھیک ہے۔ کسی نہ کسی کو تو ساتھ میں ہونا چاہیے--- ویسے اَب وجاہت ہی بتائے گا کہ ہم کب جا رہے ہیں۔''

''ہاں' وہ بتا دے گا۔'' شائستہ بیگم نے کہا۔

''چلیں ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے جمائی لی اور بولی۔ ''اوکے' ماما! اَب مجھے نیند آرہی ہے۔ مَیں تو چلی سونے---'' اس نے کہا اور

بیڈ سے اُتر کر چلتے ہوئی بولی۔''گڈ نائٹ ماما---!''

''گڈ نائٹ' بیٹا---!''شائستہ بیگ نے اِس کی جانب دیکھ کر خوشگوار لہجے میں کہا۔

نورین اپنے کمرے میں پہنچ کر سوچوں میں اُلجھ گئی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اپنی ماما کو کیسے سمجھائے؟ وہ بہت دیر تک اِنہی سوچوں سے اُلجھتی رہی یہاں تک کہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اُس کی ماما کو جب یہ علم ہے کہ وہ وجاہت کو پسند نہیں کرتی تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہو گی لیکن پھر بھی ماما' وجاہت کا ساتھ چاہ رہی ہیں۔ اُنہیں شاید وجاہت کی اصلیت کا نہیں پتہ' ورنہ وہ' کبھی بھی ایسا نہ سوچتیں۔ مَیں نے اگر بتایا تو اُنہیں بہت دُکھ ہو گا۔ بلاشُبہ اِس طرح فاخرہ بیگم سے اُن کا رشتہ ٹوٹ جائے گا اور وقار انکل؟--- اِتنی ٹوٹ پھوٹ وہ کیسے برداشت کر پائیں گی--- وہ تو پہلے ہی موت کے منہ میں جاتے ہوئے بچی ہیں۔ نہیں' مَیں اُنہیں نہیں بتاؤں گی۔ اِن حالات میں اُن کے لیے ذرا سا دُکھ بھی موت کا باعث بن سکتا ہے' مَیں اپنی ماما پر قربان کر دینا پڑے گا--- ہاں' مَیں اُن کی خوشی کے لیے اپنا آپ قربان کر دوں گی۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے آنسو اس کی گالوں پر لڑھک گئے تھے۔ اُس نے آنسو صاف کیئے اور تکیے میں سر چھپا کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اگلی صبح وہ بہت مضمحل تھی۔ رات دیر تک جاگتے رہنے کے باعث نیند کا خمار اُس کی آنکھوں میں تھا۔ دیکھنے والوں کو تو وہ آنکھیں شاید خوبصورت دِکھائی دے رہی ہوں لیکن اُنہیں نہیں معلوم تھا کہ اس کے پیچھے کتنے دُکھ سسک رہے ہیں۔ یقیناً کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ خوبصورتی اپنا خراج ضرور وصول کرتی ہے۔ وہ آفس تو آ گئی تھی لیکن اُس کا دِل اُکتایا ہوا تھا۔ اُس نے کسی بھی فائل کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اُس کا من چاہ رہا تھا کہ یہاں سے کہیں دُور' بہت دُور کسی ویرانے میں چلی جائے اور وہاں بہت دیر تک بیٹھی رہے۔ وہ اِن رشتے ناتوں' بزنس کی باتوں اور لگی بندھی زندگی سے فرار چاہ رہی تھی۔ وہ بہت دیر تک سوچتی رہی کہ کیا کرے اور کہاں جائے؟ اُس نے کوئی سہیلی بھی نہیں بنائی تھی جس سے وہ اپنی باتیں شیئر کر کے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے۔ کالج کے زمانے کی ایک سہیلی تھی جو بیاہ کر فاران چلی گئی--- یہی سوچتے ہوئے اچانک اُسے فرید کا خیال آیا۔ ایک یہی بندہ ہو سکتا ہے جس سے وہ کچھ دیر بیٹھ کر پرانی یادیں شیئر کر سکتی ہے۔ اُس نے فرید کا نمبر ملایا تو اُس نے فون ریسیو کر لیا۔

''کہاں ہو' فرید---؟''

''یہیں اِسی شہر میں---''اُس نے خوشگوار انداز میں کہا۔

''آفس میں ہو یا---؟''اُس نے جان بوجھ کر بات نامکمل رہنے دی۔

''خیریت ہے' نورین! تمہارا لہجہ' تمہارا ساتھ نہیں دے رہا ہے؟''فرید نے پوچھا۔

''اویں' بس طبیعت اُڑی اُڑی سی ہے--- خیر' تم کہاں ہو۔ کچھ وقت دے سکتے ہو؟''اُس نے پوچھا۔

''کیوں نہیں--- بولو' کہاں آنا ہے---؟''

''کسی ریستوران میں نہیں کسی کھلی فضا میں---''

اُس نے کہا تو فرید نے پارک کا نام بتایا اور پہنچنے کے لیے کہا۔ نورین نے فون بند کیا اور آفس سے نکلتی چلی گئی۔

☆☆☆

وہ دونوں پارک کے ایک گھنے درخت کے تلے آ بیٹھے تھے۔ دونوں کے درمیان ایک چھوٹی سی میز تھی اور اس پر فریش جوس پڑا ہوا تھا۔ اِن سے ذرا دُور ایک چھوٹا سا ریستوران تھا مگر وہ جہاں بیٹھے تھے وہ پُرسکون جگہ تھی۔ دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اِن میں کچھ اِدھر اُدھر کی اور کچھ پرانی یادیں تھیں۔ اُس کا موڈ بہت حد تک بحال ہو چکا تھا --- ایسے ہی کسی بات پر نورین نے کہا۔

''فرید! مَیں مانتی ہوں کہ زندگی میں جدوجہد کرنی چاہیے اور یہ ایک فطری سی بات ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ بلا سوچے سمجھے بگٹٹ گھوڑے کی مانند بھاگتے رہیں۔ یہ دیکھنا ہی نہیں کہ مثبت راہیں کون سی ہیں اور منفی راہیں کون سی ---؟''

''تم ٹھیک کہتی ہو لیکن بندہ اس وقت کیا کرے یا تمہارے کہنے کے مطابق وہ گھوڑا کیا کرے جسے ایک ہی راستہ دِکھائی دیتا ہو اور اسی راستے پر چلنے کی مجبوری ہو۔''

''تب آزادی تو نہیں ہوتی نا! ایسی صورت میں لگام کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ وہ جدھر چاہے' موڑ لے۔ اپنی سوچ' اپنی اَنا اور اپنا اعتماد نہیں ہوتا۔ وہ کامیابی' جس کے ساتھ خوشی نہ ہو' وہ کس کام کی؟ --- کامیابی کا مطلب تو اطمینان اور خوشی ہوتا ہے نا۔''

نورین یہ کہتے ہوئے خود ہی اُداس ہو گئی۔ وہ اپنے من کی بات کر رہی تھی لیکن فرید نے کچھ اور ہی سمجھتے ہوئے کہا۔

''نورین! مَیں نے تمہاری باتوں پر سوچا ہے جو تم نے پچھلی ملاقات میں کی تھیں۔ ظاہر ہے' اس پر بہت ساری خیال آئے ہیں ---- فرض کر دمیں اگر رضوان شاہ کے لیے کام چھوڑ دیتا ہوں تو پھر ---؟''

''اس بات کے جواب میں دو پہلو ہیں۔ پہلا یہ کہ مَیں کبھی یہ نہیں کہوں گی کہ تم اپنی جاب چھوڑ دو یا جو تم کر رہے ہو وہ نہ کرو۔ تم وہی کرو جو تم کر رہے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ مَیں تمہیں کہہ سکتی ہوں کہ آؤ' ہماری کمپنی میں آ جاؤ۔ ظاہر ہے' اس میں مراعات بھی زیادہ ہوں گی لیکن مَیں تمہیں یہ بھی نہیں کہوں گی۔ اگر مَیں ایسا کہوں گی تو اس کا مطلب ہوا کہ مَیں نے تمہیں سہارا دیا آگے بڑھنے میں اور سہارے اِنسان کو کمزور کر دیتے ہیں۔ تمہیں اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر اپنی شناخت بنانا چاہیے' وہ صلاحیتیں جو مثبت ہیں۔ پھر کبھی تمہارے سامنے یہ سوالیہ نشان نہیں ہوگا کہ تم کہاں پر کیا کام کر رہے ہو۔''

نورین نے اپنے نکتہ نگاہ کی وضاحت کی تو فرید نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اگر یہی سوال مَیں تم سے کروں کہ تم حسن اینڈ کمپنی کا حصہ نہ ہوتیں تو پھر کیا کرتیں ---؟''

''مَیں نے اس پر کئی بار سوچا ہے اور اَب بھی مَیں یہی سوچ کر وہاں کام کرتی ہوں۔ مَیں آج بھی جاب چھوڑ سکتی ہوں ---'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گئی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایک جانب تو اُس نے ماما پر قربان ہو جانے کا سوچا ہے تو اُس کے کاروبار کو کیسے چھوڑ سکتی ہے۔ وہ ایک دَم سے گڑبڑا گئی' تبھی اُس نے کہا۔ ''ویسے یہ سوال تم کیوں کر رہے ہو؟''

''دیکھو نورین! بُرا مت منانا' تمہارا دوبارہ ملنا ایک اتفاق ہی سہی لیکن مجھے یہ خیال بھی آتا ہے کہ تم مجھے ذہنی طور پر منتشر کر کے شاہ ایسوسی ایٹ سے متنفر کر رہی ہو۔ اپنی کمپنی ----''

فرید نے کہنا چاہا جس پر نورین نے کھل کر ہنستے ہوئے کہا۔

''اوکم آن--- نہیں' ایسا نہیں ہے---'' پھر وہ خاصی سنجیدگی سے بولی تو اُس کے لہجے میں اپنائیت بھی تھی۔ ''تم نے ٹھیک سوچا' ایسا ممکن بھی ہوسکتا ہے لیکن ایسا تو میں تب سوچوں گی نا' کہ جب میں تمہاری کمپنی کا مؤثر جواب نہیں دے پاؤں گی اور تمہارے خیال میں جو میں کر رہی ہوں' ایسا آپشن تمہارے پاس بھی ہے--- خیر' میرے خیال میں ہمارے درمیان ایک اچھے کلاس فیلو ہونے کا بے ضرر سا تعلق رہنا چاہئے۔ کمپنیوں میں تو لوگ آتے جاتے رہتے ہیں' اُس کی وجہ سے' ہمیں ایک دوسرے سے بدگمان نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تم چاہو تو ہم اپنی باتوں میں یہ بزنس' کمپنی' نفع نقصان وغیرہ کی باتیں نکال باہر کریں۔ زندگی میں صرف یہی سب کچھ تو نہیں ہے۔''

نورین نے دھیرے دھیرے کہا تو فرید مسکرا دیا۔

''تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ بزنس' کمپنی' اِن کے ساتھ دولت ہے نا جو بندے کا دماغ خراب کر دیتی ہے۔ کبھی کبھی تو یہ بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ عرصہ دراز تک کمپنی کو بنانے سنوارنے میں لگے رہتے ہیں۔ اپنا خونِ جگر دیتے ہیں لیکن انہی میں سے کوئی سب کچھ برباد کر کے رکھ دیتا ہے---''

''ہوں--- ہوتا ہے--- ممکن ہے ہماری کمپنی میں بھی ایسا ہو---'' نورین نے ایک خیال کے تحت کہا۔

''ہاں' ہے۔ تمہارا کزن وجاہت--- اُس کا باپ اور تم کمپنی کو بنانے کی جس قدر جدوجہد کر رہے ہو' لیکن اس کمپنی کو ڈبونے کا باعث یہی وجاہت ہوگا۔'' فرید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو--- ٹھیک ہے' وہ لاپرواہ ہے۔ غیر ذمے دار ہے مگر بزنس میں اُس کا اتنا---''

''نہیں--- میں بزنس کے حوالے سے بات نہیں کر رہا' وہ ویسے ہی خطرناک آدمی ہے اور ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں کہ وہ کس وقت کیا کر دیں۔ مثلاً ابھی چند دِن پہلے ہی اُس نے اپنی بیوی کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ماں کیوں بننا چاہتی ہے حالانکہ اولاد کے لیے تو بندہ ترستا ہے---''

''بیوی کو قتل---'' نورین بُری طرح چونک گئی' پھر ہکلاتے ہوئے بولی۔ ''کیا اُس نے قتل--- تمہیں کیسے پتہ ہے--- میرا مطلب ہے' یہ کیسے ہوا؟''

''اِس بارے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا' میں انتہائی معذرت چاہوں گا---'' فرید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور براہِ راست نورین کی آنکھوں میں دیکھا جہاں وحشت اُتر آئی تھی اُس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''اب دیکھو' اگر وہ قتل ہو جاتی تو کئی سوال اُٹھنے تھے کہ اُس نے اپنی بیوی کو اپنے گھر میں کیوں نہیں رکھا۔ وہ پہلے حسن اینڈ کمپنی میں کام کرتی تھی' قتل کیوں کیا؟ ایک سلسلہ دراز ہو جاتا سوالوں کا--- کیا اس طرح کمپنی کی ساکھ پر اثر نہ پڑتا۔ وقار احمد اپنے بیٹے کو بچانے کی خاطر کمپنی کو وقت دے پاتا---؟''

''کیا یہ بات رضوان شاہ کو معلوم ہے۔'' نورین نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں--- سمجھو کہ یہ بات صرف مجھ تک محدود ہے اور اطمینان رکھو' میں کسی کو نہیں بتاؤں گا'' تمہیں بھی فقط اس لیے بتا رہا ہوں کہ

اِس خطرناک بندے پر قابو پالو ورنہ سب کچھ بکھر جائے گا---'' فرید نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

''پلیز' فرید! اِسے اپنے تک ہی محدود رکھنا مَیں دیکھ لوں گی---'' وہ سوچتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''مَیں سمجھتا ہوں اِن باتوں کو--- مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو مَیں یہ باتیں تمہیں بھی نہ بتاتا اور پھر مَیں تمہیں یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ مَیں تمہارے لیے فقط ایک کلاس فیلو ہونے کا احساس رکھتا ہوں' جس میں بے حد احترام ہے۔''

''تھینک یُو فرید! اگر تمہیں کبھی بھی میری ضرورت پڑے تو صرف مجھے کہنا اور بلا جھجک کہنا۔ مجھے تمہارے کام آ کر بہت خوشی ہوگی---'' وہ مسکراتے ہوئے مشکور لہجے میں بولی۔

''میرے ایسے ہی جذبے تمہارے لیے بھی ہیں۔'' فرید نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

''اَب مَیں تمہارا شکریہ بھی ادا نہیں کروں گی۔''

نورین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔ دونوں کے درمیان کافی حد تک خوشگواریت آ گئی تھی۔ وہ مزید کچھ دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے' پھر اُٹھ گئے۔

☆☆☆

سہ پہر کے وقت محمد رفیق دیوار کے سائے میں چارپائی ڈال کر لیٹا ہوا تھا' اس سے ذرا فاصلے پر سلمٰی زمین پر سلائی مشین رکھے بیٹھی تھی' اُس کے پاس محلے ہی کی ایک خاتون کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اِن دونوں کی نگاہ اندرونی کمرے کی جانب تھی جہاں سے عالیہ باہر آئی' اُس کے ہاتھ میں تہہ کیئے ہوئے کپڑے تھے۔ اُس نے وہ سارے کپڑے اس خاتون کو تھماتے ہوئے کہا۔

''یہ لے' خالہ! سارے کپڑے تہہ کر کے باندھ دیئے ہیں۔''

تبھی اس خاتون نے قریب پڑا ہوا اپنا پرس اُٹھایا' اس میں سے چند نوٹ نکالے اور سلمٰی کو دیتے ہوئے خوشگوار لہجے میں بولی۔

''لے' سلمٰی! تیری سلائی کے پیسے--- اَب اللہ جانے تم ہمارے کپڑے سیو گی بھی یا نہیں؟''

''کیا مطلب--- تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' سلمٰی نے مسکراتے ہوئے پوچھا' تبھی عالیہ کچن کی جانب چلی گئی۔

''وہی جو سارا محلہ کہہ رہا ہے۔ سبھی کہتے ہیں کہ سلمٰی کی تو قسمت کھل گئی ہے' اُسے بیٹھے بٹھائے اتنی امیر کبیر بیٹی مل گئی ہے۔ اَب تو تمہاری ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی' پھر تم کیوں کرو گی یہ سلائی؟'' وہ پھر خوشگوار لہجے میں بولی۔

''یہ بات تو ٹھیک ہے' بہن' کہ میری قسمت کھل گئی اور مجھے میری بیٹی مل گئی مگر مَیں اپنی پریشانیاں اُسے کیوں بتاؤں' وہ تو اَب ایک بڑے گھر کی بیٹی ہے۔'' آخری لفظ کہتے ہوئے اُس کا لہجہ حسرت آمیز ہو گیا تھا۔

''نہیں' سلمٰی! وہ تیری بیٹی نہیں' بیٹے جیسی ہے۔ اُس کے ساتھ بہت محبت سے پیش آنا' تیرے سارے قرض اُتار دے گی اور یہ جو تو اِس عمر میں سلائیاں کرتی ہیں نا' اِس سے بھی جان چھوٹے گی--- اُسے تو کوئی فرق نہیں پڑنے والا' ہو سکتا ہے کہ تیرے سارے مہینے کا خرچ اُس کا ایک دِن کا خرچ ہو۔''

وہ سنجیدگی سے بولی تو محمد رفیق نے بھی اس کی طرف دیکھا۔ اِن دونوں کی باتیں وہ سن رہا تھا لیکن خاموش تھا۔

''پر بہن! لوگ کیا کہیں گی کہ میں---'' سلمٰی کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔

''لوگوں کا کیا ہے' وہ تو باتیں بناتے ہی رہتے ہیں۔ اَب یہی دیکھو اُنہیں اتنی مدت بعد ماں بیٹی کے مل جانے پر حیرت نہیں بلکہ نورین کے امیر کبیر ہونے پر حیران ہیں' چھوڑ دلوگوں کو---''

''کہتی تو تم ٹھیک ہو لیکن میں اپنے منہ سے کیا کہوں۔ اُسے اگر خود احساس ہوگا تو ٹھیک ہے۔'' وہ پھر حسرت آمیز لہجے میں بولی۔

''اُسے خود ہی احساس ہوجائے گا' تم فکر نہ کرو۔'' یہ کہہ کر وہ چونکتے ہوئے بولی۔ ''ویسے حیرت ہے' سلمٰی! کہاں وہ ایک دِن کی تھی اور کہاں ایک جوان اور خوبصورت لڑکی---دیکھ' اُس نے تجھے اِتنے عرصے کے بعد کیسے تلاش کرلیا۔''

''خون بولتا ہے' بہن! یہ جو اندر کے جذبے ہوتے ہیں نا' ان پر دولت کی جتنی مرضی تہہ جما دی جائے' یہ خالص جذبے اپنا اثر ضرور دکھاتے ہیں---'' سلمٰی نے خوشی سے لبریز لہجے میں کہا۔

''سچ کہہ رہی ہو---'' اِس نے سرہلاتے ہوئے کہا پھر اُٹھتے ہوئے بولی۔ ''اچھا' اَب میں چلتی ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے کپڑے اُٹھائے اور باہر کی سمت چل دی تو سلمٰی اپنی ہی سوچوں میں ڈوب گئی۔ تبھی محمد رفیق دیوار کے سائے میں رکھی چارپائی پر سے اُٹھا اور سلمٰی کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر آن بیٹھا۔ سلمٰی نے اِس کی جانب دیکھا تو اُسے احساس ہوگیا کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔ تبھی وہ بولا۔

''سلمٰی! پورے محلے میں ہماری بیٹی نورین کے بارے میں ہی باتیں ہورہی ہیں۔ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میری بیٹی کیسی ہے لیکن میں نے اپنی بیٹی کو دیکھا تک نہیں ہے---'' اِس کے لہجے میں شفقت آمیز حیرت تھی۔

''اُس دِن تو گھر پر تھا ہی نہیں---ایک تو اُسے واپس جانے کی جلدی تھی اور دوسرا اُسے یہ ڈر بھی تھا کہ شاید تو اُسے قبول نہ کرے۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''نہیں' وہ میری اِس دَور کی بے وقوفی تھی۔ ہم انسان کون ہوتے ہیں رَبّ کے فیصلوں میں دخل اندازی کرنے والے---یہ تو اُس رَبّ کی عنائت ہے نا' کہ وہ بیٹا دے یا بیٹی---؟'' وہ بھی دھیرے سے بولا۔

''شاید قدرت کو ایسے ہی منظور تھا۔ یہ تو رَبّ ہی جانتا ہے کہ اُس نے ہماری بیٹی کو ہم سے دُور کیوں رکھا---ویسے ایک بات کہوں' بلال کے اَبا؟'' اُس نے خوشگوار سے انداز میں کہا۔

''ہاں' بول---؟'' اِس کے لہجے میں تجسّس تھا۔

''تجھے نہیں لگتا کہ نورین بیٹی ہمارے لیے اَب کی رحمت بن کر آئی ہے۔ وہ ایسے وقت میں ہمارے پاس آئی ہے جب ہمارے لیے سارے دروازے بند ہوچکے تھے' شاید رَبّ نے ہماری سن لی ہے۔''

''ہاں' یہ میرے رَبّ کی رحمت ہی ہے ورنہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ ہمیں مل بھی جاتی لیکن غریب اور مجبور ہوتی۔ ہمارے لیے مزید بوجھ بن

جاتی---'' اس نے دُکھی لہجے میں کہا۔

''تیرا کیا خیال ہے بلال کے ابا! کیا وہ ہمارا بوجھ بانٹ لے گی' کیا وہ ہمیں اتنی رقم دے سکے گی کہ ہمارا قرض اُتر جائے یا پھر وہ عالیہ کا جہیز ہی بنا دے؟''

''دیکھ' سلمٰی! جیسی گاڑی میں وہ یہاں آئی ہے نا' اس سے تو یہی لگتا ہے کہ وہ بہت امیر ہے۔ اُس کے لیے تو یہ قرض اور یہ جہیز معمولی باتیں ہوں گی لیکن---لیکن کیا ہم اُسے یہ کہہ سکیں گے کہ وہ ہمارا بوجھ بانٹ لے---؟'' اس نے پوچھا۔

''سچی بات تو یہ ہے بلال کے ابا! جس دن سے وہ مجھے ملی ہے' مَیں یہی سوچ رہی ہوں۔ کبھی دِل مانتا ہے کہ وہ سب کچھ سنبھال لے گی اور کبھی سوچتی ہوں کہ اب وہ شاید ہی آئے---'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے تک خاموش رہی پھر پوچھا۔ ''تیرا دِل کیا کہتا ہے؟''

''اگر رب سوہنے نے اُسے ہمارے پاس بھیج دیا ہے تو اُس کے دِل میں ہمارے لیے ہمدردی بھی بھر دے گا' وہ خود ہی سمجھ جائے گی---'' وہ آہستہ سے بولا۔

''پر اُس سے بات تو کرنی چاہیے نا!---ہو سکتا ہے اُسے احساس ہی نہ ہو کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں۔'' سلمٰی نے دھیرے سے کہا۔

''نہ' سلمٰی! تو اُس سے یہ بات نہ کرنا۔ وہ تو محبت اور پیار کی بھوکی ہوگی۔ پتہ نہیں وہ ماں کے لیے کتنا تڑپی ہوگی۔ وہ ہم تک نجانے کیسے پہنچی' وہ کن حالات سے گزر رہی ہے' یہ تو ہم نے پوچھا ہی نہیں اور ہم کیا سوچ رہے ہیں۔ اُس کے جی میں پتہ نہیں' کیا کچھ ہوگا ہم نے اُس کے بارے میں کیا سوچا۔'' اُس نے کہا تو سلمٰی کا ایک دَم سے جی بھر آیا۔ وہ شرمندگی محسوس کرنے لگی' تبھی آنسو پلکوں پر لرزے اور زمین پر گر گئے تو وہ بولا۔ ''سلمٰی! نہ رُو--- جو تقدیر میں لکھا ہے' وہی ہو کر رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ قدرت نے اُسے ہمارے دُکھ درد دُور کرنے ہی کے لیے بھیجا ہے---تو نے جو کچھ بھی سوچا ہے' ہماری جگہ کوئی اور بھی ہوتا نا' تو وہ یہی سوچتا---نہ رُو---''

اِس نے ڈھارس دی تو سلمٰی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''دیکھو' بلال کے ابا! جسے تم نے اپنی طرف سے مار دیا تھا' آج وہ کن حالات میں ہمارے سامنے ہے۔ آج وہی ہمارے لیے اُمید کی کرن بن گئی ہے۔ اِسے کیا کہیں گے' تقدیر یا مکافاتِ عمل---؟''

''تیری بات تو ہی جانے---''

محمد رفیق نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ تبھی اُن دونوں میں خاموشی اُتر آئی جیسے وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ سوچ رہے ہوں۔ کتنی ہی دیر تک وہ یونہی بیٹھے رہے۔ تبھی محمد رفیق اُٹھا اور کچھ بھی کہے بنا باہر کی سمت چل دیا۔ سلمٰی یونہی اپنی سوچوں میں گم بیٹھی رہی' پھر عالیہ کو آواز دی۔

''عالیہ بیٹی! یہ مشین اُٹھا کر اندر رکھ دے۔''

یہ کہہ کر وہ اسی چارپائی پر جا کر لیٹ گئی جس پر کچھ دیر پہلے اُس کا شوہر لیٹا ہوا تھا۔

☆☆☆

رات ابھی زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ باسط ڈرائنگ روم میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا جبکہ فرید کچن میں چائے بنا کر ٹرے میں رکھ رہا تھا۔ وہ خاصا اُکتایا ہوا تھا اس لیے ڈرائنگ روم میں آکر باسط کو چائے کا مگ دیتے ہوئے بولا۔

''یار! یہ روزانہ باہر سے کھانا کھا کر دل اوب گیا ہے' گھر ہی میں کوئی بندوبست کرنا چاہیے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''جیسے تم چاہو--- گھر میں بندوبست کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو کھانا ہمیں بنانا پڑے گا یا پھر کوئی ملازم رکھا جائے گا---'' باسط نے سپ لیتے ہوئے کہا۔

''میں نے بھی یہی سوچا تھا اور شاید میں اَب تک کوئی ملازم رکھ بھی لیتا مگر' یار! پتہ نہیں' اَب میں اپنی جاب پر رہوں گا بھی یا نہیں--- ممکن ہے کہ کچھ مشکل دِن آ جائیں' بس یہی سوچ کر میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں---'' اُس نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''لیکن فیصلہ کرتے وقت تمہیں بہت ساری باتیں اور ان موجودہ حالات کو اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ یہ ذہن میں رہے۔'' باسط نے اُس کی توجہ دلائی۔

''تمہارا کیا خیال ہے' مجھے کیا کرنا چاہیے---؟'' یہ کہہ کر اُس نے سپ لیا اور غور سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

''تم اپنے کام کے بارے میں بہتر سمجھتے ہو اور تم ہی دُرست فیصلہ بھی کر سکتے ہو۔ تمہارے اِس فیصلے میں یقیناً نورین کا موقف بھی شامل ہے۔ نورین یہی چاہتی ہے نا' کہ تم منفی قسم کی سرگرمیوں سے بچ جاؤ اور اگر بزنس کی دُنیا میں اپنی کوئی پہچان یا شناخت بنانی ہے تو وہ ایسی ہو کہ سب تمہاری عزت کریں--- یہ بات اُس کی ٹھیک ہے' ہونا بھی ایسے ہی چاہیے' لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس جانب کے علاوہ تمہارے پاس دوسری چوائس کیا ہے؟''

''وہ تو فی الحال نہیں ہے--- میں نے اُس سے یہ کہا تھا کہ یہ بات وہ کمپنی کی طرف سے کر رہی ہے تو اُس نے اِنکار کر دیا تھا' کہنے لگی کہ یہ میرا ذاتی خیال ہے---'' فرید نے اُسے بتایا۔

''نہیں' تمہیں اُس سے یہ بات کرنی چاہیے تھی کہ اگر میں شاہ ایسوسی ایٹ چھوڑ دیتا ہوں تو پھر کیا تمہاری کمپنی مجھے ملازمت دے گی---؟'' باسط نے تیزی سے کہا۔

''یہ تو ڈیل ہوئی نا' باسط! ایک طرح کی بلیک میلنگ ہے۔ اگر مجھے ایسی کوئی ڈیل ہی کرنا ہے تو میں جہاں ہوں' وہیں ٹھیک ہوں۔ مجھے اُس کا سہارا نہیں چاہیے اور نہ ہی اُس کی ڈکٹیشن--- مجھے اپنا راستہ خود بنانا ہے' مجھ میں اتنی ہمت ہے۔'' فرید نے اعتماد سے کہا۔

''تمہیں نورین کی طرف سے پریشان نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی بدگمان---'' باسط نے مسکراتے ہوئے کہا تو فرید نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جبکہ وہ کہتا چلا گیا۔ ''ممکن ہے' وہ تمہارے لیے اچھا سوچ رہی ہو۔ اگر ایسا ہے تو ایک اچھا دوست جب پورے خلوص سے دوسرے دوست کے لیے اچھا سوچتا ہے تو میرا خیال ہے' فی زمانہ یہ بہت بڑی بات ہے--- تم یہ دیکھو کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے---؟''

''کیا مطلب---؟'' فرید نے پوچھا۔

''یہی کہ تم خود اس وقت یہ فیصلہ کر لینے کی پوزیشن میں نہیں ہو کہ وہ تمہیں ٹریپ کر رہی ہے اور نہ ہی تمہیں یہ یقین ہے کہ وہ تمہارے لیے مخلص ہے۔تم ہاں اور ناں کے درمیان ہو---'' وہ بولا۔

''تو پھر یہ فیصلہ کیسے ہوگا---؟''

''وقت فیصلہ کرے گا' میری جان!---بہت احتیاط سے یہ دیکھو کہ وہ چاہتی کیا ہے۔کہیں بدگمانی میں ایک اچھی دوست کھو نہ دینا۔'' اس نے سمجھایا۔

''ہاں---اَب یہ کنفرم ہے کہ مَیں اپنی صلاحیتیں مثبت کاموں کے لیے ہی صرف کروں گا۔اس کے لیے چاہے مجھے نوکری بھی چھوڑنی پڑی تو چھوڑ دوں گا۔'' اس نے حتمی انداز میں کہا۔

''جیسے تمہاری مرضی---مجھے بہرحال خوشی ہوئی کہ تم اپنے اندر کے انسان کی آواز پر دھیان دو گے---اور سنو! اس راہ پر مشکلات بھی آئیں گی۔کہیں بھی حوصلہ نہیں ہارنا---'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔

''جب تم جیسا دوست میرے ساتھ ہے تو مَیں حوصلہ کیسے ہار سکتا ہوں---؟'' یہ کہہ کر اس نے اطمینان بھرے انداز میں خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔''آہ! انسان کا ضمیر بھی کیا شے ہے' بدل کر رکھ دیتا ہے انسان کو---''

اُس نے کہا تو باسط دھیرے سے مسکرا دیا' وہ اُس کی حالت کو بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

☆☆☆

نورین نے اس دن یہ سوچا ہوا تھا کہ وہ آج اپنے والدین کے گھر ضرور جائے گی۔اُس نے جلدی سے کام نمٹائے تاکہ آفس وقت ختم ہونے سے پہلے واپس آ جائے۔اُسے اپنے والدین کی حالت کا اندازہ ہو گیا تھا' وہ اُن کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتی تھی۔اگرچہ وہ جتنا چاہتی اُتنا پیسہ شائستہ بیگم سے لے سکتی تھی لیکن چونکہ اُس نے ابھی اپنے والدین کے بارے میں اُنہیں نہیں بتایا تھا اس لیے اُس نے کچھ اور ہی سوچ لیا تھا۔اُس نے مہردین سے کہا کہ وہ اُس کے ساتھ جانے کے لیے تیار رہے اور خود وقار احمد کے آفس میں چلی گئی۔وہ سلام کر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی تو وقار احمد نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''ہاں جی' نورین بیٹا! کہو' کیا حال ہے؟---تمہیں پتہ ہے' آج تم پورے دو دن کے بعد میرے پاس آئی ہو۔یہ خیال ہے تمہیں؟''

''انکل! آپ کو تو پتہ ہے' کام کتنا ہے اور پھر ماما کے ساتھ جانے کے لیے تیاری الگ سے ہے اس لیے بس---'' وہ کہتے کہتے رُک گئی۔

''اوہ' تم تھک گئی ہو گی---کافی پیتے ہیں---''

اُس نے انٹرکام کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ بولی۔

''نہیں' انکل! مَیں نکل رہی ہوں آفس سے' ایک ضروری کام سے جانا ہے---مَیں آپ کے پاس ایک کام سے آئی تھی۔'' وہ جھجکتے ہوئی بولی تھی۔

''بولو بیٹی! کیا بات ہے---کیا مسئلہ ہے؟'' وہ تشویش سے بولا۔

''انکل! آپ تو جانتے ہیں کہ مَیں یہاں سے کتنی سیلری لیتی ہوں---'' وہ بولی۔

''ہاں پتہ ہے اور میرا خیال ہے کہ اِس سے تمہاری گاڑی کا پٹرول بھی پورا نہیں ہوتا ہوگا۔ تم کہو تمہاری سیلری اگر بڑھانا ہے تو جتنی تم کہو گی---'' وقار احمد نے بہت پیار سے کہا۔

''اُو نو۔ مَیں یہ نہیں چاہتی۔'' اُس نے تیزی سے کہا پھر قدرے جھجکتے ہوئے بولی۔ ''دراصل مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔ وہ چاہے ایڈوانس ہو یا اُدھار کی صورت میں ہو---''

اُس نے کہا تو وقار احمد ایک دم سے چونک گیا' پھر خاصے خوشگوار لہجے میں بولا۔

''ارے بیٹی! تم تو بالکل غیروں کی طرح بات کر رہی ہو۔ اِس میں اتنا جھجک کر بات کرنے کی کیا ضرورت ہے--- مجھے معلوم ہے کہ تم نے آج تک اپنے لیے کبھی رقم نہیں لی۔ اَب اگر تمہیں ضرورت ہے تو لے لو۔''

''لیکن اس رقم کے بارے میں ماما کو معلوم نہیں ہونا چاہئے ورنہ اتنی رقم تو مَیں اُن سے بھی لے سکتی ہوں۔'' نورین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں' یہ راز ہم ہی میں رہے گا--- بولو' کتنی رقم چاہئے؟'' وقار احمد نے کہا اور انٹر کام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''صرف تین لاکھ---!''

نورین نے کہا تو وقار احمد کا بڑھا ہوا ہاتھ ایک دَم سے رُک گیا اور وہ حیرت سے بولا۔

''اِتنی رقم---مَیں نے تو سوچا تھا کہ تم یہی چالیس پچاس ہزار مانگو گی اپنی ماما کے ساتھ جانے کے لیے--- خیر' کوئی بات نہیں' ابھی تو میرا خیال ہے کہ کیشئر کے پاس اِتنے روپے نہیں ہوں گے۔ ایک دو دِن دے سکتی ہو مجھے---؟''

''تھینکس' انکل! مَیں یہ رقم بہت جلد واپس کر دوں گی--- اچانک ضرورت پڑ گئی تھی نا' تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس کا بندوبست کہاں سے ہوگا---؟'' نورین نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور اپنا پرس سنبھالتی اُٹھ گئی۔

''ڈونٹ وری' یہ تو مل جائیں گے۔''

وقار احمد نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ آفس سے باہر آ گئی---نورین آفس سے باہر نکلی اور اپنی کار لینے کے لیے پارکنگ کی طرف گئی تو سامنے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وجاہت اُس کی کار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا' اس کی نگاہیں نورین پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔ اسے یوں کھڑا دیکھ کر نورین یکدم گڑ بڑا گئی۔ اُسے وجاہت کی صورت میں ایک قاتل کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ فرید کی کہی ہوئی ساری باتیں اُس کے ذہن میں آتی چلی گئیں' ایک دَم سے اُس کا موڈ خراب ہو گیا۔ اُسے وجاہت کا انداز بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

''نورین! تم نے آفس میں بہت دیر لگا دی آج---''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہو' مَیں تو آفس ٹائم سے بہت پہلے اُٹھ کر آ گئی ہوں--- ویسے آپ کیوں پوچھ رہے ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں---؟'' اُس نے خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''وہی تو میں نے تمہیں آفس سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔میں یہاں تمہارے ہی انتظار میں کھڑا تھا۔'' وجاہت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیوں؟'' وہ قدرے حیرت سے بولی۔

''ایسے ہی---میں نے سوچا کہ اگر تم نے کہیں جانا ہو تو چلتے ہیں' شاپنگ کرنی ہے تو میں حاضر ہوں--- آئس کریم کھائیں گے اور پھر میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا---'' وہ بڑے رومانوی انداز میں بولا۔

''آپ نے یہ سب مجھ سے پوچھے بغیر کیسے سوچ لیا؟'' نورین باوجود کوشش کے اپنے لہجے میں تلخی نہ چھپا سکی۔

''میں تمہیں ایک سرپرائز دینا چاہتا تھا۔'' اس نے پھر اسی لہجے میں کہا۔''تم چلو تو سہی میرے ساتھ---''

''نہیں' وجاہت! آج میرے پاس وقت نہیں ہے---'' اُس نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

''چلو ابھی نہ سہی۔میں تمہیں شام کے بعد پک کراوں گا' پھر شاپنگ کے بعد ڈنر بھی لیں گے---'' وہ جلدی سے بولا۔پھر اُس کے چہرے کی جانب دیکھ کر کہا۔'' دراصل میں تم سے تھوڑی باتیں کرنا چاہتا ہوں' ویسے بھی ویک اینڈ ہے۔''

''ایسی فضول مصروفیات کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے' وجاہت!---ہٹیے---''

اُس نے تلخی سے کہا تو وہ حیرت سے ایک جانب ہوتے ہوئے بولا۔

''نورین! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔تمہارا رویہ---یہ تم---''

''ہاں---میرا رویہ اس سے بھی زیادہ سخت ہونا چاہیے---''

یہ کہتے ہوئے وہ غصے میں کار کے اندر بیٹھ گئی۔پھر پارکنگ سے نکل کر باہر سڑک پر آ گئی۔تبھی اُسے خیال آیا کہ اُس نے مہر دین کو تو ساتھ ہی نہیں لیا اور وہ بھی تو کہیں دکھائی نہیں دیا۔اُس نے اپنا سیل فون نکال کر دفتر میں رابطہ کیا تو کچھ دیر بعد اُس کا مہر دین سے رابطہ ہو گیا۔

''مہر دین! تم کہاں چلے گئے---تمہیں پتہ نہیں ہے' میرے ساتھ آنا تھا۔'' نورین نے پوچھا۔

''وہ جی آپ کے پاس وجاہت صاحب کو دیکھ کر میں آفس کے اندر ہی رہ گیا---ہو سکتا ہے' وہ بعد میں مجھ سے پوچھ لیں کہ میں آپ کے ساتھ کدھر گیا ہوں---؟'' وہ خوف زدہ سے انداز میں بولا۔

''او کے' تم اُدھر ہی رہو---''

یہ کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا اور پھر وجاہت کے نمبر ڈائل کر دیے۔چند لمحوں بعد فون ریسیو کر لیا گیا۔

''لگتا ہے تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا مگر معذرت کی ضرورت نہیں۔'' دوسری طرف سے وجاہت نے کہا۔

''کیا آپ مجھے پارک میں مل سکتے ہیں' میں وہیں جا رہی ہوں---''

''میں ابھی آیا---''

یہ کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا تو نورین نے اپنی گاڑی کا رخ پارک کی جانب موڑ دیا۔

☆☆☆

نورین کو پارک میں پہنچے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا کہ وجاہت آ گیا۔ وہ اس کی جانب دیکھ کر خوش ہو رہا تھا جبکہ نورین کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ وہ دونوں ایک روش پر چلتے جا رہے تھے کہ وجاہت نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''مجھے تمہارے رویئے کی سمجھ نہیں آ رہی ہے' نورین! ایک طرف تم اتنا غصہ دکھاتی ہو اور دوسری جانب ایسا--- خیر' اب یہاں کیوں بلایا' کیا کوئی خاص بات کہنی ہے---؟''

''ہاں' فقط ایک بات نہیں' بہت ساری باتیں کرنی ہیں آپ سے اور میرا خیال ہے کہ یہ باتیں میرے اور آپ ہی کے درمیان رہیں تو زیادہ بہتر ہیں---''

وہ گھمبیر لہجے میں بولی تو وجاہت نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''ایسی کیا باتیں ہیں نورین---؟''

''دیکھیں' وجاہت! ہمیشہ اعتماد کا تعلق وہاں بنتا ہے جہاں جھوٹ نہیں ہوتا۔ آپ اب تک جھوٹ بولتے آئے ہیں اور اس قدر بھیانک کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میری ذات میں آپ کی دلچسپی کیا ہے' اس کی وجہ مجھے نہیں معلوم لیکن میں یہ بات یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ کو مجھ سے محبت وغیرہ بالکل نہیں ہے' یہ جھوٹ بولا تھا آپ نے--- کیا ایسا ہی ہے؟''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو' میں بھلا تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟'' اس نے چونکتے ہوئے کہا۔

''اس کا مجھے نہیں پتہ---'' اس نے تیزی سے کہا اور پھر بولی۔ ''عاصمہ کے بارے میں بھی آپ نے جھوٹ بولا کہ وہ لالچی تھی۔ آپ نے تو اُسے قتل کرنے کی کوشش کی۔ یہ تو اُس بے چاری کا نصیب اچھا تھا کہ وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گئی---'' اُس کے لہجے میں حد سے زیادہ تلخی تھی۔

''یہ کس نے کہا تم سے---؟'' یہ کہتے ہوئے وجاہت ایک دَم سے رُک گیا اور حیرت سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

''اس بات کو چھوڑیں کہ کس نے بتایا' اور میری بات پر اتنا حیران ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مجھے تو اس حد تک معلوم ہے کہ اُس عورت کا صرف یہ جرم تھا کہ وہ ماں بننا چاہتی تھی--- کیا میں غلط کہہ رہی ہوں---؟'' وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔ اس پر وجاہت خاموش رہا تو وہ کہتی چلی گئی۔ ''ایسا شخص' جو اتنا ظالم ہو میں اس کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کے بارے میں کیسے سوچ سکتی ہوں اس لیے میری بات مانیں اور یہ جو شادی والا کھیل ہے' اسے بند کریں اور مجھے سکھ کا سانس لینے دیں---''

''یہ سب غلط ہے' تمہیں کسی نے میرے بارے میں---''

وجاہت نے کہنا چاہا لیکن اس کی آواز اس کا ساتھ نہیں دے پائی تھی۔ نورین نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''بس' وجاہت! بس--- میں عاصمہ اور آپ کے رشتے کے بارے میں پہلے ہی جانتی تھی لیکن میں نے ماما کو اس لیے نہیں بتایا کہ اُنہیں خواہ مخواہ میں دُکھ ہو گا۔ نجانے اُن کی زندگی کا چراغ کب گل ہو جائے' میں اس تھرکتی لو پر ایسی بھیانک باتوں کی پھونکیں نہیں مار سکتی--- میرا نہیں خیال کہ آپ کے ساتھ شادی کر کے میری زندگی محفوظ ہو گی---''

نورین نے صاف انداز میں کہہ دیا تو وجاہت خاصی دیر تک خاموش رہا' پھر تھرکتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''نورین! اب جبکہ تمہیں عاصمہ کے بارے میں معلوم ہو ہی گیا ہے تو سمجھ لو کہ وہ میرا ماضی تھا۔ میں وہ سب بھول جانا چاہتا ہوں' میں

ایک نئی زندگی---''

''آپ کو محض اپنی زندگی کی فکر ہے۔نئی زندگی--- اس نئی زندگی کا احساس نہیں جس نے ابھی تک اس دُنیا میں سانس ہی نہیں لیا۔وہ لاوارثوں کی طرح نجانے کہاں ہوگا۔وہ اِس دُنیا میں سانس لے بھی سکے گا یا نہیں' اس بچے کا کوئی احساس نہیں--- آپ ایسے ماضی کو کیسے بھول سکتے ہیں۔اولاد جیسی نعمت کو تو کوئی بھی نہیں بھول سکتا اور کل آپ میرے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں آپ کا گزرا ہوا ماضی ہوں---'' وہ دھیرے دھیرے تلخ ہوتی گئی۔

''نورین!تم بالکل غلط سوچ رہی ہو صورتِ حال---''

وجاہت نے کہنا چاہا تو نورین نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''چھوڑیں یہ معصومیت اور یہ جو صحت افزاء مقام پر جانے کا پروگرام ہے نا میں سمجھ گئی ہوں کہ یہ اسی ڈرامے کا حصہ ہے جو میرے ساتھ کھیلا جانے والا ہے--- ایک بیمار عورت پر رحم کھائیں اور اپنی والدہ کو سمجھائیں کہ ایسا مت کریں ورنہ میں ماما کو روکنا جانتی ہوں---''

''اصل بات یہ نہیں ہے نورین!جو تم کہہ رہی ہو بلکہ سیدھی بات کہو کہ تم کسی اور کو پسند کرتی ہو' اُس سے محبت کرتی ہو اور اُس سے شادی کرنا چاہتی ہو۔یہ الزام تراشی بند کرو اور مجھے بتاؤ' میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔''

اِس کے یوں کہنے پر نورین ایک دَم سے چونک گئی' پھر غصے میں سرخ ہوتے ہوئے بولی۔

''آخر تمہاری اصلیت تمہاری زبان پر آ ہی گئی۔مجھے اس بات کی توقع تھی کہ تم ایسا ہی کچھ کہو گے مگر میں نہیں ڈرتی---تم جو چاہو کرو۔جس قدر مرضی بھیانک الزام لگاؤ مگر میں تمہیں کہہ رہی ہوں کہ میری زندگی سے دُور چلے جاؤ' اتنا دُور کہ تمہارا سایہ بھی مجھ پر نہ پڑے' اسی میں سب کی بھلائی ہے۔''

نورین نے اس کی جانب دیکھ کر دانت پیستے ہوئے کہا تو وجاہت ایک دَم سے قہقہہ لگا کر ہنس دیا' پھر بولا۔

''ایسے ہی دُور چلا جاؤں---تم اَب میری ضد بن چکی ہو۔تم چاہے انکار کرتی رہو لیکن میں تمہیں اپنی دُلہن بنا کر ہی رہوں گا---''

''یہ تمہاری بھول ہے' وجاہت---!'' نورین نے سختی سے کہا۔

''دیکھو' ضد مت کرو۔ایک شاندار زندگی تمہاری منتظر ہے---تم جتنے بھی نخرے دِکھا لو' تم مجھ سے بھاگ نہیں سکو گی۔اس پرندے کی مانند پنجرے میں بند کر دوں گا جو پھڑ پھڑا بھی نہیں سکتا۔''

وجاہت نے سرد لہجے میں کہا تو نورین کے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی لیکن اگلے ہی لمحے اُس نے خود پر قابو پا لیا اور بڑے حوصلے سے بولی۔

''یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کیا کرتا ہے۔اس سارے کھیل میں میری زندگی ہے نا!تو میں اس پر کھیل جاؤں گی۔پھر تم کیا کرو گے؟---سوچ لو' فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔''

نورین نے کہا اور چند لمحے اِس کی جانب دیکھتی رہی جو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔وہ مسکرا دی اور پھر اسے یونہی دیکھتا چھوڑ کر اس جانب بڑھ گئی جہاں پارکنگ میں اُس کی گاڑی کھڑی تھی۔

☆☆☆

وقار احمد دفتر سے آ چکا تھا اور حسبِ معمول فاخرہ بیگم اُس کے لیے چائے لے کر وہیں ڈرائنگ روم میں آ گئی' تبھی وقار نے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے بڑے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''ویسے' بیگم! مجھے تمہاری اس ادا پر بہت پیار آتا ہے۔ کم از کم یہ چائے تو اَب تک تم اپنے ہاتھوں سے بنا کر پلاتی ہو۔ یقین جانو' وہی ذائقہ جو کبھی برسوں پہلے تھا۔ مجھے طلب نہ بھی ہو لیکن پھر بھی تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کو دل چاہتا ہے۔''

''اچھا جی' مسکہ لگایا جا رہا ہے۔ اجی' مَیں آپ کی بیوی ہوں۔ آپ کے ذاتی کام کرنا میرا فرض ہے--- ویسے خیریت تو ہے نا' وقار صاحب! آج آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' فاخرہ بیگم نے مصنوعی حیرت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا سنو مَیں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں۔ آج نورین نے مجھ سے ایک بڑی رقم مانگی ہے--- تین لاکھ روپے---'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تین لاکھ--- مگر وہ کس لیے' اتنی بڑی رقم کی اُسے کیا ضرورت پڑ گئی؟'' فاخرہ حیرت سے بولی۔

''ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ تین لاکھ کہاں خرچ کرتی ہے اور کیوں کرتی ہے۔ مجھے تو بس ایسے ہی کسی دن کا انتظار تھا۔''

وہ اپنے ہی خیال میں کھو جاتے ہوئے بولا اور اس سے پہلے کہ فاخرہ کچھ کہتی وجاہت تیزی سے اندر آیا۔ وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو فاخرہ نے پوچھا۔

''آؤ' وجاہت! بیٹھو' چائے پیو---''

''نہیں' مجھے نہیں پینی چائے۔''

اِس نے انتہائی غصے میں کہا تو فاخرہ اس کا غصہ بھانپتے ہوئے بولی۔

''کیا بات ہے' کیا ہوا ہے تمہیں---؟''

اُس کے یوں کہنے پر وہ چند لمحے اپنے والدین کی جانب دیکھتا رہا' پھر سخت غصے میں بولا۔

''ماما! اس نورین کی راہ پر آپ ہی نے مجھے لگایا تھا نا' کہ وہ کروڑوں کا چیک ہے۔ مَیں نے مان لیا--- آپ نے کہا کہ اُس کے ساتھ بہت تحمل سے پیش آنا ہے' مَیں نے وہ بھی مان لیا لیکن مَیں آپ کو بتا دوں کہ وہ کبھی مجھ سے شادی نہیں کرے گی۔ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔''

''ظاہر ہے' بیٹا! وہ نفرت نہ کرے تو اور کیا کرے۔ تمہارا تاثر ہی ایسا ہے سب کے سامنے---'' وقار احمد نے بڑے تحمل سے کہا۔

''بس کریں' پاپا! ایسی دو ٹکے کی لڑکیاں میرے جوتوں میں رہتی ہیں۔ وہ پہلی لڑکی ہے جس نے میری آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کی ہے' صرف آپ لوگوں کے تحمل والے درس کی وجہ سے---''

''تو اس میں اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے--- نہ کرو اس سے شادی' چھوڑ دو اس کے حال پر---'' وقار احمد نے تیزی سے کہا۔

''نہیں' اَب مَیں اُسے نہیں چھوڑوں گا۔ مَیں اُسے اتنا بے بس کر دوں گا کہ وہ خود مجھ سے شادی کرنے کی بھیک مانگے گی۔ اَب وہ میری

ضد اور اَنا کا مسئلہ بن گئی ہے---''

وہ دانت پیستے ہوئے بولا تو فاخرہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''نہیں' بیٹا! اس طرح تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔''

''وہ تو بگڑ چکا۔ نورین سیدھے سبھاؤ ہاتھ آنے والی چیز نہیں' اُس کے لیے تو ٹیڑھا ہی ہونا پڑے گا۔ اب میں دیکھ لوں گا---''

یہ کہہ کر وہ جانے لگا تو وقار احمد نے سختی سے کہا۔

''وجاہت! تم کچھ بھی نہیں کرو گے' ذرا سا بھی نہیں--- کیا کرنا ہے یا کیا نہیں کرنا' میں دیکھ لوں گا۔ تم سے اگر ہو سکے تو اپنی حالت سدھارو' اپنا تاثر ٹھیک کرو۔''

''کیا بُرا ہوں میں؟--- جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے' کبھی آپ دونوں کے آگے ہاتھ پھیلایا یا آپ دونوں نے اپنی غرض کے علاوہ مجھ سے مطلب رکھا؟--- نہیں نا! تو آپ کو مجھے اچھا' بُرا کہنے کا کوئی حق نہیں' سمجھے آپ لوگ---''

وہ یوں بدتمیزی کرنے لگا جیسے یہ سب اس کے بس میں نہ ہو۔

''تمہیں ہو کیا گیا ہے' ہوش میں آؤ' یہ کیا اول فول بکے جا رہے ہو--- ایک دو دِن میں تم نے شائستہ بھابی کے ساتھ جانا ہے' وہاں نورین کے ساتھ---''

''مجھے کہیں نہیں جانا' فون کر دیا ہے میں نے اُس بڑھیا کو--- اب کہیں بھی جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب یہ نورین میرے غضب سے نہیں بچ سکتی' چاہے وہ آپ کی بھابی کے سائے ہی میں کیوں نہ ہو۔''

وجاہت نے اِنتہائی نفرت سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ فاخرہ پریشانی میں اس کے پیچھے جانے لگی تو وقار احمد نے اسے بیٹھ جانے کا اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اِس وقت اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں' وہ اور زیادہ بھڑکے گا۔'' پھر چند لمحے رُک کر وہ بڑے اطمینان سے بولا۔ ''مجھے اُمید نہیں تھی کہ نورین اس سے کوئی سخت بات کر دے گی جس کے ردِعمل میں یہ پاگل ہو جائے گا۔''

''یہ تو بالکل ہی پاگل ہو رہا ہے---'' فاخرہ نے تشویش سے کہا۔

''---اور اِس کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ نورین کبھی اس کی بیوی نہیں بنے گی۔'' وقار احمد نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں' وقار! وہ جس قدر معصوم سی لگتی ہے نا' اتنی ہے نہیں--- میرے ساتھ بھی وہ سخت لہجے میں بات کر چکی ہے لیکن--- مجھے ڈر ہے کہ یہ کوئی اوٹ پٹانگ حرکت نہ کر بیٹھے---''

''کچھ نہیں کرتا' ایک دو دِن میں غصہ اُتر جائے گا تو اسے سمجھا دینا۔'' وہ تحمل سے بولا۔

''آپ نے بھی تو نورین کو بہت ڈھیل دے رکھی ہے--- بس اُسے کوئی پیسہ نہیں دینا' کچھ نہیں کرنا۔ اُسے بزنس سے نکال باہر پھینکو---''

''نکل جائے گی' فاخرہ! نکل جائے گی---اور میں اُسے رقم دوں گا۔ پہلے تو چند دن بعد دینا تھی' اب کل ہی دوں گا۔ تم نہیں سمجھتی ہو۔ میں اُس پر کتنا بڑا احسان کر رہا ہوں---رقم اُسے ضرور ملے گی---'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو آپ کی بات بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہی---''

یہ کہتے ہوئے فاخرہ اُٹھ گئی---اور وقار احمد چائے کا کپ اُٹھاتے ہوئے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ اُس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆

زندگی خوبصورت ہے یا نہیں' اِس کا اندازہ حالات کی رنگینی و سنگینی سے نہیں' من کی آنکھ سے ہوتا ہے۔ یہ حالات تو سمندر کی لہروں جیسے ہوتے ہیں جو من کے ساحل سے ٹکراتے ہیں اور پھر دوبارہ پلٹ کر آنے کے لیے واپس چلے جاتے ہیں۔ ہر بار ان کا رُوپ نیا ہوتا ہے۔ اگر انسان کے اندر چٹان جیسے ارادے ہیں تو پھر حالات کی لہریں جتنا مرضی سر پٹختی رہیں' چٹان جیسے اِستادہ ارادوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اصل میں خوبصورتی کا راز فطرت میں ہے اور یہ انسان ہی ہے جو فطرت سے نبرد آزما ہے۔ اسی کشمکش سے خوبصورتی اور بدصورتی ہمارے اردگرد پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اِنہیں ہی ہم حالات کہتے ہیں۔ پھر یہ انسان کا اپنا ارادہ ہی تو ہے کہ وہ خوبصورتی کو بدصورتی میں اور بدصورتی کو خوبصورتی میں بدلتا چلا جا رہا ہے۔ یہی زندگی ہے۔

سلمٰی حسب معمول تیزی سے سلائی مشین چلاتی چلی جا رہی تھی' اس کے ساتھ ساتھ اُس کے ذہن میں بہت سارے خیالات گردش کر رہے تھے۔ مشین کی کھٹ کھٹ پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی جس کے سب عادی ہو چکے تھے جیسے یہی کھٹ کھٹ زندگی کا احساس ہو۔ محمد رفیق دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اِس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ نجانے کیا سوچ رہا تھا۔ عالیہ قریب پڑی ایک کرسی پر بیٹھی ایک تھال میں چاول دھرے چن رہی تھی۔ تینوں خاموش تھے اور ان کے درمیان سلائی مشین کی کھٹ کھٹ یوں تھی جیسے یہی شور زندگی کی علامت ہو۔ ایسے میں دروازے پر ہونے والی دستک نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ شور تھم گیا' چند لمحوں بعد سلمٰی نے دھیرے سے کہا۔

''یہ دروازہ کس نے بند کر دیا ہے---جاؤ' عالیہ! دیکھو' کون ہے---''

عالیہ نے چاولوں والا تھال ایک طرف رکھا اور دھیمے قدموں سے دروازے تک گئی۔ اِس نے کنڈی کھولی اور باہر دیکھا تب اچانک ہی اِس کے ستے ہوئے چہرے پر خوشی پھیل گئی۔ جب تک نورین اندر آتی' عالیہ نے خوشی سے پلٹ کر جوش بھرے انداز میں کہا۔

''ابا! دیکھو نورین آئی ہے---''

آواز کی بازگشت میں سلمٰی کا چہرہ ایک دم سے حیرت زدہ رہ گیا۔ اُس نے رفیق کی طرف دیکھا' وہ چارپائی پر اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ سلمٰی کی نگاہیں اَب نورین پر جمی ہوئی تھیں جس نے عالیہ کو گلے لگایا ہوا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھی اور نورین کو گلے لگا لیا تبھی نورین نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ بڑی وارفتگی کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس کے ہونٹ کانپے اور اُس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بیٹی! میں تیرا مجرم ہوں۔ تو---تو جو چاہے' مجھے سزا دے لے۔ وہ سزا مجھے قبول ہو گی---'' یہ میں ہی تھا جس کی وجہ سے تو اپنے

ماں باپ سے جدا ہوئی --- تیرا باپ تیرا مجرم ہے بیٹی ---!''

''ابا ---!''

نورین نے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنے باپ کے گلے لگ گئی۔ نجانے یہ کیسے آنسو تھے جو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ رفیق نے اُس کا سر تھپکتے ہوئے کہا۔

''مجھے احساس ہے پتر! تیری محرومی نے تجھے کتنا تڑپایا ہوگا ---''

اس کے لہجے میں شرمندگی گھلی ہوئی تھی۔ تب نورین نے الگ ہو کر کہا۔

''بس ابا! آپ کے اس احساس نے مجھے سب کچھ بھلا دیا ہے اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے میرے ماں باپ مل گئے ہیں۔''

''چل آ' ادھر آ --- میرے پاس بیٹھ جا ---''

رفیق نے چارپائی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو نورین وہیں بیٹھ گئی تب وہ سلمٰی کی طرف دیکھ کر بولی۔

''اماں! اَب یہ کام چھوڑ دو۔ اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ مَیں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ بے فکر ہو جائیں' پھر بھی ---''

''بیٹی! شاید تمہیں نہیں معلوم کہ ہم غریبوں کے حالات کیا ہیں --- تین سال ہوگئے ہیں' تیرا باپ گھر میں پڑا ہے۔ اس کا صحیح طرح سے علاج نہیں ہو سکا۔ اَب کچھ مَیں کماؤں گی تو ہی پیٹ بھرے گا۔ اوپر سے ---''

سلمٰی اپنی رو میں کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔ تو رفیق نے تیزی سے کہا۔

''اچھا چل' چھوڑ یہ باتیں ---'' یہ کہہ کر اس نے عالیہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''جا پتر! اپنی بہن کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لے آ ---''

''نہیں' ابا! مَیں چائے نہیں پیوں گی بلکہ کھانا کھاؤں گی۔ مَیں شام تک یہیں ہوں ---'' یہ کہہ کر اُس نے اپنا پرس کھولا' اس سے کئی بڑے نوٹ نکال کر اپنے باپ کو دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ لیں اور بازار جائیں۔ کھانے پینے کے لیے جو بھی اچھا لگتا ہے' لے آئیں۔ پھر ساتھ میں کھائیں اور باتیں کریں گے ---''

رفیق اُس کے بڑھے ہوئے نوٹوں کی طرف بڑے دُکھ سے دیکھتا رہا۔ کتنے ہی لمحے یونہی بیت گئے' تب نورین نے زبردستی اس کی مٹھی میں نوٹ دیئے تو رفیق ایک دَم سے رو پڑا۔

''نہیں' ابا! نہیں --- ایسے نہیں۔ مَیں آپ کا بیٹا بھی ہوں --- آپ کچھ مت سوچیں --- جائیں ---''

اُس کے یوں کہنے پر رفیق نے اپنے آنسو پونچھے اور اُٹھ کر چلا گیا۔ اُن کے درمیان کافی دیر تک خاموشی رہی۔

''نورین! تو گاڑی بھی لے کر آتی ہے --- مجھے گاڑی میں بیٹھنے کا بڑا شوق ہے ---''

عالیہ نے کہا تو اُن کے درمیان جیسے زندگی لوٹ آئی ہو --- نورین نے کہا۔

''نہیں' آج تو مَیں گاڑی لے کر نہیں آئی۔ یہاں گاڑی کھڑی کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے نا! اُس دِن تو میرے ساتھ ملازم تھا۔''

''ہاں بیٹی! اِن تنگ گلیوں میں تیری گاڑی آ نہیں سکتی --- ویسے ایک محفوظ جگہ ہے گاڑی کھڑی کرنے کے لیے۔ تیرا باپ تجھے بتا دے گا' وہیں گاڑی کھڑی کر لیا کرنا---'' سلمیٰ نے یونہی بات بڑھانے کے لیے کہا۔

''ٹھیک ہے---'' یہ کہہ کر اس نے مسکراتے ہوئے عالیہ کی طرف دیکھا اور بولی۔ ''اماں! یہ عالیہ کا کوئی رشتہ وشتہ ہوا ہے کہ نہیں؟''

''میں بتاتی ہوں---'' عالیہ نے تیزی سے کہا' لہجے میں کافی حد تک غصہ چھلک رہا تھا۔ ''میری منگنی ہو چکی ہے اور جن لوگوں میں رشتہ ہوا ہے' وہ بڑے ہی لالچی ہیں۔ جہیز کی ایک لسٹ دی ہوئی ہے اُنہوں نے جو ہم اُنہیں دے نہیں سکتے۔ اس سے پہلے کہ وہ منگنی توڑیں' میں نے خود ہی شادی سے انکار کر دیا ہے---''

''نہیں' میری بنو! تمہاری شادی ہوگی اور بڑی دھوم دھام سے ہوگی --- اماں! مجھے تفصیل سے بتاؤ' بات کیا ہے---؟''

نورین نے دلچسپی سے پوچھا تو سلمیٰ اُسے تفصیل سے بتانے لگی۔ اس دوران عالیہ چائے بنانے کے لیے اُٹھ گئی۔ جب تک وہ چائے بنا کر لائی' ان کے درمیان یہی موضوع چل رہا تھا۔ نورین نے یہ سب سن کر کہا۔

''اماں! تم بے فکر ہو جاؤ۔ تمہارا قرض اور اس کی شادی ساری ذمے داری اَب مجھ پر ہے لیکن سب سے پہلے ایک کام کرنا ہے۔ ابا کو فوراً کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھاؤ۔''

''ٹھیک ہے' بیٹی!''

سلمیٰ نے اُس کے چہرے کی جانب دیکھ کر کہا' پھر اپنے ہی خیالوں میں ڈوب گئی۔ نورین اور عالیہ دونوں اُٹھ کر اندر چلی گئیں تو وہ سوچنے لگی کہ محمد رفیق کی صحت کے بارے میں وہ کتنی فکر مند ہے۔ چند دِن پہلے ہی تو وہ اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی تھی' ڈاکٹر نے مختلف رپورٹس دیکھنے کے بعد اسے دیکھا اور پوچھا تھا۔

''آپ کب سے یہ سینے کا درد محسوس کر رہے ہیں؟''

''کافی عرصہ ہی ہو گیا ہے جی' اَب تو چند دِنوں سے کافی محسوس ہو رہا ہے۔''

''بس یہی غلطی کی ہے آپ نے' علاج کروانے میں بہت دیر کر دی ہے---'' ڈاکٹر نے پریشان سے لہجے میں کہا تو سلمیٰ نے تڑپ کر کہا۔

''کیا مطلب' ڈاکٹر صاحب---؟''

''نہیں' گھبرانے والی بات نہیں ہے--- اصل میں مرض کافی پرانا ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے' فوری طور پر تو ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ وقت لگنے کے ساتھ ساتھ علاج بھی مہنگا اور معیاری ہو تو---'' ڈاکٹر نے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

''ہم تو غریب ہیں' مہنگا علاج کیسے کروا پائیں گے---؟'' سلمیٰ نے بجھے ہوئے مایوس لہجے میں کہا۔

''اب دیکھیں' بی بی! میں جو کر سکتا ہوں' بہر حال آپ یقین رکھیں' یہ تندرست ہو جائیں گے---''

ڈاکٹر نے کہا اور نسخہ تجویز کر کے دے دیا۔ وہ دونوں ڈاکٹر والے کمرے سے باہر نکلے تو سلمیٰ نے رفیق سے کہا۔

''بلال کے ابا! تو اِدھر بیٹھ مَیں تیرے لیے دوائی لے لوں---''

''سلمیٰ! اگر دوائی بہت مہنگی ہوئی تو پھر---''

رفیق نے لرزتے ہوئے لہجے میں مایوسانہ انداز میں پوچھا۔ تب سلمیٰ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''دیکھ' بلال کے ابا! مجھے تیری زندگی اپنی زندگی سے بھی پیاری ہے۔ تو میرے سر کا سائیں ہے۔ تیرے بغیر مَیں کیا ہوں' کچھ بھی تو نہیں---مَیں تو یہ دُعا مانگتی ہوں کہ میرا سوہنا ربّ میری عمر بھی تجھے لگا دے۔ مَیں تجھ سے پہلے مرنا چاہتی ہوں۔ خدانخواستہ تجھے کچھ ہوا تو مَیں تیرا دُکھ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے پر ہم اِتنے پیسے---''

''مَیں مزید محنت کروں گی' دِن رات سلائی کروں گی پر تیرا علاج کراؤں گی---''

اس پر رفیق کچھ نہ بولا' بس اُس کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ سلمیٰ دوائی لینے کے لیے بڑھ گئی اور آج---آج اس کا علاج کرانے کی ساری فکر سے بھی آزاد کرنے اس کی بیٹی آ گئی تھی۔

نورین اُن کے ساتھ شام تک رہی تھی اور پھر چلی گئی' نجانے کتنی اُمیدیں چھوڑ گئی۔

☆☆☆

وجاہت نے پورچ میں گاڑی روکی ہی تھی کہ اس کا سیل فون بج اُٹھا۔ اُس نے باہر نکلتے ہوئے نمبر دیکھے اور پھر عام سے لہجے میں بولا۔

''ہاں' انسپکٹر! کیا حال ہیں آپ کے---؟''

''مَیں ٹھیک ہوں جی' آپ سنائیں' کیسے ہیں---ابھی مَیں تھانے آیا ہوں تو آپ کا پیغام ملا---فرمائیں؟'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اِنسپکٹر صاحب! آخر ہمارے لڑکوں نے ایسا کیا کر دیا ہے کہ آپ نے شام سے اُنہیں تھانے میں بند کر رکھا ہے؟'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے' وجاہت صاحب! وہ دراصل ایس پی صاحب نئے آئے ہیں نا' یہ بس روٹین کی کارروائی ہے۔''

''تو کیا یہ روٹین کی کارروائی ہمارے لڑکوں پر سختی کرنے سے پوری ہو رہی ہے؟'' اِس نے قدرے غصے میں کہا۔

''ارے نہیں' وجاہت صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''تو پھر اصل بات کیا ہے' اِنسپکٹر صاحب! ہم غفلت نہیں کرتے' آپ کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں' پھر بھی آپ کے ایس پی صاحب ہمارے لڑکوں پر سختی کر رہے ہیں۔ کیا اُن سے آپ نے ہمارا تعارف نہیں کروایا؟''

''بتایا ہے جی' آپ کے بارے میں---لیکن آپ نے بھی تو کوئی ملاقات نہیں کی ہے' نا---!''

''اچھا' تو یہ بات ہے---''

''میرا خیال ہے' آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے---ویسے میں نے کوئی ایف آئی آر نہیں کاٹی اور اُنہیں کسی حوالات میں بھی نہیں رکھا۔''

''ٹھیک ہے میں اُن سے مل لوں گا۔ آپ فوراً اُن لڑکوں کو چھوڑیں' وہ بچے ہیں---کوئی بھی مسئلہ ہو آپ مجھے بتایا کریں۔''

''سمجھیں جی' چھوڑ دیئے---کوئی اور حکم---؟''

''اگر کوئی ہوا تو آ کر بتاؤں گا ورنہ کوئی نہ کوئی آپ سے مل لے گا---او کے' اللہ حافظ!''

''اللہ حافظ---!''

وجاحت نے فون کان سے ہٹایا' پھر سلیم کے نمبر تلاش کر کے اُنہیں پش کیا اور فون دوبارہ کان سے لگالیا۔

''جی' وجی بھائی! کیا بنا؟'' دوسری طرف سے سلیم نے تیزی سے پوچھا۔

''وہ لڑکے چھوڑ دے گا' فکر کی کوئی بات نہیں ہے---کسی کے ہاتھ تھوڑا بہت بھجوا دینا۔'' اِس نے لاپرواہی سے کہا۔

''وجی! آخر مسئلہ کیا تھا۔ اگر اس طرح انسپکٹر لیول کے لوگ ہمارے بندے پکڑتے رہے تو ہو چکا ہمارا دھندہ---؟''

''کچھ بھی نہیں تھا' یار! بس اُن کا اپنا ایک طریقہ تھا---خیر چھوڑو' تمہارا مسئلہ حل ہو گیا نا! وہ لڑکے آ جائیں گے ابھی---''

اِس نے چڑتے ہوئے کہا تو سلیم نے فوراً پوچھا۔

''وجی! وہ تو ٹھیک ہے مگر تمہیں کیا ہوا ہے' تم ڈسٹرب لگ رہے ہو---؟''

''ہاں' یار! پہلی بار---زندگی میں پہلی بار اپنے ماں باپ کی بات مانی تھی میں نے---صبر' برداشت اور تحمل کے سبق پر عمل کیا تھا میں نے تو پتہ ہے نتیجہ کیا نکلا۔ ایک معمولی سی لڑکی میرے قابو میں نہیں آ رہی ہے---اگر میں اپنے طریقے پر چلتا نا' تو اَب تک وہ میرے قدموں میں ہوتی۔'' اس نے غصے میں غراتے ہوئے کہا۔

''تم اُسی نورین کی بات کر رہے ہو نا---؟'' سلیم نے تصدیق کی۔

''ہاں اُسی نورین کی---مجھے لگتا ہے کہ شرافت کی زبان اُس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''وجی! تم تو کہہ رہے تھے کہ اَب وہ تمہاری بات سمجھنے لگی ہے' اچھا رسپانس دے رہی ہے۔ یہ اَب اچانک کیا ہوا؟'' سلیم نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی تو بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے---ضرور اُس کے دماغ میں کوئی بات ہے ورنہ وہ میرے ساتھ ایسا رویہ نہ رکھتی۔'' اس نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''ضرور اُسے کوئی دوسرا لڑکا پسند ہو گا' وہ اس سے عشق وغیرہ کرتی ہو گی ورنہ میرے خیال میں ایسی کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ تیرے ساتھ ایسا رویہ رکھے۔ شادی ہو یا نہ ہو' یہ بہرحال الگ بات ہے۔'' اُس نے نکتہ رسائی کی۔

''اُسے اَب میں اپنے ہی طریقے سے دیکھوں گا اور اگر وہ کسی سے محبت کر رہی ہو گی تو سب بھول جائے گی۔ بھلا دوں گا سب کچھ---''

یہ کہتے ہوئے اُس نے فون بند کر دیا' پھر اِردگرد دیکھ کر ایک لمبی سانس لی اور خود کو سنبھالتا ہوا اندر کی جانب بڑھا۔ ڈرائنگ روم میں فاخرہ بیگم اپنی سوچوں میں گم تھی۔ وجاہت کو اندر آتا دیکھ کر وہ چونک گئی اور پھر حیرت سے بولی۔

''آج آفس میں اتنی دیر ہوگئی تمہیں---؟''

''آفس---؟'' وجاہت طنزیہ سے انداز میں کہتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔'' میں نہیں گیا آفس اور شاید اَب میں کبھی آفس نہ جاؤں---''

''یہ کیا کہہ رہے تم---تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا؟ اچھا بھلا تمہیں سمجھایا تھا اور تم---''

''نہیں سمجھانا تھانا' مجھے---اِسی سمجھانے کا نتیجہ یہ ہوا نا' کہ میرے دماغ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اَب نورین کی یہ جرأت ہوگئی ہے کہ وہ میرے سامنے---ذلیل کر دیا اُس نے' ماما---!'' آخری لفظ کہتے ہوئے وہ تقریباً چیخ پڑا تھا۔

''اِس کا مطلب ہے' تم اُس کے لیے کھلا میدان چھوڑ رہے ہو---ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تم اُسے آفس سے نکلواتے مگر تم خود آفس نہیں جا رہے ہو---'' فاخرہ بیگم حیرت سے بولی۔

''جب تک پاپا اُس کی فیور کرنا نہیں چھوڑیں گے' تب تک میں کیا کر سکتا ہوں؟---ہاں' اِتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ نورین کو گولی ماردوں۔'' وجاہت نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''تیرے پاپا ہی کا تو مسئلہ ہے---اَب دیکھو' اتنی بڑی رقم اُس نے مانگی اور یہ ہیں کہ جھٹ سے دینے کو راضی ہو گئے ہیں حالانکہ میں نے روکا بھی تھا---'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گئی' پھر دھیمے سے لہجے میں بولی۔'' ویسے وجاہت! یہ اتنی رقم اُسے چاہیے کس لیے---؟''

''وہ رقم لے رہی ہے اور پاپا دے رہے ہیں' مجھے اِس سے کیا---؟'' وہ جیسے جل کر بولا۔

''تم اِتنی بڑی بات نظر انداز کر رہے ہو---ضرور کوئی بات ہے' تم معلوم تو کرو کہ آخر اُسے رقم کی ضرورت کہاں ہے---دیکھو' ذرا ٹھنڈے دماغ سے سنو میری بات۔ وہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی---شائستہ بھابی کہتی ہے کہ اَب وہ گاہے بگاہے آفس سے لیٹ آتی ہے۔ گھر سے ویک اینڈ پر غائب رہتی ہے' منہ پھٹ بھی ہوگئی ہے' یہاں تک کہ ہمیں بھی خاطر میں نہیں لاتی---وجاہت! اس کے ایسے رویے کے پیچھے کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور اور آخر یہ سب کیا معاملہ ہے' کوئی سراغ تو لگنا چاہیے؟''

فاخرہ بیگم نے گہری بات کہنے کے انداز میں کہا۔ تب وجاہت نے غور کیا تو اُسے بھی اپنی ماما کی بات میں وزن محسوس ہوا۔ وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک ہے' میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا---''

یہ کہہ کر وہ اُٹھ گیا تب فاخرہ بھی اُٹھتے ہوئے بولی۔

''تم فریش ہو جاؤ' میں کھانا لگواتی ہوں تب تک تمہارے پاپا بھی آجائیں گے---''

''صرف یہی نہیں' ماما! اَب میں نورین کے لیے اور بہت کچھ سوچ چکا ہوں۔ چھوڑوں گا نہیں اُسے---''

یہ کہتے ہوئے وہ اپنے سر کو جھٹکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

رات خاصی ہوگئی ہوئی تھی۔ صغراں بیگم پیپرز چیک کر رہی تھی تبھی عاصمہ اُن کے کمرے میں آئی اور اُن کے سامنے چائے کا کپ رکھ کر ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر اُن کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''مجھے معلوم ہے کہ آپ ابھی کچھ مزید وقت لگائیں گی ان پیپرز کو دیکھتے ہوئے سو چائے پی لیں۔ تھوڑا فریش ہو جائیں گی۔''

صغراں بیگم نے اِس کی طرف دیکھا اور پھر بڑے پیار سے بولیں۔ ''بہت شکریہ بیٹی! تم میرا کتنا خیال رکھتی ہو۔'' یہ کہہ کر اُنہوں نے چائے کا سپ لیا اور پھر بولیں۔ ''تمہارے آنے سے جہاں میری تنہائی دور ہوئی ہے' وہاں اس چھوٹے سے گھر میں سکون اُتر آیا ہے۔ مَیں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی ہوں۔'' اُن کے لہجے میں خلوص تھا۔

''آنٹی' مَیں مانتی ہوں کہ آپ نے مجھے تحفظ دیا مگر مَیں یہ سب کچھ اس تحفظ دینے کے بدلے میں نہیں کر رہی ہوں۔ آپ نے تو مجھے ماں جیسا وہ اَنمول احساس دیا ہے جو مجھے کہیں سے بھی نہیں مل سکتا۔ مَیں یہ مجبوری میں نہیں کرتی بلکہ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں آپ کی خدمت کروں۔'' اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مَیں جانتی ہوں' بیٹی! تم بہت اچھی ہو' اس لیے تمہارا رویہ اچھا ہے۔ یہ جو انسان کا رویہ ہوتا ہے نا' یہ دِل میں چھپے ہوئے جذبوں کا اظہار کر دیتا ہے' بس دیکھنے والی آنکھ چاہئے ہوتی ہے۔'' اُنہوں نے کہا اور ہلکا سا سپ لے لیا۔

''آنٹی! مَیں نے ایسے ہی ایک چھوٹے سے گھر کا خواب دیکھا تھا جہاں آسائشیں چاہے نہ ملیں مگر اعتماد' خلوص اور محبت جیسی دولت کی فراوانی ہو---غلطیاں بھی تو انسان سے ہوتی ہیں۔ مَیں نے وجاہت کے دکھائے ہوئے خوابوں میں' اس چھوٹے سے گھر کا خواب بھلا دیا اور آج کہیں بھی نہیں ہوں' سب کچھ ختم ہو گیا۔''

''نہیں' میری بیٹی! ختم کیوں ہو گیا؟ ابھی تم زندہ ہو اور زندہ لوگ ہی اپنی دُنیا خود بناتے ہیں' خوابوں کو حقیقت میں بدلتے ہیں۔ یہ اچھا ہوا کہ وجاہت کا بہت جلدی پتہ چل گیا۔ مَیں سمجھتی ہوں کہ اِن حالات میں تمہیں اور زیادہ مضبوط ہو جانا چاہئے۔'' صغراں بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''ہاں آنٹی! اِس حقیقت کو تو مَیں نے سمجھ لیا ہے کہ محبت انسان کو بہت مضبوط بنا دیتی ہے اور مَیں خوش قسمت ہوں کہ مجھے آپ کی اور اس کی محبت ملی جو ابھی اس دُنیا میں آنے والا ہے۔'' اِس بار صائمہ کے لہجے میں ماں کا جذبہ چھلک پڑا تھا۔

''بالکل---اَب تمہیں اپنے بچے کے لیے جینا ہے۔ تمہیں مستقبل پہ نگاہ رکھنی ہے اور وہ ماضی بھولنا ہے جس میں سوائے تلخیوں کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔'' صغراں بیگم نے دھیرے سے کہا۔

''مَیں نے اپنے اور وجاہت کے تعلق پر تو لکیر پھیر دی ہے۔ اِسے بھولوں گی تبھی اپنے اور اپنے بچے کے لیے کچھ کر سکوں گی۔'' صائمہ نے بہت گہرا سوچتے ہوئے کہا۔

''تم بالکل ٹھیک سوچ رہی ہو---اصل میں انسان کا ارادہ ہی سب سے اہم ہوتا ہے۔ کسی بھی عمل کے لیے پختہ ارادہ ہی پہلا قدم ہوتا ہے۔''

''آنٹی! جب مَیں نے جاب کی تھی نا' تو اس وقت مَیں ایک عام سی لڑکی تھی۔ میرے چھوٹے چھوٹے خواب تھے' تھوڑی سی خواہشیں تھیں۔ پھر یوں ہوا کہ مجھے اس ماحول میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے اپنا آپ بدلنا پڑا۔ اس سے یہ بھی ہوا کہ میرے خواب بدل گئے اور خواہشیں بڑھ گئیں لیکن کبھی یہ نہیں ہوا کہ مَیں غلط طریقے سے دولت کمانے کا سوچوں۔ مَیں تو ابھی بہت کچھ کرنا چاہتی تھی مگر وجاہت نے آ کر میری زندگی میں سب کچھ ڈسٹرب کر دیا۔ مَیں نے اس سے بہت بچنا چاہا تھا---'' صائمہ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئی۔

''زندگی کے انہی تجربات سے ہمیں سیکھنا ہے اور کچھ پانے کے لیے' کھونا تو پڑتا ہے نا!---دیکھو مَیں باسط کو اپنے قریب رکھ سکتی تھی مگر وہ یہاں کیا کرتا؟ مَیں نے اسے زندگی سے لڑنا سکھایا ہے۔ تم خود جانتی ہو کہ وہ یہاں ایک ندی سے نکل کر سمندر کی موجوں سے لڑ رہا ہے۔'' وہ فخریہ انداز میں بولی۔

''مجھے بھی اَب ایسا ہی بننا ہے۔ اَب حالات چاہے جیسے بھی ہوں' مجھے ان کے ساتھ لڑنا ہے۔'' وہ ایک عزم سے بولی۔

''اللہ تمہاری مدد کرے' بیٹی! بس تو زیادہ سوچا نہ کرو۔ ان دِنوں میں اتنی گھمبیر سوچیں اچھی نہیں ہوتیں۔''

صغراں بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو صائمہ ایک دَم سے شرما گئی' پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

''آنٹی! آپ میرا کتنا خیال رکھتی ہیں' بالکل ایک ماں کی طرح---آپ کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے۔''

''محبت---!'' صغراں بیگم نے خیالوں میں کھوجاتے ہوئے کہا۔ چند لمحے یونہی سوچتی رہی' پھر بولی۔ ''مَیں کہاں اور محبت کہاں---- محبت تو بہت اعلیٰ وارفع رویے کا نام ہے' بیٹی!''

''رویہ؟---آنٹی! مَیں نے تو آج تک یہی سنا تھا کہ محبت ایک جذبہ ہوتا ہے؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

''یہی تو بات ہے' بیٹی! ہم محبت کو سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔ اگر ہم محبت کو سمجھ جائیں تو یہ دُنیا جنت نہ بن جائے---اصل میں ہم اپنی غرض کے مطابق اس کے معنی تلاش کر لیتے ہیں۔ انسانی جذبات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے' کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتے ہیں تو کیا محبت کبھی کم کبھی زیادہ ہو جاتی ہے؟---نہیں' بیٹی! یہ نہیں بدلتی بلکہ یہ محبت تو انسا کو بدل دینے کی قوت رکھتی ہے' تبدیلی کے اس عمل میں محبت ہی کارفرما ہوتی ہے۔'' اُس نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مَیں سمجھی نہیں---پلیز' مجھے سمجھائیں کہ یہ کیسے ہوتا ہے؟'' وہ حیرت زدہ سے انداز میں بولی۔

''دیکھو' محبت کی ماہیت پانی کی طرح ہے۔ یہ جہاں اُترتی ہے' ویسی ہی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جیسے ماں کے دِل میں اُترے تو ممتا بن جاتی ہے اور باپ کے دِل میں اُترے تو شفقت۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا من کیسا ہے۔ شفاف ہے' آلودہ تو نہیں؟ ہم جس قدر اپنے من کو صاف اور پاکیزہ کرتے چلے جائیں گے' محبت اسی قدر ہمارے اندر خوبصورت جذبوں کی آبیاری کرے گی جس کا منطقی نتیجہ بہترین رویے کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہی تبدیلی انسان کو اعلیٰ وارفع مقام تک پہنچا دیتی ہے۔'' صغراں بیگم نے دِھیرے دِھیرے اسے سمجھایا۔

''اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ زندگی کی اصل روح محبت ہے؟''

''کیوں نہیں--- جیسے اللہ کی محبت۔ وہ یہ تو نہیں دیکھتا تو لتا کہ کون میری شکر گزاری کر رہا ہے اور کون نہیں؟ وہ تو سب کو دے رہا ہے' مثلاً جیسے یہ ہوا ہے' جس میں ہم سانس لے رہے ہیں' جس سے ہماری زندگی ہے۔ صرف اِس کا احساس کر لیں تو اللہ کی محبت کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے' ہماری عقل سے بھی ماورا ہو جاتی ہے۔ یہ ہوا بھی تو اللہ کی محبت کا اظہار ہے۔'' اُنہوں نے پھر آسان انداز میں سمجھایا۔

''ہاں--- ہم اپنے دِل میں لاکھ کسی کے لیے محبت رکھیں' جب تک اس کی بہتری اور اچھائی کے لیے کچھ نہیں کریں گے' جب تک اس کے کام نہیں آئیں گے تو ہمارے اندر موجود محبت کس کام کی--- وہ محبت نہیں' کچھ اور ہوگا۔'' صائمہ نے سمجھ کر اپنا اظہار کیا تو صغراں بیگم نے کہا۔

''اصل میں محبت کے لیے پاکیزہ من کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہمارا من پاکیزہ ہے اور محبت کو اپنا فطری مسکن مل گیا تو پھر سوچ سے کر رویئے تک گلاب ہی گلاب کھلتے ہیں' جس سے انسانیت مہک اُٹھتی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ ایک لحہ کو ٹھہری' پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''اَب تو ایسا کرو کہ جاؤ اور جا کر دُودھ پی لو۔ پھر اپنے بیڈ پر جا کر محبت کے بارے میں سوچتی رہنا۔ میں بھی اَب سو جاؤں گی' صبح مجھے بھی تو سکول جانا ہے۔''

''اللہ حافظ' آنٹی---!'' وہ خوشگوار انداز میں کہتے ہوئے اُٹھ گئی۔

''اللہ حافظ' بیٹی---!'' یہ کہہ کر وہ اُٹھیں اور چائے کا کپ اُٹھا کر اس کے ساتھ ہی کچن تک آئیں۔

اِس رات صائمہ بہت دیر تک آنٹی صغراں کی باتوں پر سوچتی رہی۔ وہ محبت کو کس خوبصورت انداز میں سوچ رہی تھیں جبکہ اس نے اپنی زندگی میں بہت سارے لوگوں سے محبت کی ایسی ایسی تشریحات سنی تھیں کہ عقل دنگ رہ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشرقی کلچر میں اور مغربی کلچر میں صرف اسی احساس کو ایسے رنگ میں دیکھا جاتا ہے جو آپس میں بالکل تضاد رکھتے ہیں۔ محبت نہ سمجھ میں آنے والی سے ہے' شاید اسی لیے ہر کوئی اپنے تجربے کی بات کرتا ہے کہ محبت نے اس پر کیا اثرات چھوڑے۔ یہاں آنٹی کی بات کو اگر معیار بنا لیا جائے کہ ہمارا اپنا من کیسا ہے' کیا ہمارا من محبت جیسی آفاقی شے کو سنبھال سکتا ہے۔ سنبھالنا تو کجا' اس کے لیے ہمارا من ایک فطری مسکن ہے۔ وہ پاکیزگی' جس میں محبت نے پھلنا پھولنا ہوتا ہے' کیا ہمارا من ایسا ہے؟--- یہی سوچتے ہوئے صائمہ نیند کی وادی میں کھو گئی۔

☆☆☆

نورین آفس جانے کے لیے تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آئی تو صفیہ کے ساتھ شائستہ بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔ میز پر ناشتہ لگا ہوا تھا اور وہ دونوں اسی کا اِنتظار کر رہی تھیں۔

''السلام علیکم' ماما! صبح بخیر۔''

''وعلیکم السلام--- صبح بخیر۔ آؤ' بیٹھو---''

شائستہ بیگم نے محبت سے کہا۔ اِس کے بیٹھتے ہی ناشتہ شروع کر دیا تبھی شائستہ بیگم نے قریب کھڑی صفیہ سے کہا۔

''صفیہ! وہ مالی ہے نا' وہ کچھ دِنوں کے لیے اپنے گھر جانا چاہ رہا تھا' اُسے کہنا کہ چلا جائے۔''

''بیگم صاحب! آپ ہی نے تو اُسے روکا تھا' نا---'' صفیہ نے دھیرے سے پرتجسس لہجے میں کہا۔

''تم سے جتنا کہا جائے' اُتنا ہی سنا کرو---'' شائستہ بیگم نے اُسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

''جی اچھا' بیگم صاحب---!''

وہ شرمندہ سے لہجے میں کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ تب نورین نے بڑے عام سے انداز میں پوچھا۔

''ماما! اُسے کیوں روکا تھا اور جانے کے لیے کیوں کہہ رہی ہیں۔''

''وہ کچھ دِنوں کے لیے چھٹی مانگ رہا تھا۔ میں نے اُسے روکا تھا کہ ہم چند دِنوں کے لیے جا رہی ہیں' واپس آئیں گے تو چلے جانا۔''

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئیں۔ اس پر نورین نے حیرت سے پوچھا۔

''تو اس کا مطلب ہے' ہم نہیں جا رہے---؟''

''ہاں---کل وجاہت کا فون آ گیا تھا' کہہ رہا تھا کہ اسے کچھ بہت ضروری کام آن پڑے ہیں اس لیے میں نے سوچا کہ چلو' کچھ دِن بعد سہی۔'' وہ دِھیرے سے بولیں۔

''ماما! کیا ضروری ہے کہ ہم وجاہت کے ساتھ ہی جائیں۔ جب سارے اِنتظامات مکمل ہیں' ہوٹل میں بکنگ بھی ہوگئی ہے تو صرف اس کے نہ جانے سے آپ پروگرام کینسل کر دیں گی---آپ کو اپنی صحت کا خیال کرنا چاہئے' اسے تو کام پڑتے رہیں گے۔''

نورین نے کافی حد تک بات سمجھتے ہوئے مزید تصدیق کرنے کے لیے کہا تھا' اس پر شائستہ بیگم نے کہا۔

''بس میرا جی نہیں چاہ رہا۔ کچھ دِنوں بعد دیکھیں گے کہ جانا ہے یا نہیں---؟''

''ماما! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔''

اس نے کہا جس پر شائستہ بیگم خاموش رہیں۔ دونوں میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھائی رہی تب نورین نے جوس کا آدھا گلاس واپس رکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا' ماما! میں اَب چلتی ہوں---اللہ حافظ!''

''اللہ حافظ' بیٹی---!''

اُنہوں نے دِھیرے سے کہا تو وہ اپنا بیگ اُٹھا کر تیز تیز قدموں سے باہر کی جانب چل دی---آفس تک جاتی ہوئے وہ یہی سوچتی رہی کہ یہ وجاہت سے ہونے والی باتوں کا ہی اثر ہے۔ چونکہ وہ اُن کے منصوبے سے واقف ہوگئی تھی لہٰذا اُنہوں نے یہ ڈرامہ نہیں رچایا جس کا فائدہ کوئی نہ ہو۔ وہ اس پر خوش تھی کہ چلو جان چھوٹی' کچھ دِنوں کے لیے سہی' وجاہت سے اَب کوئی بات نہیں ہوگی' وہ اَب سکون سے اپنا کام کر سکے گی---جب وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی تو سب کچھ ذہن سے نکال چکی تھی۔ اسے کام کرتے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ مہردین اس کے پاس آ کر بولا۔

''میڈم جی! آپ کو وقار صاحب بلا رہے ہیں۔''

''مجھے---؟'' اس نے کافی حیرت سے پوچھا۔

''جی' آپ کو---'' مہردین نے مؤدب لہجے میں جواب دیا۔

''خیر تو ہے وہ مجھے اِنٹر کام پر بلا لیتے' تمہیں کیوں بھیجا؟---خیر' کون ہیں اُن کے پاس؟'' نورین نے تجسس سے پوچھا۔

''اکاؤنٹینٹ صاحب ہی ہیں۔'' اُس نے پھر اسی لہجے میں بتایا۔

''اچھا ٹھیک ہے' میَں آ رہی ہوں---''

نورین نے کہا اور اپنے سامنے کھلی فائل کو سمیٹنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ وقار احمد کے آفس میں گئی تو وہاں پر اکاؤنٹینٹ تنویر بھی موجود تھا۔

''آپ نے مجھے بلایا' انکل---؟'' اس نے جاتے ہی پوچھا۔

''جی بیٹا! وہ تم نے کل کچھ رقم مانگی تھی' نا---!'' وقار احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی---جی ہاں---'' وہ بولی۔

''میَں نے سوچا' میری بیٹی نے پہلی بار مجھ سے کچھ مانگا ہے تو کیوں نہ میں اس کی ضرورت فوری طور پر پوری کروں۔ یہ تنویر صاحب ابھی تمہیں چیک دے دیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ رُکا اور پھر تنویر کی جانب دیکھ کر کہا۔ ''تنویر صاحب! اَب نورین کہاں بنک جائے گی۔ آپ ایسا کریں' خود جائیں اور کیش لا کر دیں۔''

''ٹھیک ہے' سر! میَں ابھی بنک چلا جاتا ہوں۔'' تنویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں آپ ایسا ہی کریں---''

وقار احمد نے کافی زور دے کر کہا۔ اس پر تنویر تیزی سے اُٹھا' ایک قدم جانے کے بعد دوبارہ مڑا اور پھر ایک فائل کھول کر بولا۔

''میڈم! یہاں دستخط کر دیں' میَں ابھی کیش لے آتا ہوں---''

تنویر نے کہا تو حسبِ عادت نورین اس کاغذ کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی' وقار احمد جلدی سے بولا۔

''یہ دستخط کر دو' صرف فارمیلٹی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو رُکا اور پھر تیزی سے بولا۔ ''تنویر صاحب کیش لا دیں تو پھر اِسے بحفاظت گھر تک کیسے لے کر جاؤں گی؟''

''انکل! اَب اتنی بھی رقم نہیں ہے---نورین نے دستخط کرتے ہوئے کہا۔ تنویر نے جلدی سے فائل بند کی اور باہر کی جانب چلا گیا تو وہ وقار احمد سے مخاطب ہو کر بولی۔ ''انکل! کوئی اور بات---؟''

''نہیں---اَب تم جاؤ۔''

وقار احمد نے یوں کہا جیسے وہ بہت خوش ہو۔ وہ دیکھ ہی نہ سکی کہ اُس کے چہرے پر کس قدر زہریلی مسکراہٹ اُتر آئی ہے' وہ تیزی سے اپنے کیبن کی جانب چلی گئی---تقریباً دو گھنٹے بعد تنویر نے اس کی مطلوبہ رقم لا کر اسے دے دی۔ وہ کچھ دیر تک بیٹھی سوچتی رہی' پھر اس نے سب کچھ سمیٹا' رقم اُٹھائی' باہر کی جانب پارکنگ میں آئی اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل دی۔ اسے یہ پتہ ہی نہ چلا کہ کوئی اس کے تعاقب میں بھی ہے۔ وہ جدھر جا رہی تھی' ایک اجنبی اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

☆☆☆

اس وقت فرید کے سامنے رضوان شاہ اور کمپنی کا ایگزیکٹو بیٹھا ہوا تھا۔ چند منٹ پہلے سے وہ تینوں گپ شپ کے انداز میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کر رہے تھے' انہی باتوں کے دوران رضوان شاہ نے مسکراتے ہوئے بڑے پراسرار انداز میں پوچھا۔

''فرید صاحب! شاہ ایسوسی ایٹ نے آپ کی محنت اور کارکردگی کو سراہتے ہوئے آپ کو سہولیات دیں تاکہ آپ مزید بہتر انداز میں کام کر سکیں۔ سہولیات دینے کا مقصد تو یہی ہوتا ہے تا' کہ کام کی رفتار تیز ہو جائے لیکن آپ کے معاملے میں نتیجہ اُلٹ ہوا ہے۔ آپ کی کارکردگی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟''

''میں سمجھا نہیں' آپ کس حوالے سے کارکردگی کی بات کر رہے ہیں؟'' اس نے جان بوجھ کر بات کو مزید کھولنے کے لیے پوچھا۔

''دیکھیں' فرید صاحب! آپ کو ایک ہی ٹاسک دیا گیا تھا کہ آپ حسن اینڈ کمپنی پہ نظر رکھیں۔ آپ بہت اچھے طریقے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں' بلاشبہ وہ بھی محنت کر رہے ہیں لیکن آپ نے اچانک اپنا کام روک دیا حالانکہ میں نے آپ کو اس کا پورا پس منظر بھی بتایا تھا۔'' رضوان شاہ نے بات کھول کر اپنا مدعا کہا۔

''سر! مارکیٹ میں فقط میں ہی انہیں نقصان پہنچانے والا نہیں ہوں' پھر اُن کے اپنے لوگ بھی اپنی کمپنی کو تحفظ دینے کے لیے کام کرتے ہیں۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اُن کی طرف سے اپنے تحفظ کے لیے کوئی ردِ عمل ہو سکتا ہے؟'' فرید نے پھر طرح دے جانے کی کوشش کی۔ اس پر ایگزیکٹو نے کہا۔

''تو آپ کا خیال ہے' اُن کی طرف سے ردِ عمل ہونے کی وجہ سے آپ کی پراگرس ختم ہو کر رہ گئی ہے؟''

''ممکن ہے' یہ صورتِ حال ہو---'' فرید نے محتاط انداز میں کہا۔

''فرید صاحب! کیا آپ کی کوئی جذباتی وجہ تو نہیں ہے؟'' رضوان شاہ نے کافی حد تک طنزیہ انداز میں کہا۔

''کیا مطلب' سر---؟'' فرید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''بات صاف ہے' فرید صاحب! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نورین سے ملتے ہیں اور میری اطلاع کے مطابق وہی حسن اینڈ کمپنی کے معاملات دیکھتی ہے---کہیں آپ ٹریپ تو نہیں ہو گئے؟''

''نہیں' میں ٹریپ نہیں ہوا---'' فرید نے کہا اور پھر بڑے تحمل سے کہتا چلا گیا۔ ''جہاں تک نورین سے ملنے کی بات ہے' میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ آپ کو بتانے یا آپ کے علم میں لانے کی ضرورت میں نے اس لیے محسوس نہیں کی کہ ہماری ملاقاتیں ذاتی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ وہ میری کلاس فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھی دوست بھی ہے--- جہاں تک ٹریپ ہو جانے کی بات ہے' سر! ایسا ممکن اس لیے نہیں کہ میں ایک پروفیشنل بندہ ہوں اور اپنے پیشے میں کسی کی بھی ذاتی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔''

''تو پھر آپ کی کارکردگی کم کیوں ہو گئی---؟'' ایگزیکٹو نے پوچھا۔

''اس سوال کا جواب میں آپ کو تبھی دے سکتا ہوں جب آپ میری انفرادی کارکردگی اور نورین سے ملاقات کو الگ الگ کر کے دیکھیں گے۔'' فرید دھیرے سے بولا۔

''ہم اسے الگ الگ کر کے ہی دیکھتے ہیں تب آپ کا جواب کیا ہوگا؟'' رضوان شاہ نے تیزی سے پوچھا۔

''تو پھر اصل بات یہ ہے' سر! میں نے بزنس کی دُنیا میں اپنا نام محنت سے بنانا ہے' یہ مجھے معلوم ہے کہ میں اپنے اصل کام پر توجہ دوں۔ میں نے کوئی جاسوس یا سیکریٹ ایجنٹ نہیں بننا۔ یہ احساس مجھے اس وقت ہوا جب ایسوسی ایٹ کی جانب سے مجھے سہولیات دی گئیں---میں نے تب سے سوچنا شروع کر دیا تھا' سر! میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ ٹریک غلط ہے' مجھے اس پر آگے نہیں جانا چاہئے۔'' رضوان شاہ نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

''جی' بالکل---اگر میری جگہ کوئی دوسرا بندہ اس کمپنی کے خلاف بہت اچھا کام کرتا ہے تو قطعاً اعتراض نہیں ہوگا اور نہ ہی میں کبھی اس کے راستے میں آؤں گا۔'' فرید نے کہا۔

''اگر کمپنی آپ کو آفر کرے تو کیا آپ شاہ ایسوسی ایٹ---''

''نو' سر! آپ میری نیت پر شک کرنے والی بات کر رہے ہیں۔ جب میں کسی کے خلاف کوئی کام کرنا ہی نہیں چاہتا تو وہ چاہے کوئی بھی ہو۔ اَب میں اِس کمپنی کی بہتری کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں' جس سے اپنے کام کا معاوضہ پاؤں گا اور اگر آپ کے پاس میرے لیے پہلے والا کام ہی ہے تو میں نوکری چھوڑنے کو ترجیح دوں گا۔'' فرید نے کافی حد تک جذباتی انداز میں کہا۔

''فرید صاحب! یہ آپ کو اچانک ہو کیا گیا ہے؟'' رضوان شاہ نے حیرت سے کہا۔

''سر! ہر انسان کے اندر ایک اِنسان موجود ہے جو اسے ہمیشہ صحیح راہ دکھاتا ہے لیکن ہم توجہ نہیں دیتے' میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا ہے۔''

فرید نے کہا تو اِن کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد رضوان شاہ نے کہا۔

''خیر' ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے' فی الحال آپ جا سکتے ہیں۔''

''شکریہ سر---!''

فرید نے کہا اور اُٹھ کر اپنی سیٹ پر آ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اَب اِس کا ایک نیا امتحان شروع ہونے والا ہے۔ معلوم نہیں' وہ اِس میں سرخرو ہو بھی پائے گا یا نہیں---؟

☆☆☆

اِس دِن نورین وقت پر ہی تیار ہوئی تھی' معمول کے مطابق ناشتہ کیا اور آفس کے لیے چل دی لیکن اِس دِن وہ آفس میں کام نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ عالیہ کو لے کر شاپنگ کرے گی۔ چند دِن پہلے جب اُسے تین لاکھ کی رقم ملی تھی' اِس دِن ہی وہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں اُس نے پوچھ لیا کہ کس کا کتنا روپیہ دینا ہے۔ اُنہوں نے بتایا تو نورین نے فوراً انہیں دینے کے لیے رقم دے دی۔ وہ قرض چکانے چلے گئے تھے تو نورین نے عالیہ سے ڈھیر ساری باتیں کی تھیں تب اُس نے سب کچھ سن کر عالیہ سے کہا تھا۔

''تم کوئی فکر نہ کرنا' تمہیں جو بھی چیز اپنے لیے چاہئے' اِس کی لسٹ بنا لینا' میں چند دِن بعد آؤں گی۔ پھر ہم دونوں اکٹھے بازار جائیں گی'

تم ہر چیز اپنی پسند سے خرید لینا۔''

''سچ نورین! کیا ایسا ہو جائے گا' کیا میں اپنی پسند کی چیزیں خریدوں گی؟''

عالیہ نے جب کہا تھا تو اس کے لہجے میں کتنی حسرت اور کتنی اُمید چھلک رہی تھی۔ اس پر نورین کا دِل بھر آیا تھا تب اُس نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں ہاں' کیوں نہیں---میں تمہیں گھما پھرا بھی لاؤں گی' بس تم تیار رہنا۔''

اُس کے یوں کہنے پر عالیہ کی آنکھوں میں کتنے ستارے چمکے تھے اور اس دِن سلمٰی اور محمد رفیق کتنے خوش تھے۔

''شکر ہے' میرے ربا! تو نے اس قرض کے بوجھ سے نجات دی---ہم تیرے احسان مند ہیں' بیٹی! اس قرضے نے تو دِن رات کا چین برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اللہ تجھے سلامت رکھے' میری بچی---!''

سلمٰی نے کس قدر تشکر آمیز انداز میں کہا تو نورین نے بہت ساری باتوں میں کہہ دیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو' دِن وغیرہ طے کر لیں۔ اس کے سسرال جا کر بات کر آئیں۔ اپنے باپ کا علاج کروانے کے لیے بھی وہ کافی ساری رقم دے آئی تھی۔ وہ پرسکون تھی کہ وہ اپنے والدین کے دُکھوں اور پریشانیوں کو کم کرنے کا باعث بن رہی ہے۔

وہ آفس گئی' مہر دین کو ساتھ لیا اور اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ پھر عالیہ کو اپنے ساتھ لے بازار آ گئی۔ نورین اور عالیہ مختلف دُکانوں سے شاپنگ کرتی رہیں۔ نورین با اعتماد اور سنجیدہ انداز میں خریداری کرتی رہی جبکہ عالیہ حیرت' خوشی اور للچائی ہوئی نگاہوں سے ہر شے کو دیکھتی رہی۔ ملبوسات' فرنیچر' الیکٹرونس اور نجانے کیا کیا خریداری کرتی رہی' یہاں تک کہ سہ پہر ہو گئی۔ وہ اپنی کار کے پاس آئی اور ایک شاپنگ بیگ کار میں رکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ کا بہت شکریہ---بس آپ یہ کریں کہ جتنا سامان خریدا ہے' اسے عالیہ کے گھر تک پہنچا دیں۔''

''جی بہتر' میڈم صاحبہ! سارا سامان اکٹھا کرنے' پھر لوڈ کروا کے گھر پہنچانے تک وقت تو لگے گا لیکن شام تک پہنچ جائے گا۔''

اس نے کہا تو نورین نے پرس میں سے کچھ نوٹ نکالے اور اسے دیتے ہوئے کہا۔

''یہ آپ رکھو---سامان کے بارے میں فون کر کے مجھے بتا دینا---ٹھیک ہے؟''

''جی میڈم! میں بتا دوں گا۔''

اس نے نوٹ پکڑتے ہوئے کہا اور سلام کر کے چلا گیا۔ وہ دونوں گھر کی جانب آ گئیں---اُسے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اجنبی نگاہیں اُسے اپنے حصار میں لیے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

شائستہ بیگم اپنے کمرے میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اچانک اُسے خیال آیا تو ٹی وی کا والیم کم کرتے ہوئے صفیہ کو آواز دے دی۔

''صفیہ---اری' او صفیہ---!''

چندہی لمحوں میں وہ آواز کی بازگشت کی مانند آ موجود ہوئی' اس کا سانس پھولا ہوا تھا' آتے ہی بولی۔

''جی بیگم صاحبہ---؟''

''تم نے کیا نورین کو فون---؟'' شائستہ بیگم کے لہجے میں اضطراب تھا۔

''جی بیگم صاحبہ!---مگر نورین بی بی کا فون مسلسل بند جا رہا ہے۔''

وہ دھیرے سے بولی تو شائستہ بیگم نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

''پتہ نہیں' اس لڑکی کو آج کل کیا ہو گیا ہے' شام ہونے کو آ گئی ہے لیکن ابھی تک وہ گھر نہیں پلٹی حالانکہ اس وقت اُسے گھر میں ہونا چاہئے تھا۔''

''جی' بیگم صاحبہ!---چند دن پہلے ہی ایسا ہوا تھا' صبح گئیں تھیں اور شام ہونے پر ہی واپس آئیں تھی۔'' صفیہ نے بڑے ہی محتاط انداز میں کہا۔

''یہ کیا کرتی پھر رہی ہے' کیا مسئلے ہیں اُس کے---پہلے تو کبھی اُس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' اُسے ہو کیا گیا ہے؟''

''اللہ جانے بیگم صاحبہ' نورین بی بی کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے شاید محسوس نہیں کیا کہ جتنا وقت وہ گھر پر رہتی ہیں' بولائی بولائی سی پھرتی رہتی ہیں۔ نجانے کن خیالوں میں گم رہتی ہیں۔ فون پر لمبی لمبی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ چڑچڑی بھی ہو گئیں ہیں اور پھر' بیگم صاحبہ! اَب تو وہ اکثر چیزیں رکھ کر بھول جاتی ہیں۔ پہلے تو کبھی اپنے کمرے میں اتنا وقت نہیں گزاری تھیں لیکن اَب تو ہر وقت کمرے میں بند رہتی ہیں۔''

صفیہ کہتی چلی گئی تو شائستہ بیگم چونک گئی۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر یوں بولی جیسے اُس کی آواز کہیں کنویں میں سے آ رہی ہو۔

''صفیہ! یہ لڑکی بالکل بدل کر رہ گئی ہے---شاید مجھ سے ناراض ہے۔ جب سے میں نے وجاہت کے ساتھ شادی کی بات کی ہے تب سے اُس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔''

''بیگم صاحبہ! نورین بی بی کی جو حالت ہے' اِس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ضرور کسی لڑکے کا چکر ہے ورنہ لڑکیاں یوں اپنے آپ سے بیگانہ نہیں ہوتیں۔'' صفیہ نے پھر دھیرے سے مگر محتاط انداز میں کہا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو' میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ پہلے وہ چھوٹی سی چھوٹی بات بھی مجھ سے شیئر کیا کرتی تھی مگر اَب تو یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ خاموش ہو کر رہ گئی ہے۔''

''بیگم صاحبہ! میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں' تبدیلی تو آئی ہے نورین بی بی میں اور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی نا---!'' صفیہ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں---آج وہ آتی ہے تو میں اُس سے بات کرتی ہوں۔ اگر اُسے وجاہت پسند نہیں ہے تو نہ سہی۔ میری بیٹی یوں پریشان ہو جائے' میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔'' شائستہ بیگم نے حتمی لہجے میں کہا۔

''ویسے بیگم صاحبہ! یہ آپ کی مرضی ہے لیکن میرا خیال یہی ہے کہ ابھی آپ ان سے بات نہ کریں۔ دیکھیں تو سہی وہ کرتی کیا ہیں۔ اُن

کے دل میں جو ہے وہ خود بتاتی ہیں یا پھر آپ سے بات کرنے کے لیے کوئی راستہ نکالتی ہیں؟''

''یہ میں سمجھتی ہوں کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ تم جاؤ اور دوبارہ جا کر فون کرو شاید اُس نے فون آن کر دیا ہو۔''

شائستہ بیگم نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا تو صفیہ تیزی سے نکلتی چلی گئی اور شائستہ بیگم کے خیالات کی رو اس جانب مڑ گئی --- یہ اچانک نورین کو کیا ہو گیا ہے وہ کیوں بدل کر رہ گئی ہے؟ کہیں یہ میری غلطی تو نہیں ہے کہ میں نے وجاہت کے ساتھ اس کی شادی کرنے کے لیے اُسے مجبور کیا۔ ممکن ہے اُس کے سامنے وجاہت کے کردار کے کچھ ایسے پہلو ہوں جس کے ساتھ وہ سمجھوتہ نہ کر پا رہی ہو لیکن نورین کو وہ باتیں میرے ساتھ شیئر کرنا چاہئیں۔ مجھے معلوم ہوگا تو ہی میں فاخرہ کو کسی جواز کے ساتھ انکار کر سکوں گی۔ کہیں --- کہیں نورین مجھ سے متنفر تو نہیں ہو گئی؟ میری تنہائی کا بھی خیال نہیں کرتی۔ میں تو اس سے بات کرنے کو ترس گئی ہوں --- یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ اگر ایسا ہی رہا تو کہیں میرے اور نورین کے درمیاں فاصلے بڑھ نہ جائیں۔ اگر میں نے اُسے وجاہت کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا تو کہیں اچانک وہ کسی اور سے شادی نہ کر لے کہیں وہ مجھے چھوڑ کر نہ چلی جائے اور پھر اُسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے جائیداد اُس کے نام کرنے کی وصیت کی ہے --- یہ وصیت کر کے میں نے کہیں غلطی تو نہیں کی؟ --- نورین! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں تمہاری بات مانوں گی' بس تم مجھے تنہا کر کے مت جانا۔ تم جو چاہو گی' وہی ہوگا۔ میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر پاؤں گی میں مر جاؤں گی' میں مر جاؤں گی --- یہ سوچتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں اُس سے غلطی ضرور سرزد ہو رہی ہے۔

☆☆☆

اس وقت شائستہ بیگم اپنے بیڈروم ہی میں تھی۔ نورین اُس کے پاس بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی' اس کے ہاتھ میں میڈیسن تھیں۔ صفیہ پانی کا گلاس لائی تو شائستہ بیگم نے میڈیسن پھانک کر پانی پیا اور گلاس واپس کرتے ہوئے بولی۔

''اب تم جاؤ۔''

''جی---' یہ کہہ کر اُس نے نورین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔'' نورین بی بی! آپ کے لیے دُودھ کمرے میں رکھ دوں یا---''

نورین نے چونکتے ہوئے کہا۔'' آں---مجھ سے کچھ کہا؟''

یوں کہنے پر صفیہ نے اپنی بات دھرادی' اس دوران شائستہ بیگم بڑے غور سے نورین کو دیکھ رہی تھی۔

''ہاں' وہیں رکھ دو۔ میں بس آ رہی ہوں۔''

اس نے کہا تو صفیہ باہر کی جانب چلی گئی تب شائستہ بیگم نے کہا۔

''نورین---!''

''جی' ماما---!'' وہ اُس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

''ماں اور بیٹی میں جب ذرا سی بھی دُوری ہو جائے نا' تو یہ دُوری ایک خلیج بن جاتی ہے---کیا تمہیں محسوس نہیں ہوتا کہ ہمارے درمیان ایک انجانا فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے؟'' شائستہ بیگم نے بڑے پیار سے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' ماما! ہمارے درمیان ایک انجانا فاصلہ آ گیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جب کسی یقین میں شک کا زہر گھول دیا جائے تو اعتماد کی موت واقع ہو جاتی ہے۔'' نورین نے خیالوں میں کھوئے ہوئے کہا۔

''نورین بیٹی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو---؟''

''ہاں' ماما! جب کوئی بھی بات سمجھنے والا نہ ہو تو اِنسان خلوص کی راہوں پر چلتے ہوئے بھی لہولہان ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ یہ میری غلطی ہے کہ میں نے بہت ساری باتیں آپ کو نہیں بتائیں۔''

نورین نے حسرت بھرے لہجے میں کہا تو شائستہ بیگم نے چونکتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

''کیسی باتیں' تم مجھے بتاؤ تو سہی کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں یا میری محبت پر تمہیں کوئی شک ہے؟''

''نہیں' ماما! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے خود سے بھی زیادہ آپ کی ذات پر یقین ہے لیکن یہ جو خونی رِشتوں کے بندھن ہوتے ہیں نا' یہ بڑے نازک ہوتے ہیں۔ جب ایک لے پالک اور خونی رِشتوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرنا پڑ جائے تو بہت مشکل ہوتی ہے۔'' نورین نے مایوسی بھرے انداز میں کہا۔

''نورین! میں تمہاری بات بہت حد تک سمجھ گئی ہوں۔ ہوتا ایسے ہی ہے لیکن' میری بیٹی! یہ تم بھی جانتی ہو کہ میں مجبور نہیں ہوں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہاری شادی وجاہت کے ساتھ ہو۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں---''

''کیسے پریشان نہ ہوں' ماما! زندگی نے مجھے ایک عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''میں خود بھی تمہارے بغیر بہت تنہائی محسوس کرتی ہوں' مجھے عادت ہوگئی ہے تمہاری --- میں جو سارا دن گھر میں اکیلی پڑی رہتی ہوں' اِن حالات میں مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔ بس تم دفتر وغیرہ چھوڑو اور آرام سے گھر میں رہا کرو۔'' شائستہ بیگم نے تیزی سے کہا۔

''نہیں' ماما! اَب میں دفتر نہیں چھوڑ سکتی۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنے کردار پر ایک بھی دھبہ برداشت نہیں کر سکتی ---'' نورین نے یوں کہا جیسے وہ اپنے طور پر بہت سارے فیصلے کر چکی ہو۔ ''میں نے کہا نا' میں نے غلطی کی جو آپ کو نہیں بتایا لیکن اَب' ماما! آپ مجھے بس تھوڑا سا وقت دیں۔ میں آپ کو بہت کچھ بتاؤں گی اور وہ بھی پورے ثبوت کے ساتھ' پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اَب میں بتانا چاہتی ہوں کہ مخلص لے پالک اور خودغرض خونی رِشتوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔''

وہ اپنی رو میں کہتی چلی گئی اور اس پر شائستہ بیگم نے حیرت سے کہا۔

''نورین بیٹی! یہ تمہارے سینے میں کیسے دُکھ پل رہے ہیں جو تمہارا ایک ایک لفظ آنسوؤں میں بھیگا ہوا لگ رہا ہے؟''

''نہیں' ماما! اَب میں نے رونا نہیں۔ میں نے پورے اعتماد کے ساتھ کچھ ثابت کرنا ہے۔ بس تھوڑے سے دِن۔ آپ مجھ پر یقین رکھیں' اَب مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔'' نورین نے خودکلامی کے سے انداز میں اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جیسے تمہاری مرضی' بیٹا! میں چند دِن انتظار کرلوں گی۔'' شائستہ بیگم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا' ماما! اَب میں چلتی ہوں' گڈ نائٹ ---'' یہ کہہ کر وہ اُٹھ گئی۔

''گڈ نائٹ' بیٹا ---!''

یہ کہتے ہوئے وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی جبکہ نورین کمرے سے باہر جانے لگی لیکن وہ یہ دیکھ نہ سکی کہ اِس سے پہلے صفیہ دروازہ چھوڑ کر فوراً وہاں سے چلی گئی' اُس نے ساری باتیں سن لی تھیں۔

☆☆☆

رات اپنے پر پھیلائے خاموش تھی۔ ایسے میں وجاہت بڑی خاموشی کے ساتھ سلیم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اِنہی لمحوں میں تین لڑکے اندر داخل ہوئے' اِن کے ساتھ مہردین تھا۔ وجاہت نے جب اس کی جانب دیکھا تو مہردین بُری طرح چونک گیا۔

''وجاہت صاحب! آپ --- آپ یہاں --- اور یہ لوگ مجھے زبردستی لے کر ---''

''اِنہیں میں نے ہی بھیجا تھا۔'' یہ کہہ کر اُس نے لڑکوں کو اشارہ کیا' وہ مہردین کو وہیں چھوڑ کر پلٹ گئے۔

''آپ نے مجھے ایسے کیوں بلایا؟ آپ مجھے ویسے ہی بلا لیتے میں حاضر ہو جاتا' یہ ---''

''زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے' مہردین! مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔ اگر سیدھے سیدھے بتا دو گے تو اِنہی قدموں پر چل کر واپس جا پاؤ گے ورنہ تمہارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔'' وجاہت نے گہرے انداز سے میں کہا۔

''آپ پوچھیں' سر! مَیں بتادوں گا۔'' مہردین نے تیزی سے کہا۔

''تمہیں تو دفتر کے لیے ملازم رکھا گیا ہے' یہ نورین کے لیے کب سے کام کر رہے ہو؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''نورین میڈم کے لیے؟---سر جی! مجھے تو جو بھی کوئی کام کہتا ہے' مَیں کر دیتا ہوں۔'' وہ بولا۔

''کل تم کس کا سامان چھوڑنے گئے تھے' نورین کے ساتھ وہ لڑکی کون تھی؟'' وجاہت نے تیزی سے کہا۔

''وہ---وہ' سر! نورین میڈم کی بہن تھی اور اُن کا---''

اس نے کہنا چاہا تو وجاہت چونکتے ہوئے بولا۔''نورین کی بہن!---یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''جی' مَیں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں وہ انہی کی بہن تھی' سامان بھی اُن کی شادی کے لیے خریدا گیا تھا۔''

''ہوں' نورین کی بہن---یہ بہن کہاں سے آ ٹپکی---؟'' اُس نے سوچتے ہوئے کہا' پھر مہردین کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔''کوئی اور رشتے بھی ہیں اُس کے---؟''

''جی' اُن کے والدین ہیں۔ بھائی ہے ایک---''

''تم کب سے جانتے ہو ان سب کو---؟''

وجاہت نے پوچھا تو مہردین تفصیل سے بتاتا چلا گیا۔ ساری بات سن کر وہ سوچتے ہوئے بولا۔

''ہوں' تو اس کا مطلب ہے کہ نورین نے اپنے والدین کو تلاش کر لیا ہے اور وہ اسی شہر میں رہتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے سوچتا رہا' پھر بولا۔''مہردین! یہاں آنے کے بارے میں سب کچھ بھول جاؤ۔ کسی سے کچھ نہیں کہنا' اور یاد رکھو' اگر یہ کہانی جھوٹی ہوئی تو تمہاری خیر نہیں---ہاں' اگر سچی ہوئی تو انعام دوں گا۔''

''جی مَیں سب کچھ بھول جاؤں گا۔ کسی سے کچھ نہیں کہوں گا' نورین میڈم کو تو ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔'' وہ تیزی سے بولا' اس کے لہجے میں سے خوف چھلک رہا تھا۔

''اِسی میں تمہاری بھلائی ہے---اور سنو' اپنی آنکھیں اور کان کھول کر رکھنا' مَیں تم سے کبھی بھی' کچھ بھی پوچھ سکتا ہوں---جاؤ' اب چلے جاؤ۔''

وجاہت نے کہا تو مہردین تیزی سے پلٹ کر چلا گیا۔ اُس نے سلیم کی طرف دیکھا جو خاموشی سے سارا تماشا دیکھتا رہا تھا۔ وجاہت نے اس سے کوئی بات نہیں کی بلکہ اُٹھ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اُس کا ذہن پوری طرح نورین کے خلاف تانے بانے بننے میں مصروف تھا۔ اُس نے جو ایک بندہ اس کے پیچھے لگایا تھا' اس نے بہت ساری باتیں اُس پر عیاں کر دی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ اَب اگر وہ نورین پر ہاتھ ڈالے تو وہ اُس سے بچ کر نہ جائے۔ یہی سوچتا ہوا وہ اپنے گھر تک آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں آیا تو اپنے والدین کی باتیں کرتا ہوا پایا۔ وہ اپنے ہی کسی موضوع پر بحث کر رہے تھے' اس کی آمد پر خاموش ہو گئے۔ اس کے آنے پر فاخرہ بیگم نے کہا۔

''آج بہت جلدی آ گئے ہو خیریت تو ہے نا---؟''

''ایک بہت اہم اطلاع ہے جو آپ کو دینا چاہ رہا تھا۔'' وہ فاخرہ بیگم کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

''اہم اطلاع---کیا کہنا چاہ رہے ہو؟'' فاخرہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

''میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ نورین نے اپنے والدین کو تلاش کر لیا ہے۔'' وہ دبے دبے جوش سے بولا۔

''کیا کہہ رہے ہو تم---؟''

اِس بار وقار احمد نے اس کی بات میں دلچسپی لی تو وجاہت نے پوری بات تفصیل سے بیان کر دی۔

''میں اَب سمجھی' وہ کیوں سخت لہجے میں بات کرنے لگی ہے۔''

''نورین کا اپنے والدین کو تلاش کر لینا اور سخت لہجے میں بات کرنا' ان دو باتوں میں کیا تعلق ہے؟'' وقار احمد نے اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ظاہر ہے' اَب اُس کے والدین مل گئے ہیں۔ اَب اُسے شائستہ بھابی کی کیا پرواہ---؟'' فاخرہ بیگم نے کہا۔

''احمقانہ باتیں نہیں کرتے' تم خواہ مخواہ کی وجوہات گھڑنے کی کوشش نہ کرو۔ حقیقت فقط اِتنی ہے کہ اُس نے کسی کو بتائے بغیر اپنے والدین کو تلاش کر لیا ہے۔ اَب وہ اُن کی مدد کرنا چاہتی ہے اور شائستہ بیگم کی پرواہ بھلا نورین کیوں نہیں کرے گی۔ وہ اُس کے ساتھ رہ کر ہی اپنے والدین کی بہتر مدد کر سکتی ہے۔''

وقار احمد نے اِسے سمجھانے والے انداز میں کہا تب فاخرہ اُس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''سوال یہ ہے کہ اُس نے اپنے والدین کو تلاش کرنے میں شائستہ بیگم کو اعتماد میں کیوں نہیں لیا؟''

''ہاں' یہ سوچنے کی بات ہو سکتی ہے۔ اپنے والدین کو تلاش کرنے کے باوجود بھی اُس نے شائستہ بیگم کو کیوں نہیں بتایا۔'' وقار احمد نے سوچتے ہوئے کہا۔

''تو کیا اِس اِنکشاف کے بارے میں شائستہ بھابی کو بتانے کا کوئی فائدہ ہوگا؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ ہم سے سوال کر سکتی ہے کہ ہمیں یہ راز کیسے پتہ چلا اور ہم اُسے اپنے بیٹے کی کارکردگی کے بارے میں کیا بتائیں گے؟---اِس راز کو ابھی راز ہی رہنا چاہئے۔ کسی مناسب وقت پر یہ انکشاف فائدہ دے سکتا ہے۔'' وقار احمد نے تحمل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''وقار! اِس سے شائستہ بھابی کے دِل میں نورین کے لیے شک تو پیدا کیا جا سکتا ہے' نا---؟'' فاخرہ نے تیزی سے کہا۔

''تم لوگ کچھ نہیں کرو گے---میں نورین کے معاملات کو خود دیکھ رہا ہوں' میں سب سنبھال لوں گا۔''

وقار نے حتمی انداز میں کہا تو وجاہت نے تیزی سے کہا۔

''نہیں' پاپا! آپ جو چاہے کریں لیکن آپ مجھے نہیں روکیں گے۔ میں نے بہت مان لی آپ لوگوں کی---''

''دیکھو وجاہت! اب بات وہ نہیں رہی جو ہم سوچ رہے تھے۔ اَب تو ہماری اپنی بقا کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے---تمہارا کیا خیال ہے نورین خاموش بیٹھی ہو گی۔ ہماری ذرا سی بے احتیاطی کے باعث وہ بھڑک گئی تو معلوم ہے کیا ہو گا؟''

''کیا ہو گا' وہ ہمیں مار دے گی---؟'' وجاہت نے غراتے ہوئے کہا۔

''شائستہ بیگم سب سے زیادہ اُسی کی مانتی ہے اور شائستہ بیگم ہمیں بزنس سے بے دخل کر سکتی ہے۔'' وقار نے کہا۔

''تو پھر کیا ہو جائے گا' آسمان ٹوٹ پڑے گا کیا---؟'' وہ اِسی لہجے میں بولا۔

''تمہارے لیے یہ بات معمولی سی ہو گی لیکن مَیں اپنی بزنس کی دُنیا میں مذاق بن کر رہ جاؤں گا اور اگر ایک بھی مقدمہ مجھ پر ہو گیا تو---نہیں' وجاہت! تم کچھ نہیں کرو گے۔'' وقار احمد نے اِسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ میرے وہ مسائل نہیں ہیں جو آپ کے ہیں۔ مجھے تو نورین کو اپنے قدموں پر جھکانا ہے' اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے---''

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھا اور چلا گیا۔ دونوں میاں بیوی وحشت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے' تب وقار احمد نے ہی کہا۔

''بیگم! اسے سمجھاؤ' اس کی بے وقوفی ہمیں لے ڈوبے گی۔''

''مَیں---مَیں سمجھاتی ہوں اسے---''

فاخرہ بیگم نے کہا اور اس کے پیچھے چلی گئی۔ وقار احمد اس نئی صورتِ حال کو بڑی گہری نظر سے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

فرید اس وقت اپنے گھر میں تنہا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا۔ اُس کے ذہن میں کچھ دیر پہلے نورین سے ہونے والی ملاقات گھوم رہی تھی۔ وہ جب ریستوران میں پہنچا تھا وہ اُس کی منتظر تھی۔ سیاہ سوٹ میں آف وائٹ شرٹ اور کھلے بال اُسے بہت اچھے لگے تھے۔ وہ اس کے سامنے جا بیٹھا تو نورین نے جس ادا سے' اپنی مخصوص خوبصورت مسکراہٹ سے اُس کا حال احوال پوچھا تھا' فرید کے من میں خوشی پھیل گئی تھی۔ بات حال احوال سے چلی تو فرید نے کہا۔

''نورین! کیا تمہیں احساس ہے کہ ہماری ان ملاقاتوں پر' بہت سارے لوگوں کی نگاہیں ہو سکتی ہیں؟''

''نورین چند لمحے سوچتی رہی' پھر مسکراتے ہوئے گہرے انداز میں بولی۔

''ممکن ہے ایسا ہو۔ اِس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''ایسا ہو رہا ہے' نورین!''

یہ کہہ کر اُس نے انتہائی اختصار سے رضوان شاہ کی باتیں بتا دیں۔ تب وہ سنجیدگی سے بولی۔

''تو اس کا مطلب یہ ہوا' فرید! رضوان شاہ ہماری ملاقاتوں سے باخبر ہے اور اس سلسلے میں اُس نے بات بھی کر لی۔''

''بالکل---مگر میں نے بھی اُس سے اصولی بات کی ہے۔ ہماری ملاقاتیں ذاتی نوعیت کی ہیں اور بس---'' فرید نے دھیرے سے کہا۔

''سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے بارے میں کتنا باخبر ہے' ایسا ایک باس کو ہونا چاہیے لیکن کسی کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی کا تو حق حاصل نہیں ہے نا اُسے---'' وہ سوچتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ فرید خاموش رہا تو اس نے مزید کہا۔ ''خیر' پھر آپ دونوں کی اس بات کا نتیجہ کیا نکلا---مطلب' تمہاری جاب کے بارے میں---؟''

''فی الحال تو کوئی فیصلہ نہیں ہوا مگر جہاں شک پیدا ہو جائے' وہاں سے یقین اُٹھ جاتا ہے۔'' فرید نے کہا۔

''اگر تمہاری جاب ختم ہو گئی تو پھر کیا کرو گے؟'' اس نے پوچھا۔

''ظاہر ہے' کہیں اور کوشش کروں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اتنی سہولیات نہ ملیں--- مجھے لگتا ہے کہ پھر صفر سے شروعات کرنا پڑیں گی اور اس کے لیے میں تیار ہوں۔''

فرید کے لہجے میں عزم تھا۔ اس پر نورین نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

''فرید! تم اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کرنا اور نہ ہی ان حالات سے گھبرانا' ایسے حالات تمہاری جدوجہد کا حصہ ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں' نورین! جب سے میں نے منفی قسم کی سرگرمیاں چھوڑ دی ہیں نا' بہت سکون میں ہوں۔ اَب میرا ضمیر مجھے ملامت نہیں کرتا۔'' فرید نے خوش کن لہجے میں کہا۔

''ایک بات کہوں' فرید---؟'' وہ دھیرے سے بولی۔

''بولو---'' اس نے کہا۔

''ایک دوست ہونے کے ناتے اگر میں تمہاری مدد کروں تو کیا تم بُرا تو نہیں مناؤ گے---؟'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

''مطلب---میں سمجھا نہیں---؟'' وہ واقعتاً نہیں سمجھا تھا۔

''ممکن ہے' تمہاری جاب ختم ہو جائے اور نئی جاب ملنے تک کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے۔ اِس دوران تمہیں مشکل تو ہو گی۔'' اس نے کہا۔

''ظاہر ہے' مشکل تو ہو گی۔ اِس میں کوئی شک نہیں لیکن یہ دَور بھی گزر جائے گا۔''

''فرید نے کہا تو نورین نے اپنے بیگ سے چیک بک نکالی' پھر چیک پر دستخط کرنے کے بعد مناسب رقم بھری اور چیک اُسے دیتے ہوئے بولی۔

''یہ لو' اسے رکھو تمہارے کام آئے گا۔''

''ارے نہیں' نورین! ایسی بات بھی نہیں ہے۔ اگر مجھے ضرورت ہوئی تو میں خود تم سے کہہ دوں گا۔'' فرید نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''اللہ کرے' تمہیں اس کی ضرورت نہ پڑے لیکن اس وقت میرے پاس اتنے روپے ہیں اور ممکن ہیں' کل نہ ہوں۔ تم اسے رکھ لو میں

اپنی خوشی سے تمہیں اُدھار دے رہی ہوں۔ جب ہوں تب لوٹا دینا---فرید! میرا مقصد صرف یہی ہے کہ تم ان حالات میں پر اعتماد رہو کوئی مجبوری تمہارے آڑے نہیں آنی چاہئے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے چیک فرید کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ چند لمحے نورین کی جانب دیکھتا رہا اور پھر چیک جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔

"میں اس پر تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔"

"دوستوں میں شکریہ ہونا بھی نہیں چاہئے۔"

نورین نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا تو فرید کو لگا جیسے ہر طرف جلترنگ بج اُٹھے ہوں۔ اُس نے بڑے غور سے نورین کو دیکھا جہاں اس کی آنکھوں میں نجانے کتنے خوبصورت جذبے جگمگا رہے تھے۔ وہ ان آنکھوں میں ڈوب جانا چاہتا تھا من میں بڑے حسین جذبات لہریئے لیتے ہوئے اُٹھ رہے تھے تبھی کال بیل بج اُٹھی' فرید اپنے خیالات سے باہر آ گیا---فرید باہر گیا تو وہاں باسط تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئے تب باسط نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے یونہی عام سے لہجے میں پوچھا۔

"فرید! آج تم ضرورت سے زیادہ پریشان لگ رہے ہو' کیا بات ہے؟"

"پریشان تو نہیں' بس سوچ رہا ہوں کہ چند دنوں کی مہلت دی ہے باس نے' اسی دوران مجھے فیصلہ کرنا ہے کہ جاب جاری رکھوں یا پھر چھوڑ دوں لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں---اسی بارے سوچ رہا تھا۔" اُس نے حتمی سے لہجے میں کہا۔

"ارے یار! جب تم فیصلہ کر ہی چکے ہو تو پھر اس میں اتنا زیادہ سوچنے کی کیا ضرورت ہے' بس ہو گیا فیصلہ تو ہو گیا۔" باسط نے لاپرواہانہ انداز میں کہا۔

"ہاں---میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ اگر میں نے جاب چھوڑ دی تو پھر ہمیں یہ گھر بھی چھوڑنا پڑے گا' گاڑی بھی نہیں رہے گی پھر ہمیں کسی ایسے مکان میں شفٹ ہونا پڑے گا جو اس جیسا فرینڈ---"

"ڈانواں ڈول ہو رہے ہو نا؟---مردانگی تو یہی ہے کہ پیارے کہ جب تم نے فیصلہ کر لیا تو پھر جو بھی نقصان ہوتا ہے ہونے دو۔ اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے اور پھر یہ سب کچھ ہمارا تو ہے نہیں' کسی بھی دن اسے چھوڑنا تو ہے۔" باسط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او نہیں یار! میں بھی جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا لیکن دوبارہ اسی مکان میں جانا کچھ عجیب سا نہیں لگے گا۔" فرید ہنستے ہوئے بولا۔

"تم یونہی ایسا سوچ رہے ہو میری جان! ہمیں اس طرح کی زندگی گزارنے کا تجربہ ہے' کچھ نہیں ہو گا اور پھر ایسی ہی کوئی اور جاب مل جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" باسط نے پھر اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"سچی بات کہوں---" فرید ہنستے ہوئے بولا۔ "میں تم ہی سے گھبرا رہا تھا' تم کہیں میرا مذاق نہ اُڑاؤ۔ میں کتنے مان سے تمہیں اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اور اَب---"

"او نہیں یار! اَب تم غلط ٹریک پر سوچ رہے ہو۔ یہ جو زندگی ہے نا' پیارے! اس کے پتہ نہیں کتنے رنگ ہیں۔ بس ان رنگوں کو دیکھو' حالات

میں اُتار چڑھاؤ تو زندگی کا حصہ ہیں۔ آسانیاں صرف اس شخص کے لیے ہوتی ہیں جو مثبت سوچ کے ساتھ زندگی کو مِس کر گئے لگاتا ہے۔ ورنہ ہمیں تو ہر حال میں جینا ہے۔ تم نے اپنی زندگی کا فیصلہ خود کیا ہے اچانک راستہ بدلا ہے تو اس میں ٹوٹ پھوٹ تو ہو گی اور پھر پریشان مجھے ہونا چاہیے تھا---''

''وہ کیوں---؟'' فرید نے پوچھا۔

''مجھے امی جی کی فکر تھی نا! وہ وہاں پر تنہا تھیں۔ اَب عاصمہ اُن کے پاس ہے۔ میں چاہ رہا تھا کہ اُنہیں اپنے پاس لے آؤں مگر اَب اُنہیں یہاں لانے میں تھوڑا وقت لگے گا۔'' باسط نے بتایا۔

''ہاں یار! اَب تو وقت لگے گا--- خیر کوئی بات نہیں میں آج سے ہی نئی جاب کی تلاش شروع کر دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ ہمیں کٹھن دِن نہیں دیکھنا پڑیں گے۔''

''اللہ خیر کرے گا یار! اُس پر بھروسہ رکھو---'' یہ کہتے ہوئے اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔ ''رات بہت ہو گئی ہے میرا خیال ہے اَب سونا چاہیے۔''

یہ کہتے ہوئے دونوں اُٹھ گئے--- فرید اَب بہت با اعتماد ہو چکا تھا۔

☆☆☆

نورین نے وال کلاک کی طرف دیکھا اور لمبی سانس لے کر سامنے پڑی فائل بند کر دی۔ وہ آفس سے جلدی اُٹھ جانا چاہتی تھی۔ میز پر پھیلی چیزیں سمیٹ کر وہ اُٹھنے والی تھی کہ اُس کے کیبن کا دروازہ کھلا اور وجاہت اندر آ گیا۔ نورین کو اس کا یہ انداز اچھا نہیں لگا اس لیے کوئی بات کیے بنا وہ نکلنے لگی تو وجاہت نے اُس کے آگے بازو کر دیا۔

''ٹھہرو--- میری بات سنو۔'' اس کے لہجے میں غراہٹ تھی جیسے وہ کوئی اہم بات کرنے والا ہو۔

''میرے خیال میں اَب ہمارے درمیان کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس پر بات کر سکیں۔'' نورین نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہیں بہت ساری باتیں ہیں۔ تم چاہے ہمارے خاندان کا حصہ نہیں ہو لیکن لوگ تو سمجھتے ہیں۔ تم اگر سرِ عام محبت کی پینگیں بڑھاؤ گی تو لوگ ہمیں ہی طعنہ دیں گے نا---!'' وہ طنزیہ انداز میں کہتا چلا گیا تھا۔

''کیا بکواس کر رہے ہو تم---؟'' نورین نے خود پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔

''نورین! اَب اگر تم نے میرے ساتھ اس لہجے میں بات کی تو تمہارا سانس کھینچ لوں گا۔ میرے سامنے لفظ سنبھال کر بات کیا کرو---''

وجاہت نے غراتے ہوئے کہا تو وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

''میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں اور اگر تم میں اتنی جرأت ہے کہ میری سانس بند کر سکو تو پھر ڈرتے کس بات سے ہو کر دو میری سانسیں بند---''

''نہیں میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں ماروں گا۔ ابھی تو میں نے تمہیں اپنے قدموں پر گڑگڑاتے ہوئے دیکھنا ہے تم موت چاہو گی اور

مَیں تمہیں سسکتا ہوا دیکھوں گا--- خیر‘ اس وقت تو مَیں تم سے فقط یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم اُس لڑکے فرید کے ہاتھوں بلیک میل کیوں ہو رہی ہو؟‘‘

’’مَیں--- مَیں بلیک میل ہو رہی ہوں---؟‘‘ نورین نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

’’وجاہت! جاؤ‘ پہلے کسی پر الزام لگانا سیکھو پھر مجھ سے بات کرنا--- مَیں پہلے بھی ایسے الزامات سُن رہی ہوں‘ مجھے یقین تھا کہ تم ہی یہ خباثت پھیلا رہے ہو اور آج یہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میری جاسوسی بھی کرتے ہو۔‘‘

’’جاسوسی نہیں‘ مَیں تمہاری حرکتوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تم کس کے گھمنڈ پر اتنا اُونچا بولتی ہو---؟‘‘ وجاہت نے اُس پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

’’بہتر یہی ہے‘ وجاہت! تم میرے راستے میں مت آؤ--- آخر مَیں نے تم لوگوں کا بگاڑا کیا ہے؟‘‘

نورین نے ایک دَم سے روہانسو ہوتے ہوئے کہا تو وجاہت نے تیزی سے پوچھا۔

’’تم ہمارا بگاڑ بھی کیا سکتی ہو--- مَیں تو بس اتنا پوچھ رہا ہوں کہ تم نے فرید کو چیک کیوں دیا‘ کیا تعلق ہے تمہارا اُس سے---؟‘‘

’’مَیں تمہیں یہ بتانے کی پابند نہیں ہوں۔‘‘ نورین نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

’’چلو نہ سہی مگر حسن اینڈ کمپنی کی دولت اپنے والدین پر کیوں لٹا رہی ہو؟‘‘

وجاہت نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ چونک گئی‘ اسی لیے حیرت سے بولی۔

’’تم اُن کے بارے میں بھی جانتے ہو؟‘‘

’’ہاں‘ اُن کے متعلق بھی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اُن پر بے دریغ دولت خرچ کر رہی ہو۔ تمہارا اپنا مال ہوتا نا‘ تو مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن---‘‘

اِس نے کہنا چاہا تو نورین ایک دَم سے بپھرتے ہوئے بولی۔

’’آگے ایک لفظ بھی مت کہنا‘ وجاہت! بہت ہو چکا--- مَیں نے حسن اینڈ کمپنی کو وقت دیا ہے‘ یہاں پر محنت کی ہے اور آج تک یہاں سے کچھ نہیں لیا۔ مَیں نے اپنا حق لیا ہے‘ تمہاری طرح نہیں جو اپنے باپ کی وجہ سے اس کی کمائی پر عورتوں کی طرح بیٹھے کھا رہے ہو۔ تم عاصمہ جیسی عورتوں کو بغیر محنت کے تنخواہ دلوا سکتے ہو مگر میرا ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے--- سب کچھ میرے سامنے ہو رہا ہے‘ وجاہت! جانتی ہوں کہ تم اور تمہارا باپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں---‘‘

’’ہم چاہے جو مرضی کریں‘ کمپنی ہم چلا رہے ہیں‘ تم نہیں۔ تم یہاں پر فقط ایک ملازم ہو اور ملازم اپنے مالکوں کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہوئے اچھے نہیں لگتے‘ اُنہیں سزا ملتی ہے۔‘‘ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

’’یہی تو غلط فہمی ہے تمہیں اور تمہاری ماں کو وہ خود کو اس بزنس کا مالک سمجھتے ہیں لیکن تمہارا باپ بھی میری طرح ہی کا ایک ملازم ہے۔ ایک ملازم اگر مالک ہونے کا دعویٰ کرے تو چور‘ بددیانت اور خائن ہوتا ہے۔ نہیں یقین تو اپنے باپ سے پوچھنا---‘‘ نورین نے کہا اور غضب ناک نگاہوں سے وجاہت کو دیکھا‘ وہ غصے میں اُس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا‘ تب وہ بولی۔ ’’ہٹو‘ جانے دو---‘‘

یہ کہتی ہوئی وہ ایک طرف سے ہو کر اپنے کیبن سے باہر آ گئی۔ اُس کا دماغ سلگ رہا تھا وہ اپنے کردار کے بارے میں مختلف افواہیں سنتی آ رہی تھی' آج اُسے یقین ہو گیا تھا کہ ایسی باتیں کون کر رہا ہے۔ وہ اس سلگتے ہوئے دماغ کے ساتھ پارکنگ میں آ گئی--- سہ پہر ڈھلنے کو تھی اور شام کے سائے پھیل رہے تھے جب وہ وہاں سے نکلی اور اپنے والدین کے گھر پہنچ گئی۔ اس دن عالیہ کی مہندی تھی۔ وہ جب گھر میں پہنچی تو وہاں پر اچھا خاصا ہنگامہ ہو رہا تھا۔ عالیہ مایوں کا جوڑا پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک طرف لڑکیاں ڈھولک بجا رہی تھیں۔ اُس کے جاتے ہی بہت ساری عورتوں نے اُسے گھیرے میں لے لیا۔ کئی عورتوں نے اُسے دیکھا نہیں تھا' بس نام ہی سنا تھا' یوں اچھا خاصا ہلہ گلا رہا۔ مہندی کی رسم نبھاتے کافی دیر ہو گئی۔ وہ فون کر کے ماما کو بتا دینا چاہتی تھی کہ وہ ذرا دیر سے آئے گی مگر اُسے فون مسلسل انگیج مل رہا تھا' یوں جیسے اُس پر سے ریسیور ہٹا دیا گیا ہو۔ اُس کا رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا' وہ مضطرب ہوتی چلی گئی۔ اُسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ بات ہو جاتی تو اُسے اطمینان ہو جاتا تب وہ بے سکونی کی سی کیفیت میں اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''اماں! اَب مَیں چلتی ہوں' بہت دیر ہو گئی ہے۔'' اُس کے لہجے میں اضطراب تھا۔

''اَب تم کہاں جاؤ گی یہیں رہ جاؤ--- صبح بارات آئے گی' تمہاری بہن کی شادی ہے' بہت سارے لوگ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔'' سلمیٰ نے اپنائیت سے کہا۔

''نہیں' اماں! مَیں رات نہیں رہ سکتی۔''

''کیوں نہیں رہ سکتی ہو؟--- دیکھو سب خوش ہیں' تمہارے ہونے سے یہ رونقیں مزید بڑھ جائیں گی۔'' سلمیٰ نے حسرت سے کہا۔

''اماں! تم سمجھتی نہیں ہو مَیں تمہیں پھر سمجھاؤں گی۔ اَب مَیں چلتی ہوں--- ابا کہاں ہیں' وہ مجھے گاڑی نکلوا دیں۔''

''وہ باہر ہی اُدھر آدمیوں میں ہوں گے--- مَیں تو کہتی ہوں' رات رہ جاؤ۔'' سلمیٰ نے نجانے کیوں اصرار کیا۔

''نہیں' اماں! سمجھا کرو' مجھے جانا ہے۔'' اُس نے ضدی سے لہجے میں بے سکون ہوتے ہوئے کہا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی تبھی قریب ہی اُسے بلال دکھائی دیا۔ نورین نے اشارے سے اُسے بلایا' وہ قریب آیا تو بولی۔ ''بلال! آؤ میرے ساتھ' میری گاڑی نکلواؤ۔''

''چلو باجی---!'' اِس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے فوراً کہا۔

''اچھا جیسے تمہاری مرضی' پر صبح جلدی آ جانا۔ ہم تمہارا انتظار ہی نہ کرتے رہیں۔'' سلمیٰ نے اُس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے کہا۔

''مَیں وقت سے پہلے آؤں گی--- اچھا' اللہ حافظ---!'' وہ بولی۔

''اللہ حافظ' بیٹی---!'' سلمیٰ نے کہا اور اُسے جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ نورین نے مسکراتے ہوئے گھر پر نگاہ ڈالی اور پھر تیزی سے باہر کی جانب چل دی۔

نورین اپنی گاڑی میں تیزی سے واپس گھر کی جانب جا رہی تھی۔ سامنے سیکورٹی بیریئر آنے پر اُس نے کار کی رفتار کم کر لی' پھر رُک گئی۔ بیریئر نے سڑک روکی ہوئی تھی مگر اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا تب اچانک اُس کے آگے پیچھے دو گاڑیاں آ کر رُک گئیں۔ اس

سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی' ان دونوں کاروں میں سے چند آدمی نکلے۔ اُن سب کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے۔ اِن میں سے ایک نے قریب آ کر ریوالور اُس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

''کون ہو تم لوگ---کیا چاہتے ہو؟'' اُس نے اگرچہ پراعتماد لہجے میں کہا لیکن خوف صاف ظاہر ہو گیا تھا۔

''باہر آؤ---'' اس نے تیزی سے کہا۔

''نہیں' میں باہر نہیں آؤں گی' تمہیں جو چاہئے' وہ لے لو'' اُس نے پرس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''باہر آؤ---سنا نہیں؟'' اِس نے پھنکارتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی دروازہ کھول دیا۔ ''تمہیں ہمارے ساتھ جانا ہوگا---چلو'' یہ کہتے ہوئے اِس نے نورین کو بازو سے پکڑا اور کھینچ کر نیچے اُتار لیا۔ اُس نے مزاحمت کی تو پاس کھڑے دوسرے شخص نے ریوالور اُس کے سر پر دے مارا۔ نورین لہراتی ہوئی بے ہوش ہوتی چلی گئی۔ اُنہوں نے پیچھے کھڑی کار میں اُسے ڈالا اور چل دیئے۔ نورین کی گاڑی وہیں کھڑی رہی۔

☆☆☆

رات گہری ہوتی چلی جا رہی تھی' وقت بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ شائستہ بیگم مضطرب سی کبھی کلاک کو دیکھتی اور کبھی پاس کھڑی صفیہ کو---اُس کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی جیسے وہ اپنی نیند پر قابو نہ رکھ پا رہی ہو۔ وہ خود کو جگائے رکھنا چاہتی تھی۔ اُسے نیند کا جھونکا آیا تو سر جھٹکتے ہوئے صفیہ سے بولی۔

''اتنی رات ہو گئی لیکن نورین ابھی تک نہیں آئی---پتہ نہیں کدھر چلی گئی ہے؟''

''بیگم صاحبہ! میں تو اُنہیں فون کر کے تھک چکی ہوں' اُن کا فون ہی بند جا رہا ہے۔'' اس نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ جب بھی باہر جاتی ہے' اپنا فون کیوں بند کر دیتی ہے حالانکہ اُسے پتہ ہے کہ میں کتنا پریشان ہو جاتی ہوں۔'' اُس نے خمار آلود لہجے میں کہا۔

''بیگم صاحبہ! آپ یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔ چھوٹی بی بی جب چاہیں گی تبھی واپس آئیں گی---ویسے بھی آپ نے دوا کھا لی ہے۔ اگر نیند نہ آئی تو طبیعت بھی خراب ہو سکتی ہے اِس لیے آپ سو جائیں۔''

''نیند تو مجھے بہت آ رہی ہے مگر یہ نورین---''

''آ جائیں گی' آپ سو جاؤ۔''

صفیہ نے کمبل درست کرتے ہوئے کہا تو شائستہ بیگم لیٹتے ہوئے بولی۔

''آ لینے دو آج اُس کو---آج کے بعد یہ کہیں نہیں جائے گی۔''

''آپ سو جائیں' میں جاگ رہی ہوں۔ وہ جیسے ہی آئیں' میں آپ کو جگا دوں گی۔ آپ سو جائیں ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی۔'' یہ کہتے ہوئے اِس نے شائستہ بیگم کو لٹا دیا۔ وہ کچھ دیر تو نیند سے لڑتی رہی پھر غافل ہو گئی۔

☆☆☆

ایک انسان کے غافل ہو جانے سے دُنیا کا کاروبار تو نہیں تھم جاتا---شہر پر رات اُتری ہوئی تھی۔ سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھی' جلتے بجھتے سائن بورڈ اپنی رنگینی دِکھا رہے تھے۔ گھروں کی چار دیواری میں کہیں خاموشی تو کہیں سرگوشیاں تھیں۔ ایک ہی شہر میں' ایک ہی وقت میں نجانے کتنے لوگ کتنے جذبات اور کیفیات سے گزر رہے تھے۔ ایسے میں باسط اور فرید بھی ایک دوسرے کے آمنے سامنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر پہلے باسط چائے بنا کر لایا تھا' ایک مگ فرید کو دے کر وہ خود بھی چائے پینے لگا۔

''فرید صاحب! کن خیالوں میں ہو' غم جہاں ہے یا تصوّر جاناں کیے بیٹھے ہو--- مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے اس دُنیا ہی میں نہیں ہو؟''

فرید اس کے طنزیہ انداز پر دھیرے سے مسکرایا' پھر تحمل سے انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔

''نہ غم جہاں ہے اور نہ ہی تصوّر جاناں--- یہاں تو معاشی مسائل پر غور و فکر ہو رہا ہے۔ خیالوں میں جذبات نہیں' ہندسے اُبھر رہے ہیں۔''

''یار! تم نے محسوس نہیں کیا کہ جب سے ہم اس گھر میں آئے ہیں' پریشانیاں ہی پریشانیاں ہمارے ارد گرد جمع ہو گئی ہیں۔ ایک سے جان چھوٹتی ہے تو دوسری سے سامنا ہو جاتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے عاصمہ کی ذمے داری الگ پڑ گئی ہے۔ چلو' اُسے تو امی نے سنبھال لیا--- یہاں کچھ عجیب سا نہیں ہو رہا ہے ہمارے ساتھ؟'' باسط نے اُس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے یار' وہم نہیں کرتے۔'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے خاموش رہا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا ''میں دراصل یہ سوچ رہا تھا کہ صبح دفتر میں ہر کسی کو تنخواہ ملے گی' مطلب پے سلپ--- کیا مجھے ملے گی یا نہیں؟ اِسی کے متوقع امکانات پر غور کر رہا تھا۔''

''فرض کیا' تمہیں پے سلپ نہیں ملتی پھر تم کیا کرو گے؟'' باسط نے یونہی بات بڑھا دی۔

''پھر---'' فرید نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''پھر میں یہ کروں گا کہ نورین کا دیا ہوا چیک کیش کراؤں گا۔ اِس طرح ہمارے پاس اتنے پیسے آ جائیں گے کہ کم از کم دو ماہ کا خرچہ تو نکل ہی جائے گا اور میں اس دوران کوئی نہ کوئی جاب ضرور تلاش کر لوں گا۔''

''تو پھر اِس میں اِتنا پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے؟'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''یار! معاملہ کچھ بھی ہو' وہ ایک عورت کے دیئے ہوئے روپے ہیں۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میں اُنہیں اپنی ذات پر خرچ کروں اس لیے میں نے اَب تک وہ چیک کیش نہیں کروایا تھا لیکن اگر مجبوری ہوئی تو---'' وہ کہتے کہتے رُک گیا۔

''یہاں پھر ایک نئی بحث ہے' میرے یار! تم اُسے ایک عورت ہی خیال کرتے ہو یا پھر دوست سمجھتے ہو؟'' باسط مسکراتے ہوئے یوں بولا جیسے وہ کوئی خاص بات کہنا چاہ رہا ہو۔

''میں سمجھتا ہوں جو تم کہنا چاہ رہے ہو' خیر--- جہاں تک تمہارے سوال کا جواب ہے تو اس پر میں اتنا ہی کہوں گا کہ وہ میری دوست ہے اور اُس نے ایسے ہی کسی آڑے وقت کے لیے مجھے وہ چیک دیا تھا۔''

''ایک بات کہوں---؟'' باسط نے سوچتے ہوئے لہجے میں کہا تو فرید خاموش رہا' اس لیے وہ کہتا چلا گیا۔ ''نورین ایک اچھی لڑکی ہے۔ باوجود اختلاف کے اُس نے تمہارے ساتھ اچھا رویہ رکھا۔ اگر کہیں بات بڑھتے بڑھتے---''

''اونہیں' یار! ایسا سوچنا بھی نہیں--- ہم مڈل کلاس کے لوگ خواب تو ضرور دیکھتے ہیں لیکن ایسے بھی نہیں جو حقیقت سے ماورا ہوں۔ خواب دیکھتے ہوئے بھی ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کون سی شے ہماری دسترس میں ہو سکتی ہے اور کون سی نہیں--- نورین ذرا اوپر کی چیز ہے' میری رسائی وہاں تک نہیں ہے۔'' فرید نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''کیا تم قسمت پر یقین رکھتے ہو---؟''

''ہاں' رکھتا ہوں لیکن اتنا بھی نہیں کیونکہ اگر قسمت ہم پر مہربان ہوئی نا' تو ہمیں اتنی سوچیں بھی نہ دیتی کہ ہم نے آئندہ آنے والے دن کیسے گزارنے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے لیے اتنا لمبا انتظار نہ کرتے---'' وہ یاسیت سے بولا۔

''لیکن ایک بات تمہارے ذہن میں رہنی چاہئے' فرید! یہ جو محبت ہوتی ہے نا' اس میں اتنا کچھ نظر انداز ہو جاتا ہے کہ بندہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ جو اسٹیٹس کا فرق ہوتا ہے نا' یہ بھی نہیں رہتا۔'' اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں' باسط! یہ فرق ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ یہ ایک ایسی لکیر ہے جسے نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ختم کیا جا سکتا ہے--- میں مانتا ہوں کہ محبت میں سب دوریاں ختم ہو جاتی ہیں لیکن ہمارے معاشی اور معاشرتی سیٹ اپ اسے قبول نہیں کرتا۔ یہاں ہم قسمت کو دوش نہیں دے سکتے کہ ہمارے مقدر میں ایسا ہی لکھا تھا۔ دکھائی دینے والی شے سے نگاہ چرانا احمقانہ فعل ہے۔'' وہ بھرپور انداز میں دلیل دیتے ہوئے بولا۔

''میں تم سے بحث نہیں کرتا لیکن اگر نورین بھی تمہاری طرف بڑھے' پیش قدمی کرے تو پیچھے مت ہٹنا۔ ممکن ہے' وہ تمہاری قسمت ہو۔'' باسط نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے گہرے انداز میں کہا۔

''میں حقیقی دنیا میں رہنے والا حقیقت پسند انسان ہوں' یہ تم بھی جانتے ہو--- خیر' رات بہت ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں اب ہمیں سو جانا چاہئے۔'' فرید نے اُٹھتے ہوئے کہا' شاید وہ اس بحث سے بچنا چاہتا تھا۔

''جیسے تمہاری مرضی---'' باسط نے کاندھے اُچکاتے ہوئے کہا اور گود میں دھرے میگزین کی جانب متوجہ ہو گیا۔

فرید واقعتاً اس بحث ہی سے نہیں' ایسے خیالوں سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر گیا تو یہ مختلف خیالات اُسے ستانے لگے' اُس نے بڑی مشکل سے انہیں دُور بھگایا اور سونے کی کوشش کرنے لگا--- صبح جب وہ دفتر کے لیے نکلا تو باسط سو رہا تھا۔ وہ آفس پہنچا تو معمول کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیشئر اُس کے پاس آیا اور پے سلپ دے کر چلا گیا۔ فرید کے من میں خوشی اُتر گئی' وہ سوچنے لگا کہ ایسے حالات میں بھی باس نے اُس کی تنخواہ بند نہیں کی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ میرے بارے میں اچھا سوچ رہا ہے۔ انہی لمحات میں باسط کا فون آ گیا۔

''ہاں بولو' کیا بات ہے---؟'' اُس نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''کہاں ہو تم---؟'' اس نے پوچھا۔

''میں آفس میں ہی ہوں' ابھی نکل رہا ہوں چیک کیش کروانے---'' اُس نے بتایا۔

''نورین کا چیک---؟'' باسط نے پھر پوچھا۔

''نہیں اپنی تنخواہ کا چیک---شکر ہے نورین کا چیک کیش کروانے سے بچ گیا---تم کہو فون کس لیے کیا تھا؟''

''میں دفتر میں آیا ہوں تو یہاں حسن اینڈ کمپنی کی مالک شائستہ بیگم کے گھر میں ڈکیتی کی واردات کی خبر گرم ہے' اُس کے ہاں ڈکیتی ہوگئی ہے۔'' باسط نے بتایا۔

''ڈکیتی---وہ کب---کیسے---؟'' فرید نے حیرت سے پوچھا۔

''ابھی تو اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ رات کے آخری پہر' شاید اس وقت جب ہم باتیں کر رہے تھے---ویسے مجھے زیادہ تفصیل کا نہیں پتہ' میں نے تمہیں فون اس لیے کیا ہے کہ نورین سے رابطہ کر کے افسوس کر لو وہیں سے تفصیل بھی معلوم ہو جائے گی۔''

''او کے' میں پتہ کرتا ہوں---اور ہاں' میں واپس آفس نہیں آؤں گا بلکہ گھر ہی چلا جاؤں گا۔ تم جلدی آ جانا۔'' فرید نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک آ جاؤں گا---اللہ حافظ!''

باسط نے کہا اور فون بند کر دیا---فرید چند لمحے سوچتا رہا پھر اپنے سیل فون پر نورین کے نمبر ملانے لگا۔ وہ بار بار کوشش کرتا رہا لیکن ہر بار اُسے فون بند ہی ملا۔ اُس نے جھنجھلاتے ہوئے فون بند کر دیا' پھر جیب میں رکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''یہ اُس کا فون کیوں بند ہے---پتہ نہیں کہاں ہے؟''

☆☆☆

حسن لاج کے ڈرائنگ روم میں بہت سارے لوگ جمع تھے۔ ایک طرف بیٹھی سائستہ بیگم کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا۔ اُس کے قریب ہی وقار احمد اور فاخرہ بیگم بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف صفیہ کھڑی تھی۔ ان سب کے درمیان خاموشی تھی' تبھی فاخرہ بیگم نے گلوگیر لہجے میں پوچھا۔

''یہ سب کیا ہو گیا' شائستہ بھابی! آپ کو بھی پتہ نہیں چلا' کب وہ لوگ ڈکیتی کر کے چلے گئے---یہ نورین کہاں ہے' اَب تک دکھائی نہیں دی؟''

''وہ---نورین بی بی تو رات سے ہی گھر میں نہیں آئیں۔''

صفیہ تیزی سے بولی تو فاخرہ بیگم نے حیرت سے کہا۔ ''رات ہی سے گھر نہیں---یہ کیا کہہ رہی ہو تم---؟''

''وہ کل شام باہر گئی تھیں' اُنہوں نے اپنا فون بند کیا ہوا تھا' رات گئے تک بیگم صاحبہ نے اُن کا انتظار کیا' پھر وہ سو گئیں۔ جب تک میں جاگ سکی تھی' میں جاگتی رہی پھر صبح پتہ چلا کہ یہ---ڈکیتی---'' وہ آخری لفظ کہتے ہوئے خاموش ہو گئی۔

''کہیں یہ نورین---؟''

فاخرہ بیگم نے شدتِ حیرت سے کچھ کہنا چاہا مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے کوئی بات کہتی' پولیس آفیسر اور اس کے ماتحت عملے کے لوگ وہیں آ گئے۔ پولیس آفیسر نے بڑے احترام سے شائستہ بیگم کو بتایا۔

''ہم نے اپنے طور پر ایک فہرست بنائی ہے لیکن صحیح نقصان کا اندازہ تو آپ ہی لگا سکیں گی' آپ یہ فہرست دیکھ لیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے کلپ بورڈ آگے بڑھا دیا۔

''آفیسر! اس وقت میں ذہنی طور پر بالکل ماؤف ہوں' کچھ بھی نہیں کہہ سکوں گی۔''

شائستہ بیگم نے بے چارگی سے کہا تو وقار احمد جلدی سے بولا۔

''فاخرہ! تم اِن کو اندر کمرے میں لے جاؤ' کہیں ان کی طبیعت ہی نہ خراب ہو جائے بلکہ ڈاکٹر کو بلوا لو۔ میں یہ سب دیکھ لیتا ہوں---''

''آئیں بھابی---!''

فاخرہ بیگم نے جلدی سے اُٹھتے ہوئے کہا' پھر اسے مدد دے کر اُٹھاتی ہوئی اندر کی جانب چل دی' صفیہ بھی انہی کے ساتھ چل پڑی۔ وہ چلی گئیں تو پولیس آفیسر نے وقار احمد سے کہا۔

''میں نے موقعہ دیکھ لیا ہے' یہ ڈکیتی بہت سوچی سمجھی پلاننگ کے ساتھ ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی کنڈی نہیں ٹوٹی۔''

اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ تبھی ایک دوسرا پولیس والا ہاتھ میں کلپ بورڈ لیے ان کے قریب آ گیا۔

''سر! میں نے ملازمین سے بیان لیے ہیں۔ چوکیدار کو بے ہوش کر کے باندھا گیا تھا' وہ صرف اتنا دیکھ سکا کہ چند نقاب پوش ایک طرف سے اندر آئے اور اسے سر میں ضرب لگا کر بے ہوش کر دیا پھر جب اسے ہوش آیا تو وہ بندھا ہوا تھا۔''

''اور باقی ملازمین---؟'' پولیس آفیسر نے پوچھا۔

''مالی اور ڈرائیور دونوں اپنے اپنے کوارٹروں میں سو رہے تھے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''وقار صاحب! اِس واردات میں ابھی تک کوئی ایسا سراغ یا اِشارہ نہیں ملا جس سے تفتیش کا رُخ متعین ہو سکے لیکن ہم بہت جلد اس کا سراغ لگا لیں گے۔ یہ بات طے ہے کہ اس ڈکیتی میں کوئی ایسا شخص ضرور ملوث ہے جو اس بنگلے کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے۔''

''ایک اور بات بھی ہے' آفیسر---!'' وقار احمد نے سنجیدگی سے کہا۔ ''کل شام سے شائستہ بیگم کی لے پالک نورین بھی غائب ہے۔ ظاہر ہے' وہ خونی رشتہ تو نہیں رکھتی مگر اُس کا غائب ہو جانا بھی تو کوئی معمولی بات نہیں ہے لیکن ہے' اُسے غائب کر دیا گیا ہو یا وہ--- میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' وقار احمد نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ہاں' یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اِس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے--- خیر' کیا آپ ایف آئی آر کے لیے ہمارے ساتھ آ رہے ہیں؟'' پولیس آفیسر نے پوچھا۔

''ہاں ہاں' کیوں نہیں--- میں آتا ہوں۔'' اُس نے کہا' پھر دھیرے سے بولا۔ ''اصل میں' آفیسر! شائستہ بیگم ایک بیمار خاتون ہیں۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ وہ انتہائی شاک میں تھیں۔ آپ اس کیس کے سلسلے میں مجھ سے ہی رابطہ رکھیں' میں آپ سے ہر ممکن تعاون کروں گا۔''

''ٹھیک ہے' میں چلتا ہوں پولیس اسٹیشن' آپ آ جائیں---''

آفیسر نے کہا اور وقار احمد سے ہاتھ ملا کر باہر کی جانب چل دیا۔ اسکے پیچھے ہی عملہ چلا گیا' تب وقار احمد کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

اس دن سلمیٰ کا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ عالیہ کی بارات آئے کافی دیر ہو چکی تھی اور نکاح کے بعد وہ کھانا بھی کھا چکے تھے یہاں تک کہ سہ پہر ہونے کو آ گئی لیکن رُخصتی کے کہیں آثار نہیں تھے۔ کئی بار سلمیٰ کو رُخصتی کے بارے میں کہا جا چکا تھا مگر وہ نورین کے انتظار میں تھی۔ تبھی ایک لڑکی نے اُسے کہا کہ عالیہ بلا رہی ہے۔ وہ غم زدہ سی اُٹھی اور اندر کمرے میں بیٹھی عالیہ کے پاس چلی گئی اور اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہاں بول' پتر عالیہ! کیا بات ہے' تو نے مجھے بلایا؟''

''اماں! نورین ابھی تک نہیں آئی؟'' عالیہ آزردہ سے لہجے میں بولی۔

''ہاں' بیٹی! اُس کی راہیں دیکھ دیکھ کر تو میری آنکھیں بھی پتھرا گئی ہیں۔ ہر کوئی اُسی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ اب تو ہی بتا' میں انہیں کیا جواب دوں؟'' سلمیٰ بڑے دُکھ سے بولی۔

''اُسے فون ہی کر دیا ہوتا---نمبر تو تھا آپ کے پاس---؟'' عالیہ تیزی سے بولی۔

''تیرا باپ اور بلال کئی بار جا کر فون کرنے کی کوشش کر چکے ہیں مگر اُس کا فون ہی بند ہے۔'' سلمیٰ نے روہانسو لہجے میں کہا۔

''وہ کیوں نہیں آئی' اماں---؟'' عالیہ جیسے رو دینے والی تھی۔

''اب میں کیا بتاؤں' بیٹی! اُسی کے انتظار کی وجہ سے تو رُخصتی میں اتنی دیر ہو رہی ہے۔'' سلمیٰ نے کہا۔

''میں بڑا بوجھ محسوس کر رہی ہوں' اماں! مجھے دُلہن کے روپ میں دیکھنے کا اُسے کتنا ارمان تھا۔ اُسی کی وجہ سے تو میں---'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

''پتہ نہیں' اُس کی مرضی کیا ہے۔ وہ کیوں نہیں آئی؟''

سلمیٰ نے اپنی بیٹی کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ لفظ اُس کے منہ ہی میں تھے کہ زینب واپس آ گئی اور اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آئے ہائے' سلمیٰ! میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ رہی ہوں اور تم یہاں بیٹی باتیں کر رہی ہو۔''

''ہاں بولو' بہن! کیوں ڈھونڈ رہی تھیں مجھے---؟''

''وہ نا' باہر مردانے سے کئی بار پوچھا جا چکا ہے کہ رُخصتی میں اب کتنی دیر ہے۔ اب بتاؤ' میں انہیں کیا جواب دوں---ویسے بھی اب دیر کس بات کی ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''زینب! نورین ابھی تک نہیں آئی' اللہ جانے کہاں رہ گئی ہے اور یہ نمانی اُسی کا انتظار کر رہی ہے۔'' سلمیٰ دھیرے سے بولی۔

''اب اور کتنی دیر انتظار کرو گی' بیٹی! اگر اُسے آنا ہوتا تو وہ اب تک آ چکی ہوتی---دیکھ' بیٹی! اُدھر گھر میں سو کام پڑے ہیں۔ میرے خیال میں اب زیادہ انتظار مناسب نہیں ہے۔''

زینب نے سمجھاتے ہوئے کہا تو عالیہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ زینب نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ مزید شدت سے رونے لگی۔ یہاں تک کہ اُس کی ہچکیاں بندھ گئیں' تب سلمیٰ نے روتے ہوئے کہا۔

''بس کر میری بیٹی! مت رو---اللہ جانے نورین کو کیا ہوا ہے جو وہ نہیں آ سکی۔ کوئی ایسی مجبوری آن پڑی ہوگی جو وہ اس موقع پر نہیں پہنچ سکی۔

''چل بیٹی! اب اُٹھ---''

زینب نے کہا اور پھر اُسے سہارا دے کر اُٹھانے لگی۔ ایسے میں رفیق اندر آیا تو اُسے اُٹھتا دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ عالیہ اُس کی طرف دیکھ کر روتے ہوئے بولی۔

''ابا! نورین نہیں آئی---''

''نہیں بیٹی!---اب چلو باہر سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔''

رفیق نے دھیرے سے کہا تو عالیہ اُس کے گلے لگ کر رونے لگی۔ سلمیٰ اور زینب نے اسے الگ کیا اور باہر کی طرف جانے لگیں۔ تبھی اس کے ساتھ بیٹھی لڑکیاں بھی باہر کی طرف آ گئیں جہاں صحن میں سارے لوگ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر مختلف رسموں اور ڈھیر ساری دُعاؤں کے ساتھ عالیہ کو رُخصت کر دیا گیا۔ ہر بندے کے ذہن میں یہی تھا کہ اس قدر اچھے انداز میں رُخصتی تبھی ہو سکی ہے کہ نورین نے اِن کا ساتھ دیا تھا۔ دھیرے دھیرے آئے ہوئے مہمان بھی رُخصت ہو گئے اور دن ڈھلے تک وہی گھر میں تنہا رہ گئے۔

''دیکھ بلال کے ابا! ایک عالیہ کے جانے سے گھر میں کتنی ویرانی ہو گئی ہے۔ لگتا ہے جیسے ساری رونق ہی وہ اپنے ساتھ لے گئی ہے۔'' سلمیٰ بولی۔

''ہاں---'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بعد بولا۔ ''پر شکر کر و رَبّ سوہنے کا' بیٹی! عزت سے رُخصت ہو گئی ہے پر دُکھ اِس بات کا ہے کہ تیری بڑی بیٹی' عالیہ کے رُخصت ہوتے ہی چلی گئی۔ ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہری۔'' رفیق نے دھیرے سے کہا۔

''دُکھ کس بات کا؟---بیٹیاں تو اپنے ہی گھر میں اچھی لگتی ہیں۔ اُس کی ساس بہت بیمار ہے اِسی لیے تو اُس کا شوہر بھی نہیں آیا۔''

''اماں! نورین باجی بھی تو نہیں آئی نا' سارے لوگ پوچھ رہے تھے۔'' بلال نے دھیرے سے کہا۔

''اُس کے نہ آنے کا کوئی غم نہیں ہے۔ اُس نے ہی ہمارا ساتھ دیا تو عالیہ کو اِتنے اچھے انداز سے رُخصت کر سکے۔ ورنہ ہم تو قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ اَب پتہ نہیں اُس بے چاری کی کیا مجبوری تھی جو نہیں آ سکی۔'' رفیق نے تیزی سے کہا۔

''اَب آئے گی نا' تو پوچھوں گی---ویسے کل رات مہندی پر بھی وہ بہت پریشان تھی' میرے روکنے کے باوجود وہ چلی گئی---میں نے اُسے رُک جانے کے لیے بہت کہا تھا پر وہ بہت ہی پریشان تھی' جلدی چلی گئی---'' یہ کہتے ہوئے وہ ایک دَم چونکی' پھر محمد رفیق کی جانب دیکھ کر کہا۔

''بلال کے اَبا! سب لوگوں کا حساب تو کر دیا ہے نا' کسی کا کچھ دینا تو نہیں؟''

''نہیں' کسی کا ایک پیسہ بھی نہیں دینا۔ بس اَب تو رَبّ کا شکر ادا کر' اُس نے کس طرح ہماری عزت رکھی ہے کہ ایک بیٹی کی مدد سے دوسری بیٹی اپنے گھر رُخصت ہو گئی۔'' وہ بڑے تشکرانہ انداز سے بولا۔

''ہاں---سوہنے رَبّ کی بڑی کرم نوازی ہے---''

سلمیٰ نے کہا اور اُٹھنے لگی۔تبھی دروازے پر تیز دستک ہوئی۔رفیق نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا اور پھر اُٹھتے ہوئے بولا۔

''ربّ خیر کرے---کون ہو سکتا ہے؟''

وہ دروازے تک گیا اور کنڈی کھولتے ہوئے پوچھا کہ کون ہے؟ مگر باہر سے جواب نہیں آیا۔اُس نے دروازہ کھول دیا تو سامنے چند پولیس والے تھے' وہ داخل ہوتے چلے آئے تو رفیق نے تیزی سے کہا۔

''کیا بات ہے' تم لوگ یوں اندر کیوں گھسے چلے آ رہے ہو۔مجھے بتاؤ---؟''

''محمد رفیق تم ہی ہو---؟'' ایک حوالدار نے پوچھا۔

''ہاں مَیں ہی ہوں پر بات کیا ہے؟''

رفیق حیرت سے بولا۔تب اُس نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے پوچھا۔

''---اور نورین نامی لڑکی تمہاری ہی بیٹی ہے جو شائستہ بیگم کے پاس رہتی ہے۔''

اس کے یوں پوچھنے پر رفیق سمیت سلمیٰ بھی بُری طرح چونک گئی۔

''کیا ہوا میری بچی کو---؟'' وہ اضطراری انداز میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''وہ کہاں ہے---ہمیں وہ ڈکیتی کی واردات میں مطلوب ہے۔''

پولیس والے نے کہا تو وہ بھی چونک گئے۔

''ڈکیتی---؟'' سلمیٰ نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔''ڈکیتی کیسی' یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔میری نورین ایسی نہیں ہو سکتی' تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے---بلال کے اَبّا' انہیں بتاؤ نا---!''

''ہاں---ہاں' بتاؤ۔نورین کدھر ہے۔تم لوگوں نے اُسے کہاں چھپایا ہوا ہے؟'' پولیس والا دھاڑتے ہوئے بولا۔

''دیکھو' تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے---وہ رات مہندی پر آئی تھی اور پھر جلدی ہی چلی گئی۔آج سارا دن ہم اُس کا انتظار کرتے رہے ہیں لیکن وہ نہیں آئی۔سارے مہمان اُس کا انتظار کرتے رہے۔'' سلمیٰ نے تیزی سے کہا۔

''قانون اس قسم کی وضاحتیں نہیں سن سکتا---بیٹی تو تمہاری ہے نا! تھانیدار صاحب کا حکم ہے کہ رات ہونے سے پہلے پہلے اُسے پیش کر دو ورنہ---'' پولیس والے نے دھمکی لگائی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' رفیق نے پریشانی میں کہا۔

''وہی جو تم نے سنا ہے---ہم وارننگ دے کر جا رہے ہیں۔اُسے پیش کر دو ورنہ تم میں سے کسی نہ کسی کو ہمارے ساتھ جانا ہوگا۔''

یہ کہہ کر وہ چند لمحے اُس کی طرف دیکھتے رہے' پھر واپس مڑ گئے۔سلمیٰ نڈھال سی ہو کر چارپائی پر گر گئی تو بلال اُسے سنبھالنے لگا۔رفیق دھیرے دھیرے قدموں سے چلتا ہوا ایک دوسری چارپائی پر جا بیٹھا۔

''یہ کیا---ہوگیا ہے' بلال کے ابا!---نورین---ڈکیتی میں ملوث ہے؟''سلمٰی نے روتے ہوئے کہا۔

''اللہ جانے' یہ کیا معاملہ ہے---پتہ نہیں' وہ ہے کہاں---؟''

رفیق نے روہانسو ہوتے ہوئے کہا اور گردن جھکالی---گھر کی ویرانی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

اس کمرے میں اندھیرا گھرا تھا۔ چھوٹے سے اس کمرے میں لکڑی اور لوہے کی مختلف اشیاء کا کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ سیلن زدہ فرش پر پرانی سی دری تھی جس پر نورین آڑھی ترچھی لیٹی ہوئی تھی۔ وہ بے ہوش تھی۔ وہ اس وقت ہی ہوش وحواس سے بے گانہ کردی گئی تھی جب اُسے اغوا کیا گیا تھا' پھر اُسے ہوش آیا تو کسمسانے کے دوران ہی نیند کا انجکشن لگا کر پھر سے بے ہوش کردیا گیا۔ گہرے اندھیرے میں اس کی شناخت صرف کپڑوں سے ہو رہی تھی۔ اُسے پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ کب سے یوں بے ہوش پڑی تھی۔ اُس نے دِھیرے دِھیرے خود کو محسوس کیا اور پھر جیسے ہی اُس کے شعور میں آیا کہ وہ تو اغوا ہو چکی ہے' ایک دَم وہ ہوش میں آ گئی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا لیکن گھپ اندھیرے میں اُسے کچھ بھی دِکھائی نہیں دیا۔ اُس کے ماتھے سے خون کی ایک لکیر دائیں جانب سے ہوتی ہوئی ہونٹوں کے گوشے تک آ گئی تھی۔ کچھ لمحوں بعد جب اُس کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہو کر تھوڑا بہت دیکھنے کے قابل ہوئیں تو وہ گھبرا گئی' پھر بڑبڑاتے ہوئے بولی۔

''مَیں---میں---کہاں ہوں---؟''

اُس کا لہجہ خوف سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دِھیرے دِھیرے اُٹھی اور دروازہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگی' تبھی وہ دھک سے رہ گئی۔ دروازہ باہر سے بند تھا اُس نے کوشش کی مگر نہ کھلا' پھر وہ ہذیانی انداز میں پکارنے لگی۔

''کوئی ہے---کوئی ہے---دروازہ کھولو---کوئی ہے---؟'' وہ کافی دیر تک یونہی چیختے ہوئے پکارتی رہی مگر دروازہ نہیں کھلا' وہ خوف زدہ ہوگئی۔ پھر پلٹ کر کمرے کے وسط میں آ کر زور سے بولی۔ ''کوئی ہے---!''

اُس کی آواز گونج کر رہ گئی۔ کتنی ہی دیر تک وہ یونہی گھبراتے ہوئے خوف زدہ انداز میں چیختی رہی' تب اچانک دروازہ کھول گیا جس میں سے روشنی کی ایک لکیر کمرے میں دَر آئی۔ دروازہ میں موجود ہیولے کو وہ پہچان نہ سکی اُس نے مندی ہوئی آنکھوں سے دیکھا لیکن وہ جان نہ سکی کہ وہ کون ہے؟ تب وہ آگے بڑھا اور اُس نے لائیٹر جلایا جس میں نورین کو وجاہت کا چہرہ نظر آیا تو وہ شدتِ حیرت سے گنگ رہ گئی' پھر تھرتھراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''وج---جا---ہت---تم---تم نے مجھے اغوا کیا ہے---؟''

وجاہت اُس کی طرف دیکھتا رہا' پھر سوئچ بورڈ سے بٹن آن کردیا۔ کمرا روشنی سے بھر گیا' تب وہ بولا۔

''ارے نہیں' نورین! مَیں نے تمہیں اغواء تھوڑی کیا ہے' ایسے ہی چند دِنوں کے لیے مہمان بنا کر لایا ہوں۔ کوئی اعتراض ہے تمہیں تو بتاؤ---؟'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔

''وجاہت! یہ تم نے بہت بُرا کیا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تم نے مجھے اغواء کر کے اپنے لیے کتنی بڑی مشکل پیدا ہو کر لی ہے--- مجھے جانے دو۔''

نورین نے کافی حد تک اعتماد سے کہا۔ تب وہ اُس کا مذاق اُڑانے والے انداز میں بولا۔

''کیسے جانے دوں--- تمہیں تو آئے ابھی پہلا دن ہے۔ چند دن آرام سے رہو' ہمیں بھی مہمان نوازی کا موقع دو اور تم کیا سمجھتی ہو' میں نے جو اتنی محنت کی اور یہاں تک لے کر آیا ہوں تو کیا یہ سب اتنی آسانی سے تمہیں بھیج دینے کے لیے ہے؟''

''دیکھو' وجاہت! آج میری بہن کی شادی ہے' میرا آج وہاں جانا بہت ضروری ہے--- پلیز' مجھے جانے دو۔ میں سب کچھ بھول جاؤں گی''

''نہیں' نورین! اب تم یہیں رہو گی' کہیں بھی جانے کا نہیں سوچو گی۔ وہ تمہاری بہن تو اب رُخصت ہو کر چلی بھی گئی ہو گی۔ میں اُن کا بھی بندوبست کر چکا ہوں۔ مجھے صرف تمہارا ہی نہیں' اُن کا بھی خیال ہے---'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''تم اُنہیں کچھ نہیں کہو گے' سمجھے تم!--- اختلاف تمہارا اور میرا ہے' بات ہمارے درمیان ہی میں رہنی چاہیے۔ اُن کا کیا قصور؟''

''احمق ہو تم--- یہ میری مرضی ہے کہ میں کیا کروں گا--- خیر' تم یہاں آرام سے رہو۔'' وہ خبیث سی مسکراہٹ لیے بولا۔

''اگر اُنہیں کچھ ہو گیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔''

نورین نے دھاڑتے ہوئے کہا تو وجاہت نے انتہائی غصے میں اُس کی طرف دیکھا' پھر آگے بڑھ کر زوردار تھپڑ نورین کے منہ پر مار دیا۔

''اب اگر میرے سامنے اُونچی آواز میں بات کی نا' تو زبان کھینچ لوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ لحہ بھر اُس کی طرف دیکھتا رہا' پھر بولا۔''میں تمہارا ایسا بندوبست کرنے والا ہوں کہ تم کہیں کی نہیں رہو گی' میری بھی ہو جاؤ گی تو بھی نہیں--- بیوی تم میری ہی بنو گی لیکن اب میں تمہیں اپنی مرضی سے بیوی بناؤں گا۔''

''دیکھو' وجاہت! خدا کے لیے مجھے جانے دو--- ماما کو بہت دُکھ ہو گا' پتہ نہیں' اُن کی حالت کیا ہو گی--- رحم کرو' پلیز!'' نورین نے گڑگڑاتے ہوئے کہا' آنسو اُس کی گالوں پر بہہ رہے تھے۔

''یونہی گڑگڑاتی رہو' اچھی لگتی ہو---'' یہ کہہ کر اس نے نورین کے بال پکڑتے ہوئے منہ اُوپر کیا اور بولا۔''میں نے ساری زندگی تمہیں یہاں نہیں رکھنا' یہاں سے لے جاؤں گا مگر چند دن کے بعد--- آرام سے پڑی رہو گی یہاں تو کچھ کھانے کو بھی مل جائے گا ورنہ بھوکی پیاسی سسک سسک کے مر جاؤ گی اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا---''

''نہیں' وجاہت! تم ایسا نہیں کرو گے---'' وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''کون روکے گا مجھے---؟'' یہ کہہ کر اس نے نورین کی آنکھوں میں دیکھا اور انتہائی غصے میں نفرت سے بولا۔ ''پتہ نہیں' کس کی اولاد ہو تم؟ بہت عیش کر لی تم نے--- میں نے پیار سے سمجھانا چاہا تھا لیکن تم نہیں سمجھیں' اب تمہیں میں سمجھاؤں گا۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے نورین کو دھکا دیا تو وہ فرش پر جا گری۔ اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ اُس کے چوٹ لگی ہے یا نہیں؟--- نورین نڈھال نڈھال سی ہو کر گر گئی' اُسے ہوش نہیں رہا تھا جبکہ وجاہت نے باہر جا کر دروازہ لاک کر دیا۔

☆☆☆

وقار احمد نے انتہائی غصے میں فاخرہ بیگم کی جانب دیکھا اور بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔ وہ چہرے سے انتہائی پریشان لگ رہا تھا۔ اُس نے دوبارہ فاخرہ بیگم کی طرف دیکھا اور پھر کہتا چلا گیا۔

''میں نے جب روکا تھا کہ کوئی ایسی احمقانہ حرکت نہیں کرنی تو پھر بھی تمہارے بیٹے نے ایسا احمقانہ کارنامہ کر دکھایا۔ خدا کی پناہ! نورین کو اغواء کرلیا اُس نے --- ایسا کر کے اُس نے بہت بڑی غلطی کی ہے بیگم! جس کا خمیازہ اُسے بھگتنا پڑے گا۔ میں نورین کو بزنس سے بڑی آسانی سے باہر نکالنے کا پلان شروع کر چکا تھا اور دو چار ہفتوں میں وہ باہر ہوتی لیکن غضب خدا کا' نورین کا اغواء کرلیا اُس احمق نے ---''

''پر اَب کریں تو کیا کریں --- اَب یہ بات کسی کو بتا بھی نہیں سکتے۔'' فاخرہ بیگم نے کہا۔

''اُس نے اغواء کرنے کی احمقانہ کوشش ہی نہیں کی بلکہ حسن لاج میں ڈکیتی بھی اُسی نے کروائی ہے۔ یہ سب ایک پلان سے کیا ہے اُس نے --- اَب آگے وہ کیا گل کھلانے والا ہے' یہ وہی جانے۔ شائستہ بیگم کو معلوم ہوگیا کہ یہ سب کیا دھرا تمہارے بیٹے کا ہے تو ہم آؤٹ ہوں گے اس بزنس سے --- ایسی اولاد سے تو نہ ہونا اچھا تھا۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں' اکلوتی اولاد ہے ہماری ---'' فاخرہ نے دُکھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بکواس بند کرو --- ایسی ذلیل کر دینے والی اولاد سے اچھا تھا کہ میں بے اولاد ہی رہتا --- اَب تم ہی بتاؤ' اتنی بڑی مجرمانہ حرکتوں پر میں کیسے پردہ ڈالوں ---؟'' وہ انتہائی پریشانی میں بولا۔

''کچھ کرو وقار! ورنہ سب کچھ تباہ ہو کر رہ جائے گا۔'' فاخرہ نے کہا۔

''جب میں نے کہا تھا کہ وہ ویسے ہی دام میں آ جائے گی' تم لوگوں کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں پھر تمہارے بیٹے نے جلد بازی کی۔ اَب تو یہی ثابت کرنا پڑے گا کہ نورین ہی نے ڈکیتی کروائی ہے اور ایسا کرنے کے لیے ہمیں بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ پولیس آفیسر کے ذہن میں یونہی شک ڈال دیا میں نے --- مجھے کیا پتہ تھا کہ مجرم میرے گھر ہی سے ہوگا۔'' وقار احمد نے تیزی سے کہا۔

''کچھ بھی کریں' اِن خوف ناک حالات کو اپنے قابو میں کرلیں۔ وجاہت پر جرم ثابت ہوگیا تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا --- بھابی ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔'' فاخرہ نے مستقبل کے بارے میں سوچتے ہوئے کہا۔

''پولیس کو اِس راہ پر لگایا جا سکتا ہے کہ اصل مجرم نورین ہی ہے اور ثابت بھی ہو جائے گا لیکن اصل بات تو شائستہ بیگم پر ثابت کرنا ہوگی کہ نورین واقعی ہی مجرم ہے۔ اُسے یقین آ گیا تو سمجھو' سارا معاملہ ہی حل ہوگیا۔ پھر سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔'' وہ سوچتے ہوئے بولا۔

''وقار! یہ ہوگا کیسے ---؟'' وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔

''لوہا گرم ہے' فاخرہ! اَب چوٹ لگانا باقی ہے اور یہ چوٹ لگانا ہی اصل بات ہے کہ کس طرح لگائی جائے' سنار والی یا لوہار والی --- صبح ہوتے ہی شائستہ بیگم کے پاس جانا ہے اور اُسے یقین دلانا ہے کہ ڈکیتی کی اصل مجرم نورین ہی ہے۔ اَب نورین تو سامنے نہیں ہے نا ---!''

اُس نے کہا اور زہریلی مسکراہٹ سے ہنس دیا --- وقار احمد نے اِن حالات کو بھی اپنے قابو میں کرنے کی سعی کرلی تھی۔

☆☆☆

اگلی صبح وہ دونوں حسن لان جا پہنچے۔ اِس وقت شائستہ بیگم ڈرائنگ روم میں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ اِن دونوں کے آجانے پر کچھ دیر یونہی باتیں چلتی رہیں' اِس دوران مزید چائے بھی آ گئی۔ وقار احمد نے یہ ساری تمہیدی باتیں کی تھیں' پھر وہ اپنے اصل مطلب پر آ گیا اور اُلجھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''میری تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' بیگم صاحبہ! کہ مَیں پولیس کو کیا جواب دوں؟--- وہ تفتیش کر رہے ہیں اور اپنی کارروائی آگے بڑھانے کے لیے بار بار مجھ سے رابطہ کرتے ہیں۔ نورین کے بارے میں اُن کا شک یقین میں بدلتا جا رہا ہے۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے' وقار! نورین ایسا کر سکتی ہے؟''

شائستہ بیگم نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا تو وقار احمد چند لمحے سوچتا رہا اور پھر حتمی سے لہجے میں بولا۔

''ہاں' ایسا کر سکتی ہے بلکہ نورین ہی نے ایسا کیا ہے۔''

''کیسے کہہ سکتے ہو تم---؟'' وہ چونکتے ہوئے بولی۔

''دیکھیں' بیگم صاحبہ! نورین ہمارے بچوں کی طرح تھی۔ مَیں اُس کی بہت ساری غلطیوں کو نظر انداز کرتا رہا۔ ایسا فقط اس لیے کیا کہ وہ ابھی ناتجربہ کار ہے' دھیرے دھیرے خود ہی سمجھ جائے گی۔ مَیں ایسی باتیں آپ کے علم میں اس لیے نہیں لا رہا تھا کہ آپ کی صحت تو پہلے ہی ٹھیک نہیں رہتی۔ ایسے میں نورین کے بارے میں کوئی بات آپ کو ذہنی صدمہ دے جاتی یہ صرف ایک دن کا معاملہ نہیں ہے۔ اس لیے---'' وہ کہتے کہتے ایک دم خاموش ہو گیا۔

''وقار! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' شائستہ بیگم نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''مَیں ٹھیک کہہ رہا ہوں' بیگم صاحبہ! اَب دیکھیں' آپ کو معلوم بھی نہیں ہوگا اور آپ کو بتایا بھی نہیں ہوگا کہ اُس نے اپنے والدین کو تلاش کر لیا ہے اور اُن کے ساتھ اُس کا رابطہ بھی ہے۔''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟'' شائستہ بیگم نے شدتِ حیرت سے کہا۔

''مَیں جھوٹ کیوں بولوں گا؟--- پتہ نہیں' اُنہیں کب سے تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آپ چاہیں تو مَیں اُنہیں آپ سے ملوا سکتا ہوں۔ نورین کے والدین غریب لوگ تھے اور اُس نے اُن کی بھرپور مدد کی' اس کے لیے اُس نے کمپنی کے تیس لاکھ روپے کا غبن کیا---'' وقار احمد یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ شائستہ بیگم بھی حیرت سے بت بنی رہی' تبھی اس نے پھر سے کہنا شروع کر دیا۔ ''یہ مَیں یونہی نہیں کہہ رہا بلکہ اس کے تمام ثبوت ہیں۔ اُس کے والدین موجود ہیں' جنہوں نے بھرپور انداز میں اپنی بیٹی کی شادی کی اور کھاتوں میں سے تیس لاکھ کا غبن بھی ہے' اِنہی کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ نورین کی ہوس پوری نہیں ہوئی اور اس کے لیے اُس نے حسن لاج میں ڈکیتی کی واردات کر کے جو ہاتھ میں آیا' لے کر فرار ہو گئی--- یہ میری غلطی ہے کہ مَیں نے آپ کو بروقت مطلع نہیں کیا ورنہ شاید یہ ڈکیتی والی نوبت نہ آتی۔''

شائستہ بیگم اَب بھی خاموش تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ حیرت سے گنگ ہو چکی ہے' تب فاخرہ بیگم بولی۔

''بھابی! اس دوران مجھے ایک اور بات کا علم ہوا تھا۔ نورین ایک فرید نامی لڑکے سے بھی ملتی رہی تھی' وہ ہماری مخالف کمپنی میں کام کرتا ہے۔ یہی اُسے کمپنی کے راز دے کر حسن اینڈ کمپنی کو نقصان پہنچاتی رہی۔ یہ دونوں مل کر ہی کمپنیوں کو لوٹتے رہے۔ میں نے سوچا کہ اس سے پہلے کوئی مزید نقصان ہو' میں وجاہت کو مجبور کر کے نورین سے شادی پر راضی کرلوں حالانکہ وہ نورین کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی میں نے خاندان کی خاطر آپ کو اصل بات بتائے بغیر نورین اور وجاہت کے رشتے کی بات کی تاکہ نورین کو ایسے کاموں سے روکا جا سکے اور ہماری بدنامی بھی نہ ہو۔ باقی آپ کو معلوم ہی ہے کہ کیا ہوا ہے۔ نورین کی نیت خراب تھی' اسی لیے کوئی وجہ بتائے بغیر انکار کرتی رہی۔''

''پولیس یہ ساری کڑیاں ملا رہی ہے جس سے یہ سب کچھ ثابت بھی ہوتا چلا جا رہا ہے اس لیے میں بہت اُلجھن میں ہوں۔ پولیس کے ساتھ تعاون' بزنس کی دُنیا اور پریس کا سامنا کر رہا ہوں۔ میں کہوں تو کیا کہوں؟'' وقار احمد نے پریشانی میں کہا۔

''آخر کیا کہنا چاہتے ہو تم---؟'' شائستہ بیگم نے یوں کہا جیسے وہ بے جان سی ہو رہی ہے اور اُسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا ہے۔

''یہی کہ گھوم پھر کر ساری بدنامی ہماری ہے۔ ہمارے پاس دو راستے ہیں' معاملات کو یہیں ٹھپ کر کے بدنامی سے بچ جائیں یا پھر مجرم کو پکڑ کر جو بھی صورتِ حال سامنے آئی ہے' اسے برداشت کرتے ہوئے سامنا کریں--- فیصلہ ہم نے کرنا ہے۔ میں اکیلا یہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ آپ بتائیں' ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' وہ بولا۔

''تم کیا مناسب سمجھتے ہو وقار؟'' شائستہ بیگم نے جواباً سوال کر دیا۔

''وہی' جو آپ مناسب سمجھیں گی--- دیکھیں رشتے داری اپنی جگہ میں پھر بھی آپ کا ملازم ہوں اور اپنی حیثیت میں رہ کر نہایت خلوص کے ساتھ دونوں آپشن آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں--- فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔'' وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔

''تم بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو وقار! میں تمہاری ذہنی کیفیت سمجھ رہی ہوں۔ ان حالات میں ہمیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہوگا۔ تم مجھے سوچنے کے لیے تھوڑا وقت دو۔'' شائستہ بیگم نے خود پر قابو پاتے ہوئے اعتماد سے کہا۔

''ٹھیک ہے' آپ سوچ لیں اور پھر مجھے بتا دیں۔ میں آپ ہی کے فیصلے کے مطابق عمل کروں گا۔'' وہ دھیرے سے بولا' پھر اُٹھتے ہوئے کہا۔''میں اَب چلتا ہوں' مجھے آفس بھی جانا ہے۔''

''ٹھیک ہے' بھابی! میں شام کے وقت چکر لگاؤں گی۔''

فاخرہ بیگم بھی یہ کہہ کر ساتھ ہی ہی میں اُٹھ گئی۔ وہ دونوں باہر چلے گئے تو شائستہ بیگم سوچ میں پڑ گئی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے؟--- کچھ دیر بعد صفیہ آ گئی اور برتن سمیٹتے ہوئے بولی۔

''بیگم صاحبہ! ناشتہ بناؤں آپ کے لیے---؟''

''نہیں' میرا دِل نہیں چاہ رہا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''آپ کچھ بھی نہیں کھا رہی ہیں' بیگم صاحبہ! اس طرح تو ٹھیک نہیں ہے نا' طبیعت بھی خراب ہو سکتی ہے۔ کچھ تو---''

اس نے کہنا چاہا تو شائستہ بیگم نے اُکتاتے ہوئے کہا۔

''ایک دفعہ جو کہہ دیا ہے کہ میرا دل نہیں چاہ رہا ہے---'' یہ کہہ کر وہ بڑے دُکھی لہجے میں بولیں۔ ''میں نے سوچا بھی نہیں تھا' صفیہ! ایسا ہو جائے گا۔ مجھے اَب تک یقین نہیں آ رہا ہے۔''

صفیہ نے سنا تو برتن وہیں رکھ کر قالین پر بیٹھ گئی' پھر غم زدہ سے لہجے میں بولی۔ ''کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا ہے' بیگم صاحبہ! نورین بی بی کے غائب ہو جانے سے سارا شک اُس کی طرف جا رہا ہے' سبھی کہہ رہے ہیں کہ خدانخواستہ اپنی نورین بی بی ہی اس ڈکیتی میں ملوث ہے---''

''نہیں' صفیہ! دل نہیں مانتا۔ نورین ایسا کر ہی نہیں سکتی اور پھر اُسے کیا ضرورت تھی؟'' وہ دِھیرے سے بولی۔

''ویسے تو' بیگم صاحبہ! ربّ کی ربّ ہی جانتا ہے لیکن کچھ دِنوں سے نورین بی بی بالکل ہی بدل کر رہ گئی تھیں' بلکہ میں نے تو آپ کو بتایا بھی تھا---'' وہ تیزی سے بولی۔

''صفیہ! میری نورین ایسی ہو ہی نہیں سکتی۔ اُس کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے۔ میں---میں---'' یہ کہتے ہوئے اُس کا لہجہ بھرا گیا۔

''آپ تو' بیگم صاحبہ! ایک ماں کی طرح سوچتی ہیں نا' آپ کو تو یقین نہیں آئے گا لیکن سبھی کہہ رہے ہیں اور---''

''---سب جھوٹ کہہ رہے ہیں اور تم جاؤ' صفیہ! مجھے تنہا چھوڑ دو---'' اُنہوں نے دبے دبے غصے میں کہا۔

''ٹھیک ہے' بیگم صاحبہ---!''

صفیہ نے جلدی سے کہا اور برتن اُٹھا کر تیزی سے باہر کی جانب چلی گئی۔ تب شائستہ بیگم' نورین ہی کے بارے میں سوچنے لگی۔ اُسے یاد آ رہا تھا ایک بار نورین نے کہا تھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں' ماما! میں نے کہا نا' میں نے غلطی کی جو آپ کو نہیں بتایا لیکن اَب ماما---آپ مجھے بس تھوڑا سا وقت دیں۔ میں آپ کو بہت کچھ بتاؤں گی اور وہ بھی پورے ثبوت کے ساتھ' پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اَب میں بتانا چاہتی ہوں کہ مخلص لے پالک اور خود غرض خونی رِشتوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔''

اُس کی سوچوں کی بازگشت آنسو بن کر اُس کی آنکھوں سے نکلتی رہیں۔ وہ مجبور تھی' اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے؟---اچانک اُسے اپنے وکیل سلطان محمود کا خیال آیا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اُسے کچھ اُمید کی کرن دِکھائی دی تھی۔

☆☆☆

سلمیٰ کا آنگن صبح کی نرم دُھوپ سے روشن تھا۔ وہ خود باورچی خانے میں تھی' رفیق صحن میں پڑی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا اور بلال اندر کمرے میں تھا۔

''بلال---ارے او' بلال---!''

سلمیٰ نے اسے آواز دی تو وہ کمرے میں سے نکل کر اُس کے پاس آ کر بولا۔

''جی اماں! کیا بات ہے؟''

''یہ لے پتر' روٹی اور اپنے ابا کو دے۔ تو بھی وہیں کھا لینا اور ہاں' پہلے پانی ضرور قریب رکھ لینا۔''

اُس نے چنگیر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ پکڑ کر اپنے باپ کی جانب چل پڑا' تب رفیق اُٹھ بیٹھا اور بڑے افسردہ سے لہجے میں بولا۔

''تجھے نورین کی فکر ہے اور مجھے ان پولیس والوں کی جو تیرے سامنے ہی تو کہہ گئے تھے کہ بتاؤ' نورین کہاں ہے؟---اب ہمیں کیا پتہ مگر یہ پولیس والے تو اب ہمیں تنگ کریں گے۔ کہہ نہیں گئے کہ دوبارہ آئیں گے---'' وہ فکرمند لہجے میں بولی۔

''تو کیوں پریشان ہوتی ہے۔ جب ہمیں نورین کے بارے میں پتہ ہی نہیں ہے تو وہ ہمیں کیا تنگ کریں گے---تو فکرمند نہ ہو' میں روٹی کھا کر پھر نورین کو فون کرنے جاتا ہوں۔''

''اب دیکھو ہماری قسمت' ہم نورین سے یہ پوچھ ہی نہیں سکے کہ وہ کہاں رہتی ہے' کس دفتر میں کام کرتی ہے۔ بندہ وہاں جا کر ہی اُس کے بارے میں بات کرے' کوئی اتہ پتہ پوچھے۔ واہ ری قسمت----!''

سلمٰی نے کہا۔ اتنے میں بلال نے پانی لا کر اپنے باپ کے پاس رکھا تو دروازے پر تیز دستک ہوئی۔ سلمٰی کا چہرہ خوف زدہ ہو گیا' وہ دھیرے سے بولی۔

''دیکھ' بلال کے ابا! کہیں وہ پولیس والے ہی نہ ہوں---''

''دیکھ بلال' کون ہے باہر---''

رفیق نے کہا تو بلال دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو پولیس والے دھڑ دھڑ کرتے اندر آ گئے۔ سلمٰی خوف زدہ ہو گئی اور رفیق حیرت سے اُنہیں دیکھنے لگا۔ وہی کل والا حوالدار تھا' اُس نے رفیق کی جانب دیکھ کر کہا۔

''ہاں بھئی' رفیق! اپنی ڈاکو بیٹی کے بارے میں بتا رہے ہو یا نہیں---؟''

''دیکھ' میرے بھائی! ہمیں بالکل نہیں پتہ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم تو خود اُس کے بارے میں پریشان ہیں۔''

سلمٰی نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا تو حوالدار بڑے طنزیہ انداز میں بولا۔

''میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو---جب اُس کا مال کھاتے رہے ہو' اس وقت وہ تمہاری بیٹی تھی اور اب اُس کے بارے میں پتہ ہی نہیں ہے۔ جھوٹ بولتے ہو قانون کے ساتھ---''

''ہم سچ کہتے ہیں جی' ہمیں پتہ ہی نہیں ہے۔ وہ تو---''

سلمٰی نے کہنا چاہا تو پولیس والے نے جھڑکتے ہوئے کہا۔

''چپ کر او بڑھیا!---یہ ایسے نہیں مانیں گے لے چلو اس رفیق کو سب بتا دیں گے---''

''خدا کے واسطے' ایسا نہ کرو۔ یہ تو پہلے ہی بیمار ہے مر جائے گا---'' سلمٰی نے روہانسو لہجے میں تیزی سے کہا۔

''جب نورین کا پتہ چل جائے نا' تو اسے تھانے سے لے آنا۔ وہاں ساری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے---چلو۔''

حوالدار نے کہا اور رفیق کو گریبان سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔ بلال سے دیکھا نہ گیا' وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اپنے باپ کو چھڑاتے ہوئے بولا۔

''چھوڑ میرے ابو کو---''

تبھی دوسرے پولیس والوں نے اِسے پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا' وہ فرش پر جا گرا۔ سلمٰی تیزی سے اس کی جانب بڑھی' بلال کے ماتھے پر چوٹ آئی تھی جہاں سے لہو بہہ نکلا تھا۔ وہ پھر اُٹھ کر اُن کے پیچھے لپکا' تب تک وہ رفیق کو دروازے سے باہر لے جا چکے تھے۔

''بلال پتر! جاؤ کسی کے پاس---تمہارے باپ کو لے گئے ہیں وہ ظالم---''

سلمٰی چیختے ہوئے بولی اور رو دی۔ بلال باہر کی جانب چلا گیا۔ جہاں محلے میں یہ اطلاع ہر طرف پھیل گئی تھی کہ رفیق کو پولیس والے پکڑ کر لے گئے ہیں پھر دوپہر ہونے کو آ گئی' بلال بھی تھک ہار کر واپس آ گیا تھا اور اپنی غمزدہ ماں سے قدرے فاصلے پر اپنی سوچوں میں گم بیٹھا ہوا تھا۔ سلمٰی آنگن میں بیٹھی رو رہی تھی' اُس کے پاس محلے کی چند عورتیں بھی تھیں۔

''مت رو' میری بہن! صبر کر---''

ایک عورت نے کہا تو سلمٰی پچھاڑیں کھاتے ہوئے بولی۔

''کیسے صبر کروں؟---پولیس والے میرے شوہر کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ پتہ نہیں' وہ اُس بیمار کے ساتھ کیا کیا ظلم کریں گے۔ اُسے کچھ پتہ نہیں ہے کہ نورین کہاں ہے---''

''---ویسے' بہن! مَیں بھی کہوں نورین کے پاس اتنی دولت آئی کہاں سے---اتنی بڑی گاڑی ایویں ہی تو نہیں رکھی جاتی؟'' ایک اور عورت نے بظاہر ہمدردی میں کہا مگر وہ اپنے دِل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھی۔

''چل' کچھ بھی تھا' اپنے ماں باپ کے مدد تو کی لیکن لگتا نہیں تھا کہ وہ ایسی ہوگی۔'' تیسری عورت نے سلمٰی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں' میری بیٹی ایسی نہیں ہے۔ یہ ضرور اُس پر الزام ہے---'' وہ تیزی سے بولی۔

''مگر تمہیں کیا معلوم' تم کون سا اُس کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہو---اَب اگر آ بھی جائے نا' تو اُس سے ملنا مت۔ کہیں اور ہی الزام نہ لگ جائیں۔ پولیس ایویں تو نہیں بندے کو پکڑتی۔'' دوسری خاتون نے تیزی سے کہا۔

''ہاں' بہن! تم ٹھیک کہتی ہو۔ اَب معلوم نہیں' پولیس اُسے کس کس جرم میں تلاش کرتی پھر رہی ہوگی۔ اَب مدد کرنے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ مجرم بن جائیں۔'' پہلی عورت نے کہا۔

''اِن باتوں کو چھوڑو' بلال کے ابا کو پولیس سے چھڑوانے کے بارے میں سوچو کس سے مدد لیں' کسے کہیں---؟'' سلمٰی نے روتے ہوئے کہا۔

''اپنے ملک صاحب ہی ہیں یہاں پر تو' اُنہیں کہیں---وہ ساتھ چلے گئے تو شاید پولیس والے مان جائیں۔''

پہلی عورت نے مشورہ دیا تو سلمٰی نے بلال کی جانب دیکھ کر کہا۔

''جا---تو جا' بلال! ملک صاحب کے پاس جا کر کہہ وہ گھر پر ہی ہوں گے---''

''میں جاتا ہوں' اماں---!''

بلال جلدی سے اُٹھ کر باہر کی جانب چلا گیا۔تب سلمٰی نے ان عورتوں کی جانب دیکھ کر کہا۔

''بُرا مت ماننا' بہن! اس وقت آپ سب مجھے تنہا چھوڑ دیں' مہربانی ہوگی---''

عورتوں نے سنا اور اُٹھ گئیں' تبھی ان میں سے ایک بڑبڑاتی ہوئی بولی۔

''شوہر کے غم میں تو سلمٰی پاگل ہی ہوگئی ہے---''

''ایسی اولاد کا کیا کرنا جو ماں باپ کے لیے دُکھ اور اذیت کا باعث بن جائے۔''

دوسری نے اپنے خیال کا اظہار کیا جبکہ سلمٰی سونے ہوا اڑے آنگن میں اکیلی بیٹھی سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کرے؟

☆☆☆

سہ پہر کے وقت آنگن سے دُھوپ چلی گئی تھی۔صغراں بیگم کرسی پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔اُسے احساس ہی نہ ہوا کہ کب صائمہ ایک چھوٹی سی ٹرے میں چائے کے مگ رکھے اس کے پاس آ گئی ہے۔صائمہ نے قریب پڑی میز پر وہ ٹرے رکھی تو صغراں بیگم نے اس کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولیں۔

''اچھا کیا' چائے بنا لائی ہو۔میں اس وقت بڑی طلب محسوس کر رہی تھی بلکہ کہنے ہی والی تھی۔''

''---اور میں بنا لائی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تبھی تو کہا ہے نا' کہ اچھا کیا۔''

یہ کہہ کر اُنہوں نے مگ اُٹھایا اور ہلکا سا سپ لے کر مگ دوبارہ میز پر رکھ دیا۔تب صائمہ نے پوچھا۔

''آنٹی! صبح سے میرے ذہن میں ایک سوال آ رہا ہے اور میں وہ آپ سے پوچھنا چاہ رہی ہوں---''

''پوچھو بیٹی! میں بھی تو جانوں' تمہارے ذہن میں کیسا سوال ہے؟'' اُنہوں نے کتاب بند کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ اتنی خوبصورت باتیں کیسے کر لیتی ہیں۔جو دوسروں کو نہ صرف ہمت دیتی ہیں بلکہ اس میں حوصلہ بھی بھر دیتی ہیں۔''

صائمہ نے کسی قدر سنجیدگی سے کہا تو وہ چند لمحے سوچتی رہیں' پھر بولیں۔

''عاصمہ! انسان کو وہی کچھ دِکھائی دیتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ہم زندگی کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ یہ ہمارا فیصلہ ہے' پھر زندگی جو ہمیں تجربات سے نوازتی ہے' اسی بنیاد پر ہمارے پاس کہنے کے وہی کچھ ہوتا ہے یعنی ہمارا زاویہ نگاہ اور ہمارے تجربات---''

''لیکن' آنٹی! انسان زندگی کو ایک خاص زاویہ نگاہ سے دیکھنے کا فیصلہ کب کرتا ہے' کیا حالات نہیں ہوتے جو انسان کی سوچ بدل دیتے ہیں؟'' صائمہ نے سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''بالکل' حالات کا بہت زیادہ دخل ہے لیکن باہمت انسان وہ ہوتا ہے جو حالات کے دھارے میں نہیں بہتا بلکہ ہمت سے کھڑا رہتا ہے۔ یہیں سے اُس کی اپنی شناخت بنتی ہے کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے؟---میں تمہیں بتاؤں' باسط اس وقت بہت چھوٹا تھا جب اس کے ابا ایک حادثے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اچانک بدلنے والے حالات نے مجھے پاگل سا بنا دیا تھا مگر میں نے ہمت نہیں ہاری' با حوصلہ رہی۔ تب میں نے حالات کے دھارے میں بہنے کی بجائے خود کو سنبھال لیا۔''

اُنہوں نے گہری سنجیدگی سے کہا تو صائمہ نے تیزی سے پوچھا۔

''وہی تو' آنٹی! وہی تو میں پوچھنا چاہ رہی ہوں۔ آپ باہمت اور باحوصلہ کیسے رہیں؟''

''اِنسان اگر اپنے معاملات میں اللہ سے رابطہ مضبوط رکھے تو اللہ تعالیٰ بھی اِنسان کو توفیق دے دیتا ہے' یہاں تک کہ اِنسان خود حیران رہ جاتا ہے کہ اس کے معاملات کتنے آسان اور کتنے اچھے انداز میں حل ہو رہے ہیں۔''

صغراں بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا تو صائمہ سمجھنے والے انداز میں بولی۔

''اچھا تو یہ بتائیں کہ یہ توفیق ہوتی کیا ہے؟''

''جب اِنسان کسی شے کی خواہش کرتا ہے تو ربّ تعالیٰ اس کی خواہشات کی تکمیل میں آسانیاں اور اسباب پیدا فرما دیتا ہے' آسان اسباب کی فراہمی ہی توفیق ہے۔ یوں اِنسان کی طلب پہلے ہوتی ہے اور عطا بعد میں آتی ہے لیکن بعض اوقات بنا مانگے ہی سب کچھ مل جاتا ہے۔ یہ معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو اندر سے آلودہ نہ ہوں۔'' وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولیں۔

''لیکن یہاں تو ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے پاس سب کچھ ہے' اُنہیں بنا مانگے مل رہا ہے لیکن وہ پھر بھی دوسروں سے چھین رہے ہیں' اِن کا حق مار رہے ہیں حالانکہ اُن کے پاس ہر طرح کی خوشی ہے۔'' وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔ ''میں نہیں مانتی۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ اُن کے پاس سب کچھ ہو۔ اُن کے پاس حقیقی خوشی نہیں ہوتی۔ وہ ڈرے ہوئے' سہمے ہوئے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے آپ پر بھی اعتبار نہیں ہوتا---خوش رہنے کی شرط ہی یہی ہے کہ اِنسان کے اندر موجود رُوح پاکیزہ ہو۔ تب پھر بے سروسامانی کی حالت میں بھی حقیقی خوشی اور سکون مل جاتا ہے۔''

''آپ بتا رہی تھیں کہ آپ نے حالات کا مقابلہ کیا---؟'' صائمہ نے پوچھا۔

''میں نے خود کو اندر سے مضبوط کر لیا---میں تمہیں بتاؤں کہ اندر سے مضبوط ہونے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اِنسان کے پاس مقصد کا ہونا بہت ضروری ہے اور باسط کی صورت میں ایک مقصد تھا میرے پاس' میں نے اللہ کی توفیق سے اِس کی پرورش کی اور اُسے تربیت دی۔ اسی لیے آج میں نے اُسے پورے اعتماد کے ساتھ دُنیا کے حوالے کیا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گئیں' پھر تیزی سے بولیں۔ ''لڑکی! تم باتیں ہی کرتی رہو گی یا پھر تیار بھی ہو گی' ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا؟''

''بس ابھی تیار ہو جاتی ہوں۔''

صائمہ نے آنکھوں میں مسکراتے ہوئے کہا اور اُٹھ گئی۔

☆☆☆

فرید دفتر سے واپس آ کر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چہرے سے بہت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا' تبھی باسط کچن میں سے نکلا' اُس کے ہاتھ میں چائے کے دو مگ تھے۔ اُس نے ایک فرید کے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے سامنے رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا اور دھیرے سے پوچھا۔

"کیسا دن گزرا' فرید---؟"

"ٹھیک ہے' جیسے روزانہ گزرتا ہے۔ وہی روٹین ورک---" اُس نے کہا اور صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک نہیں لگتے ہو' چہرے پر افسردگی' پریشانی اور---"

باسط نے کہنا چاہا تو وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں' کوئی ایسی بات نہیں--- تھکن تو ہوتی ہے نا---!"

یہ کہہ کر اُس نے مگ سے چائے کا سپ لیا۔ تب باسط نے میز پر ہی پڑے اخبار کو اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم نے حسن لاج میں ہونے والی ڈکیتی کی خبر کا فالو اپ دیکھا ہے؟"

"نہیں تو---" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میرے اندازے کے مطابق سارا الزام نورین پر آ گیا ہے۔"

باسط نے کہا اور اخبار فرید کی جانب بڑھا دیا۔ فرید نے وہ خبر دیکھی اور بڑے افسردہ سے لہجے میں بولا۔

"تمہارا اندازہ--- یار! نورین کی بھی تو خبر نہیں مل رہی ہے۔ اُس کا فون بند ہے' نجانے میں نے کتنی بار ٹرائی کیا ہے۔ میں نے اُس کے دفتر بھی فون کیا لیکن وہاں سے بھی کچھ نہیں معلوم ہوا۔"

"یہ خبر بہت کچھ ظاہر کر رہی ہے۔ اِس سے تو یہی لگتا ہے کہ پولیس ابھی تک اُس کا سراغ نہیں لگا سکی ہے' وہ اَب تک غائب ہے--- تمہاری تو اُس سے بہت ساری ملاقاتیں رہی ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے' وہ ایسا کر سکتی ہے؟" باسط نے پوچھا۔

"نہیں' وہ ایسا نہیں کر سکتی۔" فرید نے حتمی لہجے میں کہا' پھر چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد بولا "--- نہ میرا دل مانتا ہے اور نہ ہی دماغ قبول کرتا ہے۔ تمہیں لگتا نہیں ہے کہ یہ کوئی گہری سازش بھی ہو سکتی ہے۔" فرید بولا۔

"ایسا کیوں لگتا ہے تمہیں؟" اُس نے پوچھا۔

"اِس خبر میں جو غبن والا انکشاف ہے نا' یہی وہ پہلو ہے کہ جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی اور اُس کے ساتھ کوئی گہری سازش ہوئی ہے کیونکہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اِس وقت حسن اینڈ کمپنی ہے' وہ کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں۔ یہ میں جانتا ہوں مگر عام آدمی تو غبن کے اِس الزام کو ٹھیک ہی سمجھے گا۔"

فرید نے دبے دبے جوش سے کہا تو باسط سنجیدگی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

"اَب صورتِ حال یہ ہے فرید' کہ یا تو نورین مجرم ہے یا نہیں ہے؟ اِن دونوں صورتوں میں تم اُس کے لیے کیسے جذبات رکھتے ہو؟"

''دونوں صورتوں میں' چاہے کوئی صورت بھی ہو میں اُس کی مدد کروں گا۔'' وہ حتمی لہجے میں بولا۔

''چاہے وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو---؟'' باسط نے پوچھا۔

''دیکھو' باسط! ہم یہاں بیٹھے فقط اندازے لگا رہے ہیں' حقیقت کا ہمیں بھی علم نہیں ہے۔ اگر وہ مجرم ثابت ہوئی تو الگ بات ہے' ایک دوست ہونے کے ناتے اُس کی مدد کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ اُس کے خلاف سازش ہے تو نورین کو منظر سے ہٹا کر سارا کچھ اُس پر ڈالا جا رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اُس کا کزن کس قدر مجرمانہ ذہنیت رکھتا ہے۔''

''لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں حقیقت کا پتہ کیسے چلے گا؟'' باسط نے کہا۔

''ظاہر ہے' جب نورین سے ہماری ملاقات ہوگی---اصل حقیقت تو وہی بتا سکے گی۔'' فرید نے تیزی سے کہا۔

''ہاں' یہی وہ اصل بات ہے جس کی طرف میں تمہاری توجہ دلانا چاہتا تھا۔ پہلے اُس کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ہے کہاں؟ تب ہی مدد کا سوال پیدا ہوگا۔'' باسط نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو' باسط! مدد تو ہم اُسی وقت کر پائیں گے جب ہم اُس سے ملیں گے۔ ہمارا پہلا کام تو یہی ہونا چاہئے کہ اُسے تلاش کریں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ خود غائب ہے یا اُسے غائب کر دیا گیا ہے---ممکن ہے' اُسے اغواء ہی کر لیا گیا ہو؟'' فرید نے سوچتے ہوئے کہا۔

''بالکل---تم بھی کوشش کرو میں بھی اپنے ذرائع آزماتا ہوں۔ پولیس تو ویسے ہی اُسے تلاش کر رہی ہے۔''

باسط نے دھیرے سے کہا تو فرید چند لمحے سوچتا رہا اور پھر بولا۔

''اِتنا وقت گزر گیا' اگر وہ اغواء ہو چکی ہوئی یا---''

''اللہ کرم کرے گا' یار! انسان سے تو کچھ بھی بعید نہیں' خاص طور پر شیطانی ذہنیت رکھنے والے لوگ---نورین اگر مجرم ہے تو یہ بعد کی بات ہے لیکن اگر وہ اغواء ہو چکی ہے تو اُسے ہماری مدد کی اَشد ضرورت ہے۔ اِس بارے ہمیں غفلت نہیں کرنی چاہئے۔ اُس کی زندگی کا سوال ہو سکتا ہے۔''

باسط نے غیر جذباتی انداز میں کہا تو فرید سوچنے لگا کہ اُسے فوری طور پر کیا کرنا چاہئے؟

☆☆☆

شائستہ بیگم کے کمرے میں کوئی نہیں دِکھائی دے رہا تھا جبکہ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اِسی نمبر کا ایک فون ڈرائنگ روم میں پڑا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے حسن لاج میں کوئی ہے ہی نہیں پہلے بھی صفیہ ہی فون ریسیو کرتی تھی اور پھر وہ بیگم صاحبہ کو بتا دیتی اور جب وہ آرام کر رہی ہوتیں تو اُن کے کمرے کا فون آف کر دیا جاتا تھا۔ اُن کے کمرے میں بھی فون بج رہا تھا' یہاں تک کہ فون خاموش ہو گیا۔ اِنہی لمحات میں شائستہ بیگم اپنے کمرے میں آ گئی۔ اُس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بے خیالی میں ریسیور اُٹھا لیا' دوسری طرف سے فاخرہ بیگم بات کر رہی تھی۔

''ہاں' صفیہ! میں بات کر رہی ہوں---فون کیوں نہیں اُٹھا رہے ہو؟''

''میں کچن میں تھی' بس آ ہی رہی تھی---'' صفیہ تیزی سے بولی۔

''کدھر ہیں بھابی---؟'' فاخرہ بیگم نے پوچھا۔

''میں اُنہیں لان میں ہی چھوڑ کر آئی تھیں وہاں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں ورنہ وہ فون اُٹھا لیتیں۔'' صفیہ نے کہا۔

''اچھا تو میں پھر بات کرلوں گی---'' فاخرہ بولی۔

''بیگم صاحبہ! ذرا سنئے میں نے آپ سے ایک بات کرنا تھی۔ یہ اچھا موقع ہے۔'' صفیہ نے تیزی سے کہا۔

''خیریت تو ہے نا' کیا بات کرنی ہے تجھے---؟'' وہ تجسس سے بولی۔

''میں نے جو آپ سے رقم مانگی تھی' کیا کیا ہے اس کا؟'' وہ بے باکی سے بولی۔

''تم پاگل ہوگئی ہو صفیہ! تمہارا منہ کچھ زیادہ ہی کھل گیا ہے--- اپنی اوقات میں رہا کرو۔'' فاخرہ نے نخوت سے کہا۔

''میری اوقات جو بھی ہے لیکن' بیگم صاحبہ! یہ رقم تو آپ کو دینا ہی پڑے گی۔ مجھے کل شام تک چار لاکھ چاہئیں تو بس چاہئیں۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''چار لاکھ--- اتنی رقم؟--- تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' فاخرہ نے حیرت سے کہا۔

''میرا دماغ ابھی خراب نہیں ہوا لیکن اگر ہوگیا تو آپ لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا' یہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں' بیگم صاحبہ---!'' صفیہ نے غصے میں کہا۔ تب فاخرہ بیگم نے نرم لہجے میں کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن اتنی رقم--- اور اتنی جلدی--- اتنی رقم تو تم نے اپنی بیٹی کی شادی پر نہیں مانگی تھی اور اب---؟''

''اب اُسی کا گھر بچانے کے لیے میں اتنی رقم مانگ رہی ہوں--- میں مجبور ہوں' یہ آپ کو معلوم ہے ورنہ جو کچھ آپ نے کیا ہے' اس کے مقابلے میں تو یہ رقم کچھ بھی نہیں۔'' صفیہ نے صاف انداز میں کہہ دیا۔

''تم مجھے بلیک میل کر رہی ہو؟'' فاخرہ نے غصے میں کہا۔

''میں نے تو ابھی آپ کو بلیک میل کیا ہی نہیں--- جو کچھ آپ لوگوں نے نواب صاحب کے ساتھ کیا' میں نے آج تک زبان کھولی۔ آپ لوگوں نے تو اُنہیں اگلے جہان پہنچا دیا' میں نے کبھی ایسی کوئی بات کی بلیک میل والی؟ یہی راز اگر بیگم صاحبہ کو معلوم ہو جائے تو سوچیں کیا ہو سکتا ہے۔ اگر میں چاہتی تو صرف اسی راز کی قیمت میں گھر بیٹھے ساری زندگی وصول کر سکتی تھی--- بہر حال' بیگم صاحبہ! آپ کو تو یہ رقم دینا ہی ہوگی۔'' صفیہ نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''تم نہیں جانتی ہو' تم میرے ایک اشارے پر اگلے جہاں پہنچ سکتی ہو۔'' فاخرہ نے غصے میں کہا۔

''تو ٹھیک ہے' آپ رقم نہ دیں۔ میں بیگم کو بتا دیتی ہوں کہ آپ لوگوں نے بے قصور نورین کے ساتھ کیا کیا ہے اور ڈکیتی---'' وہ تیزی سے بولی۔

''بکواس بند کرو---رقم تمہیں مل جائے گی' اپنا منہ بند رکھنا۔'' فاخرہ بیگم دھیرے سے بولیں۔

''میں آج شام تک انتظار کروں گی' شام تک مجھے چار لاکھ مل جائیں ورنہ---'' صفیہ باقاعدہ دھمکیوں پر اُتر آئی۔

''مل جائیں گے---''

فاخرہ نے کہا اور فون بند کر دیا جبکہ یہ گفتگو سن کر شائستہ بیگم کے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ اتنے بڑے انکشاف پر وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی اور یوں ساکت ہو گئی تھی کہ جیسے اس میں زندگی ہی باقی نہ رہی ہو۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے رسیور کو دیکھ رہی تھی--- کتنے ہی لمحے یونہی بیت گئے۔ پھر وہ اپنا آپ سنبھالتی ہوئی بیڈ پر لیٹ گئی۔ کچھ دیر وہ بے دم پڑی رہی' پھر یوں اُٹھی جیسے اس میں اچانک طاقت آ گئی ہو۔ اُس نے فوراً اپنا سیل فون نکالا اور نمبر پش کرنے لگی' کچھ ہی لمحوں بعد اُس کا رابطہ ہو گیا۔

''بیرسٹر سلطان محمود بات کر رہے ہیں نا---؟'' شائستہ بیگم نے پوچھا۔

''جی' بیگم صاحبہ! میں سلطان ہی بات کر رہا ہوں--- خیریت ہے' آپ بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی ہیں؟'' وہ تشویش سے بولا۔

''خیریت ہی تو نہیں ہے۔ آپ جو بھی کچھ کر رہے ہیں' اسے چھوڑیں اور فوراً یہاں آئیں پلیز---'' وہ تیزی سے بولی۔

''جی' بیگم صاحبہ! میں دس پندرہ منٹ بعد آپ کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ اگر چند منٹ دیر بھی ہو جائے تو گھبرایئے گا نہیں' میں بس آ رہا ہوں۔''

''بس آپ فوراً آ جائیں۔''

وہ بولی اور اس نے فون بند کر دیا۔ تبھی اُسے احساس ہوا کہ دل میں درد کی لہر سی اُٹھ رہی ہے' دماغ کی رگیں یوں پھڑکنے لگیں جیسے ابھی پھٹ جائیں گی۔ اُس نے فون ایک طرف رکھا اور دراز کھول کر پیڈ اور قلم نکال لیا۔

☆☆☆

بیرسٹر سلطان محمود نے پورچ میں اپنی گاڑی روکی اور تیزی سے حسن لاج کی عمارت میں داخل ہوا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آیا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا کرے' بیگم صاحبہ کے کمرے کی طرف چلا جائے یا پھر یہاں انتظار کرے؟--- اُس کے ذہن میں شائستہ بیگم کا گھبرایا ہوا لہجہ اُسے یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ پھر اُس نے جیسے ہی بیگم صاحبہ کو آواز دینے کا سوچا' تبھی صفیہ تیزی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی اور اُنہیں دیکھ کر حیرت سے بولی۔

''آپ' وکیل صاحب! آپ---''

''ہاں میں--- مجھے بیگم صاحبہ سے ملنا ہے' اُنہیں بلاؤ' کہاں ہیں ہو---؟'' سلطان محمود نے تشویش سے پوچھا۔

''وہ اپنے کمرے میں ہیں۔'' وہ بولی۔

''چلو وہیں چلو---''

سلطان محمود نے کہا تو وہ آگے آگے چل دی۔ جیسے ہی وہ کمرے کے دروازے پر پہنچے' دروازہ آدھ کھلا ہوا تھا اور شائستہ بیگم بیڈ کے پاس

قالین پر آڑھی ترچھی پڑی ہوئیں تھیں۔

''ہائے' بیگم صاحبہ کو کیا ہو گیا---؟''

صفیہ چیختی ہوئی آگے بڑھی۔ بیرسٹر سلطان سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی معاملہ ہے۔ ''پانی لے کر آؤ اور فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ---''

سلطان محمود نے کہا تو صفیہ گھبراہٹ میں پلٹ گئی۔ سلطان محمود کمرے میں گیا۔ اُس نے غور سے شائستہ بیگم کو دیکھا تو اُس کی نگاہ بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں پکڑے سفید لفافے پر پڑی' اُس نے غور کیا تو اس پر اسی کا نام لکھا ہوا تھا' وہ اُس کے ہاتھ سے لفافے کو نکالتے ہوئے بڑبڑایا۔

''میرے نام---مطلب' شائستہ بیگم---''

اِتنے میں صفیہ پانی لے کر اندر داخل ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے ملازم آ گئے۔ افراتفری میں کسی کو معلوم ہی نہ ہوا کہ بیرسٹر سلطان محمود نے سفید رنگ کا لفافہ اپنی جیب میں ڈال لیا ہے۔ صفیہ نے شائستہ بیگم کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے مگر وہ ہنوز ویسے ہی پڑی رہیں۔ بڑی مشکل سے ہوش وحواس سے بیگانہ شائستہ بیگم کو بیڈ پر ڈالا۔ وہ وہیں کھڑے تھے کہ ڈاکٹر تیزی سے کمرے میں آ گیا۔ وہ کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا' پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''یہ اَب اِس دُنیا میں نہیں رہیں---''

شائستہ بیگم کے چہرے پر اَن گنت تشنہ سوال رہ گئے تھے جنہیں نگاہ والا بندہ ہی سمجھ سکتا تھا۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم اپنے ڈرائنگ روم میں کھڑی تیزی سے فون کے نمبر ملا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر انتہائی درجے کی پریشانی تھی۔ وہ بار بار نمبر ملا رہی تھی کہ اِس کا سیل فون بج اُٹھا' وہ ریسیور رکھ کر فون کے نمبر دیکھنے لگی اور پھر ریسیو کر کے بولی۔

''ہیلو---!''

''یہ تم نے فون کہاں انگیج کیا ہوا ہے' مَیں کب سے تمہیں ٹرائی کر رہا ہوں؟'' دوسری طرف وقار احمد نے تیزی سے کہا۔

''مَیں آپ ہی کو فون کر رہی تھی۔ وہ شائستہ---''

''مجھے معلوم ہے' وہ اَب اِس دُنیا میں نہیں رہی۔'' یہ کہتے ہوئے اُس نے تیزی سے کہا۔ ''اچھا! پورے ہوش وحواس سے میری بات سنو---شائستہ بیگم کے مر جانے سے ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہے۔ اپنے بیٹے کو فوراً فون کرو اور اُسے اچھی طرح تاکید کر دو کہ نورین کو ذرا سی بھی گزند نہ پہنچے۔ ہم اُسے قانون کے حوالے کر دیں گے اور دوسری بات' اُسے بیگم صاحبہ کی آخری رسومات میں بھرپور طریقے سے لازماً شریک رہنا ہے اِس لیے فوراً احسن لاج آ جائے۔ ہم آج رات تک نہیں تو کل تک اُسے دفنا دیں گے---زیادہ شور نہیں کرنا' خاموشی سے دفن کرنا ہے۔''

''ٹھیک ہے' مَیں اُسے فون کرتی ہوں---'' فاخرہ بیگم نے تیزی سے کہا۔

''مَیں پھر کہہ رہا ہوں کہ وہ کوئی بھی بیہودہ حرکت نہ کرے اور فوراً آ جائے۔ اَب حالات ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ تم بھی یہ ذہن بنا کر آنا

کہ ہمیں چند دن حسن لاج ہی میں رہنا ہے۔ایک ہم ہی تو بیگم صاحبہ کے رشتے دار ہوں گے وہاں پر---'' وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

''میں آپ کی ساری بات سمجھ گئی ہوں' آپ بالکل فکر نہ کریں۔''

''میں یہاں آفس سے سیدھا حسن لاج جا رہا ہوں لیکن تم اس وقت تک وہاں نہ آنا جب تک وجاہت سے بات کر کے پوری طرح تصدیق نہ کر لو۔'' اُس نے یاددہانی کروائی۔

''جی' ٹھیک ہے۔'' وہ بولی۔

''اچھا' او کے---''

دوسری طرف سے کہا گیا تو فاخرہ نے فون بند کر دیا' پھر وہ وجاہت کے نمبر ملانے لگی۔

☆☆☆

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا' کچھ دیر پہلے جلتا ہوا بلب بجھ گیا تھا۔ باہر شاید بارش ہونے والی تھی' وقفے وقفے سے بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز آ رہی تھی۔ جس وقت بجلی کڑکتی' اُس سے چند لمحے پہلے ایک ساعت کے لیے روشن دان میں روشنی ہوتی اور پھر اندھیرا چھا جاتا۔ حبس خاصا بڑھ گیا ہوا تھا اور سہمی ہوئی نورین فرش پر پڑی تھی۔ اُس کا گلا ویسے ہی خشک ہو رہا تھا۔ بکھرے ہوئے بال' خوف زدہ چہرہ اور سہمی ہوئی نورین دھیرے دھیرے خود میں حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔ وہ سوچ سوچ کر تھک چکی تھی۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ چاہے وہ خوف ہی سے دیوار کے ساتھ لگ جائے' تب وہ ردِعمل کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور نورین بھی اسی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ بجلی چمکی تو اُس کی نگاہ کونے میں پڑی ہوئی صراحی پر پڑی۔ تب اُسے اپنے خشک ہوتے ہوئے گلے کا احساس ہوا' پیاس بڑھ گئی۔ وہ اُٹھی اور دھیرے دھیرے صراحی تک پہنچی۔ اُس نے پانی انڈیلنا چاہا لیکن اِس میں ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ اُس نے صراحی ویسے ہی رکھی اور واپس اِسی جگہ فرش پر آ بیٹھی۔ وہ حیران تھی کہ اَب تک شائستہ بیگم نے اُس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا جو کوئی اُس تک پہنچ ہی نہیں پایا۔ اُسے یاد آنے لگا۔ ایک بار اُس نے خود ہی کہا تھا کہ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' ماما! ہمارے درمیان انجانا فاصلہ آ رہا ہے---میں یہ بھی جانتی ہوں' ماما! جب کسی یقین میں شک کا زہر گھول دیا جائے تو اعتماد کی موت واقع ہو جاتی ہے---ایک بار یہ بھی کہا تھا کہ جب کئی بھی بات سمجھنے والا نہ ہو تو اِنسان خلوص کی راہوں پر چلتے ہوئے لہولہان ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہے' ماما! یہ میری غلطی ہے کہ میں نے بہت ساری باتیں آپ کو نہیں بتائیں---اُس کے ذہن میں اپنی ہی کہی ہوئی باتیں آ رہی تھیں۔ اُس کے سامنے اِن سب کے چہرے گھوم رہے تھے جنہیں وہ اپنا سمجھتی تھی۔ شائستہ بیگم کے ساتھ اپنے والدین کا چہرہ اُبھرا' اُنہیں تو معلوم ہی نہیں تھا۔ بلال بے چارہ کیا کر سکتا تھا؟---ایک دَم سے اُسے یوں لگا جیسے وہ اِس کمرے کی گھٹن میں مر جائے گی' وہ بڑبڑاتے ہوئے بولی۔

''میں یہیں اِس کمرے میں مر جاؤں گی---کچھ پتہ نہیں چلے گا میرا' میں یہیں مر جاؤں گی---''

یہ کہتے ہوئے اُس نے روشن دان میں سے چمکتی ہوئی بجلی کو دیکھا' اس کے ساتھ ہی زور سے بادل گڑگڑائے' وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ جب نہ کھلا تو اُس نے وہیں پڑے کاٹھ کباڑ میں سے لوہے کی سلاخ نکال لی' پھر اس کی مدد سے دروازہ کھولنے

میں لگ گئی۔ کچھ دیر کی کوشش کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہ ایک دَم ساکت ہوگئی۔ اُس نے دِھیرے دِھیرے دروازہ کھولا اور پھر باہر جھانکا۔ باہر اندھیرا تھا' اچانک بجلی چمکی تو اُسے فارم ہاؤس دِکھائی دیا۔ وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ تیز ہوا اُس کے جسم سے ٹکرائی تو اُسے ایک جھرجھری سی آ گئی۔ وہ اندھیرے میں دِھیرے دِھیرے آگے بڑھنے لگی۔ اچانک ایک طرف سے کتے بھونکنے لگے' تبھی نورین نے سوچے سمجھے بغیر ایک طرف دوڑ لگا دی۔ اِس کے ساتھ ہی ایک بندے کی آواز اُبھری۔

''اوئے اِدھر دیکھو' کتے کیوں بھونک رہے ہیں؟''

نورین نے سہمے ہوئے انداز میں پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ لوگ بھاگ رہے تھے' ایک نے کتے کھول دیئے۔ اُنہیں معلوم ہو گیا تھا کہ نورین کمرے میں نہیں ہے۔ لحہ بہ لحہ کتے اُس کی طرف دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ تبھی پرشور فضا میں فائر کی آواز گونج کر رہ گئی۔ نورین سہم کر رہ گئی۔ وہ ہوائی فائر تھا' بلاشبہ اُسے ڈرانے ہی کے لیے کیا گیا تھا۔ اِس وقت نورین کے ذہن میں صرف اور صرف یہی تھا کہ اگر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی تو زندگی بچ جائے گی ورنہ موت اُس کا مقدر بن جائے گی۔ وہ اُٹھی اور پھر ایک دَم سے آگے بڑھ گئی۔ وہ اندھا دُھند بھاگی چلی جا رہی تھی۔ کڑکتی ہوئی بجلی میں کبھی کبھی راستہ دِکھائی دے جاتا اور وہ اپنی رفتار بڑھا دیتی۔ تبھی بجلی چمکی تو اُسے ایک بستی دِکھائی دی' وہ اِس طرف مڑ گئی' کتے بھونکتے ہوئے اُس کے پیچھے آ رہے تھے پھر اچانک اُسے ٹھٹک کر رُک جانا پڑا۔ اُسے یوں لگا جیسے کتے آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ اُسے یہی خیال آیا کہ بستی میں موجود کتے شاید سامنے آ گئے ہوں' اِن سے بھی خطرہ ہو سکتا تھا' لہٰذا وہ اِس طرف جانے کی بجائے دوسری جانب مڑ گئی اور پھر بھاگتی چلی گئی۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز دور ہوتی چلی جا رہی تھی' یہاں تک کہ وہ بے دَم ہو گئی۔ وہ کسی بھی لحہ گر سکتی تھی لیکن وہ پوری قوت سے اپنی بقا کے لیے وہاں سے دُور ہو جانا چاہتی تھی۔ تب اچانک اُس کے سامنے پکی تارکول کی سڑک آ گئی۔ وہ وہیں سمٹ کر بیٹھ گئی اور اپنی سانسیں بحال کرنے لگی--- وہاں بیٹھے اُسے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا کہ اُسے ایک طرف سے گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھ گئی۔ اُس نے غور کیا تو وہ گوالے کا ریڑھا تھا۔ وہ سڑک کے درمیان میں جا کر ہاتھ ہلانے لگی۔

گوالے نے فوراً ہی ریڑھا روک لیا۔ وہ غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم کون ہو' انسان ہو یا---؟'' اِس کی بات نامکمل ہی رہ گئی۔

''میں انسان ہی ہوں--- پلیز' میری مدد کرو---'' نورین نے تیزی سے کہا۔

''کیا مدد کروں---؟'' گوالے نے پوچھا۔

''مجھے کسی ایسی جگہ چھوڑ دو جہاں سے میں شہر جا سکوں۔'' وہ لجاجت سے بولی۔

''آ جاؤ---!''

بادل نخواستہ گوالے نے کہا تو وہ ریڑھے پر چڑھنے لگی۔ گوالے نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور بٹھا لیا۔ وہ گاگروں کے درمیان سمٹ کر بیٹھ گئی' ریڑھا چل دیا۔

''بی بی! مَیں نے تمہیں ریڑھے پر تو بٹھالیا ہے مگر تم ہو کون؟---تمہاری حالت سے تو لگتا ہے کہ---'' وہ جان بوجھ کر خاموش ہو گیا۔

''بس' مصیبت میں پھنس گئی' بلکہ موت سے بچ گئی ہوں---بس مَیں فوراً شہر پہنچ جانا چاہتی ہوں۔'' وہ غصے میں بولی۔

''لگتی تو تم شہر کی ہو لیکن پتہ ہے' شہر یہاں سے بہت دُور ہے---'' گوالے نے بتایا۔

''کتنی دُور ہے---'' وہ پریشانی میں بولی۔ ''مَیں کیسے شہر پہنچوں گی؟''

''یہاں قریب ہی ایک قصبہ ہے' وہاں سے بس جاتی ہے۔ ابھی وہ گئی نہیں ہو گی۔ مَیں نے وہاں تک جانا ہے' تم وہاں تک چلو' آگے اُس بس میں بیٹھ جانا---''

گوالے نے اُسے بتایا تو اُس نے ملگجی روشنی میں دُور تک جاتی ہوئی تارکول کی سڑک کو دیکھا اور پھر گوالے کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ٹھیک ہے' تم مجھے وہیں چھوڑ دینا۔''

اُس نے کہا۔ پھر دونوں میں خاموشی چھا گئی۔ ریڑھے کی گڑگڑاہٹ اور گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہی آتی رہی۔ آخر گوالے سے رہا نہ گیا اس نے پوچھا۔

''میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے' تم اِس ویرانے میں کیا کر رہی ہو---یہاں کی لگتی نہیں ہو؟''

اِس کے یوں کہنے پر نورین نے اِس کی جانب دیکھا اور بولی۔ ''مَیں شہر ہی میں رہتی ہوں' یہاں مجھے اغواء کر کے لایا گیا اور ایک کمرے میں بند رکھا گیا۔ مَیں نہیں جانتی کہ یہ جگہ کون سی ہے---ہو سکتا ہے مجھے تلاش کرتے ہوئے کچھ لوگ میرے پیچھے بھی آ جائیں' مَیں وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں---''

''اوہ---!'' گوالے کے منہ سے حیرت زدہ ہنکارہ نکلا۔ وہ چند لمحے اُس کی طرف دیکھتا رہا' پھر سوچتے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''پتہ ہے' وہ جگہ کون سی تھی؟''

''نہیں---لگتا تھا کہ وہ کوئی فارم ہاؤس ہے---''

''ہاں' ہے اُدھر---مگر تم گھبرانا نہیں۔ وہ لوگ آئے بھی تو تمہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔''

گوالے نے اُسے حوصلہ دیا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ اِس ریڑھے میں بیٹھی ہوئی کہاں چھپ سکتی ہے لیکن ان چند لفظوں نے اُسے بڑا حوصلہ دیا۔ بعض اوقات ہوتا یوں ہے کہ انسان کو ذرا سا حوصلہ مل جائے تو اُس کی کھوئی ہوئی قوت اور یقین بحال ہو جاتا ہے' ایسا ہی نورین محسوس کرنے لگی تھی۔ اِسی لیے اُس نے سوچ لیا کہ وہ مر جائے گی مگر اُن کے ہاتھ نہیں آئے گی---اِس وقت سورج پوری طرح نکل آیا تھا جب وہ قصبے میں پہنچے۔ گوالے نے ریڑھا ایک طرف روکتے ہوئے کہا۔

''یہاں سے بس جاتی ہے۔ ابھی آ جائے گی' تم تھوڑا انتظار کرو۔''

''ٹھیک ہے' تمہارا بہت شکریہ---''

نورین ریڑھے پر سے اُترتے ہوئے بولی جیسے ہی وہ نیچے اُتر کر آگے بڑھنے لگی تو گوالے نے کہا۔

''سنو!'' اِس کے یوں روکنے پر نورین نے گھوم کر دیکھا تو گوالے نے جیب میں سے کچھ نوٹ نکال کر اُس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ رکھ لو تمہارے کام آئیں گے۔ آخر تمہیں شہر بھی تو جانا ہے۔''

نورین کے دِل میں ہوک سی اُٹھی' وہ کیسے حالات میں آ گئی ہے؟--- دماغ سمجھا رہا تھا کہ یہ نوٹ لے لے' کام آئیں گے۔ گوالے نے وہ نوٹ اُس کی جانب بڑھا دیئے تب اُس نے خاموشی سے وہ نوٹ پکڑ لیے اور پھر تیزی سے ایک جانب بڑھ گئی--- اُسے شہر جانے کے لیے کوئی بس دِکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اچانک اُس کی نگاہ سامنے کچھ فاصلے پر موجود پی سی او پر پڑی' وہ تیزی سے اس جانب بڑھ گئی۔ وہ پی سی او میں داخل ہوئی تو وہاں موجود ایک ادھیڑ عمر شخص صفائی میں مصروف تھا۔ اُسے دیکھتے ہی کاؤنٹر کی جانب آیا اور کہا۔

''جی' فرمائیں---؟''

''مجھے فون کرنا ہے---''

اُس نے کہا تو پی سی او والے نے فون اُس کی جانب بڑھا دیا۔ اُس نے جلدی سے نمبر ملائے اور رابطے کا انتظار کرنے لگی' ذرا سی دیر میں فون اُٹھا لیا گیا۔

''ہیلو کون---!''

دوسری جانب سے فاخرہ بیگم کی آواز سنائی دی۔ اِس پر نورین چونک گئی' پھر سنبھل کر بولی۔

''میں نورین ہوں' فاخرہ آنٹی! خیریت تو ہے نا' ماما کہاں ہیں---؟''

''اوہ' نورین! تم کہاں ہو---؟''

فاخرہ نے تقریباً چیخنے والے انداز میں کہا تو نورین کے اندر نفرت کی لہر دوڑ گئی۔

''مجھے خود نہیں معلوم کہ میں کہاں ہوں--- آپ میری ماما سے بات کروائیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''وہ--- وہ تو سو رہی ہیں۔ اُن کی طبیعت بہت خراب تھی' اس لیے---'' فاخرہ نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''آپ اُنہیں جگا دیں۔ اُنہیں بتائیں کہ میں بات کرنا چاہتی ہوں---'' نورین نے اُکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

''دیکھو' اُن کی طبیعت مزید خراب ہو جائے گی۔ تمہارے گم ہونے کا صدمہ---''

فاخرہ نے کہنا چاہا تو نورین نے اُس کی بات کاٹ دی۔

''میں گم نہیں ہوئی' مجھے اغواء کیا گیا تھا--- سمجھیں آپ--- بس آپ میری ماما سے بات کروائیں۔''

''وہ ٹھیک ہے' میں اُنہیں جگاتی ہوں لیکن تم بتاؤ' کہاں ہو تا کہ تمہیں وہاں سے لے لیں---؟'' فاخرہ نے تیزی سے کہا۔

''اِس کا مطلب ہے' آپ میری ماما سے بات نہیں کروائیں گی--- ٹھیک ہے' میں آ رہی ہوں حسن لال اور آپ میرے آنے تک دیں

رہے گا ورنہ پھر مجھے آپ کو خود لانا ہوگا---"

نورین نے نفرت سے کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔اُس نے ادائیگی کر کے باہر کی جانب دیکھا' پھر اس ادھیڑ عمر شخص سے بولی۔

"کیا مَیں یہاں کچھ دیر بیٹھ سکتی ہوں---؟"

"اُدھر بیٹھ جائیں---"

اس نے ایک جانب اشارہ کیا اور پھر صفائی ستھرائی میں مشغول ہوگیا۔نورین سوچنے لگی کہ اُسے کیا کرنا چاہئے؟---اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔"

☆☆☆

وجاہت اپنے کمرے میں بے خبر سو رہا تھا جبکہ اس کا سیل فون بجتا چلا جا رہا تھا۔ کافی دیر بعد وہ کسمسایا اور پھر بند آنکھوں کے ساتھ ہی ٹٹول کو اپنا سیل فون اُٹھالیا' ادھ کھلی آنکھوں سے نمبر دیکھا اور پھر کال ریسیو کر کے خمار آلود آواز میں بولا۔

''ہیلو---کون---؟''

''سر! وہ---وہ لڑکی بھاگ گئی جو یہاں تھی۔''

دوسری جانب سے آواز آئی تو وہ ایک لمحہ کو سمجھ نہ سکا کہ کیا ہوا ہے لیکن پھر جیسے ہی سمجھ آئی' وہ چونک گیا اور اُٹھ کر دھاڑتے ہوئے بولا۔

''کیسے بھاگ گئی وہ---؟''

''پتہ نہیں' سر! اُس کا پیچھا کیا لیکن وہ کہیں غائب ہے---'' دوسری طرف سے گھبراہٹ میں کہا گیا۔

''اوہ' یہ تم لوگوں نے کیا کیا---اُسے ڈھونڈو' تلاش کرو۔ وہ یہیں کہیں ہوگی---میں ابھی آ رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس نے فون بند کیا اور بیڈ سے اُتر آیا۔

اس وقت اچھا خاصا دن نکل آیا تھا جب وہ فارم ہاؤس پہنچا۔ اُس نے تیزی سے گاڑی عمارت کے سامنے روکی تو بریک چرچرا اُٹھے۔ برآمدے میں کھڑے ہوئے لوگ اُس کی طرف دیکھ رہے تھے' وہ غصے میں نیچے اُترا اور ان میں سے ایک کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''وہ ملی ہے کہ نہیں---؟''

''نہیں' سر! ہم نے اُسے اردگرد کے علاقے میں دیکھا ہے' وہ نہیں ملی۔ شک یہی ہے کہ وہ بستی میں کسی کے گھر چھپی ہوئی ہوگی۔'' اسی شخص نے جواب دیا۔

''میں صرف ایک دن کے لیے شہر گیا ہوا اور وہ یہاں سے بھاگ گئی---کیسے بھاگی؟'' وہ دھاڑتے ہوئے بولا۔

''اُس نے کمرے کا دروازہ توڑا اور نکل گئی---'' ایک بندے نے جواب دیا۔

''تم سب نارمل ہو۔ ایک لڑکی کو---'' یہ کہتے کہتے وہ رُک گیا' پھر تیزی سے بولا۔ ''تم لوگ بستی کی طرف جاؤ' ایک ایک گھر دیکھو۔ میں قصبے کی طرف جاتا ہوں' وہ وہیں سے شہر جائے گی---''

''جی---!''

ایک شخص نے تیزی سے کہا تو وجاہت فوراً ہی گاڑی کی جانب بڑھ گیا' اُس کے ساتھ دو بندے بھی سوار ہو گئے۔ تب وہ تیزی سے فارم ہاؤس میں سے نکلتا چلا گیا---وجاہت قصبے میں اسی جگہ جا رکا جہاں سے بس جاتی تھی۔ وہ نیچے اُترا اور اِدھر اُدھر دیکھا' وہاں پر بس نہیں آئی تھی۔ تب اُس نے اپنے ساتھ آئے دو بندوں سے کہا۔

''میں یہیں کھڑا ہوں۔ تم اِدھر اُدھر دیکھو کے آؤ' فوراً---''

اُس نے کہا تو دو بندے ایک دوسرے کی مخالف سمت میں چل دیئے اور وہ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ وہ مضطرب سا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی

دیر بعد وہ دونوں آ گئے۔

''سر! وہ ہمیں کہیں دکھائی نہیں دی۔''

''یہاں سے بس کب گئی ہے---؟''

''ایک بس تو بہت پہلے چلی گئی ہے۔''اس نے کہا۔

''تم لوگ یہیں رہو، ارد گرد پر نگاہ رکھو پورے دھیان سے اسے تلاش کرو۔ میں اُسے دیکھ کر آتا ہوں---ممکن ہے وہ کسی سے لفٹ لے کر چلی گئی ہو یا بس میں---میں دیکھتا ہوں۔''

''جی، سمجھ گئے۔''

ان دونوں نے یک زبان ہو کر کہا تو وجاہت نے شہر کی طرف گاڑی بڑھا دی۔

☆☆☆

فرید پورے دھیان سے ڈرائیونگ کرتا ہوا دفتر کی طرف جا رہا تھا۔ صبح کے وقت ٹریفک بھی زیادہ ہوتی ہے اس کی راہ میں بھی خاصا رش تھا۔ اچانک اس کی نگاہ بس سٹاپ پر کھڑی نورین کی کولیگ عظمیٰ پر پڑی۔ وہ نورین کے ساتھ اُس سے دو بار مل چکا تھا۔ اس نے گاڑی روکی اور سڑک کنارے پارک کر کے اُس کے پاس آ گیا۔

''السلام علیکم، عظمیٰ کیسی ہو---؟''

''میں ٹھیک ہوں، آپ سنائیں---؟''اُس نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا، پھر ذرا الگ ہو کر بولی۔''یقیناً آپ نورین ہی کے بارے میں پوچھیں گے---''اُس نے دھیرے سے کہا۔

''جی بالکل، آپ کا اندازہ درست ہے---اصل میں اُس کے ساتھ رابطہ ہو ہی نہیں پا رہا ہے اور اُس کے بارے میں بڑی متضاد خبریں گردش کر رہی ہیں۔''وہ بولا۔

''میرے اندازے کے مطابق ایسا کچھ نہیں ہے وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی۔ ضرور اُس کے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے۔ اُس پر تو غبن کا بھی الزام لگ چکا ہے---''، عظمیٰ نے دبے دبے غصے میں کہا۔

''غبن---ڈکیتی، اور فرار---اتنا کچھ---خیر، اگر آپ کا اُس سے رابطہ ہو تو پلیز مجھے بتایئے گا۔ میں اُس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔'' فرید نے خلوص سے کہا۔

''یقین جانیں، فرید صاحب! میں خود پریشان ہوں، میں خود اُس کی مدد کرنا چاہتی ہوں لیکن کوئی رابطہ بھی تو ہو---''اُس نے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں آپ سے رابطہ رکھوں گا---''فرید نے اُس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے کہا، پھر اپنا کارڈ نکال کر اُسے دے دیا۔

''اگر کوئی بات بھی مجھے معلوم ہوتی تو میں آپ کو ضرور بتاؤں گی۔''یہ کہتے ہوئے اُس نے کارڈ سنبھال لیا۔

''آئیں میں آپ کو ڈراپ کردوں---'' فرید نے آفر کی۔

''نہیں---وہ بس آرہی ہے' میں اُس میں چلی جاؤں گی---'' عظمیٰ نے سڑک کے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا' تبھی بس نزدیک آ گئی تو وہ خدا حافظ کہتے ہوئے اِس جانب بڑھ گئی اور فرید اپنی گاڑی میں آ بیٹھا---اِس وقت وہ گاڑی پارک کر کے آفس کی جانب جارہا تھا جب اِس کا سیل بج اُٹھا۔ اُس نے نمبر دیکھے تو اجنبی سے تھے۔ اُس نے کال رسیو کرلی تو دوسری طرف سے نورین کی آواز اُبھری۔

''ہیلو فرید---؟''

''ہاں میں فرید بات کر رہا ہوں---بولو نورین! تم کہاں ہو' خیریت سے ہو---؟''

''فرید! میں بہت مشکل میں ہوں---میں دیکھ رہی ہوں' مجھ سے تھوڑے سے فاصلے پر وجاہت مجھے تلاش کر رہا ہے۔''

''اوہ' تو وجاہت نے اغواء کیا ہے تمہیں---؟''

''ہاں---''

''کہاں ہو تم---؟'' فرید نے تیزی سے پوچھا۔

''یہ آپ پی سی او والے سے بات کریں---''

فرید نے چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنی جس نے اُسے بتادیا کہ وہ کہاں پر ہیں' اِس کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔ فرید آفس جانے کی بجائے پلٹ آیا' فوراً گاڑی میں بیٹھا اور چل دیا---بتائے گئے علاقے میں پہنچ کر فرید نے بڑے محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا اور پی سی او کے سامنے گاڑی روک دی۔ اُسے اپنے اِردگرد کہیں بھی وجاہت دکھائی نہیں دیا۔ وہ آرام سے نکلا اور پی سی او میں داخل ہو گیا۔ اُسے وہاں نورین دکھائی نہ دی' تبھی پی سی او والے اُدھیڑ عمر بندے نے اُس کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کون---؟''

''میں فرید ہوں---''

اُس نے کہا تو اگلے ہی لمحے پردے کے پیچھے سے نورین باہر آ گئی۔ وہ اُس کی جانب بڑھا۔ نورین کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اُس کی خستہ حالت قابلِ رحم تھی۔

''فرید!'' وہ روہانسو لہجے میں پکارتی اُس کے پاس آ گئی۔

''میں آ گیا ہوں' مت ڈرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

اُس نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا' پھر وہ اُدھیڑ عمر والے بندے کا شکریہ ادا کر کے باہر آ گئے اور شہر کی جانب چل پڑے۔ نورین پچھلی سیٹ پر مدہوش سی لیٹی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک جب اُس نے بات نہیں کی تو فرید نے اُس سے پوچھا۔

''نورین! تم ٹھیک تو ہو نا---؟''

''ہاں میں ٹھیک ہوں بس مجھے چکر آ رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، تم سکون سے لیٹی رہو شہر پہنچتے ہی ہم ڈاکٹر---''

''نہیں ڈاکٹر کے پاس نہیں--- مجھے حسن لاج جانا ہے---''

نورین نے تیزی سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔ فرید نے اپنی توجہ ڈرائیونگ کی طرف کر لی، تبھی اُسے سامنے سے وجاہت کی گاڑی آتی ہوئی دِکھائی دی۔

☆☆☆

اُس کی گاڑی پہچان چکا تھا۔ اُس نے پچھلی سیٹ پر نورین کو دیکھا، وہ بے خبر لیٹی ہوئی تھی۔ فرید نے اُسے بتانا مناسب نہیں سمجھا، اُس نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ اُن کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہ گیا تھا، نجانے اگلے چند لمحوں میں کیا ہونے والا تھا۔ اگر وجاہت اس کی گاڑی یا اسے پہچان لیتا تو وہ اس کا راستہ روکتا یا پھر اس کا تعاقب ضرور کرتا۔ بلاشبہ وہ لمحوں میں سمجھ جاتا کہ فرید وہاں پر کیوں ہے اور اگر نہ پہچان پاتا تو وہ اس کے ہاتھ آنے والا نہیں تھا۔ فرید کو گھر سے نکلتے وقت یہ کب احساس تھا کہ ایسی کسی صورتِ حال سے دوچار ہوا جا سکتا ہے ورنہ وہ کوئی ہتھیار اپنے ساتھ رکھ لیتا---فرید کے ذہن میں یہ سب لمحوں میں آتا چلا گیا، ایسے میں وجاہت کی گاڑی عین اس کے قریب آ گئی اور پھر زن سے اس کے پاس سے گزر گئی۔ فرید نے بیک مرر میں دیکھا، لمحہ بہ لمحہ وہ ایک دوسرے سے دُور ہوتے چلے جا رہے تھے--- اِس وقت دوپہر ہونے والی تھی جب فرید نے گاڑی حسن لاج کے سامنے روک دی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

''نورین! تم نے اِس سارے معاملے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے؟ ممکن ہے، اس میں تمہاری کوئی مصلحت ہوگی لیکن ایک اچھا دوست ہونے کے ناتے میری خواہش ہے کہ میں تمہاری مدد کروں۔ وجاہت اِتنا بڑا رسک اکیلے نہیں لے سکتا، بلاشبہ اُس کے پیچھے کوئی ہے۔''

''فرید! جو کچھ بھی تم نے مجھے بتایا ہے، میرے لیے یہ سب ایک بھیانک خواب کی مانند ہے۔ مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟'' وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔

''میرے پاس تو وہ اخباری معلومات ہیں جو سب کو معلوم ہیں لیکن میرے ذہن میں یہ خیال پختہ ہو گیا ہے کہ اس حسن لاج میں تمہارے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔'' اُس نے باہر کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اِس کا تو مجھے پہلے ہی سے اندازہ ہے، فرید! چونکہ میں مجرم نہیں ہوں، اس لیے کوئی خوف نہیں ہے۔ اچھا ہوا کہ وہ لوگ کھل کر سامنے آ گئے ہیں ورنہ اس کے لیے تو مجھے بہت کچھ کرنا پڑتا--- خیر، مجھے یقیناً تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی۔ تب میں تم سے ضرور کہوں گی۔'' نورین نے یہ کہا اور گہری سانس لی۔

''مجھے تمہاری مدد کر کے خوشی محسوس ہوگی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک ہے' فرید! مَیں تمہیں بعد میں فون کرتی ہوں۔'' نورین نے کہا اور اُترنے کے لیے دروازہ کھول لیا۔

''مَیں تمہارا اِنتظار کروں گا۔''

فرید نے کہا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا کر الوداع کیا۔ فرید نے گاڑی بڑھا لی' تب نورین نے حسن لاج کی طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر اس کی جانب قدم بڑھا دیے۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم کو جب سے نورین کا فون ملا تھا' اُس کی جان میں جان آ گئی تھی۔ وہ خود پر حیران تھی کہ اُسے یہ کیسے خیال آ گیا کہ نورین کو شائستہ بیگم کے بارے میں نہیں بتانا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ وہ سیدھی حسن لاج ہی آئے گی اس لیے پہلی فرصت میں اُس نے وجاہت کو فون کر دیا۔

''کہاں ہو تم وجاہت---؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''مَیں جہاں بھی ہوں' آپ اسے چھوڑیں آپ اپنی بات کہیں---'' وہ انتہائی اُکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

''مَیں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے نورین کا فون آیا تھا۔'' فاخرہ نے تیزی سے بتایا۔

''کہاں ہے وہ' کچھ بتایا اُس نے---؟'' وجاہت نے پاگلوں کی طرح سوال کیا۔

''یہ تو اُس نے نہیں بتایا' آخر وہ بھی تو چالاک ہے لیکن اتنی بھی چالاک نہیں کہہ رہی تھی کہ سیدھی حسن لاج آ رہی ہے۔''

''کیا' وہ شہر پہنچ گئی ہے---مطلب وہاں---اُسے معلوم نہیں ہے کہ بیگم---''

''نہیں' اُسے شائستہ بھابی کے فوت ہو جانے کی خبر نہیں ہے' اس لیے وہ سیدھی اِدھر ہی آئے گی۔ تمہارے پاپا کا خیال ہے کہ جیسے ہی وہ آئے' اُسے---'' فاخرہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

''ٹھیک ہے' مَیں آ رہا ہوں لیکن میرے آنے سے پہلے اُسے کچھ نہ کہا جائے۔ اگر وہ کوئی اونچی بات کرے تو بے شک اُسے سمجھا دیں---ویسے مَیں آ رہا ہوں---''

وجاہت نے کہا اور فون بند کر دیا۔ شائستہ بیگم نے ریسور کریڈل پر رکھا اور ڈرائنگ روم ہی میں صوفے پر بیٹھ کر نورین کا انتظار کرنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد وقار احمد بھی آفس جانے کے لیے تیار ہو کر آیا اور وہیں اُس کے پاس بیٹھ گیا تو وہ اضطراب میں بولی۔

''اِتنی دیر ہو گئی ہے' نورین ابھی تک نہیں پہنچی---؟''

''پتہ نہیں' اُس نے کہاں سے فون کیا تھا کہاں پر ہے اور وہاں سے یہاں آنے تک کتنا وقت لگتا ہے۔ پھر تمہارا بیٹا بھی تو اُس کی تلاش میں ہے---'' وقار احمد نے عام سے لہجے میں کہا۔

''وہ اُسے نہیں ملی' وہ بھی یہاں آ رہا ہے---'' فاخرہ نے تیزی سے کہا۔

''اگر وہ پرسوں رات ہی اُسے اپنے ساتھ یہاں لے آتا تو اَب تک نورین کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا ہوتا یا پھر اُس کے ساتھ کوئی نہ

کوئی سمجھوتہ ہو چکا ہوتا لیکن اُسے تو صرف اپنی ضد پوری کرنے کا جنون چڑھا ہوا ہے۔ اُسے وقت اور حالات کی نزاکت کا احساس ہی نہیں ہے۔ اَب وہ ہاتھ سے نکل گئی نا' تو پھر نجانے کیا ہوگا؟'' وہ تیز لہجے میں بولا۔

''وہ کہیں نہیں جائے گی' وہ سیدھی یہاں آئے گی' اُس نے مجھے دھمکی آمیز لہجے میں کہا ہے کہ میں بھی یہیں رہوں۔ اُسے نہیں معلوم کہ جس کی شہہ پر وہ بول رہی ہے' وہ اَب منوں مٹی تلے سو رہی ہے۔ میں اُسے آتے ہی پولیس کے حوالے کر دوں گی۔'' فاخرہ نے تیزی سے کہا۔

''نہیں' مجھے اطلاع کرنا میں خود پولیس بلاؤں گا---تمہارا کام صرف یہی ہے کہ اُسے یہاں رکھنا' جب تک میں نہیں آ جاتا۔'' وقار احمد نے اُسے سمجھایا۔

''---اور پھر یہ حسن لاج میرے قبضے میں ہوگا۔ فاخرہ بیگم نے مستقبل کا کوئی سنہرا خیال سوچتے ہوئے کہا۔

''اپنے اس قبضے کا اعلان مت کرتی رہنا--- سمجھو' اَب حسن لاج تمہارا ہی ہے لیکن اعلان کرنے کی ضرورت نہیں جب تک نورین والا کانٹا نہیں نکل جاتا---جب تک یہ جائیداد قانونی طور پر ہمارے نام نہیں ہو جاتی' تب تک ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

''ہاں' یہ تو ہے---بس نورین والا مسئلہ حل ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا---'' فاخرہ نے دھیرے سے کہا۔

''میں نے ہر طرح سے اُس کا انتظام کیا ہوا ہے۔ ڈکیتی والے معاملے سے وہ نکل بھی گئی تو غبن والے معاملے میں پھنس جائے گی یا پھر---میں نے اُس کے لیے بہت سارے آپشن سوچ رکھے ہیں۔ مجھے اُس سے اتنا خوف نہیں جتنا تمہارے بیٹے سے ڈر لگتا ہے۔ اُس کا پتہ نہیں' کس وقت کیا کر دے---''

وقار احمد نے دبے دبے غصے میں کہا۔ پھر اُٹھا اور بنا کچھ کہے باہر کی جانب چل دیا۔ اُس کے یوں چلے جانے پر فاخرہ بیگم کو لگا جیسے تمام تر معاملات کی ذمے دار وہ اور اُس کا بیٹا ہیں حالانکہ بزنس پر قبضہ کرنے کا خیال تو وقار احمد ہی کو آیا تھا---فاخرہ بیگم اِنہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ صفیہ چائے لے کر آ گئی۔ اُس نے غور سے صفیہ کی طرف دیکھا اور بولی۔

''اَب چائے لے کر آئی ہو جب وقار چلے گئے ہیں؟''

''جی' میں نے تو دیر نہیں کی---'' وہ گڑبڑاتے ہوئے بولی۔

''صفیہ! آج سے تمہارا حسن لاج میں کوئی کام نہیں ہے۔ شائستہ بھابی نہیں رہیں' اِس لیے تم بھی یہاں نہ رہو۔''

فاخرہ نے دھیرے سے کہا تو صفیہ بُری طرح چونک گئی اور پھر حیرت سے بولی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں' بیگم صاحبہ!---میں کہاں جاؤں گی؟''

''جہاں بھی جاؤ مگر ہم تمہیں یہاں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔'' فاخرہ بیگم نے بے اعتنائی سے کہا۔

''بیگم صاحبہ! میں نے اتنا عرصہ یہاں خدمت کی ہے--- پہلے شائستہ بیگم کی خدمت کرتی تھی' اَب آپ کی خدمت کروں گی۔'' وہ لجاجت سے بولی۔

''میں جانتی ہوں کہ تم اُن کی خدمت کیسے کرتی رہی ہو۔ جس کا نمک کھاتی تھیں' اُسی کے خلاف کام کرتی تھیں۔ اُنہیں پتہ ہی نہیں چلا اور تم نے اُن کی جڑیں کاٹ دیں۔ کیا میں تمہیں نہیں جانتی --- تمہارے جیسی خطرناک عورت کو میں ایک لمحے کے لیے بھی یہاں برداشت نہیں کر سکتی۔'' فاخرہ نے انتہائی نخوت سے کہا۔

''یہ بھی تو دیکھیں نا' بیگم صاحبہ! میری خدمات کس کے لیے ہیں اور اس کا صلہ آپ یہ دے رہی ہیں۔'' وہ بولی۔

''تم اپنی خدمت کا صلہ ساتھ ساتھ لیتی رہی ہو' میں نے کہیں کمی تو نہیں چھوڑی --- کل تم اُن کے خلاف ہمارے لیے کام کرتی رہی ہو' آج تم کسی اور کے لیے بھی کر سکتی ہو۔'' فاخرہ نے تیز لہجے میں کہا۔

''رحم کریں' بیگم صاحبہ! میں ---''

''دو دن پہلے تم کس طرح لاکھوں کی بات کر رہی تھیں --- یاد ہے تمہیں' تمہارا لہجہ کیسا تھا ---'' فاخرہ بیگم نے تیز لہجے میں نفرت سے کہا۔

''میں قسمت کی ماری کہاں جاؤں گی --- میں اَب ایسا کچھ نہیں کروں گی۔ مجھ پر یقین رکھیں۔'' اُس نے عاجزی سے کہا۔

''نہیں' تم یہاں نہیں رہ سکتی ہو' چلی جاؤ یہاں سے ورنہ ڈکیتی کے الزام میں تم بھی جیل جا سکتی ہو --- ڈکیتی کے وقت تم یہیں تھیں نا' تم نے ہی دروازے بند نہیں کیئے تھے؟''

''یہ --- یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ --- میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ---؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''نہیں کیا نا' تو کہنے میں کیا حرج ہے --- تمہارا یہاں سے چلے جانا ہی اچھا ہے۔ تم فوراً یہاں سے چلی جاؤ ورنہ یہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

''میں کہاں جاؤں گی ---؟'' وہ روہانسو ہوتے ہوئے بولی۔

''نکل جاؤ' ورنہ ابھی پولیس کو بلاتی ہوں ---''

فاخرہ بیگم نے چیختے ہوئے کہا تو صفیہ اُس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے' بیگم صاحبہ! چلی جاتی ہوں' نہیں رہوں گی یہاں مگر میں آپ کو بہت یاد آؤں گی۔''

''نکل جاؤ --- یاد آؤں گی' ہونہہ ---!'' فاخرہ بیگم نے پھر نخوت سے کہا تو صفیہ کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ وہ چند لمحے کھڑی رہی' پھر دھیرے دھیرے پلٹ کر ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔ فاخرہ بیگم اُسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

صفیہ کو وہاں رہتے ہوئے عرصہ گزر گیا تھا۔ وہ اِس وقت جوان تھی جب یہاں آئی تھی' اُسے یوں ذلیل ہو کر جانا بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر اُس کا ضمیر اُسے ملامت کر رہا تھا کہ یہ تمہارے کرموں ہی کا پھل ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم نے جو کیا' مجبوری میں کیا لیکن وفاداری --- اُس نے اپنا سامان اُٹھایا اور کچھ دیر بعد وہاں کے در و دیوار پر حیرت سے نگاہ ڈالتے ہوئے باہر کی جانب چل دی۔ اس وقت اُس کے ذہن میں یہی تھا کہ کاش' وہ شائستہ بیگم کے ساتھ وفاداری کرتی تو آج وہ اُدھیڑ عمری میں یوں در بدر نہ ہوتی۔ یہی سوچتی ہوئی وہ جیسے ہی گیٹ کے باہر آئی تو اُس کی نگاہ نورین

پر پڑی جو حسن لاج کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسی لمحے صفیہ نے فیصلہ کرلیا کہ کیا کرنا ہے' وہ اپنے ماضی کے داغ دھو دینا چاہتی تھی' اس لیے آگے بڑھی اور اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔

''نورین بی بی! آپ آ گئیں---؟''

''ہاں میں آ گئی ہوں مگر تم کہاں جارہی ہو؟'' نورین نے اُس کا سامان دیکھ کر کہا۔

''میں آپ کو سب کچھ بتادوں گی لیکن خدا کے لیے آپ فوراً یہاں سے چلی جائیں۔ حسن لاج میں آپ کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے---'' صفیہ نے گھبراتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''خطرہ' میرے لیے---یہ کیا کہہ رہی ہو تم---؟'' وہ اُلجھتے ہوئے بولی۔

''خدا کے لیے' نورین بی بی! یہاں سے چلیں' کسی کی نگاہ میں نہ آ جائیں۔ آپ کو نہیں معلوم کہ یہاں کیا سے کیا ہوگیا ہے۔ کسی اور جگہ چل کر میری بات سن لیں' پھر آپ کی مرضی' جو فیصلہ کریں لیکن یہاں نہ ٹھہریں---''

صفیہ نے منّت کرنے والے انداز میں کہا' تب نورین اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''چلو---!''

یہ کہہ کر وہ اُس کے ساتھ ایک جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆

فرید اور باسط اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سہ پہر کا وقت ہوگیا تھا' باسط تھوڑی دیر پہلے ہی آفس سے واپس آیا تھا۔ فرید نے اُسے ساری بات بتادی تو اُس نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

''یار! یہ عجیب سی بات نہیں بتائی تم نے نورین کے بارے میں--- پہلے تو اُس کا پتہ ہی نہیں چلا' پھر اچانک اُس نے تمہیں فون کیا۔ وہ ایک قصبے میں تھی اور تم اُسے وہاں سے لے آئے' یہ بات تو مان لی مگر اُس نے تمہیں اس سارے معاملے کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا' یہ قدرے حیرت والی بات نہیں ہے---؟''

''یار! میں مانتا ہوں کہ اُس نے مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن کیا یہ اعتماد نہیں ہے کہ اُس نے مدد کے لیے مجھے بلایا اور اُس نے یہ بتادیا کہ وجاہت نے اُسے اغواء کیا تھا۔ اگر باقی اُس نے مجھے نہیں بتایا تو ممکن ہے' اُسے بھی سمجھ میں نہ آ رہا ہو۔ وہ تو ویسے ہی چکرائی ہوئی تھی۔'' فرید نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں' یہ ممکن ہے کہ ابھی اُسے اس ساری گیم کی سمجھ ہی نہ آ رہی ہو لیکن میرا اندازہ درست نکلا کہ وجاہت ہی ایسا کرسکتا ہے---'' باسط نے حتمی سے لہجے میں کہا۔

''ہاں---شاید نورین نے اس لیے بھی یہ باتیں نہ بتائیں ہوں کہ یہ اُن کا خاندانی مسئلہ ہے۔ وہ اپنی ماما کے پاس جائے گی تو---''

فرید نے کہنا چاہا تو باسط نے اُس کی بات کاٹ دی۔

''نورین' بیگم شائستہ کی سگی بیٹی نہیں بلکہ لے پالک ہے اور بیگم شائستہ اَب اس دُنیا میں نہیں رہیں' آج کے اخبار میں اس کی پوری تفصیل ہے۔ صبح تم اگر اخبار پڑھ لیتے تو تمہیں یہ سب معلوم ہو جاتا۔''

باسط نے تیزی سے کہا تو فرید چونکتے ہوئے بولا۔

''اوہ---اِس طرح تو وہ بہت زیادہ خطرناک صورتِ حال میں پھنس سکتی ہے بلکہ میں نے اُسے حسن لاج کے سامنے چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

''ہاں 'میں یہی بات تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں---ان ساری معلومات کا اگر غور سے تجزیہ کیا جائے تو سارے قلابے وقار احمد تک جا کر ملتے ہیں۔ وہی شخص مجھے اِن سارے واقعات کا محرک دِکھائی دیتا ہے۔ اُس جیسے گھاگ آدمی کے سامنے تو نورین کچھ بھی نہیں۔'' باسط نے کہا۔

''بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے' یار!---اَب نورین سے رابطہ کس طرح کیا جائے' اُسے یہ سب کچھ کیسے بتایا جائے---؟'' فرید نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔

''اَب پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا' فرید! تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اُن لوگوں نے اَب تک اُسے پولیس کے حوالے کر دیا ہوگا۔'' باسط نے مایوسی بھرے لہجے میں کہا۔

''اوہ' بہت بُرا ہوا---لیکن' باسط! میں اُس کی مدد ضرور کروں گا' چاہے اِس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔''

''ہاں' مدد تو کرنی چاہئے اور اَب یہ ایک قانونی جنگ ہوگی' روپے کی طاقت استعمال ہوگی۔ قانون تو بے چارہ اندھا ہے' دلائل اور ثبوت کے سہارے چلتا ہے اور جس طرح اُنہوں نے نورین کے گرد جال بن دیا ہے' وہ تو اس جال میں پھڑ پھڑا کر رہ جائے گی۔'' باسط نے کہا۔

''لیکن ہمیں کوشش تو کرنی چاہئے---؟'' فرید نے دبے دبے جوش سے کہا۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں' فرید! میرے پاس جو کچھ بھی ہوگا' وہ میں تمہیں دینے کے لیے تیار ہوں۔ میں تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلوں گا۔'' باسط نے مسکراتے ہوئے پورے خلوص سے کہا۔

''دیکھو' ہم نورین کو بچانے کی پوری کوشش کریں گے---بچ گئی تو اُس کی قسمت لیکن اگر نہ بچی تو پھر کم از کم ہمیں دُکھ تو نہیں ہوگا۔'' فرید نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔

''فرید! یہ تو پکی بات ہے کہ نورین کے خلاف سازش ہوئی ہے۔ وہ لوگ سازش کے اس جال کو مزید مضبوط بنائیں گے۔ تم اگر اپنی توجہ اس سازش کو بے نقاب کرنے پر لگا دو تو بہت ساری فضول کوششوں سے بچ جاؤ گے اور اصل میں یہی تمہارا راستہ ہونا چاہئے۔'' باسط نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھ گیا ہوں' باسط! میں اس سازش کے جال کو توڑ کے رکھ دوں گا۔'' وہ ایک عزم سے بولا۔

''تم نورین سے کوشش کرو رابطہ کرنے کی---'' تب باسط نے کہا۔

''ہاں---''

فرید نے کہا اور اُٹھ گیا۔ اُس کی ساری توجہ اَب نورین کو بچانے کے لیے تھی۔

☆☆☆

سہ پہر کے وقت سورج نے اپنی کرنیں سمیٹنا شروع کر دیں تھیں۔ ایسے میں سلمٰی اپنے آنگن میں چارپائی پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اُس کے قریب افسردہ صورت لیے بلال اور عالیہ بیٹھے ہوئے تھے۔

''مت رو' اماں! صبر کرو---'' عالیہ نے کہا تو وہ بھیگے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ اِک ذرا سی خوشی ملی تھی' مولا! لیکن اِتنے دُکھوں کے عوض---ایک بیٹی کی پریشانی ختم ہوئی تو دُوسری نے بدنامی کا ٹیکہ ماتھے پر سجا دیا۔ قرضے سے جان چھوٹی تو میرے بچوں کے باپ کو پولیس پکڑ کر لے گئی---میں کیا کروں' میرے مولا---!''

''اماں! نہ رو' ملک صاحب نے کہا تھا کہ وہ آج جائیں گے تھانے' میں ابھی وہیں سے آ رہا ہوں---'' بلال نے اپنی ماں کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''جھوٹی تسلی مت دے' میرے بچے! جب تک وہ نورین پکڑی نہیں جاتی' تیرے باپ کو پولیس والے نہیں چھوڑیں گے---'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''اماں! کیا تمہیں لگتا ہے کہ نورین باجی نے ڈکیتی کی ہو گی---؟'' عالیہ نے پوچھا۔

''مجھے کیا پتہ---میں قسمت کی ماری یہ سمجھ رہی تھی کہ میری بیٹی مجھے مل گئی۔ مجھے کیا پتہ' وہ ایسی نکلے گی۔ اس سے اچھا تھا کہ وہ ہماری زندگی ہی میں نہ آتی' پیدا ہوتے ہی مر جاتی۔ کاش میں نے اُس کا گلا دبا دیا ہوتا۔'' اُس نے روتے ہوئے نفرت سے کہا۔

''نہ' اماں! ایسے نہ کہہ---ہو سکتا ہے' نورین باجی پر الزام ہی ہو---'' عالیہ نے تیزی سے کہا۔

''ارے الزام ایسے ہی تھوڑی لگ جاتا ہے اور اِتنی بڑی گاڑی اور اِتنا زیادہ روپیہ ایسے ہی آ جاتا ہے---مجھے تو پہلے ہی شک تھا کاش' مجھے اُس وقت ہی سمجھ آ گئی ہوتی---''

اِتنے میں دروازہ بجا اور رفیق اندر آ گیا۔ اُس کے چہرے پر ہلکا سا نیل پڑا ہوا تھا اور وہ بے حد لاغر دکھائی دے رہا تھا۔

''دیکھ' اماں! ابا آ گیا---!''

بلال نے تیزی سے اُٹھتے ہوئے کہا تو سلمٰی اپنا رونا دھونا بھول کر جلدی سے اُٹھی۔ دونوں رفیق کو سہارا دے کر لائے اور چارپائی پر بٹھا دیا۔

''جا' بلال! جلدی سے پانی لے آ---'' سلمٰی نے کہا۔

''وہ سنتے ہی پانی لینے چلا گیا۔ عالیہ بھی اپنے باپ کے قریب آ گئی۔

''بلال کے ابا! کیا نورین مل گئی؟''

''نہیں' نورین تو نہیں ملی البتہ وہاں کوئی آدمی آیا تھا' اُس نے مجھے چھڑوایا ہے۔''

''کون---اپنے ملک صاحب---؟'' وہ بولی۔

''نہیں۔ملک نہیں' کوئی اور تھا---اُس کا کوئی بھلا سا نام بتا رہے تھے' دیکھا میں نے بھی نہیں ہے۔'' وہ دُکھے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اللہ اُس کا بھلا کرے---بہت تکلیف ہو رہی ہے' کیا اُنہوں نے بہت تشدد کیا---؟'' سلمٰی نے روہانسو ہوتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں' میں ٹھیک ہوں---کچھ نہیں ہوا۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''اپنی حالت تو دیکھ---اللہ ماروں نے تم پر تشدد کیوں کیا؟ جب ہم کہہ رہے ہیں کہ ہمیں نورین کا نہیں پتہ تو پھر بھی---میں نورین کو نہیں بخشوں گی---'' سلمٰی نے پھر نفرت سے کہا۔

''اس میں نورین بیٹی کا قصور کیا ہے بھلا؟ یہ تو پولیس والوں کی نااہلی ہے۔اُنہیں تو کمزوروں پر ہی ہاتھ اُٹھانا آتا ہے---وہ نااہل ہیں کہ مجرم نہیں پکڑ سکتے اور جس کے گلے میں پھندا پورا آتا ہے' اس کے ڈال دیتے ہیں---'' اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔

''کچھ بھی ہے' پر تیری حالت تو اُسی کم بخت نورین کی وجہ سے ہوئی ہے نا!---کاش میں اُسے اپنے گھر ہی میں نہ گھسنے دیتی---'' وہ تیزی سے بولی۔

''چپ کر جا---''

رفیق نے اُکتاتے ہوئے کہا۔اتنے میں بلال پانی لے آیا تو رفیق نے پکڑ کر وہ پی لیا۔

''لیٹ جا' اِدھر لیٹ جا۔میں تیرے لیے دوائی لے کر آتی ہوں---''

سلمٰی نے کہا اور وہاں سے اُٹھ گئی تو رفیق لیٹ گیا۔تب عالیہ روتے ہوئے اپنے باپ کا سر دبانے لگی۔

''مت رو میری بیٹی! یہ حادثہ ہی تھا جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا۔اب رونے دھونے سے کیا ہوگا؟'' رفیق نے اُسے تسلی دی۔

''پر ابا! اگر باجی نورین نے واقعی ہی جرم کیا ہے تو پولیس کو اُسے پکڑنا چاہیے۔یہ دوسروں کی پکڑ دھکڑ کہاں کا انصاف ہے۔کیا یہاں اس ملک میں کوئی بھی کسی کو پوچھنے والا نہیں؟''

''ہاں' بیٹی! شاید کوئی پوچھنے والا نہیں ہے' اس لیے تو ایسا ہو رہا ہے اور پھر ہم غریب لوگ کیا کر سکتے ہیں' نہ ہم رشوت دے سکتے ہیں اور نہ ہمارے تعلقات ہوتے ہیں جو کام آ جائیں۔'' رفیق حسرت سے بولا پھر چونکتے ہوئے بولا۔''بیٹی! تیرے سسرال والوں نے تو کوئی بات نہیں کی---میرا مطلب---'' وہ کہتے کہتے رُک گیا۔

''نہیں' ابا! میرے میاں بہت اچھے ہیں' اُنہوں نے کوئی بات نہیں کی بلکہ مجھے حوصلہ دیا ہے کہ نورین ایسی ہو ہی نہیں سکتی اور پولیس والوں نے ظلم کیا ہے۔''

''اللہ اُس کا بھلا کرے' وہ تیرے ساتھ ہمیشہ اچھا رہے--- میری تو یہی دُعا ہے' بیٹی!--- ہمارا کیا ہے' ہم یہ دُکھ بھی سہہ جائیں گے---'' رفیق نے شفقتِ پدری سے کہا۔

''لیکن اَبا! میرا دِل نہیں مانتا کہ نورین باجی ایسی ہوگی۔ وہ تو اتنی اچھی ہے کہ---''

اُس نے کہنا چاہا لیکن ہاتھ میں دوائی کی شیشی پکڑے سلمیٰ نے آتے ہوئے اُس کی بات سن لی اور کہا۔

''دِل تو ہمارا بھی نہیں مانتا مگر بیٹی! کچھ نہ کچھ تو ہے ورنہ پولیس اس طرح اُسے تلاش نہ کرتی---''

یہ کہہ کر وہ رفیق کے زخموں پر دوائی لگانے لگی۔ تبھی دروازے پر تیز دستک ہوئی تو سبھی نے چونک کر دیکھا۔ عالیہ اُٹھ کر جانے لگی تو بلال نے بڑھ کر دروازہ کھولا' سامنے کھڑے حوالدار کو دیکھ کر اُس نے کہا۔

اَب کیا لینے آئے ہو' چلے جاؤ یہاں سے---''

حوالدار نے اُس کی سنی اَن سنی کرتے ہوئے اُسے ایک طرف کیا اور اندر آ گیا۔ عالیہ اُٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ حوالدار بڑی ڈھٹائی سے اُن کے پاس بیٹھ گیا۔

''اَب کیا ہے' کیوں آئے ہو یہاں---اَب کوئی ظلم باقی رہ گیا ہے کیا---؟'' سلمیٰ نے نفرت سے کہا۔

''دیکھو بی بی! یہ تفتیش کا معاملہ ہے۔ تمہاری بیٹی نے ڈکیتی کے ساتھ ساتھ غبن بھی کیا ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے' ہمیں اُوپر سے بہت دباؤ ہے---'' وہ معالمانہ انداز میں بولا۔

''دباؤ تم لوگوں پر ہے' تم کیوں ہم غریبوں کو دباتے ہو--- جب ہم نے کہہ دیا کہ ہمیں نہیں پتہ تو پھر بار بار کیوں آتے ہو یہاں---؟'' رفیق نے غصے میں کہا۔

''دیکھ' محمد رفیق! ہمیں تم سے کوئی دُشمنی نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں یوں آنا پسند ہے لیکن کیا کریں۔ وہ جو مدعی ہیں' بڑے ڈاہڈے لوگ ہیں۔ اُن لوگوں کا اصرار ہے کہ اگر نورین ملی تو یہیں سے مل سکتی ہے۔'' حوالدار نے حتمی انداز میں کہا۔

''اُن لوگوں کا اصرار غلط ہے۔ اُنہیں بتادو کہ وہ صرف مہندی والی رات آئی تھی اور پھر اِس کے بعد وہ ہمیں نہیں ملی--- ہماری بات کا یقین آپ لوگ کیوں نہیں کرتے ہو؟'' سلمیٰ نے کہا۔

''چلو' ہم یقین کر لیتے ہیں۔ تم لوگوں کی بات مان لیتے ہیں لیکن اگر وہ یہاں سے مل گئی تو پھر---؟'' حوالدار نے سختی سے کہا۔

''یہاں ہوگی تو ملے گی۔ جب یہاں ہے ہی نہیں---'' سلمیٰ تیزی سے بولی۔

''دیکھیں' آپ پولیس کے ساتھ تعاون کریں۔ ہم مان لیتے ہیں کہ وہ یہاں نہیں ہے لیکن اگر وہ یہاں آئے تو آپ لوگ فوراً پولیس کو اطلاع کریں گے پھر ہم جانیں اور وہ--- اس کے بعد آپ کو پوچھیں گے بھی نہیں۔'' حوالدار نے کہا تو رفیق اور سلمیٰ نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ تب وہ مزید بولا۔ ''آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ ہماری بات مان لینے ہی میں آپ کا فائدہ ہے---اَب میں چلتا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ گیا اور پھر اُنہیں خاموش دیکھ کر باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔ تب عالیہ کمرے میں سے انتہائی غصے کے ساتھ نکلی اور تیزی سے بولی۔

''کوئی ضرورت نہیں ان پولیس والوں سے تعاون کرنے کی---اوّل تو نورین باجی یہاں آنے والی نہیں۔ اگر وہ آ بھی گئیں تو انہیں نہیں بتانا ہے---یہ کوئی لوگوں کو تحفظ دینے کا طریقہ ہے' یہ تو دھمکی دے کر گیا ہے۔''

''ان پولیس والوں کو تفتیش کا ایسی طریقہ آتا ہے' بیٹی---!'' رفیق نے دھیرے سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔

''تو اس معاملے میں اپنا دماغ مت کھپا۔ تو اپنے گھر میں سکھی رہ' تجھے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے۔ یہ افتاد ہم پر پڑی ہے' ہم ہی اسے بھگتیں گے---تو اُٹھ کر جانے کی تیاری کر' تیرا میاں تجھے لینے کے لیے آتا ہی ہوگا۔''

سلمٰی نے آرام سے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا تو عالیہ ایک دم سے بے بس ہوگئی۔ وہ اُٹھی اور اندر کی جانب چلی گئی جبکہ بلال باہر کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے خاموش تھے' جیسے وہ خاموشی ہی میں ایک دوسرے سے بات کر رہے ہوں۔

☆☆☆

نورین کو لے کر صفیہ ایک پارک میں آ گئی۔ پھر ایک پُرسکون سے گوشے میں بیٹھ کر اس نے نورین سے پوچھا۔

''کچھ کھائیں گی آپ---؟''

''نہیں' صفیہ! تم آخر مجھے کیا بتانا چاہ رہی ہو' مجھے وہ بتاؤ اور تم نے مجھے حسن لاج میں کیوں نہیں جانے دیا؟''

نورین نے تیزی سے کہا تو صفیہ چند لمحے خود پر قابو پاتے ہوئے خاموش رہی' پھر افسردہ سے لہجے میں بولی۔

''اِس لیے نورین بی بی! کہ اب وہاں آپ کا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔ آپ حسن لاج جاتیں تو آپ کو فوراً پولیس کے حوالے کر دیا جاتا۔ شاید آپ کو پتہ نہیں کہ ڈکیتی---''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن میرا کوئی ہمدرد کیوں نہیں ہے۔ ابھی میری ماما---''

''نہیں' آپ کا وہ سہارا نہیں رہا' بیگم صاحبہ اب اس دُنیا میں نہیں---''

''کیا---؟'' نورین حیرت سے چیخ پڑی۔

''ہاں' نورین بی بی! صفیہ دھیمے سے بولی۔

''تم کیا کہہ رہی ہو صفیہ! ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھے اس دُنیا میں چھوڑ کر نہیں جا سکتیں---تم جھوٹ بول رہی ہو۔'' نورین نے ہذیانی انداز میں کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں---اُن لوگوں نے بیگم صاحبہ کو یہی بتایا تھا کہ آپ فرار ہوگئی ہیں اور وہ آپ کی جدائی برداشت نہیں کر پائیں۔ اُنہیں دفنانے میں بھی اُنہوں نے جلدی کی' بڑی خاموشی کے ساتھ دفنایا ہے۔' صفیہ نے بتایا۔

''میں نہیں مانتی صفیہ---!'' وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

''اپنے پیاروں کے یوں چلے جانے پر واقعی یقین نہیں آتا لیکن کیا کیا جائے' حقیقت یہی ہے اور پھر میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی---؟'' اُس نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔ ''آپ حسن لاج مت جائیں وہ اَب آپ کا گھر نہیں بلکہ دُشمن کا مسکن ہے---آئیں میرے ساتھ میں آپ کو شائستہ بیگم کی قبر پر لے چلوں---''

یہ سنتے ہی نورین اُٹھ کھڑی ہوئی تو صفیہ بھی اُٹھتے ہوئے اُس کے ساتھ چل دی---قبرستان کے باہر رکشہ رُکا تو وہ دونوں اس میں سے باہر نکل آئیں۔ صفیہ آگے آگے چلنے لگی جبکہ نورین اُس کے پیچھے تھی' یہاں تک کہ وہ ایک تازہ قبر کے پاس آ کر رُک گئیں جس پر کتبہ بھی لگا دیا گیا تھا۔ وہ کتبہ پڑھتی گئی اور چیخ مار کر اِس تازہ قبر سے لپٹ گئی۔

''ماما' ماما! آپ مجھے یوں چھوڑ کر نہیں جاسکتیں۔ آپ کے سوا میرا اس دُنیا میں کون ہے۔ میں نے تو ابھی آپ کو بہت کچھ بتانا تھا۔ میں نے تو بتانا تھا کہ ایک لے پالک بیٹی کتنی مخلص ہوتی ہے۔ میں نے تو یہ بتانا تھا کہ خونی رشتے کس قدر لالچی اور خود غرض ہوتے ہیں---ماما! آپ نے میرا انتظار بھی نہیں کیا۔ میرا انتظار تو کرتیں ماما!---آپ کی بیٹی اکیلی ہے---''

''صبر کریں' نورین بی بی! صبر---! جانے والے یوں لوٹ کر نہیں آتے۔'' صفیہ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''صفیہ! تم ہی ماما کو سمجھاؤ' وہ مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر نہ جائیں۔ میں کیسے جی پاؤں گی ان کے بغیر' کون ہے میرا---؟''

''صبر---صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ آپ اگر ایسے ہی روتی رہیں تو اُن کی روح بے قرار ہوگی۔ آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے ایک آنسو پر وہ کس قدر بے قرار ہو جاتی تھیں۔''

''میں کیا کروں صفیہ! میں کیا کروں---؟''

''کچھ بھی ایسا کہ اُن کی روح کو سکون مل جائے---اُن کے لیے دُعا کریں---''

''صفیہ نے کہا تو نورین چونک گئی۔ اُس نے اپنا آنچل سر پر لیا اور قبر کی پائنتی کی جانب کھڑی ہوگئی پھر آنکھوں میں آنسو لیے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور بڑے جذب سے دُعا مانگتی رہی۔ کافی دیر تک یونہی دُعا مانگتے رہنے کے بعد اُس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور دھیرے دھیرے روتی ہوئی قبرستان سے نکلی تو سورج غروب ہونے کو تھا۔ نورین نے مڑ کر شائستہ بیگم کی قبر کی طرف دیکھا اور پھر ایک دَم سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے صفیہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی اور سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھی' تبھی نورین نے صفیہ سے پوچھا۔

''صفیہ! تم اور میں دونوں ہی حسن لاج نہیں جاسکتیں؟''

''ہاں' نورین بی بی! فاخرہ بیگم نے مجھے وہاں سے نکال دیا ہے۔''

''تو پھر یہ بتاؤ' ہم کہاں جائیں گی---؟''

اُس نے کہا تو صفیہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔

☆☆☆

سورج اپنی کرنیں سمیٹ کر مغرب میں جا چھپا تھا۔ حسن لاج کی ساری روشنیاں جل اُٹھی تھیں اور اِس کے ڈرائنگ روم میں فاخرہ بیگم بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ تبھی پورچ میں وقار احمد نے گاڑی روکی اور وہ بھی وہیں آ گیا۔ وہ خاصا تھکا ہوا دِکھائی دے رہا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھا تو فاخرہ بھی اُس کے قریب جا بیٹھی۔

''وقار! شام ہوگئی ہے لیکن نورین ابھی تک یہاں نہیں پہنچی۔ اُسے تو اَب تک آ جانا چاہیے تھا۔'' اُس کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ اُسے اَب تک آ جانا چاہیے۔ تمہیں کیا اندازہ کہ وہ کہاں تھی؟'' وقار احمد نے عام سے لہجے میں کہا۔

''وجاہت واپس آ گیا ہے۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''اُس کے آ جانے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ نورین کو بھی آ جانا چاہیے۔ وہ معصوم نہیں' ڈر کے مارے کہیں چھپی ہوئی ہوگی۔'' اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

''تو کیا اُسے سب معلوم ہو گیا ہوگا؟'' وہ اِنتہائی پریشانی میں بولی۔

''کیا کہا جاسکتا ہے۔'' وقار نے کہا اور پھر چند لمحے توقف کے بعد بولا ''نورین کا پولیس کے حوالے ہونا بہت ضروری ہے ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اِس وقت وہ ہمارے لیے اِس جن کی مانند ہے جو ابھی بوتل میں بند ہے۔ اگر یہ جن بوتل سے باہر آ گیا تو بڑی تباہی ہوگی۔''

''وجاہت کوئی آرام سے تھوڑی بیٹھا ہوا ہے' وہ اُسے تلاش کر رہا ہے۔'' وہ گھبراتے ہوئے بولی۔

''اُس نے کیا خاک تلاش کرنا ہے' وہ تو اُس کے ہاتھ سے پہلے ہی نکل گئی۔ مَیں کچھ اور سوچتا ہوں اور تمہارا بیٹا کچھ اور ہی کر دِکھاتا ہے--- خیر' مَیں نے تو کیس اِس طرح تیار کروا دیا ہے کہ وہ بچ نہیں سکتی۔ مَیں تو یہی کچھ کر سکتا ہوں۔ اَب تمہارا بیٹا کیا کرتا ہے' مَیں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' وقار احمد نے مایوسی میں کہا۔

''بس ایک بار وہ ہمارے ہاتھ آ جائے' تب مَیں حسن لاج کی مالک ہوں گی۔ یہ ساری جائیداد میری ہوگی' سب کچھ میرے قبضے میں ہوگا۔'' فاخرہ بیگم نے کہا۔

''یہ سب کچھ نورین کو سزا ہو جانے کے بعد ہی ممکن ہے' بیگم! میرا مشورہ یہی ہے کہ اِس سے پہلے اپنی زبان سے اِس طرح کا کوئی بھی لفظ مت نکالنا--- مجھے تو یہ ڈر ہے کہ ہمارا یوں حسن لاج میں رہنا ہی کوئی غلط تاثر نہ دے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔''

''تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' وہ بولی۔

''تلاش--- نورین کی تلاش اور اگر وہ اَب تک نہیں آئی ہے نا' تو اُسے سب معلوم ہو گیا ہوگا۔''

وقار احمد نے گہری سنجیدگی سے کہا تو فاخرہ بیگم ایک دم مضطرب ہوگئی مگر کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

☆☆☆

شہر برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا لیکن اِس غریب بستی میں سٹریٹ لائٹ کوئی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ نورین اور صفیہ رکشے سے اُتریں اور پیدل ہی چل پڑی۔ کچھ دیر بعد ہی وہ اپنے والدین کے گھر کے سامنے آ پہنچی اور پھر بنا دستک دیئے اندر آ گئی۔ صحن میں سلمیٰ، بلال اور رفیق بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں نے اُسے چونک کر دیکھا، تبھی بلال نے اُٹھ کر کہا۔

''باجی---تم آ گئی ہو باجی---؟''

اس سے پہلے کہ نورین کوئی بات کرتی، سلمیٰ نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

''رُک جاؤ، بلال---!'' یہ کہہ کر اُس نے نورین کی طرف دیکھا اور بولی۔ ''تم کیوں آئی ہو یہاں پر، کیا ہم پہلے تھوڑا ذلیل ہوئے ہیں جو تم پھر یہاں آ گئی ہو؟''

''اماں! کیا ہوا، آپ ایسی بات کیوں کر رہی ہیں؟'' نورین نے حیرت سے کہا۔

''میں نے تو سوچا تھا کہ میں خوش قسمت ہوں، برسوں بعد میری بیٹی مل گئی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ تو ہماری ہی بدقسمتی بن جائے گی۔'' وہ انتہائی غصے میں بولی۔

''میں سمجھی نہیں، اماں! آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں، کیسی بدقسمتی---؟'' وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

''ساری زندگی ہم نے غربت میں گزار دی۔ بھوکے رہے، چاہے مجبور رہے مگر عزت سے رہے لیکن تمہاری وجہ سے میرے شوہر کو پولیس پکڑ کر لے گئی۔ اس کا جرم یہ بنا کہ تم اس کی بیٹی ہو جس نے ڈکیتی کی ہے، غبن کیا ہے۔'' وہ تیز لہجے میں کہتی چلی گئی۔

''اماں! آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہ مجھ پر الزام بھی ہو سکتا ہے۔'' نورین نے دبے دبے جوش سے کہا۔

''یہ الزام ہے یا حقیقت، میں کچھ نہیں جانتی لیکن یہ ضرور جانتی ہوں کہ پورے محلے میں اَب ہمیں نگاہیں نیچی کر کے رہنا ہوگا---اَب ہماری طرف آنے والے طعنوں کے تیر کون روکے گا؟'' سلمیٰ نے کرخت لہجے میں کہا۔

''سلمیٰ بہن! تمہیں یہ تو پتہ ہونا چاہئے کہ نورین کس مصیبت میں گزر رہی ہے۔ اِس کے ساتھ ہوا کیا، یہ کن لوگوں کی ہوس اور لالچ کی بھینٹ چڑھ رہی ہے---؟'' صفیہ نے دِھیرے سے کہا۔

''مجھے کچھ نہیں سننا---پولیس والے بار بار میرے گھر پر چھاپے مار رہے ہیں۔ ہم جس ذہنی کرب سے گزر رہے ہیں، وہ ہمیں ہی پتہ ہے اور اگر یہ اس گھر سے پکڑی گئی تو---؟'' نہیں، تم جاؤ۔ تم یہاں سے چلی جاؤ---'' سلمیٰ ہذیانی انداز میں بولی۔

''اماں! میں کہاں جاؤں گی، میرا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ یہ مجھ پر الزام ہے۔ میں چند دِنوں میں یہ ثابت کر دوں گی کہ---''

''نہیں---میرے بیمار شوہر پر پہلے ہی بہت تشدد ہو چکا ہے۔ ایسا پھر ایک بار بھی ہو گیا تو یہ مر جائے گا۔ میں اپنے سر کا سائیں نہیں کھونا چاہتی۔ تم چلی جاؤ یہاں سے---پولیس تمہیں تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ وہ کسی بھی وقت تمہیں پکڑنے آ سکتی ہے---'' سلمیٰ تیزی سے بولی۔

''نورین بیٹی! تم کہاں چلی گئی تھیں' پولیس تمہیں کیوں تلاش کرتی پھر رہی ہے---'' رفیق نے کہا۔

''ابا! اَب بتانے کا کیا فائدہ---میَں تو یہاں آپ لوگوں کو اپنا سمجھ کر آئی تھی۔ میَں نے سوچا تھا کہ میرے لیے سب سے محفوظ جگہ میری ماں کا گھر ہوگا مگر ایسا نہیں ہے۔ مجھے اپنی جنگ خود ہی لڑنا ہوگی۔''

''ہاں' تم اپنی جنگ خود ہی لڑو۔ اس میں ہماری بربادی مت کرو---ٹھیک ہے' تمہارا ہم پر احسان ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمہارا جرم چھپاتے ہوئے خود مجرم بن جائیں۔ بس تم جاؤ اَب یہاں سے---'' سلمیٰ نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''نہیں' سلمیٰ! رات ہوگئی ہے۔ یہ اس وقت کہاں جائے گی---تم اِسے رات اِدھر ہی رہنے دو' صبح چلی جائے گی۔''

رفیق جلدی سے بولا۔ اِس پر نورین نے حسرت سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ تبھی سلمیٰ نے کہا۔

''نہ بابا! پولیس کسی وقت بھی آسکتی ہے---تم جاؤ' نورین---''

''ایک رات ہی کی تو بات ہے---'' رفیق نے بحث کی۔

''نہیں' ابا! میَں اَب خود بھی یہاں نہیں رہوں گی۔ جس رشتے کی زنجیر میں ڈر اور خوف کی کڑیاں آجائیں نا' وہ ٹوٹ ہی جاتی ہیں۔ یہ زنجیر تو فقط محبت کی کڑیوں سے سلامت رہتی ہے---میَں جارہی ہوں' ابا---!'' نورین نے کہا اور واپس پلٹنے لگی۔

''تم اِس وقت کہاں---؟'' رفیق نے پوچھا۔

''کہیں بھی---کہیں بھی چلی جاؤں گی---''

نورین نے حسرت آمیز لہجے میں کہا اور تیزی سے باہر کی جانب چل دی تو صفیہ بھی اُس کے پیچھے چل پڑی۔ اُس نے سنا تھا' رفیق نے بڑی حسرت سے کہا تھا۔

''تم نے بہت بُرا کیا' سلمیٰ! بیٹی کو یوں گھر سے نہ نکالتیں۔''

تبھی دروازے سے صفیہ نے پلٹ کر دیکھا' سلمیٰ زاروقطار رو رہی تھی۔ اِس پر اُسے ذرا سی حیرت بھی ہوئی کہ ایک طرف اُس نے اپنی بیٹی کو گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دی تو دوسری جانب وہ شدت سے رو رہی ہے۔ یہ کیا ہے؟---وہ دونوں گلی میں چلتی ہوئی جارہی تھیں۔ نورین اِنتہائی افسردہ اور غم زدہ تھی۔ سٹریٹ لائٹ کی مٹیالی روشنی میں سامنے سے آتی ہوئی دو عورتوں نے غور سے نورین کو دیکھا تو ایک بولی۔

''ارے یہ تو سلمیٰ کی وہی بیٹی نہیں جسے پولیس تلاش کرتی پھر رہی ہے؟''

یہ سن کر نورین بُری طرح چونک گئی۔ تبھی دوسری نے کہا۔

''ڈکیتی کی ہے' بہن' کوئی معمولی جرم تھوڑی ہے۔'' دوسری عورت نے کہا۔ ''پر یہ یہاں کیا کر رہی ہیں؟'' پہلی بولی۔

''اِس پر نورین نے گھوم کر انہیں دیکھا' تب صفیہ نے جلدی سے اُس کا بازو پکڑا اور بولی۔

''نورین بی بی! چلو۔ اِن لوگوں کی باتوں پر دھیان مت دو۔ اِن لوگوں کو کیا معلوم---''

''ہاں اُنہیں کیا کیا معلوم---پر صفیہ! اَب ہم کہاں جائیں گے؟''

''ایک جگہ ہے---وہیں چلتے ہیں۔'' یہ کہہ کر صفیہ نے گلی کی نکڑ پر کھڑے رکشے کی طرف دیکھا اور وہ دونوں اس جانب بڑھ گئیں۔

صفیہ نے رکشہ ایک اور غریب سی بستی میں رُکوایا اور کرایہ دے کر نورین کے ساتھ ایک اندھیری سی گلی میں چل دی۔ دوسری گلی کے درمیان میں جا کر ایک غریب سے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار دستک دیتے ہی دروازہ ایک لڑکی نے کھولا جو چہرے ہی سے بیمار دکھائی دے رہی تھی۔

''اماں! تم---اِس وقت---؟''

وہ حیرت سے بولی مگر صفیہ نے اُس کی بات سنی اَن سنی کرتے ہوئے نورین سے کہا۔

''آ جاؤ' نورین بی بی! آ جاؤ---'' وہ اندر آ چکی تو بولی۔ ''یہ میری بیٹی ہے رضیہ---اس بدقسمت کا شوہر نشے کی لت میں پڑ گیا ہے۔ اَب تک میں نے حسن لاج سے جو کمایا ہے' نورین بی بی! اُسی سے اپنی اس بیٹی اور اس کے بچوں کا پیٹ پال رہی ہوں---'' یہ کہہ کر اُس نے اپنی بیٹی سے کہا۔ ''میں بہت مجبوری میں آئی ہوں یہاں پر---یہ نورین بی بی ہیں' بیگم صاحبہ کی بیٹی---''

''اُو---'' رضیہ نے حیرت سے کہا' پھر جلدی سے بولی۔ ''آئیں' بیٹھیں۔''

''بیٹی! ہم چند دن تمہارے پاس رہیں گے---'' رضیہ نے کہا' نورین ایک چارپائی پر بیٹھ گئی تھی۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر وہ---'' رضیہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''یہ جانتی ہوں کہ تمہارا شوہر اعتراض کرے گا لیکن تم گھبراؤ مت۔ اِسے پیسے چاہئے ہوں گے نا' میں دوں گی اِسے۔ ہم تم پر بوجھ نہیں بنیں گے---'' رضیہ نے کہا تو نورین کے اندر کرب پھیل گیا۔ اُس نے صحن میں سوئے ہوئے بچوں کو دیکھنے کے بہانے اپنا چہرہ دوسری جانب کر لیا۔ تبھی صفیہ نے پوچھا۔ ''نورین بی بی! آپ کو بھوک تو لگی ہو گی---رضیہ! کچھ کھانے کو ہے؟''

''نہیں' چھوڑو۔ صبح دیکھا جائے گا---'' نورین نے کہا۔

''نہیں' نورین بی بی! نیند کیسے آئے گی' میں بازار سے لے آئی ہوں---اور تم' رضیہ! کوئی صاف سا بستر نکالو' انہیں سونا ہے---میں ابھی آئی۔''

یہ کہہ کر وہ باہر جانے کے لیے چل دی۔ نورین نے اِتنے دِنوں میں پہلی بار آسودگی کا سانس لیا۔

☆☆☆

وجاہت اپنے بیڈروم میں بے خبر سو رہا تھا کہ سیل فون کی آواز سے بیدار ہو گیا۔ اُس نے کسلمندی سے فون اُٹھایا اور کال ریسو کرتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

''ہیلو---کون---؟''

''وجی بھائی! ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ رات نورین اپنی ماں کے گھر گئی تھی۔''

''کیا وہ اَب بھی وہیں ہے؟'' اِس نے تیزی سے پوچھا۔

''یہ کنفرم نہیں---رات اسے وہاں دیکھا گیا ہے' یہ پکی بات ہے۔''

''یہ اطلاع کس نے دی تھی؟'' اُس نے پوچھا۔

''میں نے وہیں کے ایک بندے کے ذمے لگایا ہوا تھا' اُسی نے بتایا ہے۔''

''تو اسی سے کہو' تصدیق کر کے فوراً بتائے۔ میں تم سے دوبارہ رابطہ کرتا ہوں۔''

☆☆☆

''وجاہت بات کر رہا ہوں---''

''جی---جی' سر---!''

''وہ مہر دین ابھی تک دفتر آیا ہے کہ نہیں---آیا ہے تو بات کراؤ---''

''جی' سر! وہ آ گیا ہے میں ابھی بات کراتا ہوں۔''

یہ کہہ کر چند لمحے ہولڈ کیا اور پھر مہر دین کی آواز اُبھری۔

''جی' حکم کریں---میں مہر دین ہوں---''

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ نورین رات اپنی ماں کے گھر گئی تھی۔ تم فوراً وہاں جاؤ اور معلوم کرو۔ اگر وہیں ہے تو مجھے اطلاع دو---خبردار' اُسے معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ میں نے تمہیں بھیجا ہے---''

''نہیں' سر! نہیں پتہ چلے گا۔ میں ابھی جاتا ہوں۔'' مہر دین نے تیزی سے کہا تو وہاب نے فون بند کر دیا۔

وجاہت تیار ہو کر دفتر پہنچا تو خاصا وقت ہو چکا تھا۔ وہ اپنے آفس میں آیا اور آتے ہی مہر دین کا پوچھا۔ کچھ دیر بعد وہ اِس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

''سر' وہ وہاں پر نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب---؟''

''سر! وہ رات وہاں پر گئی تھی' اُس کے ساتھ صفیہ نامی عورت بھی تھی جو حسن لاج میں کام کرتی رہی ہے۔''

مہر دین نے بتایا تو وجاہت چونک گیا۔

''صفیہ اُس کے ساتھ تھی---تمہیں کس نے بتایا؟'' اُس نے تیزی سے پوچھا۔

''نورین بی بی کی والدہ سلمٰی نے' سر! وہ دونوں رات وہاں گئی تھیں لیکن سلمٰی نے اُنہیں کھڑے کھڑے ہی اپنے گھر سے نکال دیا۔ اُسے ڈر تھا کہ پولیس اُنہیں بھی گرفتار نہ کر لے۔'' مہر دین نے بتایا۔

''ٹھیک ہے۔تم جاؤ---''

وجاہت نے کہااور پھرفون پر نمبر ملائے پھر چند لمحے بعدرابطہ ہوجانے پر بولا۔

''وجیہی بات کرر ہاہوں' ڈی ایس پی صاحب!''

''ہاں' کچھ معلوم ہوا---؟''

''رات وہ اپنی ماں کے گھر گئی تھی لیکن اب وہاں نہیں ہے' پولیس کے ڈر کی وجہ سے اُنہیں بھگا دیا گیا لیکن ایک بات اور معلوم ہوئی ہے۔ حسن لاج کی ایک نوکرانی بھی اُس کے ساتھ ہے۔لگتا ہے' وہ بھی اس ڈکیتی میں ملوث ہے۔اُس کا نام صفیہ ہے۔''

''ہوں---تو اس کا مطلب ہے' اب رفیق کے گھر پر توجہ دینا بے کار ہے۔اِس صفیہ کا پتہ کرنا ہوگا۔''

''آپ بھی کوشش کریں مَیں بھی معلوم کرتا ہوں۔اُن دونوں کا کوئی نہ کوئی سراغ تو مل ہی جائے گا۔''

''ٹھیک ہے---مَیں اِنتظار کرر ہاہوں۔جیسا آپ کہیں گے' ویسا ہی ہوگا۔''

یہ سن کر وجاہت نے الوداعی فقرے کہےاور فون بند کر دیا' پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

نورین کمرے میں بیٹھی پریشانی میں باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔صحن میں صفیہ' رضیہ اور اس کا شوہر بوٹا بیٹھے ہوئے تھے۔بوٹا غصے میں تھا اور اپنی ساس صفیہ سے مسلسل بحث کیئے جارہا تھا۔

''اِتنے بڑے گھر کی بیٹی یہاں کیوں چھپتی پھر رہی ہے' بتا مجھے---'' بوٹے نے اپنی ساس صفیہ سے کہا۔

''تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے' سمجھے---!'' صفیہ نے سخت لہجے میں کہا۔

''یہاں پہلے ہی دال روٹی پوری نہیں ہوتی' اِسے کہاں سے کھلائیں گے؟'' وہ بولا۔

''تُو پہلے تو انہیں کھلاتا ہے؟---پتہ نہیں' وہ کون سی بدقسمت گھڑی تھی جب مَیں نے اپنی بیٹی کو تجھ جیسے بے غیرت کے پلے باندھا تھا۔ مَیں اَب بھی اپنی بوڑھی ہڈیاں توڑ کر تم لوگوں کو کھلاتی ہوں۔پتہ نہیں' کس طرح تم لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتی ہوں اور تیرے جیسا بدبخت اِنسان مجھے ہی باتیں سنا رہا ہے۔'' صفیہ نے روہانسو ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ یہاں کیوں چھپی ہوئی ہے' کس کا ڈر ہے اِسے---اپنے گھر میں کیوں نہیں جاتی؟'' وہ بولا۔

''تُو کون ہوتا ہے پوچھنے والا' تو اپنے کام سے کام رکھ---مَیں انہیں لائی ہوں' یہ جب تک مرضی' رہیں۔'' وہ تنک کر بولی۔

''مجھے بھی تو معلوم ہونا چاہیے کیونکہ مَیں نے سنا ہے وہاں ان کے گھر میں---''

اُس نے کہنا چاہا تو صفیہ دھاڑتے ہوئے بولی۔

''بکواس بن کر اور دفعہ ہوجا یہاں سے---''

''اماں! اِس کا اِس طرح منہ بند نہیں ہوگا---'' یہ کہہ کر اُس نے اپنے پلّو سے بندھے چند روپے نکالے اور اسے دیتے ہوئے بولی۔ ''یہ لے اور اَب جا---''

''یہ ہوئی نا بات' آخر میری بیوی ہی میری بات سمجھتی ہے---''

بوٹے نے لاپرواہی سے کہا اور اُٹھ کر باہر کی جانب چل دیا۔ تبھی رضیہ اُٹھی' نورین کے پاس گئی اور بڑی معذرت سے بولی۔

''معاف کرنا بی بی! میری قسمت ہی میں ایسا لکھا ہوا ہے--- آپ فکر نہیں کرنا میں سب سنبھال لوں گی۔''

''کوئی بات نہیں رضیہ!--- کہتے ہیں' مصیبت کے وقت تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ میں کسی کو کیا دوش دوں؟''

''آپ غم نہیں کرو' سب ٹھیک ہو جائے گا---'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے خاموش رہی۔ پھر بولی۔ ''چھوٹی بی بی! آپ کے دیئے بہت سارے کپڑے میرے پاس ویسے ہی پڑے ہوئے ہیں' ایک بار بھی پہننے کی نوبت نہیں آئی۔ آپ اُٹھیں اور اپنی حالت سنوار لیں' تازہ دَم ہو جائیں پھر میں آپ کے لیے ناشتہ لاتی ہوں۔''

رضیہ نے اسی معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور ٹرنک میں سے کئی جوڑے نکال کر اُس کے سامنے پھیلا دیئے۔ نورین نے اس میں سے ایک جوڑا منتخب کیا اور اُٹھتے ہوئے بولی۔

''جلدی کرنا رضیہ' مجھے کہیں جانا ہے۔''

نورین باہر جانے کے لیے تیار تھی' تب صفیہ نے پوچھا۔

''بی بی جی! کیا میں آپ کے ساتھ چلوں---؟''

''نہیں' میں جلدی آ جاؤں گی---''

نورین نے کہا تو صفیہ نے کچھ نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیئے۔ نورین نے وہ لیے اور باہر چل دی۔

☆☆☆

نورین نے ایک اچھے ریستوران کے سامنے رکشہ رکوایا اور پھر اس کی جانب بڑھ گئی۔ ہال میں داخل ہوتے ہی اُس کی نگاہ فرید پر پڑی جو اُس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اُس کے پاس پہنچی اور سامنے کرسی پر بیٹھی تو فرید نے پوچھا۔

''کیسی ہو نورین! تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم رات بھر نہیں سوئی ہو؟''

''اِن حالات میں جبکہ میرے اندر طوفان اُٹھا ہوا ہے' نیند کیسے آ سکتی ہے۔ مجھ پر لگے الزامات اس قدر بھیانک ہیں کہ اپنے آپ سے نفرت کرنے لگ گئی ہوں۔'' وہ رندھے ہوئے گلے سے بولی۔

''شاید تمہیں زندگی میں تلخ حالات کا تجربہ نہیں ہے' اس لیے تم اپنے آپ سے گھبرا رہی ہو۔ تمہیں تو ان لوگوں سے نفرت کرنی چاہئے' جنہوں نے تم پر الزام لگائے ہیں۔'' فرید نے دھیرے سے کہا۔ وہ خاموش رہی تو اس نے پوچھا۔ ''کیا تمہیں خود پر یقین نہیں ہے؟''

''ہے پورا یقین ہے لیکن! اعتماد کے سارے رشتے یوں ٹوٹ جائیں گے۔ میرے خلوص کو یوں لہولہان کر دیا جائے گا۔ میری ذات کو یوں مسخ کرنے کی گھٹیا کوشش کی جائے گی' اس کا میں نے گمان بھی نہیں کیا تھا۔'' وہ انتہائی تلخی سے بولی۔

''زندگی کے یہی تلخ پہلو ہیں جنہیں نہ صرف برداشت کرنا پڑتا ہے بلکہ ان کا مقابلہ بھی کرنا ہوتا ہے۔ ہمیں اس کے لیے ہمت چاہیے ہوتی ہے اور---'' وہ کہہ رہا تھا کہ ان کے پاس ویٹر آ گیا۔ فرید نے اُسے آرڈر دیا تو ویٹر پلٹ گیا۔ تب فرید نے جیب میں سے سیل فون نکالتے ہوئے کہا۔ ''یہ لو' یہ میں نے آتے ہوئے تمہارے لیے خریدا تھا۔ اَب پی سی او وغیرہ سے فون مت کرنا بلکہ جب چاہے' مجھ سے رابطہ کر لینا۔''

نورین نے اس کی طرف دیکھا اور سیل فون پکڑ لیا۔ پھر کچھ خاموشی کی بعد بولی۔

''فرید! کیا تم یہ نہیں جاننا چاہو گے کہ میں تم سے کیوں ملنے آئی ہوں؟''

''جانتا ہوں' اور اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میں ایک پر خلوص دوست ہونے کے ناتے تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن--- یہ سب ہوا کیا' کیسے ہوا میں اس کے بارے میں وہی اخباری خبریں ہی جانتا ہوں۔ حقیقت کیا ہے' اس سے ناواقف ہوں۔'' وہ بڑے ٹھہری ہوئے لہجے میں بولا۔

''میں تمہیں ساری بات تفصیل سے بتاتی ہوں۔''

نورین نے کہا اور پھر دھیرے دھیرے سب کچھ بتا دیا۔ اس پر فرید سوچتے ہوئی لہجے میں بولا۔

''اچھا تو سارا فاخرہ بیگم کی اَنا کا مسئلہ ہے اور پھر اس میں وجاہت اور وقار احمد بھی شامل ہو گئے تا کہ بزنس ان کے ہاتھوں میں رہے' شائستہ بیگم ان سے بزنس واپس نہ لے لے۔''

''ہاں--- میں تو یہی جانتی ہوں' اس کے علاوہ کچھ ہے تو میں وہ نہیں جانتی۔ بہرحال' اُنہوں نے بہت سوچ سمجھ کر سازش کی ہے جو گہری ہے۔ وقار احمد نے بہت مضبوط جال بنا ہے۔'' نورین نے زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''نورین! حسن اینڈ کمپنی کے خلاف کام کرتے ہوئے' مجھے وقار احمد کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا ہے جو میں نے تمہارے ساتھ کیا' کسی کے ساتھ بھی شیئر نہیں کیا۔ تم فکر نہ کرو۔ میں وقار احمد کا جال توڑ دوں گا--- اس وقت سب سے پہلا کام تو یہی ہے کہ ہم کسی اچھے سے وکیل سے ملیں کیونکہ تمہاری ضمانت بہت ضروری ہے۔'' فرید نے اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''یہ تمہارے سوچنے کی باتیں نہیں ہیں۔ تم صرف مجھے یہ بتاؤ کہ جہاں تم رہ رہی ہو' کیا وہ محفوظ جگہ ہے--- مطلب' وہاں پر پولیس وغیرہ کا خطرہ تو نہیں ہے؟'' فرید نے پوچھا۔

''ایسا ہے تو نہیں۔ ضمانت ہو جانے تک وہاں رہا جا سکتا ہے---'' وہ دھیرے سے بولی۔

''ہاں' تب تک کوئی نہ کوئی معقول بندوبست ہو جائے گا۔ تم بالکل فکر نہیں کرنا' بس اپنا خیال رکھنا--- تمہیں خود پر لگے ہوئے الزامات ختم کرنے کے لیے بھی ہمت کرنا ہو گی۔'' وہ بولا۔

''صرف الزامات؟--- نہیں' فرید! مجھے تو اپنی ماما کا انتقام بھی لینا ہے۔ وہ میری ماما کے قاتل ہیں۔''

وہ سخت لہجے میں بولی۔ اس پر فرید نے دھیرے سے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

''مَیں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں---ڈونٹ وری مَیں دیکھ لوں گا۔ پریشان نہیں ہونا---''

''مجھے تم پر اعتماد ہے فرید---''

نورین نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ تبھی اُن کے پاس ویٹر کھانا لے کر آ گیا تو وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد اُن کے درمیان کافی باتیں ہوئیں اور پھر وہ دونوں وہاں سے اُٹھ گئے۔

☆☆☆

شام کے سائے پھیل رہے تھے جب فرید اپنے گھر واپس لوٹا۔ وہ خاصا تھکا ہوا اور پریشان دِکھائی دے رہا تھا۔ ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے باسط نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر ریموٹ سے ٹی وی والیم کم کرتے ہوئے بولا۔

''آج بہت دیر لگا دی' خیریت تو تھی نا دفتر میں---کیا کوئی زیادہ ہی کام آ گیا تھا؟''

''دفتر تو مَیں تھوڑی دیر ہی کے لیے گیا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بیٹھ گیا' پھر اُس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ ''آج نورین سے ملاقات ہوئی تھی۔ تفصیلی گپ شپ میں پتہ چلا ہے کہ اس پر جو الزامات ہیں' اِن کا پسِ منظر کیا ہے۔'' فرید کا لہجہ کافی تھکا ہوا تھا۔

''کیا پس منظر ہے---؟'' باسط نے دھیرے سے یوں پوچھا جیسے وہ بھی تجسّس رکھتا ہو۔

''وہی' لے پالک کو مکھی کی طرح نکال باہر پھینکنا---نورین کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وقار احمد بزنس میں بہت گھپلا کر چکا ہے اور ہنوز کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ فاخرہ بیگم کی انا کا مسئلہ' وہ چاہ رہی تھی کہ نورین کی شادی وجاہت سے ہو جائے جبکہ نورین نہ صرف عاصمہ کے بارے میں جانتی تھی بلکہ وہ اس سازش کو بھی سمجھ چکی تھی جس کی وجہ سے وہ شادی کرنا چاہتے تھے۔ اِن معاملات کا نتیجہ یہ ہے جو اِس وقت نورین کے حالات ہیں۔''

''پھر تم نے اُس سے کیا کہا؟'' اُس نے پوچھا۔

''حوصلہ ہی دے سکتا ہوں---مَیں نے اُسے کہا ہے کہ وہ بے فکر ہو جائے اور ہر ممکن مدد کا وعدہ بھی کیا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے رُکا اور پھر بولا۔ ''نورین کی مدد کرنے سے مجھے انکار نہیں ہے لیکن اُسے اِنصاف دلانے کے لیے ظاہر ہے' خاصی رقم چاہیے ہو گی---''

''کہاں چاہیے رقم---؟'' باسط نے پوچھا۔

''ظاہر ہے' سب سے پہلے اُس کی ضمانت کا مسئلہ ہے پھر وجاہت پر اغواء کا پرچہ کروانا ہے' اِن سب کے لیے کسی قابل وکیل کا بندوبست کرنا۔ پھر اس سے بڑھ کر نورین کا تحفظ اور پھر پولیس کی مدد---کیا' کیا جائے؟''

فرید نے پریشان ہوتے ہوئے کہا تو باسط اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''فرید! اگر تم اُسے اِنصاف دلانا چاہتے ہو تو پھر ایسی باتیں مت سوچو۔ یہ سب تو ہو گا۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ یہاں انصاف کے لیے دولت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر آپ کے پاس وکیل کو دینے کے لیے رقم نہیں ہے تو آپ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی جرأت نہیں کر سکتے بلکہ

پولیس کے چنگل سے نکلنا ہی بڑی بات ہے--- یہ میں اور تم ہی جانتے ہیں کہ نورین بے گناہ ہے مگر یہ ثابت کرنے کے لیے اِتنا زور لگانا پڑے گا کہ دانتوں پسینہ آ جائے گا۔"

"تو پھر کیا کریں باسط---؟" وہ ایک لمبی سانس لے کر بولا۔

"ہمت نہیں ہارو' بس ڈٹ جاؤ۔ ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹنا' باقی اللہ مالک ہے۔" باسط نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے آج کچھ رقم اکھٹی کی ہے اور کسی اچھے وکیل کے بارے میں معلومات بھی لی ہیں۔تم بتاؤ اگر تمہارے---"

فرید نے کہا تو باسط ہنستے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری ہر ممکن مدد کروں گا لیکن یہ سارا کچھ بعد میں سوچتے ہیں۔ پہلے تم منہ ہاتھ دھولو پھر کھانا کھاتے ہیں---"

باسط نے کہا تو وہ اُٹھ گیا۔

☆☆☆

اگلی صبح فرید جب دفتر پہنچا تو اپنے کیبن میں جانے سے پہلے ہی اُسے رضوان شاہ کا پیغام ملا۔ وہ سیدھا اسی جانب بڑھ گیا۔ اُسے دیکھتے ہی رضوان شاہ نے سامنے رکھی ہوئی فائل بند کی اور کہا۔

"آیئے' فرید صاحب! تشریف رکھیں۔"

"شکریہ!" فرید نے کہا اور اپنا بریف کیس رکھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ نورین کہاں ہے؟" اُس نے اطلاع دینے والے انداز میں کہا۔

"جی مجھے معلوم ہے۔ وہ کہیں فرار نہیں ہوئی بلکہ اسی شہر میں ہے۔" فرید اطمینان سے بولا۔

"آپ کو معلوم ہے؟" اُس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں--- اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ بے گناہ ہے۔ اُس پر جو الزامات لگائے گئے ہیں' وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت لگائے گئے ہیں لیکن' سر! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اُس نے پوچھا۔

"میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ مارکیٹ میں یہ افواہ گرم ہو چکی ہے کہ حسن اینڈ کمپنی ڈوب رہی ہے۔ اس سے وقار احمد کو کوئی نقصان نہیں ہو رہا ہے بلکہ وہ مضبوط ہوا ہے کیونکہ پہلے وہ شائستہ بیگم کا ملازم تھا اور اَب وہ اپنا نیا بزنس شروع کرنے جا رہا ہے۔" رضوان شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس کا احساس مجھے بھی ہے۔" وہ دھیرے سے بولا۔

"ایسا نہیں ہونا چاہئے نا!--- میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے حسن اینڈ کمپنی سے کوئی پرخاش نہیں۔ میری دُشمنی فقط وقار احمد سے ہے۔ اس لیے اگر نورین ہمیں مل جائے تو--- وقار احمد کو سڑک پر لانے کا عمل بہت جلدی ہو جائے گا۔"

"سر! میں نے نورین کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور حالات ایسے ہیں کہ وہ اس وقت کھل کر سامنے نہیں آ سکتی جب تک---"

''اُس کی ضمانت نہ ہو جائے---ایسا ہی ہے نا؟'' رضوان شاہ تیزی سے بولا۔

''جی' سر---!'' فرید نے چونک کر کہا۔

''تو پھر کیا کیا ہے آپ نے اَب تک---؟'' رضوان شاہ تجسس سے بولا۔

''مَیں آج ایک وکیل سے ملوں گا۔ اِس کیس بارے مشورہ کروں گا اور پھر---'' وہ اس کی جانب دیکھ کر بولا۔

''آپ ایسا کریں' ابھی بیرسٹر سلطان کے پاس جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ نورین کو بھی ساتھ لے جائیں۔ جتنی بھی قانونی مدد ہوگی' وہ دیں گے کسی بھی خرچ کے بغیر---اَب آپ کی یہی ڈیوٹی ہے کہ آپ نورین سے اپنا وعدہ پورا کریں۔'' رضوان شاہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے' سر! مَیں ابھی اُس سے بات کر لیتا ہوں۔''

فرید نے اپنی جیب سے سیل فون نکالتے ہوئے کہا اور نمبر پش کر کے اِنتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد نورین کی آواز اُبھری۔

''ہیلو---''

''ہاں' نورین! مَیں بات کر رہا ہوں۔ تم ایسے کرو' ابھی نکلو' مَیں تمہیں پک کر لیتا ہوں۔ ہمیں بیرسٹر صاحب سے ملنا ہے۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''کیا ہمیں ابھی ملنا ہوگا؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں---ظاہر ہے' وہاں پر تمہاری ضرورت بھی ہوگی۔ اس لیے فوراً وہاں سے نکلو' مَیں بھی آ رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے' مَیں نکلتی ہوں۔ تم مجھے پک کر لو---''

اُس نے کہا تو فرید نے فون بند کر دیا۔ رضوان شاہ اُس کی بات کا عندیہ سمجھ گیا تھا' اُس نے اپنا فون اُٹھاتے ہوئے کہا۔

''میں بیرسٹر سلمان سے بات کرتا ہوں---ویسے میری اُن سے بات ہو گئی تھی۔ مَیں اُنہیں بتا دوں کہ آپ لوگ اُن سے ملنے کے لیے آ رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے' سر---!'' فرید نے ہاتھ ملایا اور پھر اُٹھتا چلا گیا۔

☆☆☆

اِس وقت جبکہ دوپہر ہونے میں ابھی تھوڑا وقت تھا' وہ دونوں بیرسٹر سلمان کے پاس پہنچے تو وہ ان سے بڑے تپاک سے ملے اور اُن کے سامنے بیٹھ گئے۔ بیرسٹر سلمان اور اُن کے درمیان بڑی ساری میز تھی جس پر فائلیں اور کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ دیواروں کے ساتھ کتابوں بھرے شیلف تھے۔ دِھیمی روشنی میں ماحول بہت خوشگوار تھا---کچھ دیر یونہی باتوں کے بعد نورین نے پوری روداد بیان کی۔ درمیان میں سوال بھی ہوئے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکی تو بیرسٹر سلمان نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''مَیں نے پوری بات سمجھ لی ہے۔ اَب آپ بے فکر ہو جائیں' ایک دو دِن میں آپ کی ضمانت ہو جائے گی۔ یہ وقت مَیں اِس لیے لے

رہا ہوں کہ آپ کو غبن اور ڈکیتی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے مجھے وہ معلومات لینا پڑیں گی۔"

"میری معلومات بھی تو وہی اخباری خبروں تک ہی ہیں نا---!" نورین نے کہا۔

"خیر وہ تو ایف آئی آر وغیرہ سے معلوم ہو جائے گا۔ میں وجاہت کے خلاف بھی اغواء کا پرچہ درج کروانے کی کوشش کروں گا۔ آپ بے فکر ہو جائیں--- بہرحال ایک دو دن ہی میں آپ کو پولیس سے چھپنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

بیرسٹر سلمان نے اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ تبھی اُن کی ایک اسسٹنٹ وکیل ہاتھ میں کاغذات لیے وہاں آئی۔ جنہیں بیرسٹر نے دیکھا اور پھر نورین کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

"یہ آپ کا وکالت نامہ ہے ان پر دستخط کر دیں۔"

نورین نے جہاں بتایا وہیں دستخط کر دیئے تو اُس کی اسسٹنٹ فائل لے کر واپس چلی گئی۔

"مجھے آپ کے ساتھ رابطے کی ضرورت بھی رہے گی۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کو عدالت میں بہت کم آنا پڑے۔"

"سر! میرے کردار پہ جو دھبے اُنہوں نے لگا دیئے ہیں یہ اگر مجھے اپنے خون سے بھی دھونے پڑے تو میں دھوؤں گی۔ مجھے جتنی بار بھی عدالت آنا پڑا میں آؤں گی۔" وہ بھرپور عزم سے بولی۔

"ایک بات اور ہے مس نورین! آپ کے دفتر میں کوئی ایسا ہے جو آپ کی ہر بات مان لے۔ میرا مطلب ہے جو آپ کہیں اس پر---" بیرسٹر کہتے کہتے رُک گیا۔

"میں سمجھ گئی ہوں--- ویسے تو بہت سارے ہیں۔ میں نے ہمیشہ ہر کسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے لیکن اَب کیا پتہ کوئی مدد کرے یا نہ کرے--- کیا یہ بہت ضروری ہے؟" وہ دھیرے سے بولی۔

"ممکن ہے کبھی ضرورت پڑ جائے۔"

اُس نے کہا تو فرید چونکتے ہوئے بولا۔ اُسے یاد آ گیا تھا۔

"ہاں--- ایک لڑکی ہے عظمیٰ---"

"ہاں وہ ہے۔ وہ ضرور میری مدد کرے گی---" نورین نے دبے دبے جوش سے کہا۔

"تو بس پھر آپ اس سے رابطہ رکھیں یہ جو گھاگ قسم کے لوگ ہوتے ہیں نا ان سے کبھی کبھی دوسرے طریقوں سے بھی لڑنا پڑتا ہے۔" بیرسٹر نے کہا۔

"میں آپ کی یہ بات بھی سمجھ گئی ہوں۔"

وہ دھیرے سے بولی۔ تب بیرسٹر نے اپنی گھڑی دیکھی اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو پھر ملیں۔ عدالت میں بھی پیش ہونے کا وقت ہو رہا ہے۔ اگر رضوان شاہ کا فون نہ آیا ہوتا تو میں اَب تک نکل چکا ہوتا۔"

''بہت شکریہ سر---!''

''یہ کہتے ہوئے وہ دونوں اُٹھ گئے اور باہر کی جانب چل دیے۔

''اچھا ہوا' تمہیں قانونی سہارا مل گیا۔

فرید نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ اس پر نورین خاموش رہی پھر جب وہ مین سڑک پر آئے تو اُس نے پوچھا۔

''اب کدھر جانا ہے؟''

''کہیں چلتے ہیں۔ کچھ دیر بیٹھ کر سکون سے باتیں کریں گے' لنچ لیں گے پھر تم نے بھی تو گھر جا کر بور ہونا ہے۔''

فرید نے کہا تو نورین دھیرے سے مسکرا دی۔

☆☆☆

عاصمہ پریشان تھی۔ وہ دالان میں بیٹھی صغراں بیگم کا اِنتظار کر رہی تھی اور وہ اَب تک واپس نہیں آئی تھی۔ سکول کا وقت تو کب کا ختم ہو چکا تھا۔ اُس نے سکول میں فون کر کے بھی پوچھا تھا' وہاں سے یہیں معلوم ہوا کہ وہ چھٹی ہوتے ہی چلی گئی تھیں۔ اس وقت وہ خود بڑے نازک مرحلے سے گزر رہی تھی۔ اُس نے اپنے پیٹ پر بڑا سا آنچل پھیلایا ہوا تھا اور زرد ہوتے چہرے کے ساتھ صغراں بیگم کا انتظار کر رہی تھی۔ تبھی سامنے سے دروازہ کھلا اور صغراں بیگم ہاتھ میں کافی سارے شاپنگ بیگ اُٹھائے اندر داخل ہوئی۔ وہ اُسے دیکھتے ہی اُٹھنے لگی تو صغراں بیگم تیزی سے بولی۔

''بیٹھی رہو' بیٹھی رہو---''

یہ کہتے ہوئے وہ اُس کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ تب عاصمہ نے پریشان لہجے میں پوچھا۔''آنٹی! آج تو آپ نے بہت دیر لگا دی۔ پریشانی میں عجیب عجیب سے خیال آ رہے تھے۔ کہاں تھیں آپ---؟''

''سوری' بیٹی! میں تمہیں فون کرنا بھول گئی--- دراصل آج مجھے تنخواہ ملی تھی تو میں نے سوچا آج ہی تمہارے لیے شاپنگ بھی کر لوں کیونکہ کچھ پتہ نہیں کب---''

وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں تو عاصمہ حیرت سے بولی۔

''میرے لیے شاپنگ---؟''

''صرف تمہارے لیے نہیں' اس ننھے مہمان کے لیے بھی جو ابھی اس دُنیا میں آنے والا ہے---''

صغراں بیگم نے کہا تو عاصمہ کے چہرے پر شرم اور ممنونیت کے جذبات دِیے کی روشنی کی طرح پھیل گئے۔ چند لمحوں بعد وہ بولی۔

''آنٹی! یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا جو میرے اور میرے بچے کے لیے شاپنگ کر لائیں لیکن اس شاپنگ کے لیے آپ اپنی تنخواہ کا انتظار کیوں کرتی رہیں۔ اِتنے سارے پیسے جو میں نے آپ کو دیئے تھے۔ وہ استعمال---''

''بیٹی! میں جانتی ہوں کہ تم مجھ پر بوجھ نہیں ہو لیکن یہ جو چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہوتی ہیں نا' انہیں دولت سے نہیں جوڑا جاتا اور نہ ہی یہ دولت سے خریدی جا سکتی ہیں۔ میری خوشی تھی اور میں لے آئی۔'' صغراں بیگم نے سکون سے کہا۔

''ہاں آنٹی! خوشیوں کا تعلق دولت سے نہیں' اِن کا تعلق تو خوبصورت جذبوں سے ہوتا ہے۔''

''ہاں' اور یہ جذبے کہیں باہر سے نہیں آتے' انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ یہ تو باہر کا ماحول ہوتا ہے جو کسی خاص جذبے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ تب پھر انسان کے اندر وہی جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اپنا آپ منوا کر انسان کو بے بس کر دیتا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولیں۔

''مطلب' اِنسان کے اندر پڑے ہوئے جذبے اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتے؟'' صائمہ نے پوچھا۔

''ہاں وہ تو کورے کاغذ کی مانند ہوتے ہیں --- تم اپنے اردگرد نہیں دیکھتی ہو۔ ہمارے اس مادیت پرست معاشرے نے لوگوں کے جذبات کو کس قدر کچل کر رکھ دیا ہے۔ ہر کوئی دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اگر تم ذرا سا بھی سوچو تو ان سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''آنٹی! پھر تو ہمیں اپنے جذبات کی بڑی حفاظت کرنی چاہیے ---؟'' صائمہ نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

''بالکل' ورنہ باہر کا ماحول تمہیں اپنے مطابق ڈھال لے گا۔ تب پھر اپنا آپ نہیں رہتا۔ خواہشیں ہمارے اندر اُگنے لگتی ہیں اور یہ خواہشیں ہی تو ہوتی ہیں جو ہمیں دوسروں کا غلام بنا دیتی ہیں۔'' صغراں بی بی نے کہا اور پھر ایک لمبا سانس لے کر بولیں۔ ''خیر چھوڑو ان باتوں کو' ہم کیا ذکر لے کر بیٹھ گئیں۔''

''سوری آنٹی! مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ آپ پلیز بیٹھیں میں پانی لے کر آتی ہوں۔'' صائمہ نے بہ مشکل اُٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں' پانی مت لاؤ۔ میں فریش ہوتی ہوں تو پھر تمہیں دِکھاتی ہوں کہ میں کیا کچھ لے کر آئی ہوں۔''

''ٹھیک ہے' آپ فریش ہو جائیں۔ میں آپ کے لیے کھانا لگاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کچن کی جانب چل دی۔

اِسی رات عاصمہ بے حال ہو گئی۔ وہ آنکھیں بند کیئے درد کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ صغراں بیگم اس کے پاس مضطرب سی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بار بار دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی' ایسے میں عاصمہ نے روتے ہوئے کہا۔

''آنٹی! مجھے بہت خوف آ رہا ہے۔ میرا دِل گھبرا رہا ہے۔ میں --- میں ---''

''نہیں' بیٹی! تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا' مت ڈرو --- ایسا وقت تو نصیبوں والی عورت پر آتا ہے اور تم گھبرا رہی ہو۔ ہمت کرو بیٹی! اور اپنے آپ کو سنبھالو ---'' صغراں بیگم نے اِسے حوصلہ دیا۔

''میں کیا نصیبوں والی ہوں۔ میں تو ایسے بچے کی ماں بننے جا رہی ہوں جس کے باپ نے اُسے پہلے ہی ختم کر دینا چاہا تھا --- آنٹی! میں مرنے سے نہیں ڈرتی۔ مجھے یہ خوف مار رہا ہے کہ اس بچے کو اگر وجاہت نے قبول نہ کیا' اسے اپنا نام نہ دیا تو میں ---'' وہ روتے ہوئے بات پوری نہ کر سکی۔

''کچھ نہیں ہوتا' بیٹی! تم ایسی فضول سوچیں کیوں سوچ رہی ہو --- دیکھو وجاہت کے نہ چاہنے کے باوجود قدرت اگر تمہیں ماں کے اعلیٰ درجے پر فائز کر دینا چاہتی ہے تو اسے اپنی خوش نصیبی سمجھو۔ قدرت اگر تمہیں اتنا بڑا انعام دے رہی ہے تو رحمان و رحیم تمہارے بچے کو بے نام نہیں چھوڑے گا ---'' صغراں بیگم نے بڑے پیار کے ساتھ اِسے سمجھایا۔

''آنٹی! آپ وعدہ کریں۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میرے بچے کی پرورش آپ کریں گی' اُسے کسی کو نہیں دیں گی۔ اُسے بہت پیار سے اپنے پاس رکھیں گی اور جب یہ باشعور ہو جائے تو اُسے بتایئے گا کہ اُس کی ماں کتنی مجبور تھی۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''عاصمہ! بیٹی! یہ تم کیسی فضول سوچیں سوچ رہی ہو۔ یہ وقت تو ایسا ہے جب دماغ پر بوجھ نہیں ڈالتے بلکہ اپنے رَبّ سے دُعا کرتے ہیں۔ یہ دُعا کی قبولیت کا وقت ہے' میری بیٹی---!'' صغراں بیگم نے بڑے پیار سے سمجھایا۔

''میں مانتی ہوں' آنٹی! بس آپ وعدہ کر لیں' مجھے سکون آ جائے گا--- آپ میرے بچے کو کبھی دُکھ نہیں آنے دیں گی' آپ اُسے کبھی خود سے جدا نہیں کریں گی؟'' عاصمہ نے صغراں بیگم کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''میں وعدہ کرتی ہوں۔ بیٹی' اِس وقت تو اپنے آپ کو سنبھالو نا!--- اپنے رَبّ کے حضور دُعا مانگو۔ وہی زندگی اور موت دینے والا ہے' وہی تکلیفوں اور دُکھوں سے نجات دینے والا ہے---'' اُس نے عاصمہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''آنٹی---!'' وہ اِتنا ہی کہہ سکی اور پھر اپنے ہونٹوں کو بھینچ کر رونے لگی۔

''ہمت کرو بیٹی' ہمت--- میں نے ابھی تمہاری ڈاکٹر سے بات کی ہے' اُس نے تمہیں فوراً ہسپتال بلوایا ہے---'' صغراں نے اس کا کاندھا تھپتھپا کر کہا۔ اِس پر عاصمہ کچھ نہیں بولی تو اُس نے کہا۔ ''میں نے بہن فاطمہ کے بیٹے راحیل سے کہا ہے' وہ گاڑی لے کر ابھی آتا ہو گا۔ تم ذرا خود کو سنبھالو تو میں کچھ چیزیں ساتھ میں لے لوں--- میں ہوں نا' تمہارے ساتھ---''

''ٹھیک ہے' آنٹی---!''

عاصمہ نے کراہتے ہوئے کہا تو صغراں بیگم اِس کے پاس سے اُٹھ گئی۔ اُس نے پہلے ہی سے تیار دو شاپنگ بیگ اُٹھائے اور اِنہیں لا کر صحن میں رکھ دیا۔ اِتنے میں باہر کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔

''لو وہ راحیل آ گیا۔ اَب ہمت کر کے اُٹھو' چلیں---''

صغراں بی بی نے کہا تو اِتنے میں فاطمہ صحن میں آ گئی اور سیدھی اِس کے کمرے میں آ کر عاصمہ کو دیکھا۔

''چلو میں بھی تمہارے ساتھ جا رہی ہوں---''

''بہت شکریہ' فاطمہ---!''

صغراں بی بی نے کہا تو فاطمہ نے اُسے گھور کر دیکھا۔

''یہ بھی کوئی بات ہے بھلا شکریے کی--- چلو' چلیں---''

فاطمہ نے کہا اور عاصمہ کو اُٹھانے لگی۔ عاصمہ کے چہرے پر ایسا تاثر تھا کہ جیسے وہ کسی اَنہونی کی طرف جا رہی ہے۔ فاطمہ کے سہارا دینے پر وہ اُٹھی اور اِس کے ساتھ کمرے سے باہر آ گئی۔ صغراں بیگ نے جلدی سے گھر کو بند کیا اور وہ بھی تیز قدموں سے اُن کے پیچھے چل دی--- وہ جلد از جلد ہسپتال پہنچ جانا چاہ رہے تھے۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم اور وقار احمد دونوں ناشتے کی میز پر تھے۔ دونوں کے چہرے پر سے پریشانی جھلک رہی تھی' تبھی اخبار سیدھا کرتے ہوئے وقار احمد نے کہا۔

''فاخرہ! تم اور تمہارا بیٹا ہمیشہ جلد بازی سے کام لیتے ہو۔ اَب بھلا کیا ضرورت تھی صفیہ کو یہاں سے نکالنے کی---؟''

''مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ کم بخت نورین سے جا ملے گی---'' یہ کہتے ہوئے اُس نے پریشانی میں کہا۔ ''---ویسے' وقار! ان دونوں کا آپس میں مل جانا' ہمارے لیے بہت خطرے والی بات ہے۔ بہت سارے راز ہیں ہمارے اُس کے پاس' اگر اُس نے کہیں منہ کھول دیا تو بہت بُرا ہوگا۔''

''اِسی لیے جب مجھے پتہ چلا تو مَیں نے فوراً وجاہت کو اُس کی تلاش کرنے کے لیے کہا ہے۔ اَب دیکھیں' وہ کیا کرتا ہے۔'' وقار احمد نے پریشانی میں کہا۔

''مگر وہ اُسے کہاں تلاش کرے گا۔ اِس صفیہ کا کوئی گھر بار تو ہے نہیں' ادھر حسن لاج ہی میں رہتی تھی۔ یہاں کے ملازموں سے پوچھا تو اِس کے بارے میں اِتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ اُس کی ایک بیٹی ہے' جس کے پاس وہ کبھی کبھار جایا کرتی تھی۔ اُس کے گھر کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔'' فاخرہ بیگم نے بتایا۔

''اَب دیکھو' کتنی مشکل آن پڑی ہے۔ اگر اُس کے گھر کے بارے میں معلوم ہوتا تو نورین آج ہی پکڑی جاتی۔'' وقار احمد نے اخبار سیدھا کر کے اُس پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے مایوسی سے کہا۔

''ہاں' یہ تو ہے۔ اگر وہ مجھے ایک دفعہ مل جائے تو مَیں اِس کا منہ نوٹوں سے بھر دوں۔'' فاخرہ نے اُکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ ''وہ سب کچھ بھول کر نورین کو پکڑوا دے گی مگر مسئلہ یہ ہے کہ وہ مجھ تک آئے گی کیسے؟''

''اِنہی ملازمین کو نوٹ دِکھاؤ۔ کچھ ایسی باتیں کرو کہ صفیہ کا جانا اچھا نہیں--- کچھ نہ کچھ تو ہوگا۔'' وقار احمد نے کہا۔

''ویسے وجاہت کوشش تو کر رہا ہے۔'' فاخرہ بولی۔

''شاید مل جائے---لیکن تم ملازمین میں سے ہی اُسے تلاش کر سکتی ہو--- جاؤ' جا کر انہیں نوٹ دِکھاؤ۔''

وقار احمد نے کہا تو فاخرہ بیگم چند لمحے سوچتی رہی اور پھر اُٹھ گئی--- وقار احمد ناشتہ کرتے ہوئے اخبار پڑھ رہا تھا کہ وجاہت بھی وہیں آ گیا۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بولا۔

''ماما کدھر ہیں-----؟''

''یہیں کہیں ہوگی---'' یہ کہہ کر اُس نے اخبار ایک جانب رکھا اور پوچھا۔ ''صفیہ کا کچھ پتہ چلا؟''

''نہیں---مگر پتہ چل جائے گا۔'' وجاہت نے لاپرواہی سے کہا۔

''تم اور تمہاری ماما ہمیشہ جلد باز رہے ہو۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم اپنی مرضی کرتے رہے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ حالات ہمارے قابو میں نہیں آ رہے۔'' وقار احمد نے کہا۔

''آپ جو کہنا چاہتے ہیں وہ کہیں---'' وجاہت نے پھر لاپرواہی سے کہا۔

''سنو--- حالات جو بھی ہیں اور جس نہج پر بھی ہیں' انہیں قابو میں لانے کے لیے بڑے ٹھنڈے دماغ کی ضرورت ہے جو کہ تمہارے پاس بالکل نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ حالات مزید خراب ہو جائیں' ہمیں ان حالات پر قابو پانا ہے۔''

وقار احمد نے سمجھایا تو وہ اُکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''آپ تو پاپا' یوں کہہ رہے ہیں جیسے کوئی قیامت آنے والی ہے۔ ایک نورین نہیں مل رہی ہے نا' تو کیا ہوا---مل جائے گی' اُسے پولیس---!''

''نہیں---تم فقط یہیں تک سوچ رہے ہو لیکن مارکیٹ میں حسن اینڈ کمپنی کی ساکھ بالکل تباہ ہو کر رہ گئی ہے---اس کی مجھے زیادہ فکر نہیں' ایک طرح سے یہ ہمارے حق میں ہی جائے گا کیونکہ میں ایک نئی کمپنی کھڑی کر رہا ہوں۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''تو پھر آپ کو غم کس بات کی ہے؟'' وجاہت نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''نورین اور اُس نوکرانی صفیہ کا پکڑا جانا بہت ضروری ہے۔ اُس کے پاس بہت سارے راز---''

اُس نے کہنا چاہا تو وجاہت نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''آپ بھی اَب ماما کی طرح مجھے ڈرائیں گے' دھمکانا چاہتے ہیں آپ---آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟''

''میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم آرام سے بیٹھ جاؤ بلکہ کچھ دِنوں کے لیے کسی باہر کے ملک چلے جاؤ۔ میں اس معاملے کو بہت ٹھنڈے انداز سے حل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے اصل میں اَب تک نہ اپنے تعلقات آزمائے ہیں اور نہ اثر و رسوخ استعمال کیا ہے۔ میں اَب---''

''پاپا! آپ جو چاہیں' سو کریں' میں آپ کو نہیں روکتا اور آپ بھی مجھے منع مت کریں کیونکہ یہ میری ضد اور اَنا کا مسئلہ ہے۔ میں اپنے مسئلے کو اپنے انداز میں حل کرنے کا سوچ چکا ہوں۔'' وہ جارحانہ انداز میں بولا۔

''پاگل مت بنو--- حالات مزید خراب ہو جائیں گے۔ ہمارے اِردگرد کے دُشمن بھی چوکنا ہو سکتے ہیں۔ وہ کبھی ہمارا بھلا نہیں چاہیں گے بلکہ جلتی پر مزید تیل ڈالیں گے اِس لیے سمجھنے کی کوشش کرو اور تم چند دِنوں کے لیے کسی ایسے ملک---''

وقار احمد نے کہنا چاہا تو وجاہت نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''نہیں' پاپا! مجھے آپ کی بات بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے اور نہ ہی میں بزدلی کی اس بات کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ نورین ہی میری زندگی میں آنے والی وہ واحد لڑکی ہے جو میری ضد بن گئی ہے۔ میں اس سے ہارنا نہیں چاہتا۔ میں اُس سے ہار گیا تو ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔ آپ اپنی نصیحت اپنے پاس رکھیں۔''

اُس نے کہا اور اچانک اُٹھ کر باہر کی سمت بڑھتا چلا گیا۔ وقار احمد غصے اور اُلجھن کے ملے جلے جذبات میں اُسے دیکھتا رہ گیا' پھر دھیرے سے بڑبڑایا۔

''یہ تو واقعی ہی پاگل ہو رہا ہے---''

☆☆☆

اس وقت جبکہ دوپہر ہونے والی تھی فاخرہ بیگم حسن لاج کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی' چوکیدار اندر آیا اور پھر دھیرے سے بولا۔

بیگم صاحبہ! وہ صفیہ کا داماد---میں لاؤں اُسے---؟''

''ہاں' ہاں۔لاؤ اُسے جلدی سے---''

فاخرہ نے چونک کر یوں کہا جیسے وہ کوئی بہت اہم بندہ رہا ہو۔چند لمحوں بعد وہ اُس کے سامنے تھا۔فاخرہ نے چوکیدار کو جانے کا اشارہ کیا تو وہ واپس مڑ گیا' تبھی بوٹے نے ماتھے تک ہاتھ لے جاتے ہوئے کہا۔

''السلام علیکم بیگم صاحبہ---!''

''وعلیکم السلام---کہو' کہاں ہے صفیہ---؟'' فاخرہ بیگم نے جلدی سے پوچھا۔

''میں جی' ساری بات بتاتا ہوں لیکن پہلے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں اگر آپ سن لیں تو---'' بوٹے نے نہایت مکاری سے اپنی بات کہہ دینے کی اجازت چاہی۔

''چلو' پہلے تم اپنی بات کہہ لو---'' فاخرہ نے تحمل سے کہا۔

''وہ جی' بات یہ ہے کہ صفیہ یہاں کام کرتی تھی نا' تو اس سے ہمارے گھر کا خرچہ چل جایا کرتا تھا۔اَب آپ نے اُسے نکال دیا تو ہم فاقوں مر جائیں گے---'' وہ نہایت دردمندی سے بولا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب کیا ہے؟'' فاخرہ نے اُلجھتے ہوئے پوچھا۔

''میرا مطلب یہ ہے جی' کہ آپ صفیہ کی بجائے میری بیوی رضیہ کو اپنے ہاں نوکرانی رکھ لیں۔ہم دونوں میاں بیوی آپ کی بہت خدمت کریں گے۔ہمارے بچوں کو روٹی ملتی رہے گی۔'' بوٹا روہانسو ہوتے ہوئے بولا۔

''ہاں' وہ تو ٹھیک ہے۔ہمیں ضرورت بھی ہے نوکرانی کی لیکن اگر صفیہ آجاتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔وہ یہاں کے سارے کام سمجھتی ہے اور اس کے ساتھ رضیہ بھی آجائے' تو کوئی بات نہیں---''

''بڑی مہربانی' بیگم صاحبہ!---اَب میں جو بات آپ کو بتانے والا ہوں' وہ یہ ہے کہ نورین بی بی ہمارے گھر میں ہے۔''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو---؟'' فاخرہ بیگم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''میں کیوں جھوٹ بولوں گا جی' آپ کا نمک کھایا ہے اور پھر آپ نے وعدہ کیا ہے نا جی' کہ ہمیں یہاں نوکری مل جائے گی۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''---اور تمہارا گھر---؟'' فاخرہ بیگم نے پوچھا۔

''وہ تو چوکیدار بھی جانتا ہے لیکن میں خود لے کر جاؤں گا جی' پر میں یہاں رکشے پر آیا ہوں---بچوں کی روٹی بھی پوری کرنی ہے۔اگر کچھ مل جاتا تو چند دن اچھے گزر جائیں گے---''

فاخرہ بیگم نے اُس کی طرف دیکھا اور پرس میں سے چند بڑے نوٹ نکال کر اُس کی جانب پھینک دیئے' پھر بولی۔

''اِتنے ہی نوٹ اور ملیں گے' نوکری بھی پکی لیکن اگر---'' فاخرہ نے آخری لفظ کہتے ہوئے سختی سے اس کی جانب دیکھا پھر فون پر نمبر پُش کرنے لگی۔

''نا جی ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ میرے ساتھ ابھی چلیں۔''

وہ بولا مگر فاخرہ نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''وجاہت! جلدی آؤ' دونوں کا پتہ چل گیا ہے۔ تفصیل آ کر---'' یہ کہہ کر اُس نے بوٹے کی جانب دیکھا اور کہا۔ ''تم یہاں بیٹھو اور کھاؤ پیو' مَیں تمہارے ساتھ کسی کو بھیجتی ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ اُٹھ گئی۔

☆☆☆

نورین اور فرید ایک مہنگے ریستوران سے باہر نکلے اور پُررونق سڑک پر آ گئے۔ دونوں کے چہرے خوشگوار تھے' تبھی نورین نے چہکتے ہوئے کہا۔

''مَیں نے اس ریستوران کو پہلے کبھی ٹرائی نہیں کیا تھا' اچھا تھا کھانا اُن کا---''

''شکر ہے' تمہیں یہاں کا کھانا پسند آیا۔ اَب بتاؤ' شاپنگ کے لیے کدھر چلیں---؟''

فرید نے سڑک پر دیکھتے ہوئے پوچھا تو نورین بات سمجھتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

''کیسی کرنی ہے شاپنگ اور کس کے لیے---؟''

''تمہارے لیے---تمہیں بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہوگی نا' اور میرے خیال میں تمہارے پاس کپڑے---''

''فی الحال مجھے کوئی شاپنگ نہیں کرنی۔ مَیں جہاں ہوں' ویسے ہی ٹھیک ہوں۔ ضمانت ہو جانے کے بعد جب مَیں آزادانہ گھوم پھر سکوں گی تو شاپنگ بھی ہو جائے گی---''

''نہیں' تمہیں ضرورت---''

''کہا نا' فی الحال نہیں۔ جب ضرورت محسوس ہوگی تو کہہ دوں گی---اَب تم مجھے یہاں ڈراپ کر دو۔'' نورین نے کہا۔

''کیوں---مَیں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں؟'' وہ قدرے حیرت سے بولا۔

''نہیں' فرید! وہاں محلے میں ایسی گاڑی جائے گی تو خواہ مخواہ نظروں میں آنے والی بات ہے۔ مَیں رکشے میں چلی جاؤں گی---بس یہیں ڈراپ کر دو۔''

نورین نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا تو فرید نے ایک سٹاپ پر کار روک دی۔ نورین اپنا پرس سنبھالتے ہوئے اُتری اور پھر قریب ہی

کھڑے رکشے میں بیٹھ گئی۔ رکشے کے جانے کے بعد فرید نے بھی گاڑی بڑھا دی' نورین اُسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

نورین نے رکشہ محلے کے باہر ہی رکوایا اور اُسے ادائیگی کر کے جیسے ہی پلٹی تو سامنے کھڑی پولیس دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی۔ قریب ہی وجاہت اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اُس کے پاس بوٹا تھا۔ اس وقت اُس کی ٹانگوں میں جان ہی نہ رہی جب اُس نے پولیس وین میں بیٹھی ہوئی صفیہ کو دیکھا---سامنے کا منظر انتہائی خوفناک تھا۔

☆☆☆

نورین کے ذہن میں تو تھا کہ کسی بھی لمحے کچھ ہوسکتا ہے لیکن وجاہت یوں اس کے انتظار میں ہوگا، یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

سامنے کا منظر چاہے خوف زدہ کر دینے والا تھا اور اس میں موجود حقیقت اس پر عیاں ہو رہی تھی۔ وجاہت کے ساتھ بوٹے کی موجودگی اور صفیہ کا پولیس وین میں ہونا ہی ساری بات سمجھا رہا تھا لیکن یہ ایسا وقت نہیں تھا کہ اس پر زیادہ سوچ بچار کیا جائے۔ اس کا ذہن پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ یہاں سے فوراً چلی جائے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک جانب بڑھ گئی، تبھی وجاہت کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ اس نے فوراً ہی سب کو اس کی جانب متوجہ کر دیا۔ نورین سمجھ رہی تھی کہ اگر ان کے ہاتھ لگ گئی تو پھر وقت اس کے ہاتھ میں نہیں رہے گا۔ اس نے لاشعوری طور پر بھاگنا شروع کر دیا۔ پولیس اس کے پیچھے لگ چکی تھی۔ وہ گلیوں میں آ گئی اور پھر ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھ کر اس میں چلی گئی۔ اس نے دروازہ بند کیا اور اس کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دیکھا ہی نہیں کہ صحن میں کھڑی ایک خاتون اس کی طرف بڑی گہری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ کچھ دیر وہ یونہی اس کی طرف دیکھتی رہی پھر قریب آ کر پوچھنے لگی۔

''کون ہو تم اور ایسے کیوں میرے گھر میں گھس آئی ہو؟''

''میرے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے، وہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔''

نورین نے تیز سانسوں کے درمیان کہا تو وہ خاتون ایک دم خوف زدہ ہو گئی اور اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''پولیس......تم نے کیا جرم کیا ہے، کیوں پکڑنا چاہتے ہیں وہ تمہیں؟''

''میرا جرم......میرا جرم یہی ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، میں بے گناہ ہوں، اگر آپ پلیز مجھے تھوڑی دیر کے لیے یہاں چھپ جانے دیں، میں ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' نورین نے منت بھرے انداز میں کہا تو وہ خاتون اسے غور سے دیکھنے لگی اور پھر دھیرے سے بولی۔

''جب تم نے کوئی جرم نہیں کیا تو پھر پولیس تمہیں کیوں پکڑ رہی ہے؟''

''یہ ایک لمبی کہانی ہے، میں آپ کو بتا دوں گی، بس اتنا سمجھ لیں کہ میں اعتماد کی ماری ہوئی ہوں......میں ابھی چلی جاؤں گی، آپ مطمئن رہیں۔'' نورین نے اس کے تاثرات کو سمجھتے ہوئے کہا۔

''میں کیسے مطمئن ہو جاؤں۔۔۔باہر پولیس ہے اور تم چوروں کی طرح میرے گھر میں گھسی ہوئی ہو۔ میں تم پر کیسے یقین کرلوں......'' اس خاتون نے تیز لہجے میں کہا تو نورین نے ایک گہری سانس لی اور پھر دھیرے سے بولی۔

''اب میں آپ کو کیسے یقین دلا سکتی ہوں...... میں نے کہا نا، میں ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی۔ آپ بے فکر رہیں، آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''

''اچھا آؤ، ادھر بیٹھو......'' اس خاتون نے کہا تو نورین صحن میں پڑی چارپائی پر بیٹھ گئی۔ وہ خاتون اندر کی جانب چلی گئی۔ تبھی نورین نے اپنے پرس میں سے سیل فون نکالا اور نمبر پش کرنے لگی، رابطہ ہو جانے پر بولی۔

''ہیلو، فرید، میں مصیبت میں پھنس گئی ہوں......''

''کیسے......کیا ہوا......؟''

فرید نے تشویش سے پوچھا تو اس نے ساری بات بات دی۔ تب فرید نے پوچھا۔

''اب کہاں پر ہو......؟''

''میں صفیہ کے گھر کے قریب ہی ایک گھر میں ہوں اور مجھے نہیں معلوم کے میں یہاں سے کیسے اور کب نکل پاؤں گی۔'' وہ بولی۔

''تم ایسا کرو، یہیں رہو، میں آتا ہوں اور تمہیں وہاں سے نکال لاتا ہوں۔'' فرید نے تیزی سے کہا۔

''تم مجھے کیسے نکالو گے، فرید! یہاں باہر پولیس ہے۔ میں جیسے ہی باہر نکلوں گی وہ مجھے پکڑ لیں گے۔ کیا بیرسٹر صاحب ہماری کوئی مدد نہیں کرسکیں گے......؟'' وہ روہانسی ہوتے ہوئے بولی۔

''میں نے کہا ہے نا! تم اپنی لوکیشن بتاؤ۔ میں کوشش کرتا ہوں۔''

فرید نے کہا تو نورین نے مایوسی میں فون بند کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ خاتون ٹرے میں پانی کا گلاس رکھے اس کے پاس تھی۔

''لو، یہ پانی پیو۔ گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کاش، یہ سب سوچنے سے ٹھیک ہو جائے...... وہ ظالم مجھے قتل کر کے دم لیں گے۔''

نورین تلخی سے بولی تو اس خاتون نے زبردست پانی کا گلاس اسے تھماتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں ہوتا...... تم پانی پیو، تھوڑا سکون کرو...... میں ابھی تمہیں بتاتی ہوں کہ تم نے کیا کرنا ہے۔''

نورین نے اس کی طرف دیکھا اور پھر ذرا سا پانی پی کر گلاس واپس ٹرے میں رکھ دیا۔ وہ خاتون واپس چلی گئی اور کچھ دیر بعد جب وہ اندر سے آئی تو اس کے ہاتھوں میں برقعہ تھا۔

''کیا کیا ہے؟'' نورین نے پوچھا۔

''برقعہ ہے۔ تم یہ پہنو، میں اپنا برقعہ پہن کر آتی ہوں، پھر میں تمہیں خود سٹاپ تک چھوڑ آؤں گی۔'' اس خاتون نے کہا تو نورین کے چہرے پر مردہ سی مسکراہٹ آگئی۔ اس نے جلدی سے برقعہ اوڑھا اور باہر جانے کو تیار ہو گئی۔ باہر گلی میں پولیس کے لوگ نہیں تھے۔ وہ گلیوں کے باہر

سڑک پر کھڑے ڈی ایس پی کے پاس پہنچ چکے تھے، تبھی انسپکٹر نے کہا۔

''سر! لگتا ہے، وہ لڑکی یہیں کہیں کسی کے گھر میں چھپ گئی ہے۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ یہاں سے نکلی نہیں، یہیں کسی کے گھر میں ہے؟'' ڈی ایس پی نے پوچھا۔

''سر! پورے محلے کا ناکہ لگا ہوا ہے، وہ یہاں سے نکل کر کہیں بھی نہیں جا سکتی۔ اس لیے پورے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ یہیں کسی گھر میں چھپ گئی ہے، کسی بھی گلی میں وہ دکھائی نہیں دی۔'' انسپکٹر نے کہا۔

''اوہ، یہ تو مشکل ہو جائے گی......'' ڈی ایس پی بولا۔

''کیسی مشکل، سر! ہر گھر کی تلاشی لے لیتے ہیں۔ کتنے گھر ہیں، کتنا وقت لگے گا۔''

انسپکٹر نے وجاہت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ تیزی سے بولا۔

''میرے بندے بھی ساتھ ہوں گے، سر!''

''بات یہ نہیں ہے، وجاہت صاحب! اس کے لیے کچھ قانونی معاملات بھی ہوتے ہیں۔ گھروں کی تلاشی کے لیے سرچ وارنٹ یا پھر زنانہ پولیس منگوانا پڑے گی جو ان گھروں میں جا سکے۔ ہمیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ میں زنانہ پولیس منگواتا ہوں۔'' ڈی ایس پی نے کہا

''یہ غریب غربا، ان کے گھروں میں...... یہ آپ کن چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ زنانہ پولیس کب آئے گی' کب ان گھروں......'' وجاہت نے تلخی سے کہا

''نہیں، وجاہت صاحب، ایسے نہیں......''

وہ بحث کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے دو برقعہ پوش خواتین گزر گئیں۔ ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا جسے ایک خاتون نے گود میں اٹھایا ہوا تھا، وہ دونوں بڑے اعتماد سے جا رہی تھیں۔

''دیکھیں، اس میں اتنی دیر لگ جائے گی۔'' وجاہت نے کہا۔

''اتنی جلدی کس بات کی ہے، اس پورے محلے کے باہر پولیس کھڑی ہے، وہ یہاں سے اڑ کر تو جانے سے رہی۔ ابھی کچھ دیر میں زنانہ پولیس آ جائے گی۔'' ڈی ایس پی نے کہا۔

''بہت مشکل سے اس کا سراغ ملا ہے۔ اب اگر وہ ہاتھوں سے نکل گئی تو پھر شاید ہی وہ ہمارے ہاتھ میں آ سکے؟'' وجاہت نے کہا۔

''میرے خیال میں آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ اب ہمارا کام ہے، ہمیں کرنے دیں۔'' یہ کہہ کر اس نے انسپکٹر سے کہا'' آپ فوراً زنانہ پولیس منگوائیں۔''

''ٹھیک ہے، سر!'' انسپکٹر نے کہا اور وہاں سے ایک جانب چل دیا۔

وہ دونوں برقعہ پوش خواتین سٹاپ پر جا کر رک گئیں۔ تب نورین نے نقاب کی اوٹ میں بڑی ممنونیت سے کہا۔

''آپ کا بہتر بہت شکریہ۔آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے، میں اس کا بدلہ......''

''نہیں، میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا، بلکہ سچ پوچھو تو میں نے اپنے آپ کو بچایا ہے۔ اگر تم میرے گھر سے برآمد ہو جاتیں تو پولیس مجھے بھی تمہارے ساتھ گھسیٹ لیتی۔'' وہ خاتون تیزی سے بولی۔

''پھر بھی آپ نے میری مدد کی......!'' نورین نے تشکرانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں، میں نے تمہاری کوئی مدد نہیں کی اور نہ ہی احسان کیا ہے۔اب تم جاؤ......''

اس خاتون نے کہا تو نورین قریب کھڑے رکشے میں بیٹھ گئی۔وہ خاتون واپس مڑی تو رکشہ ایک جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

سلمٰی اپنی سلائی مشین کے سامنے افسردہ انداز میں بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی نمایاں تھا۔اس کے قریب رفیق چارپائی پر سر نیہوڑے بیٹھا تھا جبکہ قریب ہی عالیہ بیٹھی رو رہی تھی، تبھی سلمٰی نے عالیہ کی جانب دیکھا اور رو دینے والے انداز میں بولی۔

''اللہ جانے ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے؟ پوری زندگی میں اک ذرا سا سکھ اس نورین کی وجہ سے آیا تھا، مگر اس کا دکھ اتنا زیادہ ہوگا، میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔پتہ نہیں، اس نورین کی کالک ہمارے چہروں پر سے کب دھلے گی؟''

''مگر اس میں نورین کا کیا قصور؟۔طعنے تو میری ساس اور شوہر دیتے ہیں نا......!'' عالیہ بھیگی آنکھوں سے روتے ہوئے بولی۔

''تو تم نے تو کہا تھا کہ میرا شوہر بہت اچھا ہے۔اس بارے کوئی بات نہیں کرتا۔اب اچانک اسے کیا ہو گیا ہے؟'' سلمٰی نے انتہائی غصے سے پوچھا۔

''اماں! بہن نے جھوٹ بولا تھا۔وہ تو پہلے دن ہی سے مجھے طعنے دے رہا ہے۔مگر انہیں کیا، انہیں تو گھر بھر کے جہیز مل گیا نا۔جو میری ساس چاہتی تھی، اسے ملا، اب جہیز تو برا نہیں، میری بہن بری ہو گئی، اسی کے طعنے دیتے ہیں۔'' عالیہ نے تلخی سے کہا۔

''ہاں، سلمٰی! تو سوچ، انہیں بھی تو معلوم تھا کہ ہمارے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔اب نورین نے چاہے جہاں سے بھی دیئے، ان کا تو گھر بھر دیا۔'' رفیق نے دھیرے سے کہا۔

''میں کیا کروں، بلال کے ابا! باہر نکلو، تب نورین کی بات، کوئی میرے پاس کپڑے لے کر آ جائے، تب اسی کی بات، اور اب یہ آ گئی ہے۔اسے بھی نورین کے طعنے پڑتے ہیں...... یا اللہ! اس سے اچھا ہے مجھے موت آ جائے۔''

''موت کیوں مانگتی ہیں۔کیا تمہیں پتہ تھا کہ نورین ایسی ہے؟'' رفیق نے غصے میں کہا۔

''ابا! نورین ایسی نہیں ہے۔یہ آپ کیوں نہیں سوچتے کہ اس پر الزام بھی لگ سکتا ہے، وہ کسی مصیبت میں بھی ہو سکتی ہے۔ہم اس کی مدد کرنے کی بجائے، اسے ڈکیت بنائے جا رہے ہیں۔'' عالیہ بولی۔

''آئے ہائے، تو آئی بڑی عقل مند! سارا جہان کہہ رہا ہے۔ اخباروں میں بھی یہ بات نکل آئی ہے، تیرے باپ نے پولیس کا تشدد سہا ہے۔ اب بھی کوئی کسر باقی رہ گئی ہے...... ارے میں پوچھتی ہوں، کسے کریں گے مدد؟'' سلمٰی نے تیز انداز میں غصے سے کہا۔

''اس رات جب وہ یہاں پر آئی تھی، اسے کم از کم ایک رات تو اپنے گھر میں ٹکنے دیا ہوتا۔ یہ وہی گھر ہے جسے بیچا جارہا تھا اور اس کی وجہ سے آج یہاں پر ہیں۔ تم اسکی بات سنتیں اس سے یہ......؟''

عالیہ نے کہنا چاہا تو سلمٰی نے اس کی بات کاٹ دی۔

''بس بس، مجھے زیادہ سبق مت پڑھا۔ میں اسے یہاں رکھ لیتی اور پولیس ہم سب کو جیل لے جاتی، تو ہی بتا، تیرا شوہر تمہیں کس لیے طعنے دے رہا ہے۔ اس طرح ہم کس کس کی زبان پکڑیں گے؟''

''سب کی زبانیں اس وقت بند ہو جائیں گی جب نورین بے قصور ثابت ہو جائے گی۔'' رفیق نے دھیرے سے کہا۔

''میں تو چاہتی ہوں کہ میری بیٹی......'' یہ کہتے ہوئے سلمٰی ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ پھر چند لمحوں بعد بڑے دردناک لہجے میں بولی ''نورین بے چاری بے قصور ثابت ہو جائے۔ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں...... یہ جو لفظوں کے تیر روزانہ ہمارے سینوں میں گاڑے جاتے ہیں، یہ بند ہو جائیں...... میں بدقسمت کیسے چاہوں گی کہ وہ قصوروار ثابت ہو، پر ہم کیا کریں؟''

آخری لفظ اس نے بڑی بے بسی سے کہے پھر زاروقطار رونے لگی۔ اس پر رفیق اور عالیہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا، وہ نورین کے لیے اپنے دل میں کتنا درد لیے ہوئے تھی۔

''نہ رو ماں! میرا دل کہتا ہے کہ نورین بے قصور ہے، تم اس کے لیے دعا تو کر سکتی ہو نا! دل سے دعا کرو، اللہ ضرور پوری کرے گا۔ جن مصیبتوں نے اسے گھیرا ہوا ہے، وہ دور ہو جائیں گی'' عالیہ نے کہا

''عالیہ ٹھیک کہہ رہی ہے سلمٰی! ہم سب کو اس کے لیے دعا کرنی چاہئے...... ہم یہ تو کر سکتے ہیں نا......!'' رفیق نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں، مجھے اس کے لیے دعا کرنی چاہئے......'' یہ کہتے ہوئے سلمٰی آنسو صاف کرنے لگی اور پھر اٹھتے ہوئے بولی ''تو اسے اس کے گھر چھوڑ آ''

''ہاں سلمٰی بیٹیاں اپنے ہی گھر میں اچھی لگتی ہیں۔'' رفیق بولا، پھر عالیہ سے کہا ''چل، بیٹی میں تجھے تیرے گھر چھوڑ آؤں......''

رفیق کے یوں کہنے پر عالیہ اٹھ گئی۔

☆☆☆

خوف زدہ سی صفیہ ایک اندھیرے سے کمرے میں قالین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے ذرا فاصلے پر دولڑکے سیل فون پر گیم کھیل رہے تھے، تبھی وجاہت اندر آیا۔ وہ خاصے غصے میں تھا۔ اسے دیکھتے ہی لڑکے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وجاہت نے کھڑے کھڑے صفیہ کی جانب دیکھا اور نفرت سے کہا۔

''بڑھیا! تم جانتی ہو کہ نورین کہاں جا سکتی ہے...... بولو۔ بتاؤ، کہاں ہے وہ......؟''

''میں نے سو بار کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم...... وہ صبح میری بیٹی کے گھر سے گئی تھی، پھر اس کا نہیں پتہ، یہ بات تم بھی جانتے ہو۔'' صفیہ نے بھی نفرت سے کہا۔

''تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ کہاں جاسکتی ہے؟ کون کون سے ٹھکانے ہیں اس کے..... بولو؟'' وجاہت نے غصے میں کہا۔

''مجھے نہیں معلوم، اور اگر معلوم بھی ہوتا تو اب تم لوگوں کو میں کبھی نہ بتاتی..... تمہاری ماں نے میری مجبوریوں کا بہت فائدہ اٹھالیا۔'' صفیہ نے ہمت کرتے ہوئے کہا۔

''کیا بکواس کر رہی ہو تم.....؟'' وجاہت نخوت سے چیخا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں..... نورین بے گناہ ہے اور تم لوگ اس پر ظلم کر رہے ہو۔ کیا میں نہیں جانتی..... میں لالچ اور مجبوری میں اندھی ہوگئی تھی جو فاخرہ بیگم کو بہت کچھ بتاتی رہی۔ اب بھی وقت ہے، اس کا پیچھا چھوڑ دیں، مظلوم کی آہ ظالم کی موت ہوتی ہے.....'' صفیہ نے تیز لہجے میں کہا۔

''تم میرے بول کہہ رہی ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ تم میرے ایک اشارے پر جیل کی سلاخوں کے پیچھے جاسکتی ہو'' وجاہت نے کہا۔

''جانتی ہوں۔ تم یہ شوق بھی پورا کرلو۔ میں عدالت میں تم لوگوں کے خلاف سب کچھ بتادوں گی۔'' وہ نفرت سے بولی۔

''میں تمہیں اس قابل چھوڑوں گا ہی نہیں کہ تم عدالت تک پہنچ سکو۔ ابھی وقت ہے، سوچ لو اور نورین کے بارے میں بتادو، پھر عیش کرو گی۔ ورنہ میں تمہاری سانسیں چھین لوں گا۔''

''میں نے کہا نا، مجھے نہیں معلوم، میں کیسے بتادوں.....؟''

''میں تمہیں آج رات تک کی مہلت دیتا ہوں، سوچ لو.....'' یہ کہہ کر واپس مڑتے ہوئے وہ اپنا سیل فون نکال کر کسی سے باتیں کرنے لگا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا، اس کے ساتھ ہی وہ دونوں لڑکے بھی باہر نکل گئے۔ چند لمحوں بعد دروازے کو تالا لگنے کی آواز آئی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ صفیہ کافی دیر تک یونہی فرش پر بیٹھی رہی، پھر وہیں لیٹ گئی۔ اس کی ذہنی رو نورین کی طرف چلی گئی۔

پتہ نہیں، نورین بی بی کہاں ہوگی۔ ان ظالموں نے اگر اسے پکڑ لیا تو اسے ماردیں گے اور صفیہ! یہ سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ آج جتنے بھی ظلم اس پر ہو رہے ہیں، صرف تمہاری وجہ سے..... تم نے فاخرہ بیگم کو کیا کچھ نہیں بتایا اور اس نے تمہیں دھکے دے کر نکال دیا..... کیا نورین بی بی کا یہی قصور ہے کہ وہ لے پالک ہے..... کیسی قسمت پائی ہے اس نے، کیسے حالات میں گھر گئی ہے وہ..... سگے رشتوں نے بھی اس سے منہ موڑ لیا..... کاش، مجھ سے یہ گناہ نہ ہوا ہوتا اور آج حالات ایسے نہ ہوتے۔ نجانے نورین بی بی کو یہ معلوم بھی ہے یا نہیں کہ اتنی بڑی جائیداد کی مالکن ہیں۔ مجھ سے یہ کتنی بڑی بھول ہوگئی کہ اسے یہ بتا ہی نہیں سکی۔ وہ مجھ سے یہ سوال کرسکتی ہیں کہ مجھے کیسے پتہ، میں نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ اس طرح تو میرے سارے گناہ ان پر کھل جائیں گے..... اب جو ہونا ہے، وہ ہوجائے میں نورین بی بی کے سامنے اعتراف گناہ کرلوں گی۔ یہ سوتے ہوئے اس نے نگاہیں آسمان کی جانب کیں اور بڑبڑاتے ہوئے بولی

''مجھے اتنی زندگی دے دینا کہ میں نورین بی بی کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرسکوں۔ اسے بتاسکوں کہ وہ آدھی جائیداد کی مالک ہے۔ اس سے پہلے کہ ظالم اسے..... نہیں..... اے اللہ! نورین بی بی کی حفاظت کرنا.....''

یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆

فرید، باسط اور نورین ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے چائے رکھی ہوئی تھی جو نورین بنا کر لائی تھی۔ ان کے چہروں سے خوشی چھلک رہی تھی، تبھی باسط نے اپنے سامنے دھرا چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے سپ لیا اور بولا۔

''یہ تو اچھا ہوا کہ ضمانت ہو جانے سے پولیس کا خوف ختم ہوا۔ بیرسٹر سلمان بہت قابل وکیل ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد تمہارے حق میں فیصلہ کروا دیں گے۔''

''ہاں، یہ تو ہے مگر وجاہت بہت خطرناک آدمی ہے۔ اصل خطرہ تو مجھے اس سے ہے۔ فقط میری ضمانت ہو جانے سے کچھ نہیں ہوگا۔'' نورین دھیرے سے بولی۔

''یہ کیا عجیب اتفاق ہے، کچھ عرصہ پہلے عاصمہ یہاں اس گھر میں آئی، بہت پریشانی کی حالت میں اور اب تم...... دونوں وجاہت کی ستائی ہوئی۔ یہ وجاہت آخر چیز کیا ہے؟''

''میں پوری طرح جاننے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ فاخرہ بیگم کا اکلوتا بگڑا ہوا بیٹا ہے۔ جس نے کالج کے زمانے ہی سے اپنا گینگ بنا لیا تھا۔ شہر میں ڈرگز پھیلانا، ڈکیتی کروانا، سیاست دانوں کے لیے کام کرنا، یہ سب کرتا ہے وہ...... اس کی پشت پر بااثر لوگوں کا ہاتھ ہے، اس لیے دندناتا پھر رہا ہے۔'' نورین نے دھیرے دھیرے بتایا۔

''شہر میں کچھ لوگ ہیں جو ایسا کام کرتے ہیں لیکن ان میں وجاہت کا نام کبھی نہیں سنا؟'' باسط نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

''وہ دہری زندگی گزار رہا ہے۔ عام لوگوں کے سامنے تو وہ وجاہت ہے لیکن وہ اپنی اس کالی دنیا میں وجی بھائی کے نام سے مشہور ہے۔'' نورین نے انکشاف کیا۔

''اوہ، وجی بھائی، تو یہ ہے...... یہ نام کئی بار میرے سامنے آیا ہے۔'' باسط نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ''خیر، تم بے فکر ہو جاؤ۔''

''نورین! اس سارے معاملے میں جو سوال ابھی تشنہ ہیں، ان کے جواب بھی چاہئیں۔ ڈکیتی کی واردات اگر وجاہت ہی نے کروائی ہے تو اسے ثابت کرنا ہوگا۔ غبن کا معاملہ الگ ہے، اس میں اپنی بے گناہی کیسے ثابت کر پاؤ گی؟'' فرید نے کہا جو نجانے کب سے انہی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔

''یہی تو مجھے اب کرنا ہے۔ میں نے سارا دن ادھر رہ کر یہی کچھ کیا ہے، میں نے مختلف لوگوں سے رابطے کیے ہیں۔ عظمیٰ سے میری تفصیلی بات ہوئی ہے، وہ میرے لیے بہت کچھ کرنے کو تیار ہے، مگر ابھی وہ بھی اندھیرے میں ہے۔ میرے سامنے بھی ابھی کوئی رستہ نہیں ہے جس پر چل کر میں اپنی بے گناہی ثابت کر سکوں۔'' نورین نے مایوسی بھرے لہجے میں کہا۔

''لیکن ایسا اندھیر بھی نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس معاشرے میں انصاف کا حصول بہت مشکل ہے، بہت سارے طاقتوروں نے کمزوروں کا جینا دوبھر کر دیا ہوا ہے۔ کرپشن کا ناسور اخلاقی قدروں کو چاٹ کر دھیرے دھیرے ختم کر رہا ہے مگر! ایک ایسی طاقت ہے جو ہمیشہ مظلوموں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیا تمہیں اس پر یقین نہیں ہے؟'' فرید نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں، اسی پر مجھے یقین بھی ہے اور بھروسہ بھی۔'' وہ عزم سے بولی۔

''جب تک تم خود کو کمزور، بے بس اور بے یقین سمجھتی رہو گی، تم پر ظلم ہوتا رہے گا۔ وہ تمہیں جینے نہیں دیں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم اس دنیا ہی میں نہ رہو۔'' باسط نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہاں اثر و رسوخ والے ہی سارا کام کرواتے ہیں۔ بیرسٹر بااثر بندہ ہے تو فوراً ضمانت ہو گئی، ورنہ یہاں تو.....'' باسط نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''نورین! اگرچہ زندگی میں مشکل حالات کا آنا بھی زندگی ہی کا حصہ ہیں، مگر یہ سدا تو نہیں رہتے۔ ان کا مقابلہ حوصلے ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ تم گھبراؤ مت، تمہارے ساتھ ہیں۔'' فرید نے اسے حوصلہ دیا۔

''تمہارا بہت شکریہ، فرید! تم نے ایسے حالات میں میرا ساتھ دیا جب میں بے بس تھی۔''

''کر دی نا غیروں والی بات۔ دوستوں میں شکریہ نہیں ہوتا۔ میں تمہاری مدد کرتا رہوں گا، اس وقت تک جب تک حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے۔'' فرید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''قانونی جنگ کچھ اور بات ہے لیکن غنڈوں اور بدمعاشوں کا مقابلہ دوسری بات..... میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ پر کوئی آنچ آئے۔ میری راہ میں تو اب لہو بکھرا ہوا ہے، نجانے کہاں میری زندگی ختم ہو جائے۔ نہیں، فرید! میں اب.....''

نورین نے کہنا چاہا تو فرید نے روک دیا۔

''یہ بات کر کے تم نے مجھے میری نظروں سے گرا دیا ہے۔''

''تم خود ہی تو کہتے ہو کہ بندے کو حقیقت پسند ہونا چاہئے اور حقیقت یہ ہے کہ اب مجھے اپنی بقا کی جنگ لڑنی ہے۔ میری موت ہی میرے دشمنوں کی جیت ہے، اس لیے میں ایسے حالات میں اپنے محسن کو موت کے منہ میں نہیں ڈال سکتی۔'' نورین نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

''کیا تم اکیلی ان کا مقابلہ کر لو گی.....؟'' فرید نے پوچھا۔

''کر سکی تو مجھے اکیلے ہی مقابلہ کرنا ہے، میں ہار بھی گئی تو وہ میری اپنی ہار ہو گی۔'' وہ زخمی سے مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''تم نے بہت جذباتی باتیں کر لیں اور میں نے سن لیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم غلط ہو، تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن تم ہمارے جذبات سے کھیل رہی ہو۔ کیا تمہیں یہ لگتا ہے کہ ہم ان غنڈے بدمعاشوں سے ڈر جانے والے ہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو آج عاصمہ کو تحفظ نہ دیا ہوتا۔ اس سے میرا یا فرید کا کوئی تعلق یا رشتہ نہیں تھا، فقط انسانی ہمدردی کے ناطے اسے اس حد تک تحفظ دیا ہے کہ اب وہ ایک بچے کی ماں بن گئی ہے۔ ایک پیارے سے بیٹے کی ماں..... تم تو پھر فرید کی دوست ہو۔'' باسط نے گہرے لہجے میں کہا۔

''واقعی! عاصمہ بیٹے کی ماں.....؟'' نورین حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''ہاں۔ بہت پیارا بیٹا ہے اس کا۔'' باسط نے جواب دیا۔

''خود کیسی ہے وہ؟'' نورین نے اشتیاق سے پوچھا۔

''بالکل ٹھیک ہے اور خوش ہے۔'' اس نے بتایا تو نورین کتنی ہی دیر تک خاموش رہی تب باسط نے کہا ''ہاں، یہ الگ بات ہے کہ تمہیں ہم پر بھروسہ نہیں ہے۔''

''نہیں، باسط! میں ڈرتی ہوں اس وقت سے جب کوئی انجانی گولی......''

''مت ڈراؤ ہمیں۔'' فرید نے تیزی سے کہا، پھر لمحہ بھر توقف سے بولا ''اپنی بات کرو، ہم پر بھروسہ ہے تو ٹھیک، نہیں ہے تو جو چاہو کرو۔ مجھے تم سے کوئی گلہ یا شکایت نہیں ہوگی۔''

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر چلا گیا۔ نورین نے اس کی طرف دیکھا اور تڑپ کر رہ گئی۔ تبھی باسط نے بڑے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''نورین! کچھ تعلق ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا کوئی نام نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا اظہار کیا جاتا ہے، صرف احساس ہوتا ہے..... کیا تم میری بات سمجھ رہی ہو؟''

اس پر نورین نے گھبرا کر باسط کی جانب دیکھا تو باسط نے آنکھیں بند کر کے یقین دلایا۔ نورین اس طرف دیکھنے لگی جدھر فرید گیا تھا۔

☆☆☆

اسی رات فرید اور باسط لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے پہر کی چاندنی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ کچھ دیر پہلے وہ نورین کے بارے میں ہی باتیں کرتے رہے تھے، اس لیے باسط نے حتمی سے لہجے میں کہا۔

''یار! یہ کیسا عجیب اتفاق ہے، میں جب بھی اور جتنا بھی اس پر سوچتا ہوں، مجھے عجیب سا لگا ہے۔ عاصمہ اور نورین! دونوں وجاہت کی ستائی ہوئیں۔ دونوں کا ہمارے ہاں آجانا، چاہے دونوں کا پس منظر الگ الگ ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن نورین کا معاملہ عاصمہ کی طرح نہیں ہے۔ ٹھیک ہے، اس کے تحفظ میں کچھ انسانی ہمدردی تھی اور کچھ حسن اینڈ کمپنی کے خلاف ثبوت اکٹھا کرنے کی کوشش، جسے چاہے ہم نے استعمال نہیں کیا، یہاں تک کہ رضوان شاہ کو بھی ہوا نہیں لگنے دی۔'' فرید نے کہا۔

''تمہارے خیال میں نورین کا معاملہ الگ کیسے ہے؟'' باسط نے پوچھا۔

''نورین کو محض تحفظ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے یہاں رہ کر بہت کچھ کرنا ہے۔ اسے ہم کہیں اور نہیں بھیج سکتے۔'' فرید نے سوچتے ہوئے کہا۔

''مگر تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ ہمارا معاشرہ اور مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے رہیں۔ یاد کرو، کچھ ایسی ہی بات تم نے عاصمہ کے بارے میں بھی کہی تھی۔'' باسط نے یاد دلایا۔

''ٹھیک ہے، میں مانتا ہوں اس سے انکار نہیں، ہم انتہائی پر خلوص ہونے کے باوجود بھی اسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ اس کے لیے کوئی معقول بندوبست کرنا ہوگا۔'' فرید نے سنجیدگی سے کہا تو دروازے میں کھڑی نورین نے یہ الفاظ سن لیے، وہ چونک کر رہ گئی۔ فرید کہہ رہا تھا ''لیکن سوال یہ ہے، باسط! نورین اب جائے گی کہاں؟ اس کا حل تو سوچنا پڑے گا۔ ویسے بھی ہم دونوں اپنے اپنے کام پر نکل جاتے ہیں اور وہ یہاں پر تنہا ہوتی ہے۔ اس کا تحفظ تو مقدم ہے نا......''

''یہ بات تو میں سوچتا ہوں، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ خیر، تم نے پریشان نہیں ہونا، میں اس کا بہترین حل نکال لوں گا۔ تمہاری بیرسٹر سے بات ہوئی؟'' باسط نے پوچھا۔

''ہاں۔ وجاہت کے خلاف اغواء کا پرچہ کل دائر ہو جائیگا۔ عدالت سے حکم جاری ہو جائے گا، یہ پکی بات ہے۔

فرید نے کہا تو وہ دونوں اس پر باتیں کرنے لگے لیکن افسردہ سی نورین وہیں سے واپس پلٹ گئی۔

اگلی صبح جب باسط تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آیا تو مضطرب سی نورین پر اس کی نگاہ پڑی۔ اس کے قریب بیگ رکھا ہوا تھا۔ باسط لمحوں میں سمجھ گیا کہ نورین جانے کے لیے تیار بیٹھی ہوئی ہے۔ تبھی اس نے توجہ نہ دیتے ہوئے کہا۔

''آج کوئی شور نہیں کہ ناشتہ کرلو، ناشتہ کرلو۔ کوئی پکار نہیں...... کیا فرید جا چکا ہے...... کیا ناشتہ ٹھنڈا ملے گا...... یا پھر خود بنانا پڑے گا...... تم نے ناشتہ کر لیا ہے یا تمہارے لیے بھی بناؤں......؟''

''میں نے آپ کے لیے ناشتہ بنا دیا ہے، آپ کو بس چائے بنانی پڑے گی......!'' وہ دھیرے سے بولی۔

''مطلب! تم کہیں جا رہی ہو یہ بیگ......؟'' وہ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر بولا۔

''ہاں، میں جا رہی ہوں۔ آپ کا انتظار تھا۔ سوچا، آپ کو بتا کر جاؤں، کہیں بعد میں آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔'' وہ روہانسی ہوتے ہوئے بولی۔

''یہ کیا بات کر رہی ہو تم...... میں سمجھا نہیں ہوں......؟'' وہ بولا۔

''آپ دونوں بہت اچھے ہیں۔ میں آپ کی مشکل سمجھتی ہوں، اس لیے......'' وہ پھر دھیرے سے بولی۔ باسط خاموش رہا تو وہ کہنے لگی ''میں آپ دونوں پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ میں نے اتفاق سے رات آپ کی باتیں سن لی تھیں۔ سوری، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھے لیکن وہ میں آ رہی تھی کہ......''

''پتہ نہیں، تم نے ہماری کون سے باتیں سنی ہوں گی اور اس سے نجانے کیا نتیجہ اخذ کیے بیٹھی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے حالات ایسے ہیں کہ تم کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر رہی ہو۔ مگر! تمہیں ہم پر بھروسہ کرنا ہوگا۔''

وہ گہری سنجیدگی سے بولا تو نورین نے اس کی طرف چونک کر دیکھا۔

''وہ باتیں جو آپ کر رہے تھے، وہ ٹھیک تھیں۔ آپ کو ایسا سوچنا چاہئے' ہم ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتے۔ میں آپ سے رابطہ رکھوں گی۔ آپ کی مدد چاہئے ہوگی مجھے۔'' وہ بھیگے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کیا تمہیں مجھ پر تھوڑا سا بھی یقین ہے؟'' باسط نے پوچھا۔

''ہاں ہے......''

''تو پھر اس بیگ کو اندر رکھو اور فوراً اچھی سی چائے بناؤ، خود بھی پیو اور مجھے بھی پلاؤ اور مجھے فقط دو دن دے دو۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو

پھر چلی جانا......'' باسط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں کبھی نہیں۔'' وہ الجھتے ہوئے بولی۔

''تم سب سمجھ جاؤ گی۔ پلیز، یہ بیگ تو اٹھاؤ اور ہاں، چائے بنانا مت بھولنا......''

باسط نے کہا اور صوفے پر بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگا۔ نورین اٹھی اور بیگ لے کر اندر کی جانب چلی گئی۔

☆☆☆

روشن صبح کی پیشانی پر سورج چمک رہا تھا جس سے حسن لاج کا کونا کونا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وقار احمد اپنی بیوی فاخرہ بیگم کے ساتھ ڈرائنگ روم ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا کہ آج اسے دفتر جانے کی جلدی نہیں ہے، تبھی فاخرہ بیگم نے کہا۔

''وقار! تمہیں نہیں لگتا، حسن لاج میں آ کر کتنا سکون محسوس ہو رہا ہے۔''

'ظاہر ہے، جہاں ہم رہتے تھے، یہ وہاں سے زیادہ اچھی، مہنگی اور خوبصورت جگہ ہے۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''ہاں! یہ تو ہے۔ مجھے تو یہاں آ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں جب بھی یہاں آتی تھی نا تو میرے دل میں ہمیشہ یہی خواہش ہوتی تھی کہ یہ حسن لاج میرا ہو جائے اور آج میری یہ خواہش پوری ہو گئی ہے۔'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''نہیں، فاخرہ بیگم! ابھی پوری نہیں ہوئی۔ یہ تم اس دن سوچنا جب یہ حسن لاج باقی ساری جائیداد کے ساتھ تمہارے نام ہو جائے۔ ابھی تو ہم اس کے نگران بھی نہیں ہیں۔'' وقار احمد نے اسے حقیقت بتائی۔

''تو یہ کب ہو گی ہمارے نام؟...... میں اپنا میکہ کھونا نہیں چاہتی۔'' وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''جب یہ نورین والا معاملہ ختم ہو جائے گا۔ اس کی دونوں کیسز میں ضمانت ہو گئی ہے۔ ظاہر ہے، اب ہو کیس لڑے گی۔ اس کیس کے دوران ممکن ہے، شائستہ بیگم کی وصیت بھی آ جائے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے آج وکیل سلطان محمود کو بلوایا ہے۔'' وقار احمد نے کہا۔

''ویسے ہمیں اس سے بہت پہلے بات کر لینی چاہیے تھی؟'' فاخرہ بیگم نے کہا۔

''میں وقت کا انتظار کر رہا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے۔ میں نے حسن اینڈ کمپنی کا سارا سرمایہ نکال کر اسے دیوالیہ بنا دیا ہے۔ کمپنی کی ساکھ پہلے ہی ختم ہو چکی ہے بس چند دن بعد اعلان باقی ہے اور اس کا معاملہ ختم۔ اب میری ساری توجہ جائیداد نام کروانے پر ہو گی۔'' وقار احمد نے بتایا۔

''نجانے میرا یہ خواب کب پورا ہو گا، میں بھی حسن لاج کی مالک کہلواؤں گی۔ ساری جائیداد میرے نام ہو گی۔ یہ تصور کس قدر خوش کن ہے، وقار!'' وہ حسرت آمیز لہجے میں بولی۔

''بہت دیر بعد سہی لیکن اپنے خواب ضرور پورے ہوں گے۔ یہاں سارا سیٹ اپ ٹھیک کرنے کے بعد ہم نے ورلڈ ٹور پر بھی جانا ہے، یہ حسرت میرے دل میں ہے۔'' وقار احمد نے کہا۔ تبھی باہر پورچ میں کار رکنے کی آواز آئی تو دونوں چونک گئے۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ''لو، وکیل آ گیا۔''

کچھ دیر بعد وکیل سلطان محمود بریف کیس ہاتھ میں تھامے وہیں ان کے پاس آ گیا۔ علیک سلیک کے بعد وہ بیٹھ گیا اور یونہی باتوں کے

دوران اس نے کہا۔

''نواب صاحب کی تو بات ہی کیا تھی اور ان کا دور بھی بہت اچھا تھا۔ اسی طرح شائستہ بیگم بھی بہت شفقت کرتی رہیں۔ میں تو اس خاندان کا بہت دیر سے خدمت گزار ہوں۔''

''اسی سلسلے میں ہم نے آپ کو زحمت دی ہے۔ دیکھئے، شائستہ بیگم تو اب اللہ تو پیاری ہوگئیں اور آپ کو معلوم ہے کہ اب اس خاندان میں فقط فاخرہ ہی ان کی خونی رشتے دار ہے۔'' وقار احمد نے بتایا۔

''جی بالکل، میں جانتا ہوں، فاخرہ بیگم ہی نواب مسعود الحسن کی بہن ہیں۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''دوسرا بزنس کے معاملات ہیں، جائیداد کے سو بکھیڑے ہیں۔ ان سب سے کیسے نمٹا جائے؟'' وقار نے پوچھا۔

''ظاہر ہے، جی، یہ مسائل تو اسی نے حل کرنے ہیں نا جو اب اس بزنس اور جائیداد کا وارث ہوگا۔'' وکیل نے کہا۔

''آپ اس خاندان کے پرانے وکیل ہیں، تمام معاملات کو سمجھتے ہیں ہمیں بتائیں کہ صورت حال کیا ہے اور اس کے قانونی تقاضے کیا ہیں؟'' وقار احمد نے حتمی انداز میں کہا۔

''ویری سمپل...... بیگم صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں وصیت کی تھی۔ اس وصیت کی رو سے آدھی جائیداد کی مالک فاخرہ بیگم ہیں اور باقی آدھی جائیداد نورین بی بی کے نام ہے۔ اس کی تمام تر تفصیل بھی موجود ہے۔'' وکیل نے دھیرے سے کہا۔

''سوال یہ ہے، سلطان صاحب! نورین کا تو کچھ پتہ نہیں۔ ڈکیتی کی واردات کے بعد وہ فرار ہے۔ سنا ہے کہ اس کی ضمانت وغیرہ بھی ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس پر الزامات ہیں۔ بالفرض محال اسے سزا ہو جاتی ہے تو......؟'' اس نے پوچھا۔

''جائیداد کی مالک تو وہ پھر بھی رہیں گی کیونکہ شائستہ بیگم نے خود اس کے نام وصیت کی ہے'' وکیل نے کہا تو فاخرہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ پھر جلدی سے بولی۔

''یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سی آدھی جائیداد نورین کے نام ہے اور کون سی میرے نام، مطلب، یہ حسن لاج کس کے حصے میں ہے؟''

''بیگم صاحبہ یہ طے کر گئی ہیں۔ وصیت میں پوری تفصیل درج ہے اور یہ حسن لاج نورین بی بی کے حصے میں ہے۔''

وکیل نے اطمینان سے کہا تو وہ دونوں چونک گئے۔ فاخرہ بیگم کا چہرہ تو دھواں دھواں ہونے لگا۔

''خیر، یہ تفصیل وغیرہ تو ہوتی رہے گی، لیکن وہ جائیداد جو فاخرہ کے نام بنتی ہے، اس کے بارے میں قانونی پوزیشن کیا ہے؟'' وقار نے پوچھا۔

''دیکھئے، جب تک نورین بی بی، جو اس جائیداد میں برابر کی حصے دار ہے، تقسیم کے اس عمل میں ساتھ نہیں ہوگی، ہم تقسیم کے اس عمل سے نہیں گزر سکتے۔ کسی ایک فریق کے ہوتے ہوئے ہم جائیداد منتقل نہیں کروا سکتے۔ یہ قانونی تقاضہ ہے، اس لیے نورین بی بی کا ہونا بہت ضروری ہے۔''

وکیل نے کہا تو وقار احمد کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے یہ پہلو تو سوچا بھی نہیں تھا۔ پھر جلدی سے خود کو سنبھالتے ہوئے اعتماد سے بولا۔

''سلطان صاحب! میں نے نورین کے بارے میں آپ کو بتا دیا ہے اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ ایسے حالات میں کیا سارے

معاملات ٹھپ رہیں گے؟''

''اس کے بھی قانونی راستے ہیں لیکن یہ سارے راستے اس وقت اختیار کیے جا سکتے ہیں جب نورین بی بی کے بارے میں تصدیق ہو جائے گی یا عدالت کوئی حکم نامہ جاری نہیں کرتی۔'' وکیل نے بتایا۔

''سلطان صاحب! یہ سارے قانونی معاملات ہیں جو نرے الجھاوے ہیں۔ وہ راستہ بتائیں جو سیدھا اور صاف ہو'' وقار احمد مسکراتے ہوئے بولا۔

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟'' وہ الجھتے ہوئے بولا۔

''سیدھی سی بات ہے، وکیل صاحب! نورین تو بیگم صاحبہ کی لے پالک تھی، وہ بھاگ گئی۔ ساری جائیداد اور بزنس کی دیکھ بھال میں کرتا ہوں، یہ بات آپ بھی جانتے ہیں۔ میری بات سمجھ رہے ہیں نا، آپ......؟'' وقار نے دھیرے سے کہا تو سلطان محمود نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

''میں سمجھا۔ آپ کا مطلب ہے نورین کو درمیان سے نکال دیا جائے......؟''

''بالکل۔ وصیت غائب بھی تو ہو سکتی ہے۔'' وقار احمد نے محتاط انداز میں کہا۔

''ہاں، ایسا ہو تو سکتا ہے، کیونکہ نورین کو ابھی تک وصیت کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ وہ کہیں دعویٰ بھی نہیں کر سکتی مگر۔''

''مگر کیا......!'' وقار تیزی سے بولا۔

''مگر اتنی بڑی لاٹری آپ کے نام نکل آئے تو اس میں میرا کیا حصہ ہوگا؟'' وکیل سلطان محمود نے اطمینان سے کہا۔

''آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم آپ کو کچھ نہیں دیں گے؟ مالا مال کر دیں گے آپ کو، آپ بھی یہ وصیت نکال دیں، درمیان میں سے......''

''صرف مالا مال نہیں، کیونکہ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے......'' وکیل نے کہا۔

''تو پھر کیا کہتے ہیں آپ......؟'' وقار نے پوچھا۔

''پوری جائیداد کا چوتھائی حصہ، وہ بھی تعین کر کے......''

وکیل نے صاف گوئی سے کام لیا۔ تو دونوں چونک گئے۔

''چوتھائی حصہ......آپ کو معلوم ہے کہ یہ کتنا بنے گا......؟'' فاخرہ بیگم جلدی سے بولی۔

''جتنا بھی بنے، بیگم صاحبہ! اگر آپ کو منظور ہے تو بات آگے بڑھے گی ورنہ......''

یہ کہتے ہوئے وکیل خاموش ہو گیا۔ اس پر فاخرہ بیگم نے کچھ کہنا چاہا تو وقار احمد نے اسے اشارے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

''سلطان صاحب! ہمیں آپ کی شرط منظور ہے لیکن کیا ہمیں سوچنے کے لیے تھوڑا وقت مل جائے گا۔ میرا مطلب ہے ہم دونوں اس بارے تھوڑا مشورہ کر لیں۔''

''ہاں کیوں نہیں، آپ اچھی طرح مشورہ کرلیں۔ میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا مگر زیادہ وقت مت لیجیے گا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ گیا اور وقار احمد کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ وقار نے اٹھ کر ہاتھ ملایا، دونوں میں مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا اور وکیل باہر کی جانب چل دیا۔ اس پر فاخرہ بیگم کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وقار احمد نے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔

''بس، میں طے کرلوں گا......''

یہ کہہ کر وہ بھی آفس جانے کے لیے نکل گیا تو فاخرہ بیگم اکیلی رہ گئی۔ اسے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا کہ حسن لاج کی مالک نورین ہوگی، بس یہی خیال اس کے دماغ میں غصے کی صورت پھیلتا چلا گیا۔ اس نے کافی دیر تک اس پر سوچا اور پھر قریب پڑے سیل فون کو اٹھا کر وجاہت کے نمبر پش کر دیئے۔

''جی ماما، بولو؟'' وجاہت کی آواز ابھری۔

'میں نے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ یوں بولی کہ اسے اپنا لہجہ خود اجنبی لگا۔

''تو بولیں، کیا بات ہے؟'' اس نے تیزی سے کہا۔

''ابھی وکیل سلطان محمود کو بلایا تھا اور اس سے جائیداد بارے تفصیلی بات ہوئی۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے پوری تفصیل بتادی۔

''تو آپ نے کیا سوچ؟'' اس نے پوچھا

''تمہارے پاپا تو راضی ہیں، میں تم سے مشورہ چاہ رہی تھی۔'' اس نے کہا

''میرے خیال میں پاپا کی بات ٹھیک ہے...... جو ملتا ہے، اسے غنیمت جانیں، ماما! زیادہ لالچ کریں گی تو نقصان بھی ہوسکتا ہے۔'' اس نے لاپرواہی سے کہا۔

''کوئی ایسا راستہ جس سے ہمیں چوتھائی جائیداد بھی نہ دینا پڑے۔'' فاخرہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''سوچ لیتے ہیں لیکن آپ وکیل کی بات مان ہی لیں تو اچھا ہے......'' اس نے پھر کہا۔

''ہم نے وکیل سے سوچنے سمجھنے کے لیے وقت مانگا ہے، تب تک تمہارے ذہن میں کوئی راستہ آجائے تو......''

''چھوڑیں، ماما! کیسا راستہ...... میں خود وکیل سے بات کروں گا۔ جب وصیت والا کانٹا ہی نکل جائے گا تو نورین ثبوت کہاں سے لائے گی، وہ تو ویسے ہی سامنے نہیں آرہی ہے۔'' وجاہت نے کہا۔

''جیسے تمہاری مرضی، بیٹا!''

فاخرہ بیگم نے ہارتے ہوئے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

وقار احمد اپنے آفس میں مصروف تھا۔ اس کی پوری توجہ سامنے دھری فائل پر تھی، تبھی قریب پڑے فون کی بیل بجی۔ اس نے کال ریسو کرتے ہوئے عام سے انداز میں کہا۔

''ہیلو......''

''وقار صاحب! میں آپ کا دوست بات کر رہا ہوں۔''

''کون دوست......؟''

''اسے آپ چھوڑیں کہ میں کون کون، بلکہ اس بات پر غور کریں کہ میں آپ کو کیا بتانے والا ہوں؟''

''اچھا بولو، بتاؤ......؟''

''اب وہ وقت آگیا ہے جب آپ اپنے تعلقات استعمال کریں کیونکہ بیرسٹر سلمان نے آپ کے لاڈلے بیٹے وجاہت کی گرفتاری کے لیے عدالت سے حکم نامہ لے لیا ہے۔ آج اس کے خلاف ایف آئی آر درج ہو جائے گی۔''

''یہ کیا بکواس ہے......؟''

''تمیز سے...... میں اب تک آپ کو، آپ کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں، میرا خیال ہے، عزت کا احساس ہوگا آپ کی ورنہ میں آپ سے بھی زیادہ بدتمیز ہوں۔''

''لیکن یہ سب تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟''

''اسلیے کہ میں آپکو ایک دم سے مرتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا۔ میری خواہش ہے کہ آپ دھیرے دھیرے سسکتے ہوئے موت کے منہ میں جائیں۔''

''کون ہو تم؟''

''میں نے کہا نا، آپ کا دوست، میرا خیال ہے کہ آپ نے میری آواز نہیں پہچانی...... خیر کوئی بات نہیں، آپ میری آواز پہچان جائیں گے کیونکہ بہت جلد میں ایک اور خوشخبری اآپ کو سنانے والا ہوں۔''

''دیکھو، تم مجھے یوں نہیں ڈرا دھمکا سکتے۔ میں ایسی گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔''

''نہ ڈرو، اچھا ہے...... میں نے ایک خبر دی ہے کہ آپ اپنے بیٹے کی قبل از گرفتاری ضمانت کا بندوبست کر سکیں۔''

''کیا یہ بات سچ ہے؟''

''سو فیصد...... نورین کی ضمانت سے کیا آپ لوگ نہیں سمجھے ہو؟ وہ کیا کرنے والی ہے، اس کا آپ لوگوں کو اندازہ نہیں...... فوراً وجاہت کو فون کرو اور اپنے تعلقات آزماؤ، بہت کچھ ہونے والا ہے'' اس کے ساتھ ہی طویل قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا۔ وقار احمد نے انتہائی پریشان میں سیل فون کی سکرین پر دیکھا اور پھر اسے میز پر رکھ کر سوچنے لگا۔

☆☆☆

انہی لمحات میں وجاہت کے پاس سلیم بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں سرسری باتوں کے بعد خاموش ہو چکے تھے، تب سلیم نے پوچھا۔

''آج تم نے اتنے دن بعد اتنا وقت دیا ہے...... لگتا ہے، کوئی خاص بات ہے؟''

''زندگی میں پہلی بار جو میں چاہ رہا ہوں اور جو کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اس میں ہاتھ الٹا ہی پڑ رہا ہے...... پتہ نہیں، میں سب کچھ بھول گیا ہوں یا پھر قسمت میں کہیں گڑبڑ ہے۔'' اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھا نہیں...... تم کھل کر سیدھی بات کیوں نہیں کرتے ہو؟'' سلیم نے اکتاتے ہوئے انداز میں کہا۔

''وہی نورین والا معاملہ...... میں اس کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہوں لیکن وہ میرے ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل جاتی ہے بلکہ ہاتھ ہی نہیں آتی۔ اب تو اس کی ضمانت بھی ہوگئی ہے لیکن پھر بھی نہیں معلوم کہ اب وہ کہاں ہے؟'' وجاہت نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''اصل میں مسئلہ یہ ہے، وجی بھائی! وہ تمہیں جانتی ہی نہیں، اچھی طرح پہچانتی بھی ہے۔ اس لیے وہ تم سے آنکھ مچولی کھیل رہی ہے لیکن کب تک چھپے گی وہ، کبھی تو سامنے آئے گی۔'' سلیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں سلیم! اسے سامنے آنا ہوگا ورنہ بہت کچھ ختم ہو جائے گا۔ کروڑوں کی جائیداد اور کروڑوں کا بزنس، ان سب کے درمیان نورین دیوار بنی کھڑی ہے۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''تو اس دیوار کو توڑ دینے میں آخر رکاوٹ کیا ہے؟...... وجی بھائی! تمہیں ہو گیا کیا ہے۔ پہلے تم کبھی اتنا نہیں سوچتے تھے؟'' سلیم نے جذبات میں کہا۔

''یار! وہ مجھے کہیں دکھائی بھی تو دے۔ ایک بار ہاتھ آئی تھی، تب ماما پاپا درمیان میں آ گئے۔ ان کی بات مان کر میں نے بہت بڑی غلطی کی۔'' وجاہت نے کہا جس پر سلیم خاموش رہا تو وہ مزید بولا۔ ''وہ جو میرے ہاتھ نہیں آ رہی ہے، اس سے لگتا نہیں ہے کہ کوئی اس کے پیچھے ہے؟''

''ہاں، یہ تو ہے...... تم نے کوئی اندازہ لگایا؟'' وہ بولا۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا ہے سوائے ایک بات کے...... بیرسٹر سلمان کوئی معمولی وکیل نہیں ہے۔ وہ اگر نورین کا کیس لڑ رہا ہے تو اس کے پیچھے کوئی مضبوط بندہ ہی ہوگا...... خیر، کوئی بھی ہو۔ اسے چھوڑو تم بتاؤ، اسے تلاش کر سکتے ہو؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ عدالت میں اس کا کیس تو ہے نا اور اسے وہاں بھی آنا ہوگا۔ وہیں سے سب سمجھ میں آ جائے گا کہ کون ہے، ہمیں صرف پیشی کا انتظار کرنا ہوگا اور اگر موقعہ ملا تو اسی دن......!'' سلیم نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ نورین کو ہر حال میں ختم کر دینا ضروری ہے ورنہ بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''تم فکر ہی نہ کرو۔ وجی بھائی! میں دیکھ لوں گا......''

لفظ سلیم کے منہ ہی میں تھے کہ وجاہت کا فون بج اٹھا۔ اس نے سکرین پر دیکھا اور بولا۔

''پاپا......!'' یہ کہہ کر اس نے کال ریسو کر لی، پھر کچھ دیر سنتے رہنے کے بعد بولا۔ ''چلو، سلیم، مجھے دفتر جانا ہے......''

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔

☆☆☆

تھکا تھکا سا باسط اپنی والدہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ رات کا پہلا پہر ختم ہو چکا تھا اور چاند اپنی چاندنی پھیلائے ہوئے تھا۔ اس کے قریب ہی عاصمہ بیٹھی تھی جس کی گود میں ننھا سا فہد بے خبر سو رہا تھا۔ صغراں بیگم کا چہرہ ستا ہوا تھا، تب وہ بولی۔

''باسط! تمہارے کہنے پر میں نے عاصمہ کو تیار تو کر دیا ہے لیکن تمہارا اتنی جلدی واپس چلے جانا مجھے عجیب سا لگتا ہے...... کتنے تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔ ایسی کیا افتاد پڑ گئی ہے کہ ابھی آئے ہو اور ابھی واپس جا رہے ہو؟''

''امی...... میں نے فون پر آپ کو تفصیل تو بتا دی تھی نا، وہ نورین کا مسئلہ ہے۔ میں تو آپ سے بھی کہتا ہوں کہ چلیں میرے ساتھ، تب میں ایک دن کے لیے رک جاتا ہوں۔'' باسط نے کہا۔

''نہیں بیٹا! میری یہاں پر جاب ہے اردگرد بہت اچھے ہمسائے ہیں، میرا خیال رکھتے ہیں۔ اتنی زندگی گزار دی میں نے یہاں پر...... نہیں، اب میں کہیں نہیں جا سکوں گی۔ یہیں رہنا ہے مجھے......'' وہ دکھی لہجے میں بولیں۔

''لیکن میرا دل بھی تو چاہتا ہے کہ آپ میرے پاس رہیں۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''جب تم اپنا گھر بنا لو گے نا، تو میں تمہارے کہے بنا تمہارے پاس رہوں گی۔ اب تمہارا اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں، میں یہاں سے کیسے ناطہ توڑ لوں۔'' صغراں بیگم نے سمجھایا۔

''ٹھیک ہے، امی! جیسے آپ کی مرضی...... میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد اپنا گھر بنا لوں۔'' پھر ایک لمحہ ٹھہرنے کے بعد عاصمہ کی طرف دیکھ کر بولا ''تم تیار ہو نا...... ساری پیکنگ وغیرہ کرنی ہے؟''

''جی، میں تیار ہوں۔'' وہ دھیرے سے افسردہ لہجے میں بولی۔

''اچھا، امی! اب میں چلتا ہوں...... بہت جلدی واپس آؤں گا۔''

باسط نے اٹھتے ہوئے کہا۔ تبھی عاصمہ بھی اٹھ گئی اور صغراں بیگم کی طرف دیکھ کر بڑے جذباتی لہجے میں بولی۔

''آنٹی یہاں پر گزرے ہوئے دن مجھے کبھی نہیں بھولیں گے۔ یہاں رہتے ہوئے مجھے احساس تک نہیں ہوا کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں......'' یہ کہتے ہوئے وہ رو دی۔

'نہ، بیٹی! کیوں روتی ہو۔ یہ تمہارا گھر ہے جب دل چاہے، چلی آنا۔ میرے گھر کے دروازے ہمیشہ تمہارے لیے کھلے رہیں گے اور سنو! زندگی میں حالات کیسے بھی آئیں، ان سے گھبرانا نہیں بلکہ پورے حوصلے اور یقین کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا ہے۔'' صغراں بیگم کا لہجہ بھی بھیگا ہوا تھا۔

''آنٹی! میں یہاں آپ سے یہی تو سیکھا ہے کہ جینا کسے کہتے ہیں۔'' وہ بولی، پھر اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا ''میں اب جذبات کی دنیا سے نکل آئی ہوں۔ میرے سامنے دنیا ایک کھلی حقیقت کی مانند ہے۔ یہی یقین میں اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں کہ مجھے جینا ہے۔''

''اب اس احساس کو کبھی خود سے جدا نہیں ہونے دینا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور فہد کا بہت خیال رکھنا؟'' یہ کہتے ہوئے اس نے سوئے ہوئے فہد کے گال کو دھیرے سے چھوا۔

''عاصمہ! چلو اب......'' باسط نے کہا۔

''چلیں......'' وہ کہتے ہوئے باہر کی جانب چل دی۔

''تم چلو، میں سامان لے کر آتا ہوں۔''

باسط نے کہا اور سامان اٹھانے لگا......صغراں بیگم اس وقت تک دروازے میں کھڑی رہی جب تک وہ چلے نہیں گئے۔

☆☆☆

اس وقت سورج نکلا آیا تھا جب وہ گھر کے سامنے پہنچے۔ باسط نے قریب آتے ہی فرید کو دروازہ کھولنے کے لیے کہہ دیا تھا، دروازہ کھلا ہوا تھا اور فرید وہیں کھڑا تھا۔ تبھی اندر سے نورین بھی آ گئی، تب تک عاصمہ اپنے بچے کے ساتھ گاڑی میں سے نکل آئی تھی۔

''ارے عاصمہ! تم تو بالکل بدل گئی ہو، یوں جیسے ایک گھریلو خاتون ہوتی ہے۔'' نورین نے خوشگوار لہجے میں کہا اور فہد کو گود میں لے کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''کیوں نہ ہوں، میں اب ایک بیٹے کی ماں ہوں۔'' عاصمہ نے فخر سے کہا۔

''کتنا پیارا بچہ ہے، بالکل تم پر گیا ہے۔'' نورین نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر باسط کی جانب دیکھ کر بولی ''آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ آپ عاصمہ کو لینے جا رہے ہیں، میں بھی چلی جاتی۔''

''بس مجھے تو تھوڑا سا وقت ملا اور میں دفتر ہی سے چلا گیا......شاید میں عاصمہ کو اتنی جلدی لے کر نہ آتا اگر تمہاری تنہائی کا مجھے احساس نہ ہوتا، صرف تمہاری وجہ سے میں عاصمہ کو لے کر آیا ہوں۔''

باسط نے کہا تو فرید گیٹ بند کر کے ان کے قریب آ گیا۔

''تھینک یو، باسط! آپ نے میرا اتنا خیال رکھا، مجھے تحفظ کا احساس دیا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ چونک گئی، پھر حیرت سے بولی۔ ''تو اس کا مطلب ہے، آپ رات گھر پر نہیں تھے۔''

''نہیں، میں کل سہ پہر ہی کو چلا گیا تھا۔'' وہ بولا۔

''اچھا چلیں، اندر چل کر باتیں کرتے ہیں اور بھوک بہت لگی ہوئی ہے۔ فوراً ناشتہ چاہیے۔''

فرید نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ دونوں اندر چلی گئیں اور وہ سامان لے کر ان کے پیچھے جانے لگے۔

☆☆☆

وہ سارا دن نورین اور عاصمہ کا باتوں میں کٹ گیا۔ باسط دوپہر کے وقت باہر چلا گیا تھا اور فرید تو صبح آفس گیا، واپس نہیں آیا تھا، اس وقت عاصمہ اپنے کمرے میں فہد کے ساتھ تھی اور نورین کچن میں کام کر رہی تھی کہ باہر سے فرید کی آواز سنائی دی۔

''نورین! کہاں ہو تم......؟''

''فرید! میں یہاں کچن میں ہوں۔''

یہ کہتی ہوئی وہ باہر آ گئی تب اپنے سامنے فرید کے ساتھ رضوان شاہ کو دیکھ کر حیرت سے ششدر رہ گئی۔

''نورین! آپ رضوان شاہ ہیں، تم سے ملنے آئے ہیں۔''

''مجھ سے؟'' نورین نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں، میں ہی آپ سے ملنے آیا ہوں۔''

رضوان شاہ نے کہا تو فرید نے صوفوں کی جانب سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''آیئے نا، پلیز...... بیٹھیے......''

وہ سب بیٹھ گئے تو رضوان شاہ نے نورین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کو احساس نہیں ہے کہ آپ کن حالات میں پھنس چکی ہیں اور......''

''سوری، شاہ صاحب! کیا آپ مجھے ڈرانے کے لیے آئے ہیں؟''

نورین نے تحمل سے کہا تو وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''نہیں، میں آپ کو ڈرانے نہیں آیا...... میں نہیں کہتا کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر ہم تھوڑی دیر خوشگوار ماحول میں باتیں کریں گے تو مجھے یقین ہے، میرے بارے آپ کا انداز نظر بدل جائے گا۔''

''شاہ صاحب! ہم کاروباری حریف رہے ہیں اور اس دوران جو بھی معاملات سامنے آتے رہے ہیں، ان کا تاثر تو بہت عجیب سا بنتا ہے۔''

''لیکن میں آپ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتا ہوں۔'' رضوان شاہ نے کہا تو نورین نے چونک کر اسے دیکھا لیکن خاموش رہی، تبھی اس نے کہا ''یہ بات میرے انتہائی قریبی دوستوں یا پھر فرید صاحب کو معلوم ہے کہ میں نے بھی حسن اینڈ کمپنی میں ملازمت کی ہے اور میں آج تک حسن اینڈ کمپنی کے خلاف نہیں رہا۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ کی مخالفت کا کس کو نہیں پتہ......؟'' وہ دھیرے سے بولی۔

''بظاہر ایسا ہی دکھائی دیتا ہے لیکن میں فقط وقار احمد سے نفرت کرتا ہوں۔ وہ آج کمپنی سے آؤٹ ہو جائے، میری ذرا بھی دلچسپی نہیں رہے گی۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''میں سمجھ نہیں سکی، آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''یہی بات میں آپ کو سمجھانے آیا ہوں...... جو کھیل اس نے آپ کے ساتھ کھیلا ہے، ایسا وہ میرے ساتھ بھی کر چکا ہے۔ میں وقار احمد کو جانتا تھا، اس کی فطرت سے واقف تھا، اس لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانے سے بچ گیا۔'' اس نے کہا تو نورین نے حیرت سے دیکھا، پھر وہ کہتا چلا گیا۔ ''میں نواب صاحب کے دور ہی سے ان سب کو جانتا تھا۔ مجھے آپ کے بارے میں بھی سارا علم ہے اور یہ بھی سو فیصد اندازہ لگا سکتا ہوں کہ وقا

احمد آئندہ کیا کرنے والا ہے۔''

''وہ کیا کرنے والے ہیں؟'' نورین نے حیرت بھرے تجسس سے پوچھا۔

''جیسے ہی شائستہ بیگم کی جائیداد اس کے ہاتھ لگے گی، وہ کمپنی ختم کر دے گا اور ایک نئے نام سے کمپنی کھڑی کرے گا...... خیر یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ اس وقت میں آپ سے فقط یہ کہنے آیا ہوں کہ بہت محتاط ہو کر رہنا کیونکہ یہ صرف آپ ہی ہو جو اس کمپنی کو بچا سکتی ہو۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، شاہ صاحب! آج تک آپ کمپنی کو ختم کرنے کے درپے تھے اور اب اسے بچانا چاہتے ہیں...... میں سمجھی نہیں؟'' نورین نے کہا۔

''میں پھر سے یہ بات دہرا دوں کہ مجھے صرف وقار احمد سے نفرت ہے اگر وہ اپنی ذاتی کمپنی بنانے میں کامیاب ہو گیا تو بہت مضبوط ہو جائے گا۔ دولت نواب صاحب کی اور مالک وہ خود ہو گا، اسے صرف آپ روک سکتی ہیں۔''

رضوان شاہ نے کہا تو اسے شائستہ بیگم کی باتیں یاد آ گئیں، ان سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا تو وہ تیزی سے بولی' یہ تو اچھا نہیں ہو گا شاہ صاحب! ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ بہت سارے لوگوں کی جذباتی وابستگی بھی تو ہے مگر شاہ صاحب! میں کیسے بچا سکتی ہوں؟''

''آپ ہی بچا سکتی ہیں...... مجھے معلوم ہے کہ حالات کچھ ایسے بن گئے ہیں، آپ کا دھیان بھی ادھر نہیں گیا ہو گا، لیکن آپ سوچ، غور کرو، یہ سب کیسے ممکن ہو گا۔ میں اس کی کوشش میں آپ کا بھرپور ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''میرے حالات جیسے بھی ہیں لیکن میں حسن اینڈ کمپنی کو کبھی ختم نہیں ہونے دوں گی۔'' اس نے عزم سے کہا۔

''نورین! فرید صاحب آپ کی بہت مدد کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کو معلوم ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی ہر ممکن مدد کروں گا۔ آپ حوصلہ رکھیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' رضوان شاہ نے کہا۔

''میں اس پر آپ کا شکریہ......'' نورین نے کہنا چاہا مگر اس نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''نہ، نورین! میں کوئی احسان نہیں کر رہا کہ آپ میرا شکریہ ادا کریں۔ میں نے منافقت بھی نہیں کہ آپ سے اپنا اصل مقصد چھپاؤں۔ میں تو وقار احمد کو ختم کرنا چاہتا ہوں، یوں ہم دونوں کا مقصد ایک ہو گا۔ جس میں ہماری کوشش کامیاب رہی ہے کہ آپ کی ضمانت ہو گئی۔''

''آپ نے......؟'' نورین نے حیرت سے کہا تو فرید نے تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں، انہی کی وجہ سے تمہاری ضمانت ہوئی۔ میں تمہیں تفصیل سے سمجھا دوں گا۔''

''ٹھیک......!'' نورین نے کہا اور اٹھنے لگی'' آپ پلیز، بیٹھئے میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔''

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں...... میں اب چلتا ہوں، اللہ حافظ''

رضوان شاہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور باہر کی سمت چل دیا۔ فرید بھی اسے باہر چھوڑنے کے لیے ساتھ چلا گیا، تب نورین سوچوں میں ڈوب گئی...... حالات کیسے بدل رہے تھے، اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

وجاہت اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ تبھی باہر گاڑی رکی تو وہ اٹھ کر دروازے تک گیا۔ اتنے میں وکیل سلطان محمود ہاتھ میں بریف کیس تھامے اندر داخل ہوا، دونوں نے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا اور علیک سلیک کے بعد وجاہت نے کہا۔

''آیئے، سلطان صاحب! تشریف رکھیں۔''

''شکریہ'' یہ کہہ کر وہ بیٹھا اور پھر اطمینان سے بولا ''مجھے آنے میں ذرا دیر ہوگئی ہے دراصل ایک اور ملاقات تھی، اس میں ضرورت سے زیادہ وقت لگ گیا۔''

''چلیں، کوئی بات نہیں، اہم یہ ہے کہ آپ تشریف لے آئے...... آپ کیا لیں گے ٹھنڈا یا گرم......؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''تو، کچھ بھی نہیں، اس وقت کسی بھی شے کو من نہیں کر رہا ہے۔'' سلطان نے دھیرے سے کہا۔

''وہ ماما کا آپ کو فون ملا ہوگا؟'' وجاہت نے بات شروع کی۔

''ہاں...... اسی لیے تو میں نے مناسب سمجھا کہ یہیں آکر آپ سے بات کرلوں۔'' اس نے کہا۔

''آپ کو تو پتہ ہے کہ پاپا مصروف رہتے ہیں۔ ماما چاہتی ہیں کہ اب میں ہی اس معاملے کو دیکھوں، اسی لیے ایک ملاقات ضروری تھی تاکہ اطمینان سے بات ہوسکے۔''

وجاہت نے بات آگے بڑھائی۔ اس پر وکیل سلطان محمود نے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

''آپ بتایئے، کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''تو بی فرینک، سلطان صاحب! اس وقت گیم آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ماما اور پاپا کی جو آپ سے بات ہوئی، میرے خیال میں وہ بھی ٹھیک ہے، ہمیں منظور ہے لیکن اس کی ضمانت کیا ہے کہ نورین پھر اس جائیداد کی دعویدار نہیں ہوگی؟'' وجاہت نے کہا۔

''ہوں...... مجھے امید تھی کہ آپ ایسا ہی سوال کریں گے۔'' سلطان نے کہا اور پھر چند لمحے توقف کے بعد بولا ''وجاہت صاحب! چوتھائی جائیداد میں اس وقت ہی حاصل کر پاؤں گا تاکہ جب نورین دعویدار ہی نہیں رہے گی اور قانونی طور پر میں اس وقت مالک بن سکتا ہوں جب وہ آپ لوگوں کے نام ہو جائے گی۔ نورین اگر دعویدار رہتی ہے تو پھر میرے اس طرح مطالبے کا جواز نہیں بنتا۔''

''مطلب، یہ سب کیسے ہوگا وکیل صاحب؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''ظاہر ہے، وہ وارثتی حقدار تو نہیں ہے۔ بنیاد محض ایک وصیت ہے، جس پر وہ قانونی طور پر حقدار کہلائے گی۔ جب قانونی طور پر ہی اسے باہر نکال دیا جائے گا تو پھر جائیداد منطقی طور پر آپ لوگوں ہی کو جاتی ہے۔'' وکیل نے سمجھایا۔

''ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے، تو پھر یہ طے ہوگیا کہ......''

''ایک منٹ، وجاہت صاحب، جس طرح آپ نے مجھ سے یہ پوچھا کہ ضمانت کیا ہے، اسی طرح میرا سوال بھی بنتا ہے کہ مجھے چوتھائی

جائیداد ملے گی، اس کی ضمانت کیا ہے؟'' وکیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وجاہت ایک دم سے گڑبڑا گیا، پھر اگلے ہی لمحے سنبھل کر بولا۔

''یہ آپ طے کرلیں...... ظاہر ہے، آپ اسے کاغذ پر تو لکھوانے سے رہے۔ یہ تو اعتماد پر ہی بات ہوگی نا......!''

''نہیں، فقط زبان سے کیا ہوا اعتماد نہیں۔ اس کے لیے آپ کو کچھ اور سوچنا ہوگا...... آپ اگر ضمانت نہ مانگتے تو شاید میں بھی ایسی بات نہ کرتا، لیکن اب ایسا ہوگیا ہے تو......!'' وکیل نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''چلیں، آپ کیسی ضمانت چاہتے ہیں؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''اس وقت آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے آپ کوئی ضمانت دے ہی نہیں سکتے اور دوسری بات، آپ اپنے ماما پاپا سے مشورہ کرلیں، ہم اس معاملے پر بعد میں بات کرلیں گے......'' سلطان نے تحمل سے سمجھایا

''لیکن چوتھائی جائیداد کا طے ہے، آپ قانونی طور پر کارروائی شروع کریں۔'' وجاہت نے کہا۔

''ایک شرط ہے میری......'' وکیل نے کہا

''بتایئے......؟'' وجاہت بولا تو وکیل نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے اور نورین کے درمیان اختلافات شدید نوعیت کے ہیں، بات کورٹ کچہری تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس دوران اگر نورین کو کچھ ہوگیا تو جائیداد کی منتقلی میں بہت ساری پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' وجاہت نے حیرت سے پوچھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں...... وہ جو مقدمات بھی ہیں وہ چلتے رہیں۔ اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن اگر نورین کو کچھ ہوگیا تو شک کی بنیاد پر بہت کچھ ہوسکتا ہے، آپ کے حریف، آپ کے دشمن سارے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتے ہیں لہذا نورین کے معاملات میں بہت محتاط رہیے گا۔'' وہ تحمل سے بولا۔

''اگر اسے سزا ہو جاتی ہے، اسے کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے؟'' وجاہت نے سوچتے ہوئے کہا۔

''سزا ہو جائے، یہ الگ بات ہے، اس سے ہمارا کیس مضبوط ہوگا۔ حادثہ کی نوعیت ہی جائیداد والے کیس کا حلیہ بدل کر رکھ دے گی۔ آپ اس پر سوچیے گا، چاہے تو مشورہ کرلیجیے گا۔'' وکیل نے پھر سے سمجھایا۔

''تو آپ کی یہ شرط ہے؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''نہیں، شرط یہ نہیں، آئندہ حالات کے بارے میں آگاہی دے رہا ہوں...... شرط یہ ہے کہ نورین کے بارے میں آپ جو فیصلہ کریں، یا جیسا بھی معاملہ ہو، اس بارے مجھے باخبر رکھا جائے......''

''ایسا کیوں، سلطان صاحب؟'' وجاہت نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

''کیونکہ میں کیس ہارنا نہیں چاہتا۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

''ٹھیک ہے، مجھے آپ کی شرط منظور ہے، میں آپ کا باخبر رکھوں گا۔'' وجاہت نے حتمی انداز میں کہا۔

''اوکے، تو پھر طے ہے...... مجھے اجازت......'' وکیل نے ہاتھ ملا کر اٹھتے ہوئے کہا اور پھر باہر نکلتا چلا گیا۔

وکیل نے چلے جانے کے بعد وہ بہت دیر تک اس کی باتوں پر سوچتا رہا۔ اسے وکیل کی باتیں معقول لگی تھیں، تاہم پھر بھی وہ مشورہ کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی ماما کو فون کیا تو وہ حسن لاج سے نکل کر اس کی طرف آ رہی تھی، کچھ دیر بعد وہ پہنچ گئی۔ وجاہت نے ساری بات اسے بتائی تو فاخرہ بیگم نے کہا۔

''ہمارے علاوہ صرف صفیہ اس بارے میں پوری طرح جانتی ہے، اس کا کیا کیا جائے گا؟''

''ہوں...... میں نے اسے بہت ڈھیل دی ہے، اب آپ پوچھ لیں کہ اس کا دماغ کچھ بہتر ہوا ہے یا نہیں، پھر میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں کہ کیا کرنا ہے؟''

''بلاؤ اسے......'' فاخرہ بیگم نے کہا تو وجاہت باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تنہا آیا اور پھر ایک لڑکے کے ساتھ صفیہ اندر داخل ہوئی۔ اس کی بڑی بری حالت تھی۔ لڑکا باہر چلا گیا تو فاخرہ بیگم نے اس کی نفرت بھری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''تیرا دماغ درست ہوا یا کہ نہیں؟...... ویسے مجھے حیرت اس بات پر ہے؟ تجھے نورین مل کہاں سے گئی...... اور تو اسے اپنے ساتھ بھی لے گئی۔ تیرا لالچ ختم نہ ہوا، تو نے سوچا ہوگا......''

''ہاں، میں نے سوچا کہ آپ جیسی بیگمات مجھ سے زیادہ لالچی ہیں۔ میری مجبوری تو غربت ہے، آپ کو کیا مجبوری ہے۔ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی ہوس......؟'' صفیہ نفرت سے بولی۔

''میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی، تم بول کس طرح رہی ہو میرے سامنے؟'' وہ دھاڑتے ہوئے بولی۔

''جس انسان کا ضمیر مردہ ہو نا بیگم صاحبہ! وہ کبھی حق اور سچ بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ حق بات کہنے کی ہمت ہی سر کٹانے کی جرات پیدا کرتی ہے۔ آپ میری زبان کھینچو یا مجھے مار دو لیکن میں اب نورین بی بی کے ساتھ ظلم نہیں کر سکتی۔''

صفیہ نے واشگاف انداز میں کہا تو فاخرہ بیگم اپنا لہجہ نرم کرتے ہوئے بولی۔

''میں تمہاری زندگی سنوار دوں گی، یہ تم کیوں نہیں سمجھتی ہو...... میں نے تمہاری بیٹی اور داماد کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا ہے۔ ذرا سوچو، اب تم کہاں جاؤ گی؟''

''کہیں بھی جاؤں، آپ کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ جس دن میرے داماد نے نورین بی بی کے بارے میں آپ لوگوں کو بتایا تھا، وہ اسی دن میرے لیے مر گئے تھے۔ اب میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے......''

''یہی نا کہ تم نورین کو تلاش کر کے اسے ہمارے بارے میں بہت کچھ بتا دو گی...... کچھ بھی نہیں ہوگا، صفیہ! وہ تو خود پوچھتی پھر رہی ہے۔ جس دن بھی وہ ہاتھ لگی، ختم ہو جائے گی یا پھر جیل کی سلاخوں کے پیچھے تمہارے ساتھ پڑی ہوئی ہوتی۔''

''مجھے اس کا بھی کوئی دکھ نہیں ہوگا...... میرے ساتھ کچھ بھی ہو جائے میں تم لوگوں کی بات ہرگز نہیں مانوں گی۔''

''میں تمہیں پھر سمجھاتی ہوں......نورین کا اب کوئی مستقبل نہیں ہے۔ وہ تمہیں ٹھیک طرح سے روٹی بھی نہیں کھلا سکے گی۔ تمہیں صرف اس کے بارے میں بتانا ہوگا یا پھر اپنی زبان بند رکھنا......ساری زندگی حسن لاج میں سکون سے رہوگی'' فاخرہ نے کہا تو وجاہت نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔

''نہیں مجھے نہیں چاہئے ایسا سکون، جس سے میرا ضمیر مجھے ملامت کرے۔ میں ملامت والی زندگی نہیں گزار سکتی۔ مجھ سے نہیں ہوگا ایسا......صفیہ نے کہا

''تم مر بھی سکتی ہو۔''

''تو مار دیں......میرے جیسی لالچی اور بے ضمیر عورت کو مر ہی جانا چاہئے جس نے اپنے محسنوں کے ساتھ غداری کی۔'' صفیہ نے نفرت سے کہا۔

''ماما! یہ نوکرانی ماننے والی نہیں۔'' وجاہت نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''اسے مرنے کا شوق کچھ زیادہ ہی ہے......جاؤ، چلی جاؤ یہاں سے اور جب بھی بھوکوں مرنے لگو تو آ جانا میرے پاس لیکن نورین کی خبر لے کر ورنہ اپنا یہ منحوس چہرہ مجھے مت دکھانا۔''

''نہیں، ماما! آپ اسے کہاں بھیج رہی ہیں، اس کا باہر جانا ہمارے لیے انتہائی خطرناک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ریوالور نکال لیا۔

''بڑھیا! تم ہمارے کام کی نہیں رہیں......'' یہ کہتے ہوئے اس نے فائر کر دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور باہر موجود لڑکے فوراً اندر آ گئے۔ فاخرہ بیگم کا چہرہ خوف سے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وجاہت نے لڑکوں کی جانب دیکھا اور کہا۔

''اسے ٹھکانے لگا دو......''

فاخرہ بیگم سے کچھ بھی نہیں کہا گیا، وہ تیزی سے نکلی اور وہاں سے چلی گئی۔ لڑکوں نے خون میں لت پت صفیہ کو اٹھایا اور وہ بھی چلے گئے۔ وجاہت پرسکون سے انداز میں صوفے پر جا بیٹھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

☆☆☆

شام ڈھلتے ہی فرید اپنے گھر کے گیٹ پر آیا تو سارے گھر کی بتیاں بجھی ہوئیں تھیں۔ وہ ایک دم سے پریشان ہوگیا، سے پہلا خیال ہی نورین کا آیا تھا۔ وہ جلدی سے کار سے اترا، بڑا گیٹ چابی سے کھولا پھر تیزی سے اندر آ گیا۔ گھر میں سناٹا تھا۔ وہ گاڑی اندر لے آیا۔ پھر گیٹ بند کرتے ہوئے اندر کا دروازہ کھولا، وہاں بھی سناٹا تھا۔ فرید نے ڈرائنگ روم کی بتیاں روشن کیں اور پھر نورین کو آواز دی۔

''نورین! کہاں ہو تم؟''

اس کی آواز پورے گھر میں گونج کر رہ گئی۔ وہ پریشان ہوگیا اور کوئی جواب نہ پا کر وہ واپس باہر کی جانب نکل گیا۔ اس نے گاڑی میں سے شاپنگ بیگ نکالے اور اندر آ گیا۔ تبھی حیران سی نورین اس کے سامنے تھی، اسے دیکھتے ہی بولی۔

''کیا بات ہے، آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟'' اسے دیکھ کر فرید کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔ وہ دھیرے سے بولا
''میں تو گھبرا ہی گیا تھا، کہاں تھیں تم اور یہ لائٹیں کیوں بجھا رکھی ہیں؟''

''تنہائی سے گھبرا گئی تھی میں، اس لیے کمرے میں بند ہوگئی تھی...... پتہ ہی نہیں چلا، رات ہوگئی ہے۔ شاید آنکھ لگ گئی تھی۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''اور صائمہ...... وہ کہاں ہے؟'' فرید نے پوچھا

''وہ فہد کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی ہے، میں بھی جانا چاہتی تھی لیکن اس نے روک دیا کہ گھر میں کسی کو تو رہنا چاہیے...... کافی دیر سے گئی ہوئی ہے، ابھی آتی ہوگی۔''

''میرا انتظار کر لیتی...... خیر! ابھی رات نہیں ہوئی۔ آؤ، میں تمہیں دکھاؤں، تم لوگوں کے لیے میں کیا لے کر آیا ہوں۔''

''میرے لیے...... تم لے کر آئے ہو۔'' نورین نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے ہاں، دیکھو تو سہی......'' یہ کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور ایک شاپنگ بیگ سے سوٹ نکال کر کہا ''یہ تمہارے لیے لائٹ اورنج...... تم پر کتنا سجے گا اور یہ دیکھو......''

''فرید......'' اس نے دکھ بھرے لہجے میں پکارا۔ فرید نے اس کے لہجے کو سنا تو ہاتھ روک لیا، پھر دھیرے سے پوچھا۔

''کیا بات ہے، نورین! تمہیں اچھا نہیں لگا؟''

''فرید! میں پہلے ہی تمہارے احسانوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں۔ تم میرے لیے اتنا کچھ مت کرو کہ میں خود سے بھی شرمندہ ہو جاؤں۔'' وہ جذباتی انداز میں بولی۔

''اگر کوئی کسی اپنے کے لیے بہت پیار سے کچھ کرتا ہے تو کیا اسے احسان مانا جاتا ہے؟...... یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، نورین! میں تو تمہارے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''فرید! یہ جذبے بڑے نایاب ہوتے ہیں اور انہیں بہت سنبھال کے رکھا جاتا ہے کبھی کبھی ان جذبوں سے آنکھیں بھی خیرہ ہو جاتی ہیں، تب سوائے چبھن اور آنسوؤں کے، باقی کچھ نہیں بچتا۔''

''لیکن مجھے پتہ ہی نہیں چلا نورین کہ میں کب سے تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھنا چاہتا...... میرا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ کرنے کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کروں۔ میں تو لاشعوری طور پر تمہارے لیے سب کچھ کرتا چلا جا رہا ہوں۔ مجھے خود پر اختیار نہیں ہے۔'' فرید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہولے سے کہا۔

''تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس کیفیت کو کیا کہتے ہیں؟ وہ حیرت زدہ خوشگواریت سے بولی۔

''تمہارے اس سوال کا میرے پاس صرف اتنا جواب ہے کہ اسے محبت کہتے ہیں۔'' فرید نے سرگوشی میں کہا۔ یہ سنتے ہی نورین اچانک گھبرا

گئی۔ حیرت زدہ ہوتے ہوئے یکدم شرما گئی۔ اور رخ پھیر کر وہاں سے جانے لگی تو فرید نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسی سرگوشی میں کہا "یہ میری سوچ ہے، میرا جذبہ ہے مگر اس کے عوض میں تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ میرے نزدیک محبت کا صلہ نہیں ہوتا...... تمہارے دل میں کیا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔ مجھے یہ بھی ہیں معلوم کہ تمہارا ردعمل کیا ہوگا۔ میں تو بس تم سے محبت......"

"بس فرید، بس......" نورین نے بڑے پیار سے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ "اتنے خوبصورت جذبوں کا اظہار نہیں کیا کرتے۔ محبت تو خوشبو کی مانند ہوا کرتی ہے، اپنا احساس خود دیتی ہے...... محبت بارش ہے، اس میں انسان کا فن جذبوں سے خود بخود بھیگ جاتا ہے۔ اس بے کراں احساس کو لفظوں میں قید نہ کرو......" نورین نے شدت جذبات سے کہا اور اس کے کاندھے پر سر رکھ دیا، تبھی فرید چونک گیا۔

"نورین! وہ...... تم......" یہ کہتے ہوئے اس نے دھیرے سے نورین کو خود سے الگ کیا اور قریب پڑے سوٹ کو اٹھاتا ہوا بولا۔ "یہ لو، فریش ہو کر پہنو، لیکن جلدی تاکہ صائمہ کو لے آئیں اور اگر ہو سکا تو کھانا بھی باہر ہی سے کھائیں گے......"

"میں ابھی آئی......" نورین نے ہنستی نگاہوں سے کہا اور سوٹ لے کر اندر چلی گئی۔ تب فرید نے اپنا سیل فون نکال کر صائمہ کے نمبر پش کر دیے، رابطہ ہوتے ہی پوچھا

"کہا ہو، صائمہ......؟"

"ڈاکٹر کے پاس...... ابھی باری آنے میں تھوڑی دیر ہے......"

"میں تمہیں لینے آ رہا ہوں، میرا انتظار کرنا......"

"ٹھیک ہے......" اس نے کہا تو فرید نے فون بند کر دیا۔

"نورین جلد ہی تیار ہو کر آ گئی۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے تو فرید کی نگاہ اسی پر ٹکی ہوئی تھی۔ وہ شرما کر باہر دیکھنے لگی اور تبھی اس کا دھیان ہٹانے کے لیے بولی۔

"میں ایک بات بتاؤں......"

"بولو......؟؟" فرید نے کہا۔

"آج میری عظمیٰ سے بات ہوئی تھی...... وہ میرے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔" نورین نے دبے دبے جوش سے کہا

"یہ تو بہت اچھی بات ہے!"

"اور ہاں، اس نے یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ وقار احمد کوئی نئی کمپنی کھڑی کرنا چاہتا ہے۔" وہ بولی

"چلو، تمہیں تصدیق تو ہو گئی۔" فرید نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"بات تصدیق کی نہیں، اس کی انفارمیشن کی ہے......"

"اچھا، اب میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں......" اس نے مزے سے کہا۔

''بتاؤ......؟'' وہ چہکتے ہوئے بولی تو وہ بولا۔

''ٹیکس کے محکمہ کی طرف سے حسن اینڈ کمپنی کی انکوائری ہونے والی ہے۔''

''یہ تو اچھی بات نہیں، فرید!'' نورین مضطرب ہوگئی۔

''یہی تو ہونا چاہئے۔ حسابات میں سب درج ہے لیکن پیسہ جمع نہیں ہوا، کیشئر تنویر اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ سب کچھ سامنے آجائے گا۔''

فرید نے کہا تو نورین سوچ میں پڑ گئی۔ تب فرید اس کا دھیان بٹانے کے لیے یونہی ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔

☆☆☆

دوپہر ہونے کو تھی، جب سلیم اور وجاہت اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ دونوں اسی موضوع پر بحث کر رہے تھے کہ اگر عدالت میں کی گئی رٹ کے باعث یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وجاہت کے خلاف پرچہ دیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟

''ظاہر ہے، بھگتیں گے......اور کیا کرنا ہوگا؟''

وجاہت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ وجاہت کا سیل فون بج اٹھا۔ دوسری طرف سے کوئی اس کا بندہ باتیں کرتا رہا اور وجاہت ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔ ساری بات سن کر اس نے فون بند کیا اور قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''وہی ہوا، عدالت نے میرے خلاف پرچے کا حکم جاری کر دیا ہے......روکنے کی کوشش میں بہت دن گزر گئے تھے۔''

اس پر سلیم کچھ نہ بولا تو وجاہت نے وکیل سلطان محمود کے نمبر ملائے۔ کچھ دیر باتوں کے بعد وجاہت نے ساری صورتحال بتائی تو اس نے کہا

''عدالت کا حکم ہے، اس لیے پرچہ تو ہوگا......اسے ہم روک نہیں سکیں گے۔ ہاں، مگر فوری ضمانت کا بندوبست ہو سکتا ہے اور پھر جب مقدمہ ہوگا تو دیکھ لیں گے۔'' سلطان محمود نے کہا۔

''تو پھر آپ کچھ کریں۔'' وہ بولا۔

''آپ آجائیں، تفصیل سے بات کر لیتے ہیں اور وکالت نامے پر بھی دستخط کر دیں۔'' وکیل نے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں آرہا ہوں۔''

وجاہت نے کہا اور فون بند کر دیا تو سلیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یار اس وکیل میں اور ہم میں فرق تو نہیں ہے......''

''ہاں......'' وجاہت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر خاصی سنجیدگی سے بولا مجھے اس کو جائیداد دینے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کون سا وہ میری ہے یا میں نے محنت سے بنائی ہے لیکن اندر سے دل نہیں مانتا کہ وہ یوں چھین کر لے جائے۔''

''اس نے دیکھ بھال کے اپنا مطالبہ رکھا ہے، مجبوری کا فائدہ اٹھا رہا ہے......پتہ نہیں، شائستہ بیگم سے کیا کیا فائدے اٹھائے ہوں گے اس نے......؟''

''وہ جو مرضی کرے لیکن مجھ سے کچھ چھین لینا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ وکیل کو چوتھائی جائیداد نہ دینی پڑے، اس کا فقط ایک ہی راستہ ہے، نورین کو راستے سے ہٹا دیا جائے، نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری...... '' وجاہت نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''ضروری نہیں کہ اس کا قتل ہم پر ہی پڑے، کوئی حادثہ بھی تو ہوسکتا ہے...... '' سلیم نے گہرے انداز میں کہا۔

''جب ایک بندہ اس دنیا میں نہیں رہتا تو اس کی جائیداد کسی کے نام تو لگے گی نا...... جائیداد کا معاملہ تو ماما کے ساتھ ہے، تفتیش ہوتی پھرے...... سوچ، اب وقت آگیا ہے...... نورین والا کانٹا نکال ہی دیا جائے۔'' وجاہت نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو پھر ہوگیا کام...... '' سلیم نے کہا

''ہاں، کردو...... اب زیادہ انتظار نہیں۔''

وجاہت اٹھتے ہوئے یوں بولا تو سلیم اپنا فون نکال کر کسی کے نمبر پش کرنے لگا۔

☆☆☆

موسم بڑا ہیجان خیز ہو رہا تھا۔ اس دن لگتا تھا کہ سورج نکلا ہی نہیں ہے۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا نے ماحول بڑا خوشگوار بنا دیا تھا۔ فرید نجانے کب سے ٹیرس پر کھڑا موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ کل رضوان شاہ سے ہونے والی بات پر غور کر رہا تھا۔ اس وقت وہ دفتر سے نکلنے لگا تھا جب پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے رضوان شاہ نے کہا تھا۔

''فرید صاحب! کیا آپ کو پتہ ہے کہ حسن اینڈ کمپنی کے خلاف انکوائری رک گئی ہے؟''

''اوہ، یہ تو وقار احمد کے خلاف اچھا بھلا کیس تھا۔'' فرید تشویش سے بولا۔

''نہیں...... یہ فقط اسے الجھانے کی وقتی کوشش تھی۔''

''جی سر! میں سمجھ گیا، آپ اسے نئی کمپنی بنانے سے روکنا چاہتے ہیں لیکن اس طرح تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے لیے تو کوئی بھرپور کوشش......''

''وہ بھی میرے ذہن میں ہے، وہ میں کروں گا لیکن نورین چونکہ اندر کی باتیں جانتی ہیں۔ وہ بھی تو ہماری مدد کرے نا......؟''

''سر! وہ تو اسی صورت میں مدد کرے گی نا جب اسے پورا یقین ہو گا کہ حسن اینڈ کمپنی کو کچھ نہیں ہو گا۔''

''بلاشبہ میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں۔ آپ اس کا اعتماد حاصل کر کے کچھ تو ایسا تلاش کریں جس سے وقار احمد کے خلاف مضبوط کیس بن سکے۔ وہ بہت شاطر آدمی ہے، ہر کام میں اپنے ہاتھ بچا جاتا ہے۔''

''میں کوشش کرتا ہوں......؟''

وہ کل رضوان شاہ سے وعدہ تو کر آیا تھا لیکن نورین سے اس نے بات نہیں کی تھی، وہ کوئی بہت ہی مناسب موقعہ دیکھنا چاہتا تھا۔

''یہ لیں چائے......''

نورین کی آواز پر پلٹا تو نورین چہرے پر ہلکی سے مسکان سجائے، ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑے کھڑی تھی۔

''او، تھینک یو......''

فرید نے خوش ہوتے ہوئے مگ پکڑ لیا تو وہ بھی ٹریلس سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

''کتنا پیارا موسم ہے......'' وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی، اس کی نگاہ فضا میں اڑتے ہوئے کبوتر پر تھی۔

''ہے تو سہی......''

وہ خمار آلود لہجے میں بولا، تب وہ کافی دیر تک خاموش رہی۔ پھر نورین یاس بھرے لہجے میں بولی۔

''فرید! کچھ عرصہ پہلے میں کتنی آزاد تھی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اپنی شناخت کے لیے نکلوں گی تو حالات کی دھول میں گم ہو کر رہ جاؤں گی۔ میرے جذبے، میرا اخلوص اور میری ذات یوں لہولہان ہو جائیں گے۔ ایسا تو میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔''

''نورین! ہم لوگ خواب دیکھتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ ہر خواب کی تعبیر ہماری مرضی کے مطابق ہو، وہ بھیانک بھی ہو سکتی ہے۔ حقیقت

چاہے کتنی تلخ کیوں نہ ہو، وہ حقیقت ہی ہوتی ہے۔اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔'' فرید نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ بھی تو دیکھونا، میں زندگی کی انہی راہوں پر چلتے ہوئے کہاں تک آ پہنچی ہوں۔ مجھے ایک بند گلی میں دھکیل دیا گیا ہے۔'' وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

''یہ تو زندگی کا حصہ ہے۔انسان اگر حوصلہ نہ ہارے تو یہی بند گلیاں راستہ دینے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔'' وہ پر اعتماد لہجے میں بولا۔

''مجھے یہ دکھ نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔غم تو اس بات کا ہے کہ میری شناخت ہی مجھے اس قدر زخم زخم کردے گی۔ وہ اٹوٹ سمجھے جانے والے رشتے ناطے، کچے دھاگے ثابت ہوں گے۔ کیا میں نے اتنی بڑی غلطی کرلی ہے یا سارے رشتے دولت کے ساتھ ہی ہوتے ہیں؟'' وہ زخم زخم لہجے میں کہتی چلی گئی۔

''نہیں، تم نے غلطی نہیں کی بلکہ زندگی کے اس پہلو سے آشنائی حاصل کی ہے جس نے تمہاری ذات کے خلا کو پر کر دیا ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو نا کہ اگر تمہیں دکھ ملے ہیں تو اس سے کہیں زیادہ پیار بھی تو ملا ہے۔'' فرید اس کی آنکھوں کی گہری میں ڈوبتا ہوا بولا۔

''ہاں، فرید! تمہارا سہارا میرے لیے بہت غنیمت ہے ورنہ شاید میں اس وقت ماما کی طرح منوں مٹی تلے پڑی ہوتی۔'' اس نے ممنونیت سے کہا۔

''زندگی اور موت اوپر والے کے ہاتھ میں ہے، نورین! دنیا کی کوئی طاقت نہ کسی کو مار سکتی ہے اور نہ زندگی دے سکتی ہے لیکن جب تک وہ وقت نہیں آ جاتا، انسان کو ہمت بھی تو نہیں ہارنی چاہئے۔ انسان کی اصل موت تو ہمت ہار جانے میں ہے......'' فرید نے اسے حوصلہ دیا۔

''کبھی کبھی میں سوچتی ہوں، یوں چھپ کر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ میں باہر نکل کر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کروں جو دندناتے پھرتے ہیں۔'' وہ غصے میں بولی۔

''ہر کام وقت پر اچھا لگتا ہے......وہ وقت بہت جلدی آنے والا ہے، نورین! جب تک اپنے دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے جرم گنواؤ گی، یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔'' فرید نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارے وعدے پر اعتبار ہے، فرید!'' اس نے شرمائی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو پھر یہ جان لو کہ تم بہت جلد، ان آزاد فضاؤں میں ہوگی۔ خوشیاں تمہارے اردگرد ہوں گی اور تم خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھو گی۔'' فرید نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔نورین اس کے جذباتی انداز پر مسکراتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر بڑی ادا سے کہا۔

''سچی بات ہے......؟''

''ہاں، اگر تمہاری آنکھیں یونہی مسکراہٹوں کا خوبصورت احساس نچھاور کرتی رہیں...... تمہیں پتہ ہے۔نورین! تمہاری ایک مسکراہٹ کے نجانے کتنے دیپ روشن کر دیتی ہے'' وہ جذباتی لہجے میں بولا تو وہ ایک دم سے شرما گئی۔

''اچھا چلیں، تیار ہو جائیں...... آفس بھی جانا ہے۔'' کہتی ہوئی وہ پلٹ کر چل دی، شاید وہ اپنے احساسات فرید سے چھپا لینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

اس وقت وہ ناشتے کی میز پر تھے۔ باسط آفس کے لیے جا چکا تھا جبکہ نورین اور عاصمہ وہیں تھیں۔ فرید تیار ہو کر آیا تو اس نے عاصمہ سے پوچھا۔

''فہد کہاں ہے......''

''سو رہا ہے۔'' عاصمہ نے جواب دیا اور سلائس پر مکھن لگانے لگی۔ تبھی فرید کا سیل فون بج اٹھا۔ اس نے کال رسیو کی تو دوسری طرف بیرسٹر سلمان تھا۔

''عدالت نے وجاہت کے خلاف پرچہ درج ہو جانے کا حکم نامہ جاری کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس ہے۔''

''یہ تو بہت اچھا ہوا۔'' وہ خوشی سے بولا۔

''بہت اچھا تو اس وقت ہو گا جب ہم اس کا درست استعمال کریں گے۔ آپ ایسا کریں کہ نورین کو لے کر فوراً تھانے پہنچیں۔ میری بات ہو گئی ہے۔ پرچہ ابھی درج کرواتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، میں نورین کو لے کر پہنچتا ہوں۔''

''لیکن خیال رہے...... دشمن کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس حکم نامے کے بارے میں وجاہت کو معلوم ہو گیا ہے۔''

''آپ بے فکر رہیں، میں محتاط رہوں گا۔''

''ٹھیک ہے، پھر آ جائیں۔''

فرید نے فون بند کیا اور تفصیل نورین کو بتائی تو اس نے عاصمہ کی جانب دیکھا۔ تب عاصمہ جذبات سے عاری لہجے سے بولی۔

''تم یہ خیال مت کرنا کہ وہ میرا شوہر ہے اور میرے بچے کا باپ...... اس نے تم پر ظلم کیا ہے۔ اس لیے تمہیں بدلہ لینے کا پورا حق ہے۔ تم اسے کبھی معاف نہ کرنا۔''

''اگر معاملہ محض بدلہ لینے کا ہوتا تو میں اسے کب کا معاف کر چکی ہوتی یہ تو میری بقا کا مسئلہ ہے۔ وہ مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ تم ہی بتاؤ، میں ان حالات میں کیا کروں؟'' نورین نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''تم وہی کرو نورین، جو تم چاہتی ہو۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، میں تو خود اس سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔ اگر تمہارا یہ معاملہ نہ ہوتا تو میں اب تک عدالت جا چکی ہوتی۔ مجھے اپنے بچے کو شناخت دینی ہے۔ مجھے وجاہت سے نہیں، اس کے نام سے غرض ہے جو میرے بچے کو اس معاشرے میں رہنے کے قابل بنائے گا۔'' عاصمہ نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا تو اس کے آنسو پلکوں پر سے ڈھلک گئے۔ ''تم جاؤ نورین، اللہ تمہاری حفاظت کرے......''

فرید نے ان دونوں کی جانب دیکھا، پھر ناشتہ وہیں چھوڑتے ہوئے بولا۔

''آؤ نورین چلیں...... بیرسٹر صاحب پہنچ گئے۔''

یہ کہتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد نورین بھی آ گئی تو وہ دونوں تھانے کی جانب چل دیئے۔

☆☆☆

وجاہت کے خلاف پرچہ درج ہوگیا۔ بیرسٹر سلمان نے کچھ ایسا کیا تھا کہ انسپکٹر اس کے سامنے بچھتا چلا جارہا تھا۔ اس نے فوراً پولیس پارٹی تیار کرنے کا حکم دے دیا تا کہ گرفتاری کے لیے جاسکیں۔ نورین، فرید اور بیرسٹر سلمان تینوں تھانے سے باہر نکلے اور پارکنگ کی جانب بڑھے۔

''ویسے مجھے امید نہیں ہے کہ یہ لوگ وجاہت کو گرفتار کریں گے۔ لیکن آغاز تو ہوا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا...... اچھا اب میں چلتا ہوں۔''

بیرسٹر سلمان نے کہا اور فرید سے ہاتھ ملا کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ نورین اور فرید بھی اپنی گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے چل دیے۔ انہیں یہ خبر ہی نہیں تھی کہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر ایک سرخ کار بھی ان کے پیچھے چل پڑی ہے۔ پھر ان میں فاصلہ سمٹتا چلا گیا۔ چانک فضاء فائرنگ سے گونج اٹھی۔ فرید کے سامنے دھند چھا گئی۔ ونڈ اسکرین ٹوٹی اور پھر لہو کے دھبوں سے سرخ ہوتی چلی گئی۔

☆☆☆

ہسپتال کے آپریشن تھیٹر کے باہر بنچ پر نورین بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ اپنے حواس کھو چکی ہے۔ ہونق سی، بے بس اور مخبوط الحواس نورین مسلسل آنسو بہائے چلی جارہی تھی۔ اس وقت وہ راہداری میں اکیلی تھی، تبھی باسط تیزی سے وہاں آن پہنچا اور نورین کو اس حالت میں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ پھر آگے بڑھا اور دھیرے سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ نورین نے اپنے سامنے باسط کو پایا تو شدت سے رونے لگی۔

''مت رو---، رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔'' باسط نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''یہ کیسا اندھیر ہے، باسط! اپنے حق کے لیے لڑنے والا اتنی بُری طرح رگید کر رکھ دیا جاتا ہے--- طاقتور یونہی دندناتے پھریں گے، ظلم کے خلاف بولنے والے کی سانسیں تک بند کردی جائیں گی؟'' وہ جیسے پھٹ پڑی۔

''حوصلہ رکھو، نورین! اس وقت صرف فرید کی زندگی کے لیے دعا کرو۔ اس اللہ سے فریاد کرو، جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔ مجھے یقین ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ فرید کو کچھ نہیں ہوگا۔''

''اس پر فائرنگ ہوئی ہے، باسط؟'' وہ بولی۔

''ہمت کرو، کچھ نہیں ہوگا---'' باسط نے خود پر قابو رکھتے ہوئے کہا اور پھر ذرا فاصلے پر جا کر فون کرنے لگا۔ نورین سسکتی رہی--- وہ دونوں وہیں تھے، بار بار آپریشن تھیٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کتنا ہی وقت یونہی گزر گیا۔ کچھ دیر بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آیا وہ دونوں بے تابی سے اس کی جانب بڑھے۔

''فرید کیسا ہے، ڈاکٹر---؟'' باسط نے پوچھا

''اللہ نے چاہا تو اس کی زندگی بچ جائے گی۔ اس کو دو گولیاں لگی ہیں، میں نے نکال تو دی ہیں لیکن اس کی حالت ابھی سیریس ہے، آپ دعا کریں۔''

ڈاکٹر نے ان کی طرف دیکھ کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ڈاکٹر کے یہی لفظ عاصمہ نے بھی سن لیے تھے جو اپنا بچہ اٹھائے ان کے قریب آچکی تھی۔ باسط نے اس کی جانب دیکھا۔

''تم یہاں---؟''

''کیا مجھے نہیں آنا چاہیے تھا؟''

عاصمہ نے کہا تو باسط کوئی جواب نہ دے سکا۔ عاصمہ وہیں ایک بنچ پر فہد کو لٹا کر خود بھی بیٹھ گئی اور پورے جذب سے دعا مانگنے لگی۔

''اے سب جہانوں کے مالک، اے زندگی اور موت دینے والے! میرے محسن کو زندگی دے دے، چاہے میری زندگی لے لے، میرے مالک---!'' وہ زیر لب کہتے ہوئے سسکیاں لے کر رونے لگی۔

☆☆☆

رات کا پچھلا پہر تھا۔ آئی سی یو میں فرید کے پاس نورین خاموش بیٹھی اسی کی طرف دیکھے چلی جا رہی تھی۔ جب فرید کو یہاں منتقل کیا گیا تو نورین نے باسط اور عاصمہ کو بڑی مشکل سے گھر بھیجا تھا۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔ سامنے پڑے روشن مانیٹر فرید کی حالت کے بارے میں بتا رہے تھے۔ فرید کی حالت ہنوز خطرے میں تھی۔ نورین کبھی ان کو دیکھتی اور کبھی محبت، بے چارگی اور دکھ سے فرید کے چہرے پر نگاہ ڈالتی۔ اسے چند دن کی رفاقت میں بہت کچھ یاد آتا رہا۔ چھوٹی چھوٹی خوشیوں بھرے پل اور آسودگی بھرے لمحے ذہن میں آتے چلے گئے اور وہ لفظ تو اسے بھول ہی نہیں پا رہے تھے جب ایک بار فرید نے بڑے جذباتی لہجے میں اس سے کہا تھا۔

''سنو، نورین! یہ میری سوچ ہے، میرا جذبہ ہے لیکن میں اس کے عوض تم سے ایسا کچھ نہیں مانگتا۔ میرے نزدیک محبت کا ریٹرن نہیں مانگا جاتا۔ تمہارے دل میں کیا ہے، میں نہیں جانتا، مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تمہارا ردعمل کیا ہوگا۔ میں تو بس تم سے محبت---''

وہ لمحے یاد کرتے ہوئے نورین سسک پڑی اور پھر فرید کی جانب دیکھ کر بڑبڑائی۔

''میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں---تم نہیں جانتے، میں تم سے بھی زیادہ تم سے محبت کرتی ہوں---''

تبھی اس نے دیکھا کہ فرید کے ہونٹ دھیرے دھیرے ہلنے لگے، وہ ہونٹوں سے بھی کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ وہ چونکی اور فوراً نرس کو بلانے کے لیے بڑھی۔ ذرا سی دیر میں ڈاکٹر آ گیا۔ وہ کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا اور پھر اطمینان سے بولا۔

''ڈونٹ وری، یہ اب خطرے سے باہر ہیں۔ انہیں آرام کرنے دیا جائے۔''

ان لفظوں میں چھپی نوید نے نورین کے چہرے پر خوشگواریت پھیلا دی۔ وہ دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگی---نرس فرید کو انجکشن دے کر جا چکی تو وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

☆☆☆

سورج طلوع ہونے کی سرخی مشرقی افق پر پھیل چکی تھی، کرنیں ابھی حسن لاج پر نہیں پڑی تھیں۔ وقار احمد باہر لان میں جانے کے لیے ڈرائنگ روم سے گزرا تو اُسے سامنے پڑے اخبار دکھائی دیئے۔ اس نے ایک اخبار اٹھایا۔ اسے دیکھتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا اور آخری صفحے پر نگاہ پڑتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ اس نے جلدی جلدی خبر پڑھی اور پھر پوری قوت سے انتہائی غصے میں اپنی بیگم کو آواز دی۔

''بیگم---!''

ذراسی دیر میں فاخرہ بیگم گھبرائی ہوئی اس کے سامنے تھی۔اس کے ہاتھ میں مگ تھا،وہ نخوت سے بولی۔

''ایسی بھی کیا بات ہے،لا رہی ہوں نا،چائے---آپ اتنا چلا کیوں رہے ہیں؟''

''یہ---یہ دیکھو'' اس نے اخبار فاخرہ کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔''ہزار بار منع کرنے کے باوجود تمہارا بیٹا نہیں مانتا۔یہ دیکھو،اس نے کیا کارنامہ کیا ہے۔

فاخرہ نے جلدی سے اخبار میں دیکھا اور چونکتے ہوئے بولی۔

''وقار!یہ کوئی اور نورین---''

''خود کو جھوٹی تسلیاں مت دو،یہ تصویر تو کسی اور نورین کی نہیں ہو سکتی۔کیا میں تمہارے بیٹے کی خباثت کو نہیں سمجھتا،یہ قاتلانہ حملہ اسی کا ہے---میں کب تک اس کے سامنے ڈھال بنا رہوں گا۔'' وقار احمد نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے مایوسی میں کہا۔''اگر اس کے یہی لچھن رہے تو بہت جلد سب کو لے ڈوبے گا۔آخر وہ خود کو کیا سمجھتا ہے۔پرلے درجے کا بدتمیز ہے وہ،اسے تو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ باپ سے کس طرح بات کرتے ہیں؟''

''وقار!ممکن ہے۔کوئی اور ہی معاملہ ہو؟'' فاخرہ بیگم نے تشویش سے کہا۔

''نہیں،یہ اسی کی غنڈہ گردی ہے---اگر اس نے یہی کچھ کرنا ہے تو اسے کہو کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔میں اب اسے برداشت نہیں کر سکتا۔''

اس نے حتمی سے لہجے میں کہا اور پھر سے اخبار دیکھنے لگا۔بے بس سی فاخرہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔وہ وجاہت کو فون کرنا چاہ رہی تھی لیکن وجاہت کا سیل فون آف جا رہا تھا۔کچھ دیر کی کوشش کے بعد اس نے سوچا کہ وہ خود اپنے پرانے گھر جائے گی،وجاہت وہیں رہتا تھا۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم کے پرانے گھر میں اس وقت سناٹا ٹوٹ گیا جب وکیل سلطان محمود نے اپنی گاڑی ان کے پورچ میں روکی۔وہ گاڑی سے باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں اخبار تھا۔وجاہت کا ملازم اسے لیے ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔وجاہت صوفے پر نیم دراز تھا،وکیل کو دیکھتے ہی بولا۔

''آیئے،وکیل صاحب!تشریف رکھیں---'' پھر ملازم کی طرف دیکھ کر بولا۔''جاؤ،چائے لے کر آؤ۔'' ملازم کے چلے جانے کے بعد وکیل سلطان محمود نے اس کے سامنے اخبار رکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کیا ہے---؟''

''میں پڑھ چکا ہوں۔'' وجاہت نے سرسری سا جواب دیا۔

''تو کیا میں اسے معاہدے کی خلاف ورزی سمجھوں۔'' سلطان محمود نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''دیکھیں،وکیل صاحب!میرا مقصد انہیں ختم کروانا نہیں تھا،محض دھمکی دینا تھا۔انہوں نے میرے خلاف اغوا کا پرچہ درج کروایا ہے''

وجاہت نے تیزی سے جواب دیا۔

''بہت کمزور بہانہ ہے---میں نے کہا تھا کہ نورین کے معاملے میں کچھ بھی کرنے سے پہلے آپ مجھے مطلع کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔آپ نے اس پر قاتلانہ حملہ کروادیا۔یہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ بچ گئی ورنہ---''

''وہ ٹارگٹ تھی ہی نہیں،اس لیے اس نے بچنا ہی تھا۔وہ تو فرید کو دھمکایا گیا تھا کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑ دے۔'' وجاہت نے سکون سے کہا جیسے یہ ایک عام سی بات ہو۔

''---اور اگر وہ ہوش میں آتے ہی یہ بیان دے دے کہ آپ نے اس پر قاتلانہ حملہ کروایا تو پھر---؟'' اس نے تشویش سے کہا۔

''تو کون سی نئی بات ہوگی،ایسا تو چلتا رہتا ہے۔آپ بس وہ اغوا والے پرچہ میں میری ضمانت کروائیں۔جتنا بھی خرچ ہو جائے،اس کی پرواہ مت کیجئے گا۔'' وجاہت نے لاپرواہی سے کہا۔

''میں اب ایسا نہیں کروں گا۔آپ کوئی دوسرا وکیل کرلیں۔آپ کے اور میرے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا،وہ ختم ہو چکا---،میں یہی بتانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔'' وکیل نے حتمی انداز میں کہا۔

''آپ ایسا نہیں کرسکتے،آپ فیس لے چکے ہیں۔''

''وہ میں آج ہی واپس کردوں گا۔آپ ایک چھوٹے سے معاہدہ کا پاس نہیں کرسکے تو آئندہ میں آپ پر کیسے یقین کروں گا۔آپ نے اپنی زبان کا پاس نہیں رکھا۔'' وکیل نے متانت سے انکار کردیا۔

''فیس واپس لینا مسئلہ نہیں بلکہ اتنی ہی فیس مزید دینے کو تیار ہوں۔اگر آپ اس بات کو بھول جائیں---'' وجاہت اپنی بات ہی منوانا چاہتا تھا۔

''آپ کو شاید احساس نہیں کہ ایک نیا کیس آپ کے خلاف بن جائے گا۔ایسے چھوٹے چھوٹے مقدمات میں الجھ کر اصل مقصد بالکل پس منظر میں چلا جائے گا جبکہ جائیداد والا معاملہ سب سے پہلے حل ہونا چاہیے۔''

''اس لیے کہ اس میں سے آپ کو حصہ ملنے والا ہے؟'' وجاہت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلاشبہ،وہ تو میں لوں گا لیکن اگر آپ نہیں چاہتے کہ جائیداد آپ لوگوں کے نام ہو تو میں خاموش ہو کر بیٹھ جاتا ہوں اور انتظار کروں گا تاکہ آپ نورین کو ختم کردیں۔تب میں اس جائیداد کو کسی ٹرسٹ کے حوالے کردوں اور میں ایسا کرسکتا ہوں۔'' وکیل نے بڑے اطمینان سے کہا تو وجاہت چونک گیا تب وکیل نے مزید کوئی بات نہیں کی اور اٹھتے ہوئے کہا۔''میں چلتا ہوں اور اب جو بات بھی ہوگی،فاخرہ بیگم ہی سے ہوگی---''

وہ چلا گیا---وجاہت چند لمحے سوچتا رہا اور بھرپور غصے میں اپنے ہاتھ پر مکا مارا جو اس کے اندرونی ہیجان کا غماز تھا۔

☆☆☆

فرید کو انتہائی نگہداشت سے نجی کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ وہ دوائیوں کے زیر اثر آنکھیں بند کیے غنودگی میں لیٹا ہوا تھا جبکہ نورین پوری محویت سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کتنا ہی وقت یونہی گزر گیا۔ ایسے میں فرید نے آنکھیں کھول کر نورین کو دیکھا، اپنی جانب محو پا کر دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو---؟''

''میں---میں تم میں وہ حوصلہ دیکھ رہی ہوں جو خود کو دوسروں پر وارنے کی ہمت دیتا ہے'' نورین کے لہجے میں محبت پنہاں تھی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو---؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں---تمہاری تو ان کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہے نا، میں ہی ان کا نشانہ تھی۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''ایسے نہیں سوچتے۔'' فرید نے کہا، پھر لمحہ بھر توقف کے بعد بولا۔ ''تم یہ کیوں نہیں سوچتی ہو کہ خود کو دوسروں پر وانے کا حوصلہ کہاں سے آتا ہے---یہ محبت ہے جو سارے حوصلے بخشتی ہے۔''

''ہاں، محبت کی اصل روح تو قربانی ہے نا! اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں اپنی محبت کو پرکھنا چاہیے، کہیں کوئی کھوٹ تو نہیں ہے؟'' نورین اس کی بات سمجھتے ہوئے بولی۔

وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ دروازے پر ہولے سے دستک ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ تبھی دروازے میں سے پولیس انسپکٹر اندر آ گیا، وہ آتے ہی بولا۔

''مسٹر فرید! میں اس حادثے کے بارے میں آپ کا بیان لینے آیا ہوں کیا آپ بیان دینے کے لیے تیار ہیں۔''

اس کے یوں کہنے پر نورین ایک دم سے بھڑک گئی اور پھر تیز لہجے میں بولی۔

''انسپکٹر! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ پہلے آپ اپنا سوال درست کریں۔''

''میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟'' وہ تیوریاں چڑھاتے ہوئے بولا۔

''آپ قاتلانہ حملے کو حادثہ کہہ رہے ہیں---آپ نے یہ کیسے فیصلہ کر لیا کہ یہ محض حادثہ تھا۔ اسی سے آپ کی نیت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ بیان لینے نہیں، محض اپنی ڈیوٹی نبھانے آتے ہیں یا کسی کی خدمت کرنے---'' اس کے لہجے میں سے غصہ چھلک رہا تھا۔

انسپکٹر نے فرید کی جانب اشارہ کرتے ہوئے نورین سے پوچھا؟ ''ویسے آپ کا ان سے کیا تعلق ہے؟''

وہ دونوں ہی چونک گئے۔ اس سوال میں چھپی خباثت کو وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ تبھی نورین نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا، جس میں ہتک آمیز انداز تھا۔

''میرا تعلق---ان سے میرا تعلق ہی نہیں، انسانیت کے ناتے وہ رشتہ ہے جو تم جیسے لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے---جن کے خون سفید اور ضمیر مردہ ہو چکے ہوں، جس معاشرے میں درندے دوسروں کا لہو پینے کے لیے دندناتے پھرتے ہوں، وہاں ایسے انسان بھی موجود ہوتے ہیں، جن

سے ایسا تعلق لازمی ہوجاتا ہے اور تم --- تم کون ہوتے ہو یہ سوال کرنے والے ---؟''

''بی بی! مجھے قانونی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ میں آپ دونوں سے کوئی بھی سوال کرسکوں۔ وہ تیزی سے بولا۔

''قانون --- اس قانون کی بات کرتے ہو جو تم جیسے لوگوں کی خباثت سے طوائف جیسا بن گیا ہے اور جس کے دلال تم جیسے لوگ ہیں۔ محض ٹکوں کی خاطر قانون کو بازار میں بٹھا دیتے ہو۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی۔

''آپ حد سے بڑھ رہی ہیں' محترمہ ---!'' وہ غصہ میں بولا۔

''کیا حد ہے تمہاری --- بولو؟ چند نوٹ --- صرف تم جیسے لوگ معاشرے میں انصاف کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ وہ درندے جنہوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ وہ کبھی آوارہ کتوں کی طرح معاشرے میں نہ پھرتے اگر تم جیسے لوگ ان کے گلوں میں پٹہ ڈالتے مگر افسوس! کہ تم لوگوں نے کرپشن کا پٹہ خود اپنے گلوں میں ڈال لیا ہے۔'' نورین نے نفرت سے کہا۔

''آپ نہیں جانتیں، بی بی! آپ اپنی راہ میں خود کانٹے بو رہی ہیں --- مجھ سے ایسی زبان بات کرنے کا نتیجہ معلوم ہے، ایسا کیس بناؤں گا کہ ساری عمر جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑتی رہو گی ---'' وہ پھنکارا۔

''تم لوگوں سے اور ہو بھی کیا سکتا ہے، تم لوگوں میں اتنی سکت تو ہے نہیں کہ اپنی ہی سوچ، سوچ سکو۔ معاشرے کے چند ظالموں کے ہاتھوں تم لوگ کٹھ پتلی کی مانند ہو۔ ان کی کرتے اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہو۔ یہ انصاف ہے، قانونی تقاضے ہیں۔'' وہ دھاڑی۔

''آپ لوگ بیان دے رہے ہیں یا نہیں؟ اس نے اُکتاتے ہوئے پوچھا۔

''جاؤ، چلے جاؤ یہاں سے --- خریدے ہوئے لوگ ہمیں کیا انصاف دے سکیں گے۔ ہمیں نہیں معلوم' وہ کون لوگ تھے۔'' وہ بولی۔

''مسٹر فرید! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں' اس نے ایک اور کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

''وہی' جو مس نورین نے کہا ہے۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''دیکھیں، آپ یہ غلط کر رہے ہیں۔ اس طرح آپ کا یہ کیس بگڑ جائے گا۔''

''پہلے آپ نے کون سا سنوار دیا ہے --- جائیے' اور اپنی مرضی کا بیان لکھ لیں''

فرید نے کہا اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ انسپکٹر انہیں چند لمحوں تک گھورتا رہا اور پھر تلملاتا ہوا واپس چلا گیا۔ تبھی فرید نے نورین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور دھیرے دھیرے تھپتھپانے لگا۔ ماحول سے تلخی کم ہوگئی۔ جو انسپکٹر کے آنے سے پیدا ہوگئی تھی۔ نورین نے جوس کا گلاس بھرا اور فرید کی جانب بڑھا دیا' تب اس نے کہا۔

''تم نے ذرا سا بھی آرام نہیں کیا۔ دیکھو' نیند سے تمہاری آنکھیں کیسی ہو رہی ہیں۔''

''مجھے نیند آئی نا' تو میں سو جاؤں گی۔'' نورین نے کہا اور گلاس تھما کر بیٹھ گئی۔

''تم اگر گھر جا کر تھوڑا آرام کر لیتیں ---'' وہ بولا۔

''عاصمہ آنا چاہ رہی تھی مگر میں نے خود منع کر دیا۔ اس کا بچہ ہے، وہ بے چاری یہاں کیا کرنے آتی۔ میں نے کل اسے بڑی مشکل سے واپس بھیجا تھا اور ظاہر ہے، باسط بھی مصروف ہے، اسے میں یوں نہیں بٹھا سکتی۔ میں نے اور کرنا کیا ہے--- میں نے عاصمہ کو سمجھایا تھا۔ آپ بھی فون پر سمجھا دیں کہ اس کا یوں باہر نکلنا ٹھیک نہیں۔ وجاہت کو بھنک بھی مل گئی کہ وہ یہاں ہے تو---''

انہی لمحات میں دروازہ کھلا اور بیرسٹر سلمان کے ساتھ رضوان شاہ وہاں آ گئے۔ وہ دونوں حال احوال پوچھنے لگے، تبھی نورین نے کہا۔

''آیئے نا، تشریف رکھیں۔''

''نہیں، بس--- ہم فرید صاحب کو دیکھنے آئے تھے۔ بیرسٹر صاحب کو عدالت جانا ہے۔'' رضوان شاہ نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''کیا پولیس کو بیان دے دیا ہے۔'' بیرسٹر نے پوچھا۔

''نہیں، میں نے انسپکٹر کو واپس بھجوا دیا۔'' اس نے تحمل سے کہا۔

''کیوں---؟''

''اس لیے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ آپ خود سوچیں، تھوڑے سے وقت میں دشمنوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ ہم تھانے میں ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''ہاں، میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اس کا مطلب ہے، اوپر بات کرنا پڑے گی۔'' بیرسٹر نے رضوان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے فرید سے کہا تھا کہ محتاط رہنا۔ مجھے نہ جانے کیوں گمان تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے--- خیر، تم لوگ فکر نہ کرو، میں اب پوری توجہ سے دیکھتا ہوں اس معاملے کو---''

''اس کا مطلب ہے، بیرسٹر صاحب! پولیس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا؟'' رضوان شاہ نے کہا۔

''سبھی ایسے نہیں ہیں۔ بہت ایماندار لوگ بھی موجود ہیں اور کالی بھیڑیں تو ہر جگہ ہوتی ہیں۔'' بیرسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فرید صاحب! میں کچھ گارڈز یہاں بھیج رہا ہوں۔ وہ یہاں آپ کے آس پاس رہیں گے۔ کسی بھی قسم کی فکر مت کریں۔'' رضوان شاہ نے بتایا۔

''ٹھیک ہے، سر---!'' فرید بولا

''اچھا، اب ہم چلتے ہیں۔ اپنا بہت سارا خیال رکھنا--- ویسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں، نورین بیٹی سب سنبھال سکتی ہے۔''

رضوان شاہ کے یوں کہنے پر ماحول خاصا خوشگوار ہو گیا۔ پھر چند لمحوں بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔

☆☆☆

رات اتر آئی تھی۔ حسن لاج میں روشنی ہو رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ ایسے میں وقار احمد بیڈ روم میں بیڈ پر لیٹا ہوا نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔ اسے فاخرہ بیگم کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی جو اس کے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ فاخرہ اسے غور سے دیکھتی رہی، پھر ہولے سے پوچھا۔

''وقار! کیا سوچ رہے ہیں آپ---؟''

''آں---ہاں، کچھ نہیں۔ تم آرام کرو۔'' وہ چونکتے ہوئے بولا

''پھر بھی، آپ تو اس قدر سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اردگرد کا بھی احساس نہیں۔ آخر کیا بات ہے؟''

''بات جو بھی ہو، فاخرہ بیگم! لیکن تم ماں بیٹے کو کیا---تم دونوں نے کسی کی کوئی بات نہیں ماننی، اپنی مرضی کرنی ہے، لہٰذا کچھ بھی کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' اس نے مایوس لہجے میں کہا۔

''وقار! یہ آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''ہر بار تمہارا بیٹا اپنے احمق پن اور جلد بازی کے باعث سارا معاملہ الجھا دیتا ہے---اب جبکہ بہت سارے معاملات سلجھ رہے تھے، اسے کیا ضرورت تھی نورین پر قاتلانہ حملہ کروانے کی؟ تمہیں نہیں معلوم میں نے کس کس سے بات کی تھی۔ یہ تو اچھا ہوا کہ نورین نے سیدھے وجاہت کا نام نہیں لیا، اس میں نجانے کیا مصلحت ہے؟'' وہ الجھتے ہوئے بولا۔

''آپ کا اندازہ درست نکلا، وہ واقعی حریفوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے---، یہ جولڑکا زخمی ہوا ہے، کیا نام ہے اس کا---؟''

فاخرہ بیگم نے یاد کرتے ہوئے کہا تو وقار احمد بولا

''فرید---وہ شاہ ایسوسی ایٹ ہی کے لیے کام کرتا ہے۔ میں نے اس نورین ہی سے سب کچھ چھین لینا تھا مگر تمہارے بیٹے کو اپنی انا عزیز تھی نا! اب بتاؤ، کیا تیر مار لیا ہے اس نے؟---دن بدن حالات بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ بھی قابو میں نہیں آ رہا ہے، گھوم پھر کر معاملہ نورین پر ہی آ کر نکتا ہے۔'' وہ غصے میں بولا۔

''وقار! اگر اب بھی نورین کو اعتماد میں لے لیا جائے تو کیا بات بن سکتی ہے---میرا مطلب ہے، اسے جائیداد وغیرہ کے بارے میں بتا دیا جائے، کچھ لو اور کچھ دو والی بات کر کے معاملہ یہیں ختم کر دیا جائے---؟'' فاخرہ بیگم چند لمحوں بعد بولی۔

''یہ تو شکست تسلیم کر لینے والی بات ہے---ان حالات میں جبکہ تمہارا بیٹا ہی من مرضی کر کے حالات بگاڑ رہا ہے تو مجھے سمجھوتہ کر لینے میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تمہارا بیٹا نہیں مانے گا، میں اس کی فطرت سے واقف ہوں، وہ سوچے سمجھے بغیر ہی بھڑک اٹھے گا۔'' وقار احمد سمجھاتے ہوئے بولا۔

''نہیں، وہ میں اسے سمجھا دوں گی---'' فاخرہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''کب تک تم اسے سمجھاتی رہو گی، سمجھ والا اس میں خانہ ہی نہیں ہے---بہرحال، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس سے اب کوئی بات نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کے کسی معاملے میں آؤں گا۔''

''وقار! وہ ہماری اولاد ہے اور---''

فاخرہ نے تڑپ کر کہا لیکن وقار نے اس کی بات کاٹ دی۔

''نہیں، فاخرہ! آج تک تم یہی بات کہہ کر مجھے جذباتی بلیک میل کرتی آئی ہو۔''

''اب ایسا نہیں ہوگا۔ اگر ہم نے یہاں رہنا ہے تو نورین سے سمجھوتا کرنا پڑے گا ورنہ ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں آنے والا، میں یہ بات اب سمجھ گئی ہوں۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''دیکھو، وہ میرے غبن والے مقدمے سے کبھی نہیں نکل سکتی اور اس کی بنیاد پر ہم اس سے سمجھوتہ کرسکتے ہیں لیکن وہ اس وقت حریفوں کے چنگل میں ہے، وہ اس سے کچھ بھی کرواسکتے ہیں اور اب تو وہ اور زیادہ بھڑکیں گے۔ ان کا بندہ ہسپتال میں پڑا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ نورین اس کی تیمارداری کررہی ہے۔''

''وہ وکیل سلطان محمود کا فون بھی آیا تھا---'' فاخرہ نے بتایا۔

''ہاں، مجھ سے بھی بات ہوئی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا ہے کہ اب وہ وجاہت سے نہیں، مجھ سے رابطہ رکھیں گے اور ہاں، اپنے بیٹے کو سمجھا دینا کہ وہ میرے راستے میں نہ آئے ورنہ وہ مجھے بھی اپنا دشمن پائے گا۔'' وقار احمد نے نفرت سے کہا۔

''وقار! میں نے وجاہت سے کہا ہے کہ وہ وکیل صاحب سے ملے اور پہلے اپنے سارے معاملے سیدھے کرلے، میں نورین والا معاملہ خود دیکھوں گی۔''

''تم ماں بیٹا جو بھی کرو مگر میرے راستے میں مت آؤ۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے ٹیبل لیمپ آن کیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

☆☆☆

صبح کے پھیلتے ہوئے اُجالے میں باسط اپنے کمرے میں موجود تھا۔ اس کے سامنے میز پر مختلف کاغذ، میگزین اور اخباری تراشے رکھے ہوئے تھے۔ وہ پوری محویت کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھا، ایسے میں کھلے دروازے میں عاصمہ آن کھڑی ہوئی۔ باسط نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

''آؤ---باہر کیوں کھڑی ہو؟''

عاصمہ اندر آگئی اور ساتھ پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''میں پچھلے دو دنوں سے دیکھ رہی ہوں، آپ اسی طرح مصروف ہیں۔ آخر یہ کیا کررہے ہیں آپ---؟''

باسط دھیرے سے مسکرایا اور پھر شوخ سے لہجے میں بولا۔

''جب کوئی سائنس دان لیبارٹری میں مصروف ہوتا ہے تو کیا کرتا ہے؟''

''آپ میری بات کو مذاق میں مت اڑائیں۔'' اس نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

''نہیں نہیں، مذاق نہیں---یعنی وہ کوئی تحقیق کررہا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی صحافی میری طرح مصروف ہو تو وہ بھی تحقیق ہی کررہا ہوتا ہے۔'' لہجے میں شوخی اب بھی موجود تھی۔

''آپ کس پر تحقیق کر رہے ہیں؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''بس ایک دو دن مزید، پھر بتا دوں گا۔'' اس بار وہ سنجیدگی سے بولا۔

''چلیں، ٹھیک ہے---'' وہ ایک دم سے مان گئی، پھر باسط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ سے ایک بات کرنا چاہ رہی تھی---''

''بولو---؟'' باسط نے پوری توجہ سے کہا۔

''میں اب وجاہت کے ساتھ تو رہ نہیں سکتی۔ لازمی بات ہے کہ وہ مجھے چھوڑ دے گا۔ کیا اب مجھے خلع کا مقدمہ کرنا چاہیے یا پھر---!

''نہیں، میں تمہیں کبھی بھی ایسا مشورہ نہیں دوں گا۔ تم اس کے ساتھ صلح---''

''نہیں، باسط! جب یقین کے آئینے سے دراڑ پڑ جائے تو وہ کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا اور پھر میری حیثیت بھی تو ایک ٹشو پیپر جیسی تھی۔'' وہ روہانسو ہوتے ہوئے بولی۔

''تم نے ایک بار کہا تھا کہ تمہیں اپنی شناخت چاہیے تاکہ تمہارا بچہ اپنے باپ کے نام کے ساتھ اس معاشرے میں جی سکے---؟'' باسط نے پوچھا۔

''ہاں، یہی تو کرنا چاہتی ہوں---اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟'' وہ بولی۔

''کیا تمہارے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے کہ تمہارا نکاح وجاہت سے ہوا تھا؟''

''میرے پاس نکاح نامہ تو نہیں ہے لیکن وہ تلاش کیا جا سکتا ہے۔'' وہ پریشان ہوتے ہوئے بولی۔

''میں نے وہ نکاح نامہ تلاش کر لیا ہے بلکہ ثبوت اکٹھا کیا ہے، اس کے علاوہ فہد یعنی وجاہت کا بیٹا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ بس فرید کو گھر آ جانے دو، پھر میں بتاؤں تاکہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ اس دوران میرا یہ کام مکمل ہو جائے گا۔''

''ٹھیک ہے، چند دن بعد سہی۔'' وہ ایک دم سے مان گئی، پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیا آپ نے آج آفس جانا ہے؟''

''ہاں، جانا تو ہے---کیوں؟'' باسط نے پوچھا۔

''میں نے سوچا، اگر آپ نے نہیں جانا تو ہم ہسپتال ہو آتے---'' وہ بولی۔

''نہیں---تم خصوصی طور پر سیکیورٹی رسک پر ہو۔ اس صورت میں اگر تم باہر نکلو گی تو ان کی نگاہوں میں آ سکتی ہو۔ بس چند دن، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' باسط نے سکون سے سمجھایا۔

''چلیں ٹھیک ہے---آپ فریش ہو کر آ جائیں، میں ناشتہ لگاتی ہوں۔''

عاصمہ نے دھیرے سے کہا اور باہر کی جانب چلی گئی۔ باسط اس کی طرف دیکھتا ہوا گہری سوچ میں کھو گیا۔

☆☆☆

سلمٰی کے آنگن میں رات اُتر چکی تھی۔ سلمٰی اور بلال سوئے ہوئے تھے جبکہ رفیق تھوڑی دیر بعد کھانس کر اپنے جاگنے کا احساس دے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اسے زیادہ ہی کھانسی آنے لگی۔ وہ اٹھا اور صحن کے کونے میں پڑے مٹکے کی جانب بڑھا۔ اس نے گلاس میں پانی بھرا اور پی کر پلٹ رہا تھا کہ سلمٰی نے کروٹ بدل کر دیکھا اور پھر پوچھنے لگی۔

''بلال کے ابا! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا---؟''

''ہاں، میں ٹھیک ہوں---سو جاؤ تم، سارے دن کی تھکی ہوئی ہو۔'' یہ کہتا ہوا وہ اپنی چارپائی پر جا بیٹھا۔

''اچھے بھلے ٹھیک ہو گئے تھے۔ بازار میں ٹھیلہ بھی لگانے گئے ہو یہ دو چار دنوں میں تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

''کچھ نہیں، سلمٰی!---جب انسان کے ہر خواب کی تعبیر بھیانک دکھائی دینے لگے تو پھر مایوسی کے سوا کچھ بھی نہیں سوجھتا۔'' وہ دردناک انداز میں بولا۔

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی، تم آخر کیا کیا چاہتے ہو؟'' سلمٰی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''میں نے اپنی اولاد کے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا۔ بیٹیاں تو اپنے گھر کی ہوئیں۔ شکر ہے میرے رب کا! لیکن میں بلال کو اپنے ساتھ ٹھیلے پر کام کرتا دیکھتا ہوں تو دل خون کے آنسو روتا ہے مجھے تو اس کا گیراج جانا بھی پسند نہیں تھا۔ اچھا ہوا جو وہ وہاں پر دھمکیوں، طعنوں اور مارکٹائی سے بچ گیا---کاش، میں اتنی رقم لا سکتا جس سے میرے بیٹے کی زندگی سنور جاتی۔'' رفیق نے سوئے ہوئے بلال کی جانب دیکھتے ہوئے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ تو اپنے اپنے مقدر کی بات ہے ورنہ میں کب چاہتی ہوں کہ میرا بیٹا زندگی میں دھکے کھاتا پھرے۔'' سلمٰی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''نورین بیٹی اس گھر میں خوشی کا جھونکا بن کر آئی تھی مگر اس کا بھی مقدر ہے نا!---وہ ہمارے لیے اتنا کچھ کر گئی لیکن ہم اس کے لیے کچھ بھی نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ ایک رات کے لیے بھی اسے پناہ نہ دی۔'' وہ دکھی لہجے میں بولا۔

''بلال کے ابا! سچی بات تو یہ ہے کہ تمہیں بلال کا نہیں، نورین کا دکھ ہے۔ ہے نا ایسی بات---؟'' وہ دکھ بھرے انداز میں پوچھنے لگی۔

''ہاں---انسان تو وہ ہوتا ہے جو کسی غیر کے احسان کو بھی یاد رکھے، وہ تو پھر ہماری بیٹی تھی، کیا اس کا دکھ نہیں ہونا چاہیے؟'' رفیق نے ہولے سے کہا۔

''واہ، بلال کے ابا! ایک وقت تھا کہ تم بیٹی کے وجود کو برداشت نہیں کرتے تھے اور آج اسی بیٹی کے غم میں گھل رہے ہو جو ہمارے منہ پر کالک مل گئی ہے۔'' سلمٰی نے نفرت سے کہا۔

''نہ سلمٰی! ایسا نہ کہو، جب ہم ہی اسے برا کہیں گے تو زمانہ کب اسے اچھا کہے گا---میرا دل کہتا ہے سلمٰی، وہ ایسی نہیں تھی۔'' رفیق نے تڑپ کر کہا۔

''نا اگر ہم اسے اپنے گھر میں رکھ لیتے، پولیس اسے پکڑ کر لے جاتی تو کیا ہم میں اتنی سکت ہے کہ اسے پولیس کے چنگل سے چھڑوا سکتے۔

عدالتوں اور کچہریوں کے چکر کاٹنے کی ہمت ہے ہم میں، اتنا روپیہ پیسہ تھا ہمارے پاس کہ اسے بچا لیتے؟--- میں مان لیتی ہوں کہ وہ بے گناہ ہے۔ میں ماں ہوں۔ تو باپ ہے، تو بھی مان رہا ہے لیکن کیا بے گناہی یونہی مفت میں ثابت ہو جاتی ہے؟---تم یہ مان کیوں نہیں لیتے ہو کہ ہم اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے بلکہ اس کے لیے مزید عذاب کا باعث بن جاتے۔'' وہ تڑپ کر بولی تھی۔

''ہاں، سلمٰی! ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ تو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم یہ مکان بیچ کر بھی اس کی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتے تھے لیکن ساری زمین ظالموں سے تو بھری ہوئی نہیں ہے۔ اس میں انسان بھی بستے ہیں--- میں پوچھتا ہوں، اس پر کیا الزام ثابت ہو چکا ہے؟'' رفیق نے درد بھرے انداز میں کہا۔

''تمہیں خدا کا واسطہ بلال کے ابا! اس کا خیال دل سے نکال دو۔ اس کی یاد کا زخم نہ بناؤ اپنے اندر---، یہ مان لو کہ ہم بے بس تھے اور اب بھی بے بس ہیں۔ ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر پائیں گے۔'' سلمٰی نے روتے ہوئے یوں کہا جیسے اندر سے دکھی ہو رہی ہوں۔

''سلمٰی! اپنے ایمان سے کہنا، کیا تمہیں اپنی بیٹی یاد نہیں آتی، کیا نورین کے لیے تم درد محسوس نہیں کرتی ہو؟''

''بلال کے ابا! میں تو بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ میں ماں ہوں، اور کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

سلمٰی نے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا اور چارپائی پر لیٹ گئی اور پھر خاموش ہو گئی۔ رفیق چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ سلمٰی کا جواب سن کر بہت حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ خوف زدہ ہے۔ رفیق بھی لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آسمان کے ستاروں کو دیکھ رہا تھا، اس نے سنا تھا کہ انسان کی قسمت یہ ستارے بتا دیا کرتے ہیں۔ لیکن اسے تو کچھ معلوم نہیں تھا۔

☆☆☆

صبح کی روشن کرنیں سلمٰی کے آنگن کو روشن کیئے ہوئے تھیں۔ سلمٰی باورچی خانے میں مصروف تھی۔ اتنے میں رفیق کمرے میں سے نکلا، اس نے سفید پرنا اپنے کاندھے پر دھرا اور باہر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

''اچھا، بھاگوان! میں چلتا ہوں۔''

''جاتے ہی بلال کو بھیج دینا۔ بے چارہ ناشتہ کر کے نہیں گیا۔'' سلمٰی نے اونچی آواز میں کہا''۔

''ٹھیک ہے، جاتے ہی بھیج دوں گا---'' رفیق نے کہا اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھا دیئے تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ اس وقت تک رفیق دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دروازہ کھولا تو سامنے مہر دین تھا۔

''ارے مہر دین! تم--- کیسے آئے ہو آج---؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''وہ--- وہ نا جی، فاخرہ بیگم آئی ہیں--- جانتے ہو، نا! وہ کون ہیں؟'' مہر دین نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں--- مگر وہ ہیں کہاں؟'' رفیق نے پوچھا۔

''باہر، ادھر گاڑی میں ہیں۔ میں بلا کر لاتا ہوں۔ وہ آپ دونوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہیں؟'' مہر دین نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں--- جاؤ، بلا لاؤ---''

رفیق نے کہا تو مہر دین پلٹ گیا جبکہ وہ واپس آ کر صحن میں کھڑا ہو گیا۔ سلمٰی حیران سی کھڑی تھی، وہ رفیق کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

''یہ فاخرہ بیگم اور ہمارے گھر؟---یا اللہ! رحم کرنا۔ کہیں کوئی نئی مصیبت ہی نہ ہمارے گلے پڑ جائے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ نورین والا معاملہ ختم ہو گیا ہو گا لیکن لگتا ہے، اس سے کبھی جان نہیں چھوٹے گی۔''

''چپ کر، فضول بکے جا رہی ہے---پہلے اس کی بات سن تو لے، وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ تو چل، پہلے اس کے بیٹھنے کا انتظام کر---'' محمد رفیق نے ذرا سے غصے میں کہا۔

ذرا سی دیر بعد فاخرہ بیگم صحن میں آ کر بیٹھ گئی۔ سلمٰی اور رفیق سامنے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد فاخرہ بیگم نے کہا۔

''دیکھو، سلمٰی! اس دنیا میں انسان ہی دوسرے انسان کی دوا ہے، بعض اوقات چھوٹی چھوٹی غلط فہمیاں بہت بڑے واقعات کو جنم دے دیتی ہیں، کچھ ایسی ہی صورت حال سے آج میں دوچار ہوں۔ اس وقت میں آپ دونوں سے مدد مانگنے آئی ہوں۔''

''مدد اور ہم سے---بات سمجھ میں نہیں آئی؟'' محمد رفیق نے سوچتے ہوئے کہا۔

''دیکھو، میں سمجھاتی ہوں---آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ شائستہ بھابی نے نورین کو اپنی بیٹی بنایا ہوا تھا۔ شائستہ بھابی کا خیال تھا کہ ہم میں رشتے داری مضبوط رہے، میرے بیٹے وجاہت کی نورین سے شادی ہو جائے---''

''یہ تو بہر حال اچھا سوچا تھا انہوں نے---'' رفیق نے کہا۔

''مگر نورین کو دل سے یہ رشتہ منظور نہیں تھا حالانکہ نورین کو اسی گھر میں رہنا تھا شائستہ بھابی کے پاس---اعتراض تو مجھے ہونا چاہیے تھا کہ میرا اکلوتا بیٹا وہاں حسن لاج میں رہے گا۔ میں نے صرف شائستہ بھابی کی خاطر یہ سب کچھ منظور کر لیا۔ نورین کو یہ پسند نہیں تھا۔ یہیں سے غلط فہمی بڑھی اور نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ ہمارا نواب خاندان، جس کی ایک زمانہ عزت کرتا ہے، اس پر انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔'' وہ بڑے ہی رقت آمیز لہجے میں بولی۔

''وہ ڈکیتی اور غبن کے الزامات---؟'' سلمٰی نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ سب اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے---میں نہیں چاہتی کہ اب زیادہ جگ ہنسائی ہو۔ نورین کا جو بھی مطالبہ ہے، ہم اسے تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ وہ جس طرح پہلے حسن لاج میں رہ رہی تھی، ویسے ہی رہے۔ وجاہت سے شادی نہیں کرنی، نہ کرے لیکن خدا کے لیے، ہماری عزت رکھ لے---'' وہ اسی لہجے میں بولی۔

''آپ ہمیں بتائیں، ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟'' رفیق نے پوچھا۔

''اب وہ دشمنوں کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے کبھی بھی ہمارے خاندان کی خیر خواہی نہیں چاہی۔ وہ دربدر پھر رہی ہے اور دکھ ہمیں ہوتا ہے میں تو اسے اپنی بیٹی سمجھتی ہوں۔ خدا کے لیے آپ اسے سمجھائیں۔ وہ جو چاہتی ہے ہم وہی کرنے کے لیے تیار ہیں۔''

فاخرہ نے روہانسو ہوتے ہوئے کہا تو سلمٰی اور رفیق نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر شرمندگی کے تاثرات تھے۔ چند لمحے یونہی گذر گئے تو رفیق نے کہا۔

''لیکن، بیگم صاحبہ! ہمیں نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''مجھے یقین ہے، آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہوگا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ یہی تو شرمندگی والی بات ہے کہ وہ ایک اجنبی لڑکے کے ساتھ رہ رہی ہے۔''

''مطلب---کہاں ہے وہ---؟'' سلمٰی جلدی سے بولی۔

''میں آپ کو بتا دیتی ہوں مگر خدا کے لیے جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ آپ اسے بتائیں گے نہیں، ہمارا اصل مقصد اسے واپس گھر لے کر آنا ہے۔ وہ مجھے بہت پیاری ہے، اس لیے مجھے پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے؟'' فاخرہ بیگم نے یوں کہا جیسے وہ نورین کے لیے مر رہی ہو۔

''کہاں ہے وہ---؟'' رفیق نے پوچھا۔

''بتاتی ہوں لیکن آپ وعدہ تو کریں کہ کیا آپ میری مدد کریں گے---؟'' فاخرہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''کیوں نہیں، بیگم صاحبہ! میں تو خود اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں۔''

رفیق نے بے چارگی سے کہا تو فاخرہ بیگم اسے نورین کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔ پھر کچھ دیر بیٹھ کر وہ تو چلی گئی اور ان دونوں کے لیے ڈھیروں سوچیں چھوڑ گئی۔ وہ دونوں بہت دیر تک سوچتے رہے، پھر سلمٰی ہی نے کہا۔

''بلال کے ابا! میں تو یہ سوچ رہی ہوں، ہم کس منہ سے نورین کے ساتھ بات کریں گے؟''

''میں نے تمہیں کہا تھا نا، کہ وہ بے قصور ہے، یہ سب اس پر الزام ہیں۔'' رفیق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اگر تم سچ پوچھو تو میرا دل بھی یہی کہتا تھا کہ وہ بے گناہ ہے لیکن میں بھی کیا کرتی، ہر کسی کی زبان پر وہی تھا، اوپر سے پولیس والوں نے تنگ کیا ہوا تھا۔ بتاؤ پھر میں کیا کرتی، تمہارے سوا میرا کون ہے۔ تمہاری خاطر میں نے اپنی بیٹی کسی کو دے دی تھی، تو کیا اب دل پر پتھر نہیں رکھ سکتی تھی---؟''

وہ حد درجہ جذباتی لہجے میں بولی تو رفیق کا من بھی بھر گیا، تب وہ بولا۔

''اچھا چھوڑ ان باتوں کو--- یہ بتا کہ ہمیں نورین سے بات کرنی بھی چاہیے کہ نہیں، کیا وہ ہماری بات مان لے گی---؟''

''پتہ نہیں، میں کیا کہہ سکتی ہوں--- اگر فاخرہ بیگم کی بات پر سوچیں تو دل یہی چاہتا ہے کہ نورین کو سمجھائیں---تم بات تو کر کے دیکھو، کیا کہتی ہے وہ---ممکن ہے، وہ بھی کوئی سمجھوتہ کرنا چاہتی ہو---؟'' وہ امید بھرے انداز میں بولی۔

''میرے خیال میں ان کی لڑائی ختم ہو ہی جائے تو اچھا ہے۔ پتہ نہیں، وہ کیسی زندگی بسر کر رہی ہوگی۔'' رفیق بولا۔

''ٹھیک ہے پھر تم جاؤ اس ہسپتال اور جا کر نورین سے بات کرو۔ وہ کچھ نہ کچھ تو کہے گی۔ اس نے جو بھی جواب دیا، وہ فاخرہ بیگم کو بتا دیں گے، پھر وہ جانیں اور ان کا کام---'' سلمٰی نے صلاح دی۔

''چل ٹھیک ہے، میں جاؤں گا، اس سے بات کروں گا۔''

رفیق نے اٹھتے ہوئے کہا اور باہر کی جانب چل دیا۔

☆☆☆

شام کے سائے پھیل چکے تھے۔ ہسپتال میں آنے والے مریضوں کے لواحقین کی گہما گہمی بہت کم ہوگئی تھی، کافی حد تک سکوت تھا۔ فرید بیڈ پر تھا اور نورین اس سے ذرا فاصلے پر کھڑی تھی۔ ڈاکٹر اسے چیک کر چکا تھا اور رپورٹ لکھنے میں مصروف تھا، تبھی فرید نے پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب! میں گھر کب تک جا سکوں گا؟''

ڈاکٹر نے عینک کے اوپر سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے شگفتہ سے لہجے میں کہا۔ ''فرید صاحب! یہاں کیا آپ کو کوئی پرابلم ہے---؟''

''مجھے کیا پرابلم ہونی ہے، یہاں پر گارڈز، اور---'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں، یہ تو ہے، آپ کی سیکیورٹی کا خاصہ مسئلہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں---ایک دو دن مزید لگیں گے، پھر آپ گھر جا سکیں گے۔''

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس چلا گیا۔ تبھی ایک گارڈ اندر آیا اور اس نے آتے ہی پوچھا۔

''سر! باہر ایک آدمی آیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ وہ نورین میڈم کا والد ہے---کیا اسے آنے دوں؟''

یہ سن کر نورین حیرت سے چونک گئی۔

''ہاں، بلا لو انہیں---''

فرید نے کہا تو گارڈ واپس چلا گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور رفیق نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر محبت، ندامت اور شفقت پھیلی ہوئی تھی جبکہ نورین کے چہرے پر حیرت اور دکھ نمایاں تھا۔ وہ جھجکتے ہوتے آگے بڑھا، پھر نورین کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''بیٹی! ایک بار تو پلٹ کر اپنے باپ کے پاس آتی۔''

اس پر نورین نے کوئی جواب نہیں بلکہ چند لمحوں بعد فرید کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''ابا! ان سے ملو، یہ فرید ہیں---؟''

رفیق نے اس سے ہاتھ ملایا اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''آپ پلیز بیٹھیں---''

فرید نے کہا تو رفیق بیٹھ گیا۔ پھر بڑے دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

''بیٹی! شاید ہمیں تمہارے بارے میں معلوم نہ ہوتا مگر وہ فاخرہ بیگم آئی تھی---''

اس کے یوں کہنے پر وہ دونوں چونک گئے، تب نورین نے ہولے سے پوچھا۔

''فاخرہ بیگم!---وہ کیا کرنے آئی تھی---؟''

تب رفیق نے ساری روداد بیان کر دی، سب کہہ دینے کے بعد وہ بولا۔

''بس، بیٹی! میں نے سوچا، ہم تو تمہارا خیال نہیں رکھ سکے۔ اگر تمہاری اور فاخرہ بیگم کی صلح ہو جاتی ہے تو اچھی بات ہے نا---!''

نورین اپنے باپ کی ساری بات سن کر چند لمحے خاموش رہی، پھر سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''ابا! آپ نہیں جانتے، فاخرہ بیگم کیسی خاتون ہے، آپ کو سمجھانے کی ضرورت نہیں کہ اس کی سوچ کا زہر کہاں تک اثر کرتا ہے۔''

''نہ، بیٹی! وہ تو بہت رو رہی تھی۔ اگر اس نے کہا ہے تو دیکھ لو---'' رفیق نے سادگی سے کہا۔

''وہ عورت معاف کر دینے کے لائق نہیں ہے، ابا! وہ صلح کرنے سیدھی میرے پاس آ جاتی۔ اگر آپ کے پاس گئی تو اس میں بھی کوئی سازش ضرور ہوگی۔'' نورین نے کہا۔

''نورین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ سازش ہے کہ نہیں؟'' فرید نے کہا۔

''مگر ہم دوسروں سے مشورہ کئے بغیر صلح کی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ فاخرہ کا پتہ نہیں، اس کا یقین کیسے ہو---؟'' نورین نے کہا۔

''کچھ بھی ہے، تمہارے ابا آئے ہیں۔ میرے خیال میں ان کا مان ضرور رکھنا چاہیے۔'' فرید بولا۔

''ہاں، بیٹی! تم اپنے گھر میں رہو، وہ تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہے۔'' رفیق نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، ابا! میں آپ کی بات مان لیتی ہوں، لیکن یہ کیسے معلوم ہوگا کہ میرے بارے میں اس عورت کی نیت ٹھیک ہے یا نہیں؟'' نورین نے تحمل سے پوچھا۔

''بیٹی! جیسا تم چاہو، تم جو کہوگی، میں اسے بتا دوں گا۔ اگر اس نے ویسا ہی کیا جو تم کہتی ہو تو معلوم ہو جائے گا۔'' رفیق نے کہا۔

''تو پھر آپ اس سے کہیں کہ مجھ پر جو اس نے جھوٹے الزامات لگا کر مقدمے بنوائے ہیں، وہ واپس لے لے تب میں بھی اغواء کو بھول جاؤں گی۔ پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔'' نورین نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، بیٹی! یہی مناسب ہے، میں فاخرہ بیگم سے کہہ دیتا ہوں۔'' رفیق نے کہا اور اٹھ گیا۔

''ابا! آپ بیٹھو تھوڑا کھا پی لو---'' نورین نے کہا۔

''نہ، بیٹی---! مجھے مزید شرمندہ نہ کرو---''

رفیق نے کہا اور باہر کی سمت چلا گیا۔ تبھی نورین کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک گئے اور فرید اس کی جانب حیرت سے دیکھنے لگا۔''

☆☆☆

رات گہری ہو رہی تھی۔ فاخرہ بیگم کے گھر کی تھوڑی سی بتیاں روشن تھیں۔ کاریڈور میں بھی ملگجی سی روشنی تھی جہاں وجاہت اور سلیم دونوں ٹہلتے ہوئے آ رہے تھے۔ وجاہت کے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دونوں چلتے ہوئے لان میں پڑی کرسیوں پر آن بیٹھے تو سلیم نے کہا۔

''یار! اغوا والے کیس میں تمہاری ضمانت ہو گئی ہے، تمہیں تو خوش ہونا چاہئے جبکہ تمہارے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی ہے؟''

''یار! یہ کیس، یہ ایف آئی آر، یہ ضمانت، یہ سب کوئی نئی چیزیں ہیں کیا جو خوشی ہو یا دکھ--- بات یہ نہیں ہے---'' وجاہت نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''تو کیا بات ہے پھر---؟'' سلیم نے پوچھا۔

''پاپا میرے تمام راستے بند کررہے ہیں اور ماما نورین کے ساتھ سمجھوتے پر اُتر آئی ہیں مجھے تو ان لوگوں نے بے حیثیت کر کے رکھ دیا ہے۔'' اس نے نفرت سے کہا۔

''وجی! ایک طرح سے اچھا ہے اگر وہ بغیر خون خرابے کے معاملہ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور---؟''

''خاک لے لیں گے ہاتھ میں؟---میں نورین کو سمجھ گیا ہوں۔وہ اس عورت کی تربیت میں رہی ہے جس نے ہم سب پر حکمرانی کی ہے۔میں حسن لاج میں کیوں نہیں جاتی، صرف اس وجہ سے کہ مجھے اس عورت شائستہ بیگم سے نفرت تھی اور ہے۔نورین کبھی بھی ان کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرے گی، وہ وقت گزر چکا ہے؟'' وہ بولا۔

''اب تو شائستہ بیگم نہیں رہی، حالات بدل گئے ہیں۔وہ اگر کوشش کرتے ہیں تو کرنے دو۔'' سلیم نے سمجھایا۔

''پاپا نے پوری زندگی میری مخالفت کی ہے، یوں جیسے میں ان کا بیٹا نہیں ہوں اور تم بھی ایسی باتیں کرو گے، سلیم! تم جانتے ہو کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو یہ معاملہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ایک تو میرے ہاتھ پاؤں اس عزت داری نے باندھ رکھے ہیں---تم بتاؤ، آج تک دھندے میں جہاں بھی ہاتھ ڈالا ہے، کبھی ناکام ہوا تھا میں؟'' وجاہت نے غصے میں کہا۔

''نہیں، میں مانتا ہوں مگر یہ معاملہ دوسرا ہے۔نورین ہمارے بارے میں سب جانتی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ وہ ہمیں نظرانداز کرتی رہی اس لیے بھی ہم کامیاب نہیں ہو پائے---میری مانو، اپنے پاپا اور ماما کو کوشش کر لینے دو---'' سلیم نے تحمل سے سمجھایا۔

''نہیں، سلیم! میں نے بہت سوچ لیا۔اب میں دوراہے پر کھڑا ہوں، یا تو شکست قبول کر کے اس ملک ہی سے چلا جاؤں، یا پھر یہ وجاہت والا نقاب اتار کر پھر سے وجی بھائی بن جاؤں---یہ فیصلہ اب مجھے کرنا ہے۔میں نے سمجھ لیا ہے کہ شرافت کی زندگی مجھے راس ہی نہیں۔''

اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تو سلیم کے چہرے پر خوف کے آثار ظاہر ہو گئے، تب ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔

☆☆☆

فاخرہ بیگم حسن لاج کے کاریڈور میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ رضیہ کو کچن کے بارے میں ہدایات دے رہی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد وہ بڑے سکون سے میگزین پڑھ رہی تھی کہ اس کا سیل فون بج اٹھا۔ فاخرہ بیگم نے روشن سکرین پر اجنبی نمبر دیکھے اور پھر کال ریسیو کر لی۔

''ہیلو---'' اس نے بے دھیانی میں کہا۔

''آپ فاخرہ بیگم بات کر رہی ہیں؟'' دوسری طرف سے اجنبی آواز میں پوچھا گیا۔

''ہاں---آپ کون ہو؟'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔

''میں عاصمہ بات کر رہی ہوں، عاصمہ وجاہت---وجاہت کہاں ہے ساس صاحبہ؟'' عاصمہ نے بڑے تحمل سے پوچھا۔

''اگر تم عاصمہ وجاہت ہو تو اس کا نمبر تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔'' فاخرہ بیگم ایک دم سے بھڑک اٹھی۔

''اس کا نمبر بھی ہے میرے پاس لیکن میں پہلے آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہوں، ساس صاحبہ!'' وہ پھر اسی تحمل سے بولی۔

''کون ہو تم اور یہ کیا بات کر رہی ہو---، پاگل تو نہیں ہو؟'' فاخرہ نے اس کی بات پر دھیان دیتے ہوئے کہا۔

''میں پاگل تھی، مگر اب نہیں ہوں۔'' اس کا لہجہ سرسری تھا۔

''یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟'' فاخرہ بیگم دھاڑتے ہوئے بولی۔

''میں بکواس نہیں کر رہی مگر لگتا ہے، آپ کو میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کیونکہ آپ نے اب تک پوچھا ہی نہیں کہ میں نے فون کیوں کیا---؟'' عاصمہ اسے پوری طرح ستانے کے موڈ میں تھی۔

''سنو لڑکی! تم جو کوئی بھی ہو تمہارا یہ ڈرامہ---''

''فاخرہ بیگم! میں کوئی بھی نہیں ہوں، وجاہت کی بیوی ہوں اور اس کے بیٹے کی ماں ہوں۔'' اس بار عاصمہ نے سخت لہجے میں کہا۔

''بیوی، بیٹے کی ماں---یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ وجاہت کی تو شادی نہیں ہوئی اور---''

''جب آپ اسے میرے فون کے بارے میں بتائیں گی تو وہ جھٹ آپ سے میرا نمبر مانگے گا---دے دینا اور ایک پیغام بھی ہے جو آپ نے اسے دینا ہے۔'' عاصمہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں نہیں مانتی، تم غلط بیانی کر رہی ہو۔'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''یہ اس سے پوچھنا، مان جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ میں اسے عدالت میں گھسیٹ لوں گی۔ میرے پاس اتنے ثبوت ہیں کہ اسے ماننا پڑے گا اور آپ کو بھی ماننا پڑے گا کہ آپ کی ایک بہو بھی ہے اور پوتا بھی---'' عاصمہ کا لہجہ پُرعزم تھا۔

''کون ہو تم---مجھے اپنے بارے میں بتاؤ؟'' فاخرہ بیگم حیرت سے بولی۔

''آپ کا بیٹا ہی آپ کو میرے بارے میں بتا دے گا، اسی سے پوچھ لیں۔'' عاصمہ نے نفرت سے کہا۔

''سنو لڑکی! یہ جو تم نے نام نہاد بہو، پوتا اور عدالت کی دھمکیاں دیں ہیں نا، یہ یہاں نہیں چلنے والی---ہاں، اگر تمہارا کوئی مطالبہ ہے تو

مجھے بتاؤ۔میں---''

''آپ کچھ بھی نہیں کرسکتیں، ساس صاحبہ! ہاں، اتنا کرسکتی ہیں کہ اپنے بیٹے تک میرا پیغام پہنچا دیں---اسے کہہ دینا کہ جسے تم مارنا چاہتے تھے، وہ زندہ ہے اور تمہارے بچے کی ماں بن چکی ہے۔ بہت جلدی میں اس کے گریبان پر اپنا ہاتھ ڈالوں گی، اب وہ مجھ سے بچ نہیں سکتا---''

عاصمہ نے کہا اور فون بند کر دیا۔ فاخرہ بیگم حیرت سے بت بنی کتنی دیر تک یونہی ساکت بیٹھی رہی، پھر فون کو کان سے ہٹا کر اس نئی آفت کے بارے میں سوچنے لگی۔ جیسے جیسے وہ سوچتی چلی گئی، اس کے چہرے پر حیرت، غصہ اور دکھ کے تاثرات بڑھتے چلے گئے۔ تبھی اس نے وجاہت کے نمبر ملائے، رابطہ ہوتے ہی اس نے پوچھا۔

''وجاہت! سچ سچ بتانا، مجھ سے جھوٹ نہیں بولنا---کیا تم نے کسی عاصمہ نامی لڑکی سے شادی کی تھی؟''

''آں---ہاں، میں نے کی تھی شادی مگر آپ کو کیسے پتہ چلا؟'' وہ عام سے لہجے میں بولا۔

''ابھی اس کا فون آیا تھا اور وہ دھمکیاں دے رہی تھی---'' یہ کہتے ہوئے اس نے تفصیل بتا دی۔

''ارے واہ، میں باپ بن گیا، میرا بیٹا بھی ہے۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

''اس نے تو یہی بتایا ہے، مگر تم نے یہ کیا ظلم کیا۔ پتہ نہیں وہ کیسی لڑکی ہے، کس خاندان سے اس کا تعلق ہے؟ تمہارے پاپا کو معلوم---''

''بس، ماما! بس---پاپا کو پتہ چل گیا تو پھر کون سی قیامت آجائے گی اور وہ عاصمہ! میں اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا تاکہ وہ مجھے عدالت میں گھسیٹے۔ یہ آپ لوگوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ میں پریشان نہ ہوں۔ میں خود سنبھال لوں گا اسے---'' وجاہت نے اجنبیت سے کہا۔

''حالات اس قدر بگڑ گئے ہیں، میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔'' فاخرہ بیگم نے روہانسو ہوتے ہوئے کہا۔

''حالات، حالات، حالات---کیا ہو گیا ہے حالات کو---کیا سورج شمال سے نکل رہا ہے؟ یہ مقدمے تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اب کسی کو میرے معاملے میں آنے کی ضرورت نہیں؟''

''مگر تم---''

''کچھ نہیں، ماما! آج تک میں نے جو کچھ بھی کیا ہے، میں اس میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ میرا باپ ہی میری راہوں میں کانٹے بچھاتا آیا ہے، اسی نے اب تک مجھے دبایا۔'' وجاہت نے انتہائی دکھ سے کہا۔

''وہ تمہارا بھلا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کیا برائی کی ہے تمہارے ساتھ؟---تمہارے کالے کرتوتوں پر آج تک پردہ ڈالتے آئے ہیں۔ یہ نورین کے معاملے میں---''

''مجھے نہیں چاہیے اُن کی مدد اور نورین میرا مسئلہ نہیں تھی۔ آپ لوگوں نے جائیداد کی خاطر، صرف اپنی خواہش کے لیے مجھے اس معاملے میں جھونکا۔ میں نے اپنے طور پر اس مسئلے کو حل کرنا چاہا تو آپ مجھے دباتے چلے گئے۔ اسے میں نے ختم کر دیا ہوتا تو آج اتنے مسئلے ہی پیدا نہ ہوتے۔''

''بس، بہت سن لی تمہاری۔ تم وہی کرو گے جو ہم چاہیں گے۔ اب یہ عاصمہ کا ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔''

''ماما! آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں خود دیکھ لوں گا، یہ میرا معاملہ ہے۔''

''ٹھیک ہے، ایسا کچھ نہ ہو کہ پھر---''

''خدا حافظ، ماما---!''

وجاہت نے تیزی سے کہا اور فون بند کر دیا۔ فاخرہ بیگم پھر خاموش فون کو تکتی رہ گئی۔ اسی نئی افتاد نے تو اسے چکرا کر رکھ دیا تھا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آخر کیا ہو گیا ہے؟---وہ انہی سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ فوری طور پر وقار احمد سے بات کر کے ساری بات کہے، تبھی رضیہ نے آ کر بتایا۔

''بیگم صاحبہ! کوئی سلمٰی اور رفیق نامی میاں بیوی آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ ہاں، بلاؤ انہیں---''

فاخرہ بیگم ایک دم سے سب کچھ بھول گئی اور انہی کے بارے میں سوچنے لگی کہ اچھی خبر ہی لائے ہوں گے وہ اٹھی اور ڈرائنگ روم میں چلی گئی جہاں سلمٰی اور رفیق ابھی تک کھڑے ہوئے تھے۔

''ارے سلمٰی! بیٹھو،---آپ لوگ کھڑے کیوں ہو۔''

وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے تو فاخرہ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے حال احوال پوچھنے لگی، تب رفیق نے کہا

''میں گیا تھا نورین بیٹی کے پاس، بات کی تھی اس سے---''

''کیا کہتی ہے وہ---؟'' فاخرہ نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''جی، وہ کہتی ہے کہ پہلے جو مقدمات ہیں وہ ختم ہو جائیں، پھر آپ جو کہیں گے، میں بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔''

رفیق نے صاف انداز میں کہہ دیا تو سلمٰی نے دبے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دیکھیں نا، وہ بھی تو ڈری ہوئی ہو گی نا، اسے بھی تو یقین اعتماد ہونا چاہیے، نا---!''

''میں بھی تو آپ لوگوں سے یہی کہہ کر آئی تھی کہ اس مقدمے بازی کی وجہ سے ہی تو اس خاندان کا نام بدنام ہو رہا ہے۔ پہلے ہی تو ختم ہوں گے۔ لڑائی فساد میں تو بات بڑھتی ہے، کم تو نہیں ہوتی۔'' فاخرہ بیگم نے اپنائیت سے کہا۔

''تو پھر آپ مقدمے ختم کرنے کے لیے تیار ہیں---؟'' رفیق نے حوصلہ بھرے لہجے میں پوچھا۔

''بالکل، میں تو پوری طرح تیار ہوں۔ باقی رہی اعتماد اور یقین کی بات، تو یہ بھی ہم نورین پر چھوڑتے ہیں۔ وہ جس طرح چاہیے، ہم اسے یقین دلانے کے لیے تیار ہیں۔'' فاخرہ نے لہجے میں شہد گھولتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، بیگم صاحبہ! میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔ پھر اس کا جو ذہن ہو گا، وہ میں آپ کو بتا دوں گا۔'' رفیق نے خوشی بھرے انداز میں کہا۔

''کچھ تم نے بھی کوشش کی، سلمٰی؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''جب میرے سر کا سائیں اپنی بیٹی سے بات کر رہا ہے تو مجھے درمیان میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ بڑے پیار سے بولی۔

''دیکھو، یہ کتنا بڑا گھر ہے۔ نورین کے بغیر کتنا سونا ہو رہا ہے۔ آپ لوگوں نے تو اسے یہاں دیکھا ہی نہیں، چڑیا کی طرح چہکتی تھی وہ یہاں --- نجانے کس کی نظر کھا گئی اس گھر کو ---'' فاخرہ بیگم نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اللہ کرم کرے گا، بیگم صاحب! آپ پریشان نہ ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' رفیق نے کہا اور اٹھ گیا۔

''ارے کدھر، کہاں جا رہے ہیں؟'' فاخرہ نے اپنائیت سے پوچھا۔

''اجازت دیں، بیگم صاحب! اب ہم چلتے ہیں۔'' وہ دھیرے سے بولا۔

''آپ کھانا کھا کر جائیں گے، میں تو ایسے کبھی نہ جانے دوں ---'' فاخرہ نے یوں کہا جیسے بہت مان سے کہہ رہی ہو۔

''نہیں، بیگم صاحب! انہیں کام پر بھی جانا ہے، پھر کبھی سہی۔''

سلمٰی نے کہا تو وہ خاموش رہی۔ یوں چند لمحے بعد وہ دونوں حسن لاج سے باہر آ گئے۔ فاخرہ انہیں جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ اسے جہاں ایک طرف نورین کے ساتھ سمجھوتہ ہو جانے کی اُمید تھی، وہاں وجاہت کے بارے میں تشویش پیدا ہو گئی۔ وہ عاصمہ نجانے کون تھی جس سے وجاہت نے شادی کر لی تھی --- شام ڈھلے جب وقار احمد حسن لاج آیا تو چائے پیتے ہوئے فاخرہ بیگم نے سب کچھ اسے تفصیل سے بتا دیا اور پھر پوچھا۔

''اب بتائیں، کیا کہتے ہیں آپ ---؟''

''دیکھو، جہاں تک نورین کا معاملہ ہے، یہ اچھا ہے کہ بات چیت سے حل ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ نورین نے عندیہ دے دیا ہے تو بات بن جائے گی، اگر تمہارے بیٹے نے کوئی اور بے وقوفی نہ کی تو ---''

''مطلب --- نورین کا مطالبہ یہ ہے کہ مقدمات ختم ہو جائیں؟''

''تو ہو جائیں، بیگم! اس نے بھی تو مقدمے کیے ہیں نا، آخر وہ بھی تو ختم کرے گی۔ اس کے بعد جائیداد میں سے تھوڑا بہت یا کوئی بڑی رقم یا پھر حسن اینڈ کمپنی، کچھ بھی اسے دیا جا سکتا ہے۔ اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑنے والا، اسے ہم خوش کر کے الگ کر دیں گے ---'' وقار احمد نے بہت سادہ سا حل بتا دیا۔

''اوہ، وہ عاصمہ والا معاملہ ---؟'' فاخرہ نے تشویش سے پوچھا۔

''ایسا ہی ہے --- وہ ایک غریب لڑکی تھی، لالچ میں اس نے وجاہت سے شادی کر لی، میں اسے اچھی خاصی رقم دے کر راضی کر لوں گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ مطالبہ کرے گی کہ اسے رہنے کے لیے گھر مل جائے تو اس کی کوئی بات نہیں، وہ لے دیں گے۔ سودا پھر بھی مہنگا نہیں۔'' وقار احمد نے اطمینان سے کہا۔

''وجاہت کا بیٹا ---؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''قانونی طور پر وہ اسے رکھ ہی نہیں پائے گی لیکن یہ ساری بعد کی باتیں ہیں۔تم اپنی توجہ فقط دو باتوں پر لگاؤ۔'' وقار نے تحمل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کون سی دو باتیں---؟'' اس نے پوچھا۔

''پہلی یہ کہ نورین والا معاملہ دھیرے دھیرے بڑے اعتماد کے ساتھ سلجھ جائے، زیادہ وقت بھی نہ لگے۔میں اس دوران بہت کچھ کرلوں گا اور دوسرے اپنے بیٹے پر زیادہ سے زیادہ توجہ دو تاکہ کوئی احمقانہ حرکت نہ کرے حالانکہ وہ باز آنے والا ہے نہیں۔'' وقار نے مایوس انداز میں کہا۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں، وقار! وہ اب ایسا نہیں کرے گا۔'' یہ کہتے ہوئے اسے خود اپنے لہجے کا کھوکھلا پن محسوس ہوا تھا۔

''اچھی بات ہے اگر وہ سکون سے بیٹھ جائے، میں بھی بہرحال اسے سمجھاؤں گا۔'' وقار نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں، یہ بہت اچھا ہوگا۔'' فاخرہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''اچھا، اجازت دیں کہ میں فریش ہولوں۔''

وقار نے کہا اور اٹھ کر اندر کی جانب چل دیا۔

☆☆☆

وجاہت اپنے پرسکون گھر میں بے سکون ہو چکا تھا، جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کا بیٹا بھی ہے، وہ اسے دیکھنے کے لیے مضطرب ہو گیا تھا---اس وقت وہ لان میں بیٹھا ہوا تھا۔دھیمی دھیمی روشنی میں وہ ایک ہیولے کی مانند دکھائی دے رہا تھا۔ایسے میں سلیم نے اپنی گاڑی پورچ میں روکی اور اس کے پاس آ گیا۔وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''یہ تم نے کیا خبر سنا دی---واقعی عاصمہ نے فون کیا تھا اور تمہارا بیٹا بھی ہے؟''

''ہاں---ماما کو اسی نے فون کیا تھا۔'' وجاہت سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تو پھر پریشانی کس بات کی ہے، سیدھے سبھاؤ اس سے بات کرو اور پہنچ جاؤ اس کے پاس---'' سلیم نے کہا۔

''وہ اُن دنوں سے اب تک غائب ہے، سامنے نہیں ہے نا!---بات صرف یہ ذہن میں کھٹک رہی ہے کہ اس نے سیدھے مجھ سے بات کیوں نہیں کی، ماما سے بات کر کے اس نے عدالت میں گھسٹنے کی بات کیوں کی ہے؟'' وہ گہرے لہجے میں سوچتے ہوئے بولا۔

''ہاں اس سے تو لگتا ہے کہ اس کی نیت کچھ اور ہے---ویسے وہ کر کیا سکتی؟'' سلیم نے پوچھا۔

''مجھے نہیں پتہ کہ اس کے قانونی پہلو کیا ہیں مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اب اسے میں اپنی بیوی بنا کر تو نہیں رکھ سکتا، ایسا اب ممکن نہیں ہوگا البتہ میرا بیٹا، اسے دیکھنے کو دل بہت چاہ رہا ہے۔میں اس سے اپنا بیٹا چھین لینا چاہتا ہوں۔'' وجاہت نے غصے اور بے بسی کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

''یار! ایک ماں، اپنے بیٹا کیسے دے دے گی؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''لیکن یہ بھی تو سوچو، وہ اس کی پرورش کیسے کر پائے گی اور پھر میں اپنا بیٹا کیسے دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ سکتا ہوں؟'' وجاہت نے نخوست سے کہا۔

''معاف کرنا، وجاہت! کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہارا ہی بیٹا ہے---''

سلیم نے ایک نئی سوچ دی جس پر وجاہت چونک گیا، پھر لمحوں میں پر سکون ہوتے ہوئے بولا۔ ''میں سمجھتا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔ اب یہ ثابت کرنا اتنا مشکل نہیں ہے، جدید تحقیق نے بہت سارے مسئلے حل کر دیئے ہیں۔''

''تو پھر کیا سوچا ہے تم نے---؟'' سلیم نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اس سے بات کروں گا، مان گئی تو کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھ لوں گا۔ جب بیٹا مجھ سے مانوس ہو گیا تو اسے ویسے ہی ختم کر دوں گا۔'' وجاہت دانت پیستے ہوئے بولا۔

''کیا یہ سب کچھ اس کے ذہن میں نہیں ہوگا؟'' سلیم نے احساس دلایا۔

''ممکن ہے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہو لیکن بات تو اس سے کرنا ہوگی--- میں اس سے بات کروں گا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کرتی ہے؟'' وجاہت نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، جیسا تم چاہو---'' سلیم نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ پھر چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد بولا۔ ''میرے خیال میں وکیل سلطان محمود سے مشورہ کر کے دیکھ لیا جائے۔''

''ہاں، یہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس سے بات کر لینی چاہیے---'' وجاہت نے کہا اور وکیل کا نمبر ملانے لگا۔ رابطہ ہو جانے پر اس نے مختصر انداز میں ساری صورت حال بتا کر پوچھا۔ ''وہ کیا کر سکتی ہے؟''

''جہاں تک قانونی معاملہ ہے، وہ بہت کچھ کر سکتی ہے اور کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ اس کا فیصلہ اس وقت ہوگا جب عدالت میں وہ اپنا موقف پیش کرے گی۔ باقی متوقع پہلو کوئی اتنے اہم نہیں، وہ سب ثبوت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔''

وکیل نے بات سمجھائی تو وجاہت نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ مجھے وہ بیوی کے طور پر قبول نہیں مگر میں اپنا بیٹا اس سے لینا چاہتا ہوں۔''

''یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں وہ کچھ نہیں کر سکتی لیکن بیٹا لینے میں بہت وقت لگ سکتا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ عدالت جانے کی بجائے اگر آپ یہ معاملہ بات چیت سے حاصل کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔'' اسنے سمجھایا۔

''اگر وہی عدالت میں چلی گئی تو---؟ وجاہت نے پوچھا۔

''ظاہر ہے، پھر ہمیں بھی جانا پڑے گا۔ وہ ایک الگ نوعیت ہے۔ ہمارا ردعمل بھی ان کے موقف کے مطابق ہوگا لیکن اس سے پہلے آپ کوشش تو کر دیکھیں۔ بعض اوقات عدالت کی بجائے میز پر بیٹھ کر بات کرنے سے زیادہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔'' وکیل نے اسے بات چیت کی اہمیت بتائی۔

''ہاں، میرا خیال بھی یہی ہے کہ میں اس سے بات کر لوں، ماما سے بات کرنے کا مقصد بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ بات ہی کرنا چاہتی ہے---'' وجاہت نے کہا۔

''اچھا، کچھ کاغذات پر دستخط رہتے تھے۔ آپ ادھر سے ہوتے ہوئے دستخط تو کر جائیں۔''

''میں حاضر ہو جاؤں گا۔'' وجاہت نے بے خیالی میں کہا، پھر الوداعی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔

سلیم اور وجاہت دونوں وکیل کی بات پر مشورہ کرتے رہے، یہاں تک کہ ایک کوشش کر دیکھنے پر بات طے ہوگئی۔ پھر جیسے ہی سلیم گیا، وہ کاریڈور میں ٹہلنے لگا۔ وہ کبھی فون کو دیکھتا اور کبھی بے خیالی میں اندھیرے کو گھورنے لگتا۔ وہ مضطرب تھا۔ وہ عاصمہ سے بات بھی کرنا چاہتا تھا مگر جھجک بھی رہا تھا۔ کافی دیر تک یونہی اضطراب میں ٹہلتے رہنے کے بعد ڈرائنگ روم میں چلا گیا اور صوفے پر بیٹھ کر صائمہ کے نمبر پش کر دیئے، ذرا دیر بعد رابطہ ہو گیا۔

''ہیلو---!'' عاصمہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

''کیسی ہو---؟'' اس نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' عاصمہ نے اختصار سے کہا۔

''میرا بیٹا کیسا ہے؟'' وجاہت نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

''اس سے تمہیں کیا، تم نے تو اسے اُس وقت قتل کر دینا چاہا تھا جب وہ دنیا میں آیا ہی نہیں تھا۔ کیا حق ہے تمہیں اس کے بارے میں پوچھنے کا---'' وہ حد درجہ جذباتی ہوگئی تھی۔

''دیکھو، وہ میرا بیٹا ہے---یا پھر اقرار کرو کہ وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔'' وجاہت نے غصے سے کہا۔

''تم جیسے بے ضمیر انسان سے یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنے ہی خون پر شک کرے۔'' وہ ایک دم غصے میں آ گئی۔

''عاصمہ! وہ ایک وقتی اشتعال تھا۔ میں تمہیں مارنا نہیں، ڈرانا چاہتا تھا لیکن تم غائب ہوگئیں، دوبارہ رابطہ تک نہیں کیا۔ میں بہت پچھتایا ہوں۔ مجھے تم سے محبت ہے اور اب جبکہ میں نے اپنے بیٹے کے بارے میں سنا ہے تو میں---میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں---'' وجاہت ایک دم سے جذباتی ہو گیا۔

''اس پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ اس نے میری کوکھ سے جنم لیا ہے، تم ساری زندگی اسے دیکھنے کے لیے ترستے رہو گے---'' عاصمہ نے اجنبیت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں، تم ایسا نہیں کرو گی---میں تمہیں اپنا لینا چاہتا ہوں---'' وجاہت نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''اُسے اپنا لو گے، جسے تم نے دھتکار دیا تھا؟'' عاصمہ کے لہجے میں نفرت تھی۔

''ان باتوں کو چھوڑو، جذباتی بنو، اب ہمارے بیٹے کے مستقبل کا سوال ہے۔ تم اسے وہ معیارِ زندگی نہیں دے پاؤ گی جو میں اسے دے سکتا ہوں---؟'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''معیارِ زندگی---کس معیارِ زندگی کی بات کر رہے ہو، وہی جو دوسروں سے چھین کر کھانے کا عادی ہے؟ ایک گھر تک نہیں ہے تمہارے

پاس، اب تک ماں باپ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو۔ کیا دے سکتے ہو تم میرے بیٹے کو---؟'' عاصمہ نے جوش میں کہا۔

''دیکھو، عاصمہ! میں اپنے بیٹے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ایک اچھا گھر ہی نہیں، اچھا مستقبل بھی دے سکتا ہوں۔'' وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''وجاہت! میں یہ کیسے مان لوں کہ تم یہ سب کچھ جھوٹ نہیں کہہ رہے ہو؟'' عاصمہ نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟--- چلو، ہم کہیں بھی بیٹھ کر سب کچھ طے کر لیتے ہیں۔ جیسے تم چاہو گی، ویسے ہی ہوگا۔ بہر حال، تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔'' اس نے تحمل سے سمجھایا۔

''ٹھیک ہے، وجاہت! میں سوچتی ہوں--- تمہاری آفر پر غور کروں گی۔'' وہ ایک دم نرم لہجے میں بولی۔

''تم اچھی طرح سوچ لو۔ پھر جو فیصلہ کرو گی، مجھے منظور ہوگا--- ویسے فیصلہ میرے حق میں ہونا چاہیے ورنہ تمہیں پتہ ہے کہ میں اپنا بیٹا تم سے چھین بھی سکتا ہوں مگر میں ایسا کروں گا نہیں۔ میں، تم سمیت اپنے بیٹے کو اپنانا چاہتا ہوں۔'' وہ کافی حد تک جذباتی لہجے میں کہہ گیا۔

''دھمکی بھی دیتے ہو اور اپنانا بھی چاہتے ہو؟ اس سے تو یہی لگتا ہے کہ تمہاری سوچ اور زبان ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے پا رہی ہیں۔'' وہ ڈرتے ہوئے بولی۔

''عاصمہ! شک مت کرو، آ جاؤ میری زندگی میں اور بس---'' وہ حتمی لہجے میں بولا۔

''میں سوچ کے بتاؤں گی۔'' عاصمہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے، سوچ لو، میں تمہیں پھر فون کروں گا۔''

وجاہت نے کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ اس سے زیادہ بات کر ہی نہیں سکتا تھا، نجانے معمولی سی غلطی سے عاصمہ کیا سوچنے لگ جائے--- اس نے فون کی طرف دیکھا اور میرے سے مسکرا دیا۔

☆☆☆

فرید ہسپتال سے گھر آ گیا تھا۔ اب وہ تھوڑا بہت چلنے پھرنے لگا تھا۔ اس وقت وہ اور نورین ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے، وہیں پر عاصمہ بھی فہد کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ان کے درمیان یونہی گپ شپ چل رہی تھی کہ ڈور بیل بجی۔ نجانے دروازے پر کون تھا، ایسا جب کبھی موقعہ ہوتا تو عاصمہ سامنے نہیں آتی تھی۔ وہ اٹھ کر فہد کو لیے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ چند لمحوں بعد گارڈ نے آ کر بتایا کہ باہر رفیق اور سلمٰی آئے ہیں۔ تبھی فرید بھی اپنے کمرے میں چلا گیا اور نورین تنہا ڈرائنگ روم میں رہ گئی۔ وہ دونوں جب وہاں آئے تو سلمٰی اس گھر کو دیکھ کر حیران رہ گئی، اس کے مطابق تو وہ بہت اچھی جگہ تھی۔ پھر جیسے ہی سامنے کھڑی نورین کو دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ چند لمحے جذباتی سے انداز میں اسے دیکھتی رہی، پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی جیسے اس سے معافی کی خواستگار ہو اور بھیگے ہوئے لہجے میں بولی۔

''مجھے معاف کر دو، بیٹی! میں تمہاری گنہگار ہوں---''

''اماں---!'' نورین تڑپ گئی اور اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔ ''یہ کیا کر رہی ہیں آپ میری ماں اور میں سمجھتی ہوں کہ آپ نے جو کچھ بھی

کیا، وہ میرے لیے اچھا ہی ہوگا۔''

''بیٹی! میں بڑی خود غرض ماں ہوں۔ شاید دنیا میں ایسی کوئی ماں نہیں ہوگی جس نے اپنی مجبوریوں کے خوف سے بیٹی کو گلے نہ لگایا۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ یہ سب قسمت میں لکھا ہوا تھا۔'' نورین نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کہا اور پھر سلمٰی کو پکڑ کر بولی۔'' آؤ، اماں! اوپر بیٹھو۔''

تبھی رفیق نے اس کے سر پر پیار دیا۔ پھر وہ سب بیٹھ گئے تو وہ بولا۔

''بیٹی! ہم گئے تھے فاخرہ بیگم کے پاس، وہ تمہاری ساری باتیں ماننے کو تیار ہے۔''

''تو ٹھیک ہے، ابا! جب وہ لوگ مقدمے واپس لے لیں گے تو پھر وہ جو چاہیں گی، وہی ہوگا سوائے وجاہت کے ساتھ شادی کرنے کے---'' نورین نے اپنا عندیہ دے دیا۔

''لیکن، بیٹی! تمہیں بھی تو مقدمے واپس لینا ہوں گے---'' رفیق نے اسے بتایا۔

''ہاں، ابا! میں بھی مقدمے واپس لے لوں گی لیکن میں آپ کو بتا دوں، وہ معاملے کو طول دیں گے؟'' نورین نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''یہ کیوں کہہ رہی ہو تم---؟'' رفیق نے حیرت سے پوچھا۔

''اس لیے کہ انہوں نے جو مقدمات مجھ پر کیے ہیں، وہ جھوٹے ہیں۔ میں ڈکیتی میں ملوث نہیں اور نہ ہی میں نے غبن کیا ہے لیکن یہ سچ ہے کہ وجاہت نے مجھے اغواء کیا تھا، پھر اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کروایا۔ مجھے یقین ہے کہ سچ ثابت ہو کر رہتا ہے۔'' نورین نے حتمی لہجے میں کہا۔

''بیٹی! انہوں نے جو ظلم کرنا تھا، وہ کر لیا۔ اب وہ پچھتا رہے ہیں اور تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہیں۔ حالات بہتر ہو جائیں گے تو پھر تم اپنی مرضی کرنا۔ ضروری نہیں کہ تم اپنی زندگی انہی کی مرضی کے مطابق گزارو۔'' رفیق نے اسے صلاح دی۔

''یہ خوف و ہراس کی فضا ختم ہو جائے گی تو تم بھی سکھ کا سانس لے سکو گی۔'' سلمٰی نے بھی سمجھایا۔

''اماں! میں کب ان سے لڑائی چاہتی ہوں۔ میں بھی سکون سے جینا چاہتی ہوں، اگر وہ مجھے جینے دیں تو---وہ جو میرا سہارا تھیں شائستہ بیگم، وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اب میرا اس خاندان سے کیا ناطہ، کیسا تعلق، مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔'' نورین نے واضح کرتے ہوئے کہا۔

''بس ٹھیک ہے، ہم کوشش کر کے حالات ٹھیک کرتے ہیں۔ پھر تم میرے پاس آ جانا، اپنے باپ کے پاس رہنا۔ تمہاری اماں کو غلطی کا احساس ہے، یہ ڈر گئی تھی---''

رفیق نے کہا تو بے اختیار نورین کے آنسو نکل آئے، تبھی سلمٰی اس کے قریب آ کر بولی۔

''نہ رو، میری بیٹی! بہت رو لیا تو نے---''

یہ کہہ کر وہ اسے دیر تک تھپکتی رہی۔

☆☆☆

اس وقت آئی جی اپنے آفس میں تنہا تھا۔ وہ بہت گہری توجہ سے سامنے دھری فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ تبھی اردلی اندر داخل ہوا، اس نے سیلوٹ کیا اور کارڈ سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''سر! یہ صاحب آئے ہیں۔''

بلاؤ---اور ہاں، جب تک وہ یہاں ہوں، کوئی اندر نہیں آئے گا۔''

''جی، سر---!''

اردلی نے سیلوٹ کیا اور واپس مڑ گیا۔ اگلے چند لمحوں بعد باسط چہرے پر گہری مسکراہٹ سجائے آفس میں داخل ہوا، آئی جی نے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا۔

''آئیے، باسط صاحب! تشریف رکھیں---''

دونوں کے بیٹھ جانے کے بعد چند لمحے یونہی حال احوال کا تذکرہ چلتا رہا۔ پھر وہ جوش بھرے لہجے میں بولا۔

''باسط صاحب! آپ نے جس محنت سے یہ رپورٹ تیار کی ہے، وہ قابل داد ہے۔ اس سے نہ صرف ہمیں بہت مدد ملی ہے بلکہ اس رپورٹ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے پلان بھی بنالیا ہے۔''

''جی، میں نے یہ رپورٹ تیار ہی اس لیے کی ہے کہ میں قانون کی مدد کرسکوں۔ اب میں نہیں جانتا کہ اس پر کاروائی کب ہوگی---؟''

''بہت جلد---بہت جلد کاروائی ہوگی، باسط صاحب! اصل میں جب یہ رپورٹ سامنے آئی تو مزید ذرائع سے رابطہ کرنے میں آسانی ہوگئی، وہاں سے بہت ساری معلومات ملی ہیں۔'' آئی جی نے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں آپ کو تھوڑی مزید معلومات دیتا ہوں۔ اس سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ کاروائی کرنا اور جلد از جلد کرنا کتنا ضروری ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے کافی دیر تک معلومات پر بات کی۔

''آپ نے تو بہت بڑا مسئلہ حل کردیا---خیر، میں دیکھتا ہوں۔ آپ بہت جلد اس کا نتیجہ دیکھیں گے۔''

''ٹھیک، سر! اب مجھے اجازت---''

باسط نے اٹھ کر ہاتھ ملاتے ہوئے کہا پھر وہ وہاں سے رخصت ہوگیا---آئی جی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

وقار احمد اپنے کمرے میں کرسی پر جھول رہا تھا۔ وہ بہت گہری سوچ میں تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے اپنے اردگرد کی خبر ہی نہیں ہے، کچھ دیر بعد یہ ثابت بھی ہوگیا۔ فاخرہ بیگم اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی مگر وہ اس سے غافل رہا۔ کتنے ہی لمحے وہ اسے غور سے دیکھتی رہی، پھر بے چین ہو کر پوچھا۔

''وقار! خیریت تو ہے نا! اس قدر غافل ہو رہے ہیں آپ، میرے آنے کا احساس بھی نہیں ہوا؟''

''ہاں---خیریت نہیں ہے، بہت گڑبڑ ہوگئی ہے---'' وہ مایوسی میں بولا۔

''کیا ہوا---؟'' وہ فکرمند لہجے میں بولی۔

''میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا اکاؤنٹنٹ تنویر عدالت میں جا کر ہمارے ہی خلاف بیان دے دے گا۔ وہ کل تک میرے کہے ہوئے بیان پر قائم تھا مگر عدالت میں ہمارے خلاف بک دیا۔ وہ اہم ترین گواہ تھا۔ نورین پر غبن ثابت ہو جانا تھا لیکن اب کیس ہمارے خلاف چلا جائے گا۔'' وقار احمد مایوس ہو چکا تھا۔

''اب کیا ہوگا؟'' فاخرہ نے انتہائی تشویش سے پوچھا۔

''وکیل نے ڈھارس تو دی ہے کہ دباؤ وغیرہ کا قصہ چلا کر کیس تھوڑا لمبا کرتے ہیں لیکن مجھے نہیں اُمید کہ غبن والا کیس اب ہمارے ہاتھ میں رہے گا۔''

''تنویر نے ایسا کیوں کیا، وہ تو آپ کی ہر بات مانتا چلا آ رہا تھا؟'' فاخرہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

''لالچ --- اسے بہت بڑا لالچ دیا گیا تھا۔ میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ہمارے ہی آفس کی عظمیٰ نامی لڑکی نے اس کا رابطہ رضوان شاہ سے کروادیا۔ انہوں نے تین گناہ تنخواہ اور پانچ سال کا بانڈ دیا تو وہ راضی ہو گیا۔'' وقار احمد شفقت خوروہ لہجے میں بولا۔

''آپ اسے کس طرح راضی کر لیں---'' فاخرہ نے صلاح دی۔

''کوشش تو کروں گا۔ دیکھیں، اب کیا ہوتا ہے کیونکہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ نورین کہیں دب کر نہیں بیٹھی، وہ پوری طرح دشمنوں کے ہتھے چڑھ چکی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ نورین ڈکیتی والے معاملے میں بھی نکل جائے گی۔'' وقار احمد نے اسی لہجے میں کہا۔

''ایسے میں سمجھوتے والی بات---'' فاخرہ ایک دم سے گھبرا گئی۔

''تم پوری کوشش کرو--- دونوں مقدمات کا فیصلہ بہت جلد آ جائے گا اور اب لگتا ہے کہ فیصلے اس کے حق میں ہونے کا امکان ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو نورین ہمیں بری طرح عدالت میں گھسیٹ لے گی۔'' وقار احمد کے لہجے میں پہلی بار گھبراہٹ تھی۔

''اب تو ہر حال میں اس سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا؟'' فاخرہ نے پوچھا۔

''ہر قیمت پر اس سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ اس کی جو شرط بھی ہوگی، وہ ہمیں ماننا ہوگی۔ ایسا کر کے بھی ہم فائدے میں رہیں گے---'' وقار نے سمجھایا۔

''مطلب---آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟'' فاخرہ نے الجھتے ہوئے کہا۔

''یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ نورین کو ابھی تک شائستہ بیگم کی وصیت بارے نہیں معلوم، ورنہ وہ وکیل سلطان محمود سے رابطہ کر چکی ہوتی یا پھر یہ معاملہ عدالت کے سامنے آ چکا ہوتا۔ وہ وکیل چوتھائی جائیداد کے لالچ میں ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔ اب ہمیں سمجھوتے میں مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔'' وقار نے تفصیل سے اسے سمجھایا۔ ''اس سے بات کرو، وہ جو چاہتی ہے۔ وہ مان کر مقدمات سے جان چھڑاؤ۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا---''

''ٹھیک ہے، میں کل ہی اسے فون کرتی ہوں--- اب تو رات بہت گہری ہو گئی ہے۔''

فاخرہ نے کہا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ گہری سوچ میں کھو چکے تھے۔

☆☆☆

وجاہت اپنے بیڈ پر اوندھے منہ گہری نیند میں تھا۔ اس کا سیل فون مسلسل بجتا چلا جا رہا تھا، لگاتار فون بجنے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے بند آنکھوں ہی سے فون کو ٹٹولا اور خمار آلود آواز میں ہیلو کہا۔

''وجاہت صاحب! کیا آپ ابھی تک سو رہے ہیں؟'' دوسری جانب سے سلطان محمود کی آواز سنائی دی۔ ''ہوں---کیا یہی پوچھنے کے لیے آپ نے فون کیا تھا؟'' اس نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

''نہیں، بلکہ یہ بتانے کے لیے کہ آپ اٹھ کر آج کا اخبار دیکھیں۔'' سلطان محمود نے گہرے لہجے میں کہا۔

''کیا ہے اخبار میں---؟'' اس نے بند آنکھوں سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ دیکھ لیں تو زیادہ بہتر ہے، اس میں تفصیل درج ہے۔'' وہ اصرار کرتے ہوئے بولا ''ٹھیک ہے، میں دیکھ لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے فن بند کر دیا۔ پھر زور سے اپنے ملازم کو آواز دی ''اوئے رشید! اخبار لاؤ---''

''جی، اچھا---!''

دور کہیں سے ملازم کی آواز آئی۔ وجاہت یونہی بیڈ پر پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد رشید ہاتھ میں اخبار پکڑے اندر آیا۔

''ٹھیک ہے---جاؤ، ناشتہ بناؤ، لیکن پہلے مجھے چائے دے جانا۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے اخبار پر نگاہ دوڑائی، چند لمحے دیکھتے رہنے کے بعد وہ ایک خبر پر ٹھٹک گیا، اس کا سارا خمار ٹوٹ گیا تھا۔ وجاہت کی نگاہیں اخبار پر تھیں اور وہ پوری محویت سے تفصیل پڑھتا چلا جا رہا تھا۔ تفصیل پڑھ چکا تو اخبار ایک جانب اچھالتے ہوئے انتہائی غصے میں بولا۔

''یہ تم نے اچھا نہیں کیا، عاصمہ---!''

وہ چند لمحوں تک خود پر قابو پاتا رہا---اخبار میں تین کالمی خبر چھپی تھی کہ شہر کے بزنس مین وقار احمد کی بہو نے خلع کا مقدمہ کر دیا اور پھر اس کی تفصیل میں ایسی باتیں تھیں جنہیں انکشاف ہی کہا جا سکتا تھا۔ اس نے فون اٹھایا اور عاصمہ کے نمبر ملانے لگا، رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے عاصمہ کی آواز آئی۔

''کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''یہ تم نے کیا کیا---میں نے جب کہہ دیا تھا کہ میں تمہیں اپنے بیٹے سمیت اپنا لینا چاہتا ہوں۔ میں تیار ہوں تو پھر یہ مقدمہ، یہ اخباروں میں خبریں---یہ سب کیا ہے؟'' اس نے بھڑکتے ہوئے کہا۔

''وجاہت! میں ان تاریک راہوں میں نہیں مرنا چاہتی، جہاں میری لاش بھی شناخت کرنے والا کوئی نہ ہو۔ ذرا سوچو، اگر تم ہی مجھے مار دیتے ہو تو پھر---؟'' عاصمہ نے اجنبی لہجے میں کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔ میں تمہیں ہر طرح کا اعتماد دینا چاہتا ہوں، پھر بھی تم ایسا سوچ رہی ہو؟---دیکھو، تم مجھے ملو، تم جو چاہتی ہو، وہ میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔'' وہ کافی حد تک نرم لہجے میں بولا تھا۔

''مگر یہ طریقہ کون سا غلط ہے۔ عدالت میں میرے تحفظات کا اقرار کر لینا، تم عدالت میں کہہ دینا کہ میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔'' صائمہ نے متانت سے کہا۔

''لیکن یہ جو اخباری خبروں کے ذریعے باتیں اچھلیں گی، جگ ہنسائی ہوگی، ہم لوگوں کی نگاہوں میں آ جائیں گے---کیا اچھا نہیں ہے کہ ہم مل بیٹھ کر بات کر لیں۔ جو تم چاہو، میں دیتا ہوں۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''تم میرے لیے نہیں، اپنے بیٹے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہو رہے ہو۔ تمہیں بیٹا چاہیے نا، وہ لے لو۔''

عاصمہ نے ہولے سے کہا تو وہ چونک گیا۔ پھر حیرت سے بولا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو، کیا تم ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہو؟''

''نہیں---میں تمہارا بیٹا تمہیں دے دینا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنی آزاد زندگی جینے کا پورا پورا حق ہے۔'' عاصمہ نے نخوت سے کہا۔

''تو پھر یہ عدالت ہی کے ذریعے کیوں---؟'' وہ جھنجھلا اٹھا۔

''اس لیے کہ دنیا کو بھی معلوم ہو کہ میں تمہاری قانوناً اور شرعاً بیوی تھی، میں نے تمہیں ایک جائز بیٹا دیا ہے۔ تم میرے فہد کو اپنا بیٹا قبول کرو اور لے جاؤ۔ یہی میرا تحفظ ہے اور یہی میری خواہش---'' اس نے پھر اجنبی لہجے ہی میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے بدنام ہی نہیں، ذلیل بھی کرنا چاہتی ہو۔ تم بیٹے کے نام پر مجھے جذباتی بلیک میل کر رہی ہو---تمہاری سوچ غلط ہے، میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔'' وہ دھاڑتے ہوئے بولا۔

''تم اپنی کوشش کرو، میں اپنی کوشش کرتی ہوں۔ جو بھی کامیاب ہو جائے۔'' وہ لاپرواہی سے بولی۔

''لگتا ہے، تمہاری زبان میں کوئی اور بات کر رہا ہے---عاصمہ! مجھے کچھ اور سوچنے پر مجبور مت کرو، مان جاؤ۔ مجھ سے نہیں ملنا چاہتی ہو تو نہ ملو، میرے وکیل سے مل لو اور میرا بیٹا مجھے دے کر میری زندگی سے نکل جاؤ۔ میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔'' وہ کافی حد تک سکون سے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''اور یہی تمہاری بھول ہے، وجاہت! میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے والی، تم اگر روک سکتے ہو تو روک لو۔ میں تو اب عدالت چلی ہی گئی ہوں۔'' وہ بڑے تحمل اور سکون سے بولی۔

''بہت پچھتاؤ گی، عاصمہ!'' وہ دھاڑا

''وہ وقت گزر چکا ہے، وجاہت! اور اب یہ وقت میرا ہے---''

عاصمہ نے دھیرے سے کہا اور فون بند کر دیا۔ وجاہت نے فون کی جانب دیکھا، حیرت سے چند لمحے یونہی دیکھتا رہا اور پھر اچانک زور سے فون دیوار میں دے مارا۔ اس وقت وہ بے بس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

نورین ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی، اس سے ذرا فاصلے پر فرید بھی تھا۔ دونوں اخبار پڑھنے میں محو تھے۔ ایسے میں نورین کا فون بجا تو وہ بھی متوجہ ہوگیا۔ نورین نے سکرین پر نمبر دیکھ کر فرید سے کہا۔

''فاخرہ بیگم ہے---''

''سنو، کیا کہتی ہے---؟''

فرید نے کہا تو نورین نے کال ریسو کرلی۔

''جی، فاخرہ بیگم! کہیے، کیسے مزاج ہیں؟''

''ٹھیک ہوں۔''

''فرمائیں، کس لیے فون کیا تھا آپ نے---؟''

''دیکھو، نورین! جو ہونا تھا، وہ ہوگیا۔ نواب مسعود الحسن کے خاندان کی بدنامی بہت ہوچکی۔ میں نہیں چاہتی کہ اس مسئلے کو ایک دن بھی مزید طول دیا جائے۔ میں نے اسی لیے تمہارے والدین کو تمہارے پاس بھیجا تھا، میں جاننا چاہتی ہوں کہ کیا سوچا ہے تم نے---؟''

''کیا میرے والدین نے بتایا نہیں آپکو---؟''

''وہی تو کہہ رہی ہوں---مقدمے ختم کرو اور جو چاہو لے لو، یہ جھنجھٹ ختم کرو۔''

''مگر اس کی شروعات تو آپ کی طرف سے ہوگی، نا---؟''

''ہاں، ہماری طرف ہی سے ہوگی۔ مگر اس کیلئے بیٹھ کر بات تو کرنی ہے---بتاؤ، کب اور کہاں ملیں؟''

''میری سوچ آپ لوگوں کی سازشوں نے سلب کرلی ہے، میں کیا بتاسکتی ہوں۔ اگر آپ کے پاس اس مسئلے کو حل کرنے کا کوئی طریقہ ہے تو بتائیں؟''

''بات چونکہ مقدمات کی ہے تو کیوں نہ ہم اپنے وکلاء کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرلیں۔ دونوں طرف کے وکیل کہیں بھی بیٹھ کر یہ معاملہ سلجھالیں گے---ہاں، اگر تمہارا کوئی مطالبہ ہے تو وہ بتادو؟''

''نہیں، میرا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ آپ نے ایک رائے دی ہے، میں اپنے وکیل سے بات کرکے آپ کو بتادوں گی۔''

''ٹھیک ہے، میں دوبارہ فون کرتی ہوں۔''

''نہیں، میں خود بتادوں گی---''

نورین نے کہا اور فون بند کردیا۔ فرید اس کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ تب نورین نے ساری بات اسے بتادی تو فرید نے کہا۔

''تو فاخرہ بیگم تمہاری شرائط پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ تمہارا کوئی مطالبہ---؟''

''نہیں---میں تو بس سکھ کا سانس لینا چاہتی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' وہ دکھ سے بولی۔

''لیکن ایک بات ہے، نورین---!'' فرید نے تشویش سے کہا۔ ''وجاہت پھر کبھی تمہیں تنگ نہیں کرے گا، اس کی گارنٹی کیا ہوگی؟''

''یہ بات تو میرے ذہن میں ہے، بیرسٹر صاحب سے یہی مشورہ کریں گے۔ بس یہ حالات ٹھیک ہو جائیں، پھر میں یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی۔'' نورین سرسراتے لہجے میں بولی۔

''کہاں---کہاں چلی جاؤ گی تم---کیا تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''نہیں---اب تو میں تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔'' نورین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''حالات جو بھی ہوں اور جیسے بھی ہوں، قسمت سے ہمارا ساتھ ہوا ہے۔ ہم زندگی کی راہوں پر اکٹھے چلیں گے۔ ہمیں موت ہی الگ کر سکتی ہے۔'' فرید نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

''اللہ نہ کرے، ہم الگ ہوں--- مجھے دکھ اس بات کا رہے گا کہ حسن اینڈ کمپنی ختم ہو جائے گی۔ شائستہ بیگم کا خواب اور میراان سے کیا ہوا وعدہ ٹوٹ جائے گا۔ پر ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔

''خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں، نورین! اور وہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ جو چیز ہاتھ ہی میں نہ آئے، اس کا غم کیا---تم زیادہ نہ سوچو۔ ہم بیرسٹر صاحب سے بات کریں گے، وہ جو کہیں گے، تم اس کے مطابق فاخرہ سے بات کر لینا۔ یہ معاملہ ختم ہو جائے تو پھر سوچیں گے، ہمیں کیا کرنا ہے۔'' فرید نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''فرید! تم نے مجھے بڑا حوصلہ دیا ہے۔'' نورین نے شرمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

''ہم ایک دوسرے کو حوصلہ نہیں دیں گے تو اور کون دے گا؟---چلو اٹھو شاباش، تیار ہو جاؤ۔ بیرسٹر صاحب سے ملنے کے لیے چلتے ہیں۔'' اس نے کہا تو نورین اٹھ گئی۔ فرید اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

☆☆☆

ریستوران میں رضوان شاہ اور بیرسٹر سلمان ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس ملاقات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے وہ بہت عجلت میں ایک دوسرے کو ملے ہیں۔

''سلمان! یہ جو نورین اور فاخرہ بیگم والی صلح ہو رہی ہے، اس میں اگر مقدمات واپس ہو جاتے ہیں تو وقار صاف بچ نکلتا ہے۔ وہ تو حسن اینڈ کمپنی کو ختم کر دے گا، ہماری تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔'' رضوان نے تشویش بھرے انداز میں کہا۔

''ہاں، یہ بات تو سوچنے کی ہے لیکن میں نے نورین کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے کہ اگر حسن اینڈ کمپنی کے تمام شیئرز نورین کو مل جائیں اور نورین کے تمام تر تحفظ کی ضمانت وقار احمد دے تو بات کی جا سکتی ہے۔'' سلمان شاہ نے کہا۔

''یار! وہ غبن والا معاملہ اگر نورین کے حق میں ہو رہا ہے تو ان حالات میں صلح کیوں کی جائے۔ مجھے تو بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؟'' رضوان شاہ جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

''یہ تو دونوں فریقین کی بات چیت ہوگی۔ یہ اُن کا فیصلہ ہے، ہم اس میں مداخلت نہیں کر سکتے البتہ اگر نورین ---'' سلمان نے کوئی بات کہنا چاہی۔

''نہیں --- وہ بہت تنگ آ چکی ہے، خوف زدہ اور مایوس بھی ہے۔'' رضوان شاہ نے کہا۔

''رضوان! اس وقت نورین ہی کے گرد سارا معاملہ ہے، اس کے لیے ہمیں نورین کو راضی کرنا ہوگا۔ ابھی وقت ہے۔ یہ طے نہیں ہوا کہ ہم کہاں پر بات کریں گے اور باتیں کیا ہوں گی؟'' سلمان نے سمجھایا۔

''آپ فوری طور پر فرید اور نورین کو اعتماد میں لیں۔ انہیں اس بات پر آمادہ کریں کہ کوئی بھی ایسی شرط رکھ دیں جو فاخرہ بیگم کی دسترس میں نہ ہو --- فیصلہ آ جانے تک یہ صلح ہر حال میں روکنا ہوگی۔ وقار احمد کو سڑک پر یا جیل کی سلاخوں کے پیچھے دیکھنا ہے مجھے ---''

''رضوان! تم بہت جذباتی ہو رہے ہو۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ یہ صلح چند دن مزید آگے چلی جائے، اس کے علاوہ کچھ بھی ایسی شرائط رکھی جائیں۔ تم حوصلہ رکھو، مجھے تمہاری مفادات عزیز ہیں اور وہ دونوں بھی سمجھ جائیں گے، میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔''

''اگر ہم نورین کا ساتھ نہ دیتے تو وہ اسے ایک چیونٹی کے مانند مسل دیتے اور آج ایسی باتوں کی نوبت بھی نہ آتی۔ یہ بات آپ نورین کو سمجھاؤ۔'' وہ جذباتی انداز میں بولا۔

''تم بے فکر رہو --- پہلی بات تو یہ ہے کہ صلح ہی نہیں ہوگی جب تک کہ فیصلہ نہیں آ جاتا۔ میں حسن اینڈ کمپنی کے حصول کے لیے نورین سے بات کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات مان جائے گی۔'' سلمان نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں --- ورنہ ہماری محنت ضائع ہو جائے گی۔'' رضوان شاہ نے تشویش سے کہا۔

''میں ابھی فون کر کے ان کے پاس جاتا ہوں، تم بے فکر ہو جاؤ۔''

سلمان نے کہا اور اپنا فون نکال کر ان سے رابطہ کرنے لگا۔

☆☆☆

مغربی افق نارنجی ہو گیا تھا جب وجاہت اور سلیم دونوں ٹہلتے ہوئے لان میں آ گئے۔ وہ سارا دن یہی پلان کرتے رہے تھے کہ عاصمہ کو تلاش کس طرح کیا جائے؟ --- ان کے لیے سب سے بڑی مشکل یہی تھی کہ اس نے ہمیشہ سیل فون پر بات کی تھی، اس لیے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ باتیں بھی زیادہ نہیں کرتی تھی کہ جس سے اس کی لوکیشن کا اندازہ ہو جائے۔ آخر یہی طے پایا تھا کہ عدالت پیشی پر تو اس نے آنا ہے، وہیں سے نگاہوں میں آ جائے گی۔ پھر اسے اغوا کر لیا جائے یا پھر نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ یوں اس کا ٹھکانہ معلوم ہو جائے گا۔

''تم بس اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو ورنہ گرم دماغ سے معاملہ بگڑ جائے گا، بس پیشی تک کی تو بات ہے۔'' سلیم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، انتظار تو کرنا پڑے گا۔''

یہ کہہ کر وہ لان میں پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ انہیں وہاں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چوکیدار ان کے پاس آ کر بولا۔

''سر! انسپکٹر رشید باہر آئے ہیں، آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''انسپکٹر--- اکیلا ہے---؟'' اس نے پوچھا۔

''جی،! اکیلا ہے اور بغیر وردی کے بھی ہے---'' چوکیدار نے بتایا۔

''بلاؤ اسے---'' اس نے کہا تو چوکیدار چلا گیا۔

''یہ انسپکٹر کا آنا، کچھ عجیب سا نہیں لگتا---نہیں کیا لگتا ہے؟'' سلیم نے تشویش سے کہا۔

''آجاتا ہے تو پوچھ لیتے ہیں؟''

وجاہت نے سکون سے کہا اور اس راستے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے انسپکٹر آنے والا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ان کے قریب آ گیا۔ وہ دونوں اس سے ملے، بیٹھنے کے بعد وجاہت نے پوچھا۔

''خیریت تو ہے نا انسپکٹر صاحب! کیسے آنا ہوا؟''

''خیریت لگتی نہیں ہے۔ میں خود اس لیے یہاں آیا ہوں کہ ممکن ہے میرا فون ٹریس ہو رہا ہو، اس لیے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ---''

''سیدھی بات بتاؤ، تمہید کو چھوڑو۔'' وجاہت نے اکتاتے ہوئے کہا۔

''آپ کے بارے میں جتنی بھی فائلیں ہیں اور خصوصاً قاتلانہ حملے والی فائل سپیشل برانچ کے پاس چلی گئی ہے۔'' وہ خوف زدہ لہجے میں بولا۔

''ایسا کیسے ہو گیا؟'' وجاہت نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے۔ سپیشل برانچ میں میرا ایک دوست ہے، اس نے مجھے محتاط ہونے جانے کا کہا ہے سو میں آپ کو محتاط ہونے کا مشورہ دینے آیا ہوں---وہیں سے معلوم ہوا ہے کہ کوئی باسط نامی صحافی ہے، وہ اس سارے معاملے کے پیچھے ہے۔ آئی جی صاحب خود اس معاملے کو دیکھ رہے ہیں۔ تفتیش کرنے والے بندوں کا پتہ نہیں چلا کیونکہ وہ انہوں نے ہی لگائے ہیں۔'' انسپکٹر رشید نے صورت حال سے آگاہی دی۔

''ہوں، تو بات اوپر تک پہنچ گئی۔'' وجاہت نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اب معاملات میری دسترس میں نہیں رہے، بہت بڑے پیمانے پر تفتیش ہو گی اس لیے یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے۔ کہیں میں بھی لپیٹ میں نہ آجاؤں، آپ بھی خیال رکھیے گا۔'' اس نے واضح انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے، انسپکٹر! جہاں تک آپ ہمارے کام آسکے، ٹھیک ہے، ہم پھر بھی آپ کو خوش کرتے رہیں گے---باقی میں خود دیکھ لیتا ہوں۔'' وجاہت نے سوچتے ہوئے کہا۔

''میں چلتا ہوں۔'' انسپکٹر نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔

''یہ اچانک کیا ہو گیا، وجاہت اور باسط!---وہ کون ہے؟'' سلیم نے پوچھا، اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ اچانک نہیں ہوا۔ یہ کڑیاں---عاصمہ اور نورین کے ساتھ ملتی ہیں---سلیم! ہر حالت میں صبح تک باسط کے بارے میں پتہ چلنا

چاہیے۔ وہی ایک سرا ہے جو ہمیں ان سب تک پہنچا دے گا۔'' وجاہت نے چونکتے ہوئے جوش سے کہا۔

''تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔''

''یہی حقیقت ہے، سلیم! باسط کا ختم ہونا بہت ضروری ہے۔ جتنے بھی لڑکے ہیں، انہیں اس کام پر لگا دو۔ وہ چاہے پاتال میں بھی ہے، وہاں سے نکالو۔ شاہ ایسوسی ایٹ میں کام کرنے والے فرید کو تلاش کرو۔ جو بھی ملتا ہے، اسے زندہ یہاں لے آؤ۔ میں اب دیکھتا ہوں کہ کون، کیسے اور کیا بلیک میل کرتا ہے۔''

وجاہت نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ سلیم اسی وقت وہاں سے نکل گیا۔ باسط نامی صحافی کے بارے میں پتہ کرنا اتنا مشکل نہیں تھا، چند اخبار تھے شہر میں، وہ بہت جلد انہیں مل سکتا تھا--- پھر رات کا دوسرا پہر بھی گزر گیا تو وجاہت کو تشویش ہونے لگی۔ وہ فون لیے اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بار بار رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر فون بند ہونے کی ٹیپ سنائی دے رہی تھی۔

''یہ سلیم کہاں مر گیا---؟''

اس نے بڑبڑاتے ہوئے پھر رابطہ کیا لیکن ناکام رہا۔ انہی لمحوں میں وہ خاص لڑکا ڈرائنگ روم میں آیا جو اکثر اس کے پاس آتا تھا، وہ قابل اعتماد لڑکا تھا۔

''کیا ہوا تمہیں، اتنے حواس باختہ کیوں ہو؟'' وجاہت نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''وجی بھائی! کچھ مشکوک لوگ سلیم بھائی کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔'' اس کے یوں کہنے پر وجاہت شدت سے چونک گیا۔

''کچھ مشکوک لوگ سلیم کو پکڑ کر لے گئے ہیں---کیا بکواس کر رہے ہو تم---؟''

''وجی بھائی! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ان لوگوں کو ہمارا پتہ نہیں چلا کیونکہ ہم دوسری گاڑی میں تھے، اس لیے وہی ان کے ہتھے چڑھے ہیں۔''

''کون لوگ تھے وہ---؟'' وجاہت خود پر قابو پا چکا تھا۔

''مجھے تو وہ پولیس والے ہی لگے ہیں۔ سادہ کپڑوں میں تھے وہ، ورنہ اتنی دیدہ دلیری سے کوئی سلیم بھائی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔'' اس لڑکے نے تیزی سے کہا۔

''اور تم نے اٹھائے ادھر آ گئے ہو، ان کا پیچھا نہیں کیا۔ معلوم تو کرتے کہ وہ اسے کہاں لے گئے ہیں---باقی سب لوگ کدھر ہیں؟''

''وہ سب رابطے میں ہیں۔'' اس نے کہا۔

''ان سب کو فون کر دو۔ انہیں کہو کہ فون کا انتظار کریں، کہیں باہر مت نکلیں۔'' وجاہت نے تاکید کی۔

''ٹھیک ہے، وجی بھائی---'' وہ جیب سے سیل فون نکالتے ہوئے بولا۔

''اور سنو---وہ جو صحافی کے بارے میں تم معلوم کر رہے تھے، اس کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟'' وجاہت نے پوچھا۔

''صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ وہ کس اخبار کے لیے کام کرتا ہے۔ جونہی پتہ ٹھکانہ معلوم ہوا، میں آپ کو بتا دوں گا---ہو سکا تو اسے ادھر ہی

لے آؤں گا۔'' وہ لڑکا بڑی ہمت سے بولا۔

''ٹھیک ہے، رابطہ رکھو، اس باسط کے بارے معلوم ہونا بہت ضروری ہے---اب جاؤ، چلے جاؤ۔ جب تک میں نہ کہوں، ادھر کا رخ نہیں کرنا---میں سلیم کا پتہ کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، وجیہی بھائی!''

یہ کہتے ہوئے وہ واپس مڑ گیا---وجاہت انتہائی پریشانی میں مختلف لوگوں سے رابطہ کرنے لگا۔

☆☆☆

وقار احمد اپنے معمول کے مطابق صبح کی سیر کے بعد ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے اخبار دھرے ہوئے تھے، وہ ایک اخبار اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اتنے میں فاخرہ اسے چائے دے کر ناشتہ بنانے چلی گئی۔ اس نے ہمیشہ اپنے شوہر کے کام خود کیے تھے اور یہ عادت حسن لاج میں بھی آ کر ختم نہیں کی تھی، چاہے یہاں نوکروں کی تعداد زیادہ بھی تھی۔ وقار احمد بڑے سکون سے اخبار پڑھتے ہوئے چائے پی رہا تھا کہ اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔

''اتنی صبح صبح کون ہے---؟''

اس نے بڑبڑاتے ہوئے سکرین پر نمبر دیکھے اور پھر کال ریسو کر لی۔ چند لمحے دوسری طرف سے بات سنتا رہا، لحہ بہ لحہ اس کے چہرے کا رنگ بدلتا گیا، یہاں تک کہ وہاں پر حیرت اور خوف چھا گیا۔ پھر وہ فون بند کر کے چند لمحے ہونقوں کی مانند بیٹھا رہا، پھر اچانک اس نے زور سے آواز دی۔

''بیگم---بیگم! کہاں ہو تم---؟''

چند لمحوں میں آواز کی بازگشت کے مانند فاخرہ ڈرائنگ روم میں آ کر بولی۔

''کیا ہوا، خیریت تو ہے۔ آپ یوں---؟''

''خیریت نہیں ہے---ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ---جو تمہارے بیٹے کا دوست ہے نا سلیم۔ وہ سلیم گرفتار ہو گیا ہے اور بہت جلد پولیس تمہارے بیٹے کو پکڑنے والی ہے---وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا، وہی ہوا---'' وقار احمد پریشانی میں کہتا چلا گیا۔

''ہائے اللہ---یہ کیا ہو گیا؟'' فاخرہ بیگم ایک دم سے گھبرا گئی۔

''میں نے اس احمق کو سمجھایا بھی تھا کہ یہ ملک چھوڑ کر کہیں بھی چلا جائے مگر اس کی قسمت---'' وقار احمد نے انتہائی مایوسی میں کہا۔

''یہ کیسے ہو گیا، وقار!---اب کیا ہو گا؟'' فاخرہ بیگم اپنے حواسوں میں نہیں آ رہی تھی۔

''یہ وقت تفصیل کا نہیں، میں نے ایسے ہی کسی وقت کے لیے بندوبست کر لیا تھا---غور سے میری بات سنو۔ تم اسے فون کر کے وہیں گھر پر رہنے کے لیے کہو، پھر وہاں جاؤ اور کسی بھی طرح اسے لے کر ایئرپورٹ آ جاؤ۔ میں ٹکٹ لے کر وہیں پہنچتا ہوں۔'' وقار احمد نے اسے سمجھایا۔

''میں---میں ابھی جاتی ہوں، اسے لے کر ایئرپورٹ پہنچتی ہوں---خدارا، میرا بیٹا بچ جائے۔'' وقار بیگم نے روہانسو ہوتے ہوئے کہا۔

''اس کے بچ نکلنے کا یہی ایک راستہ ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ سمجھ لو کہ یہ اس کے لیے آخری کوشش ہے، باقی میں سب سنبھال لوں گا---'' وقار احمد نے کہا اور فون پر کسی کے نمبر ملانے لگا۔

''میں ابھی جاتی ہوں---'' فاخرہ نے کہا اور واپس مڑ گئی۔

فاخرہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ جب اپنے سابقہ گھر میں پہنچی تو پورچ میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ وہ تیزی سے ڈرائنگ روم میں گئی، سامنے ہی وجاہت کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ اس کے پاس دولڑکے کھڑے ہوئے تھے، وہ کہہ رہا تھا۔

''تو یہ کنفرم ہو گیا ہے کہ سلیم گرفتار ہے اور اسے گرفتار کرانے میں اس صحافی باسط کا ہاتھ ہے---کوئی بات نہیں، میں اپنا تحفظ کر لوں گا۔ تم مجھے ملنا، میں تمہیں خوش کر دوں گا---'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ پھر جیسے ہی اس کی نگاہ فاخرہ بیگم پر پڑی تو پریشانی اور حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ماما! آپ---؟''

''ہاں، میں---چھوڑو یہ سب اور میرے ساتھ چلو۔'' فاخرہ نے کہا

''کہاں، ماما---؟'' وہ حیرت سے بولا۔

تمہارے پاپا ٹکٹ لے کر ایئر پورٹ آرہے ہیں۔ چلو تم---'' فاخرہ نے پھر کہا۔

''ماما! مجھے ابھی پتہ چلا ہے کہ باسط کہاں رہتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ عاصمہ وہیں ہو گی، میں اپنے بیٹے کو یوں ان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ ایک بار میں اپنا بیٹا آپ کی گود میں ڈال دوں، پھر آپ جہاں کہیں گی، وہیں چلا جاؤں گا---'' وہ تیزی سے کہتا چلا گیا۔

''دیکھو، میں تمہارا بیٹا لے لوں گی، کہیں نہیں جاتا وہ---مگر تم اس وقت میرے ساتھ ایئر پورٹ---''

فاخرہ نے کہنا چاہا لیکن وجاہت نے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے قریب کھڑے لڑکوں سے پوچھا۔

''تم سب تیار ہو---نکلو؟''

وہ سب باہر کی جانب چل دیے۔ وجاہت نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ریوالور اٹھایا اور باہر کی سمت جانے لگا، تبھی فاخرہ نے چیختے ہوئے کہا۔

''وجاہت! خدا کے لیے باہر مت جاؤ، پولیس تمہیں گرفتار کرنے والی ہے۔''

''ماما، آپ جائیں، میرا وقت برباد مت کریں۔''

وجاہت نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ فاخرہ نے انتہائی مایوسی میں پہلے وقار احمد کو فون کر کے ساری صورت حال بتائی، پھر وکیل سلطان محمود کے نمبر پش کر دیے۔ اسے بتا کر وہ نڈھال سی وہیں صوفے پر گر گئی---وہ مایوس ہو چکی تھی۔

☆☆☆

اس وقت ڈرائنگ روم میں اچھی خاصی رونق تھی۔ نورین، عاصمہ اور محمد رفیق بیٹھے ہوئے تھے---چند دنوں سے محمد رفیق نے یہ معمول بنا لیا ہوا تھا کہ وہ صبح کے وقت اس گھر کا ایک چکر ضرور لگاتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہمیشہ تازہ پھل ہوتے جو محض ایک بہانہ ہوتے، اصل میں وہ روزانہ

نورین کو دیکھنے اور اسے ملنے آتا۔ وہ کچھ دیر فہد سے کھیلتا اور پھر چلا جاتا۔ شاید وہ اس طرح کر کے گزرے دنوں کی تشنگی پوری کر رہا تھا۔ اس وقت فہد رو رہا تھا جب عاصمہ نے اسے محمد رفیق کی گود میں دیتے ہوئے کہا۔

''لگتا ہے، یہ آپ کے ساتھ کچھ زیادہ ہی مانوس ہو گیا ہے۔ آپ کی گود میں جاتے ہی خاموش ہو جاتا ہے--- دیکھا، کیسے خاموش ہو گیا ہے۔''

''بیٹی! بچہ تو پیار کا بھوکا ہوتا ہے، جہاں سے اسے پیار ملے گا، یہ وہیں کا ہو رہتا ہے۔''

محمد رفیق نے فہد کی ناک پر انگلی رکھتے ہوئے کہا تو کھل گیا، تبھی عاصمہ ہنستے ہوئے بولی۔

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اس سے پیار نہیں کرتی---؟''

''---کرتی ہو، لیکن یہ دیکھ لو، میری گود میں چپ ہو گیا---'' محمد رفیق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا، آپ اس کے ساتھ کھیلیں۔ میں آپ کیلئے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' عاصمہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں، بیٹی! میں نے بس ابھی چلے جانا ہے--- میں جاؤں گا تو بلال ناشتہ کرنے گھر جائے گا، نا؟'' محمد رفیق نے اپنی مجبوری بتائی۔

''کمال کرتے ہیں، ابا! میں نے آپ سے کل کیا کہا تھا۔ آپ نے اماں کو بتایا نہیں کہ آج میں نے آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے؟'' نورین نے کہا۔

''مجھے یاد ہی نہیں رہا، بیٹی!'' محمد رفیق افسوس بھرے انداز میں بولا۔

''میں نے اس سے وقت لیا تھا--- آج پھر وقت لینا پڑے گا---'' نورین نے کہا۔

''اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے--- فرید اور باسط مارکیٹ تک گئے ہیں، وہ آتے ہیں تو تم گاڑی لے کر چلی جانا اور وہاں سب کو بتا کر انہیں ڈاکٹر کو دکھا دینا---''

''چلو، ایسا کر لیتے ہیں--- تم ناراض نہ ہو، بیٹی!'' محمد رفیق فوراً ہی تیار ہو گیا۔

''اب تو وقت ہے نا، میں چائے بنا لاؤں---؟''

عاصمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ محمد رفیق کوئی جواب دیتا، اچانک باہر بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔ چند ہی لمحوں بعد وجاہت ہاتھ میں ریوالور لیے اندر آیا، اس کے کور میں ایک لڑکا باہر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وجاہت کی نگاہ جیسے ہی نورین پر پڑی تو وہ خوشگوار حیرت سے بولا۔

''تم بھی یہیں ہو۔ کتنی اچھی قسمت ہے میری--- آیا تو میں اپنے بیٹے فہد کے لیے تھا اور تم بھی مل گئیں--- چلو اچھا ہوا، عاصمہ کے ساتھ تمہارا قصہ بھی ختم کرتا ہوں۔ بہت تنگ کر لیا تم لوگوں نے---''

یہ کہتے ہوئے اس کی نگاہیں فہد پر ٹک گئیں جو محمد رفیق کی گود میں تھا، تبھی رفیق نے کہا۔

''تم کچھ بھی نہیں کر سکتے ہو--- چلے جاؤ یہاں سے، ابھی ان کا باپ زندہ ہے جو تمہارے ناپاک ارادے پورے نہیں ہونے دے گا۔''

''اچھا تو تم ان کے باپ ہو--- میں دیکھتا ہوں کہ تم انہیں میرے ہاتھ سے کیسے بچاتے ہو اور یہ--- یہی ہے نا، میرا بیٹا---'' یہ کہتے ہوئے وجاہت آگے بڑھا۔

''وجاہت! چلے جاؤ یہاں سے ورنہ بہت برا ہوگا۔'' عاصمہ نے چیختے ہوئے کہا۔

''ہونہہ، بہت برا ہوگا۔ میں اپنا بیٹا لے کر جا رہا ہوں---'' وجاہت نے نفرت سے کہا۔

''تم میرا بیٹا نہیں لے جا سکتے، میں مر جاؤں گی لیکن تمہیں---'' عاصمہ چیختے ہوئے بولی۔

''تم ویسے بھی زندہ نہیں رہوگی''

اس نے یہ کہتے ہوئے محمد رفیق کی گود میں سے فہد کو پکڑا۔ محمد رفیق نے مزاحمت کی تو بچہ رونے لگا۔ عاصمہ تڑپ کر آگے بڑھی، اتنی دیر میں وجاہت نے فہد کو پکڑ لیا تھا۔ ''نہیں، تم یہ ظلم نہیں کر سکتے، میرا بچہ مجھے واپس کر دو---تم جو کہو، میں کرنے کو تیار ہوں---'' عاصمہ نے زور زور سے روتے ہوئے کہا۔

''وقت گزر چکا ہے، عاصمہ! تم ایک مسلا ہوا ٹشو پیپر ہو جس کی ضرورت نہیں، اب تمہیں مر جانا چاہیے؟''

وجاہت نے نفرت سے کہا اور عاصمہ پر ریوالور تان لیا۔ اسی لمحے باہر فائرنگ کی آواز آئی، وجاہت کی توجہ ہٹی تو محمد رفیق نے آگے بڑھ کر بچہ چھین لینا چاہا۔

خبردار، جو ایک بھی قدم آگے بڑھایا---''

وجاہت نے دھمکی دیتے ہوئے کہا مگر محمد رفیق نہیں رکا، باہر پولیس سائرن کی آواز گونجنے لگی۔ محمد رفیق نے فہد کو پکڑا اور اس سے چھین لینا چاہا تبھی وجاہت نے فائر کر دیا، زوردار آواز کے ساتھ رفیق کی چیخ بلند ہوئی مگر اس نے وجاہت کو نہیں چھوڑا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ فہد چیختے ہوئے رو رہا تھا، تبھی وجاہت کے ہاتھ سے فہد نکل گیا، جسے نورین نے آگے بڑھ کر سنبھالا اور اسے لے کر اندر کی جانب لپکی۔ وجاہت نے اس پر فائر جھونک دیا مگر تب تک وہ ڈرائنگ روم جا چکی تھی۔

''وجی بھائی، نکلو---باہر فائرنگ ہو رہی ہے، پولیس---''

رفیق نے وجاہت کو پکڑا ہوا تھا لیکن فائر لگنے کی وجہ سے اس کی گرفت ختم ہوتی جا رہی تھی۔ وجاہت نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا، اس کا ریوالور وہیں رہ گیا۔ وجاہت تیزی سے باہر کی جانب بھاگ گیا۔ محمد رفیق بے بس ہو کر فرش پر اوندھا ہو گیا، اس کا خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

☆☆☆

پولیس نے چاروں طرف سے گھر کو گھیرا ہوا تھا۔ چند لڑکے جو باہر تھے، وہ یا تو مر گئے تھے یا پھر زخمی حالت میں پڑے کراہ رہے تھے۔ اندر سے مزاحمت جاری تھی۔ وجاہت نے ایک لڑکے سے ریوالور لیا اور باہر کی صورت حال دیکھ کر فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ اس نے اپنا اور اپنی گاڑی کا فاصلہ دیکھا، پھر انتہائی تیزی سے وہ اپنی گاڑی تک جا پہنچا۔ تبھی چند گولیاں اس کی گاڑی کو لگیں۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے نکلنا چاہا۔

پولیس کی گاڑی بھی اس کے پیچھے لگ گئی۔ وجاہت کو یقین تھا کہ وہ فرار ہو جائے گا لیکن اچانک آنے والے موڑ اس کو رفتار کم کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ وہ مین سڑک تک پہنچ جاتا تو ان کی دسترس سے نکل جانے والا تھا۔ تبھی اچانک ایک برسٹ سے اس کی گاڑی کا ٹائر دھماکے سے پھٹ گیا، گاڑی ڈگمگائی اور پھر وجاہت قابو نہ رکھ سکا۔ گاڑی سیدھی دیوار سے ٹکرائی جس کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ وجاہت آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

☆☆☆

محمد رفیق آخری سانسوں پر تھا۔ نورین اس کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، اس نے نورین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بیٹی---! میں تمہارے لیے--- کچھ نہ--- کر سکا--- یہ ایک زندگی تھی--- میرے پاس--- وہ تجھ پر--- وار کر--- جا رہا ہوں--- میں تیرے لیے--- بہت تڑپا ہوں--- تیرا مجبور باپ--- کچھ نہ کر--- سکا--- مجھے معاف--- کر دینا---''

اتنے میں باسط اور فرید اندر آ گئے لمحوں میں انہوں نے ساری صورت حال کا اندازہ لگایا۔

''چلو، جلدی--- انہیں ہسپتال لے کر چلیں---''

فرید نے کہا تو باسط آگے بڑھا۔

''نہیں--- میرا وقت قریب ہے--- یہ تھوڑا وقت--- اپنی بیٹی--- معاف کر دو---'' رفیق ہکلانے لگا۔

''ہو سکتا، ہم وقت پر پہنچ جائیں۔ جلدی فرید---''

باسط نے کہا وہ دونوں رفیق کو اٹھانے لگے۔

''بیٹی! اپنی--- ماں--- کا--- خیال--- رکھنا--- معاف---''

رفیق نے کہا اور ہچکی لی، پھر اس کا سر ڈھلک گیا۔ تبھی نورین نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں ابا نہیں--- تم مجھے یوں چھوڑ کے نہیں جا سکتے، ساری زندگی میں تمہارے پیار کے لیے ترسی ہوں--- ابا! یہ چند لمحوں کا پیار دے کر تم یوں نہیں جا سکتے--- آنکھیں کھولو، ابا! آنکھیں کھولو---''

تبھی فہد بے تحاشہ رونے لگا۔ عاصمہ نے اسے ایک طرف اٹھایا اور نورین کو تھام لیا۔ دونوں گلے لگ کر زار و قطار رونے لگیں۔ فرید نے آگے بڑھ کر رفیق کی نعش کو قالین پر لٹایا اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔ باسط فون پر پولیس سے رابطہ کرنے لگا--- ماحول انتہائی سوگوار ہو گیا تھا، وہ سب محمد رفیق کی نعش کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

☆☆☆

حسن لاج کے ڈرائنگ روم میں وقار احمد کھڑا فاخرہ بیگم پر دھاڑ رہا تھا۔

''تمہارے بیٹے نے آج تک میری نہیں مانی، وہ اب تک پولیس کے ہتھے چڑھ چکا ہوگا--- اگر وہ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جا سکتا تو نہ سہی، میں جا رہا ہوں۔''

''آپ ایسا نہیں کر سکتے---؟'' فاخرہ بیگم نے حیرت اور خوف بھرے انداز میں کہا۔

''کیوں نہیں کر سکتا---میں یہاں رہ کر ساری زندگی جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑنا نہیں چاہتا۔کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میرے سارے کالے دھندے،میرے گلے کا ہار بن سکتے ہیں---؟'' وہ غصے میں بولا۔

''لیکن آج تک آپ پکڑے نہیں گئے تو اب---''

اس نے کہنا چاہا مگر وقار احمد نے اس کی بات اچکتے ہوئے کہا۔

''مجھے پتہ ہے،میرے بارے میں تفتیش ہو رہی ہے،اس لیے میں نے اپنے بچاؤ کا بندوبست کر لیا ہے۔میں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنا سارا پیسہ باہر شفٹ کر دیا تھا۔یہ تمہارا احمق بیٹا وہاں پر عیش کرتا۔اب وہ یہاں جیل کی تاریک کوٹھڑی میں رہے گا۔'' وہ جھاگ اڑاتے ہوئے بولا۔

''تو آپ واقعی جا رہے ہیں---؟'' فاخرہ بیگم کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں---میں نے پورا بندوبست کر لیا تھا اور ابھی کچھ دیر بعد ہماری فلائٹ ہے---آؤ،خاموشی سے نکلو۔کسی کو معلوم نہ ہو۔اب ہم یہاں نہیں رہیں گے---'' وقار احمد نے کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں،وقار!میرے بیٹے کو پولیس پکڑتی پھر رہی ہے،یہ اتنی بڑی جائیداد---یہ حسن لاج،جس کی میں نے ساری زندگی خواہش کی،اسے یوں چھوڑ دوں---نہیں،وقار!میں کہیں نہیں جاؤں گی۔میں نے کوئی جرم نہیں کیا---'' فاخرہ نے جذباتی انداز میں کہا۔

''یہ سب تمہیں کبھی نہیں ملنے والا---تم ساری زندگی دولت کی ہوس میں مرتی رہی ہو،اپنے بیٹے کے کرتوتوں میں شامل رہی ہو،اب بھی کہتی ہو کہ میں نے جرم نہیں کیا۔پولیس تمہیں بھی نہیں چھوڑے گی۔اگر زندگی کے باقی دن اچھے گزارنا چاہتی ہو تو چلو میرے ساتھ،وقت بہت کم ہے---'' وقار احمد نے اس بار نرم لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ کیسے باپ ہیں،وقار!اپنے بیٹے کو یوں چھوڑ کے---''

''وہ بیٹا،جس نے مجھے ساری زندگی اپنا باپ نہیں سمجھا۔مجھے ایسے بیٹے کی کوئی ضرورت نہیں جو اپنے احمق پن سے اپنے والدین کو بھی لے ڈوبے۔اگر تم میرے ساتھ جانا چاہتی ہو تو ٹھیک ورنہ میں جا رہا ہوں۔'' وقار احمد نے حتمی انداز میں کہا۔

''میں کہیں نہیں جاؤں گی---'' فاخرہ نے چیختے ہوئے بولی۔

''تو ٹھیک ہے،میں جا رہا ہوں---''

وقار احمد نے کہا،گھڑی پر وقت دیکھا اور اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر کی جانب چل دیا۔ابھی اس نے قدم بڑھائے ہی تھے کہ پولیس اندر آ گئی۔

''آپ کا کھیل ختم ہوا،وقار صاحب---!'' ایس پی نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔'' ایس پی نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن کس جرم میں---؟'' وہ خود پر قابو پاتے ہوئے اعتماد سے بولا۔

''ایک طویل فہرست ہے جو بہر حال مجھے زبانی یاد نہیں--- ہمارے ساتھ چلو، وہاں سنادی جائے گی۔'' ایس پی نے پھر طنزیہ انداز میں کہا۔

''میں نے کوئی جرم نہیں کیا---''

وہ تیزی سے بولا تبھی وکیل سلطان محمود اندر آیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''بلاشبہ وقار احمد نے کسی جرم کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا لیکن میرے پاس بہت سارے ثبوت جمع ہیں۔''

''آپ---؟'' فاخرہ اور وقار نے یک زبان ہو کر حیرت سے کہا۔

''ہاں، میں--- میں نواب مسعود الحسن کا نمک خوار اور آخری دم تک ان کا وفادار ہوں۔ مجھے بھی سازش کا احساس ہوا تھا لیکن میرے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا اور یہ بھی کبھی پتہ نہ چلتا کہ تم دونوں نے نواب صاحب کو قتل کیا۔ اگر شائستہ بیگم کا خط مجھے نہ ملتا اور اس میں تفصیل درج نہ ہوتی تو واقعی کبھی ثبوت تلاش کرنے کی کوشش ہی نہ کی جاتی۔''

''آپ تو ہمارے ساتھ چوتھائی جائیداو---'' وقار نے کہنا چاہا۔

''تو پھر نواب صاحب کے قتل کا سراغ کیسے پتہ چلتا، حقیقی قاتل کے سامنے آتے اور آپ لوگوں کو بے نقاب کیسے ہوتے--- مجھے افسوس ہے کہ میرے ہوتے ہوئے معصوم نورین پر ظلم ہوتے رہے۔ میں اس سے معافی مانگ لوں گا، مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضرور معاف کرے گی۔ کیونکہ آپ لوگوں کو کیفر کردار تک میں پہنچاؤں گا۔'' وکیل سلطان محمود نے نفرت سے کہا۔

''اور ہاں، ایک خبر اور آپ کے لیے...... آپ کا بیٹا وجاہت پولیس مقابلے میں فرار ہوتا ہوا مر گیا ہے۔ شاید اب اس کی لاش بھی نہ مل سکے......''

ایس پی نے کہا تو فاخرہ بیگم نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور ایک دم چیختے ہوئے بولی۔

''نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا......''

''گرفتار کر لو انہیں......''

ایس پی نے کہا اور باہر کی جانب لپکا۔ مرد پولیس والے وقار احمد کی جانب بڑھے اور اسے ہتھکڑی پہنا دی۔ زنانہ پولیس نے فاخرہ بیگم کی کلائی پکڑی تو وہ بے جان سی تھی، اگلے ہی لمحے وہ چکرائی اور فرش پر آ گئی، اس کی روح پرواز کر گئی تھی۔ ایس پی نے اپنی کیپ اتاری اور اسے وہیں چھوڑ دیا۔ وقار احمد کو پولیس وین میں بٹھایا اور حسن لاج سے لے گئے۔

☆☆☆

چالیس دن بعد---!

حسن لاج پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ نورین حسن لاج میں گھوم رہی تھی۔ اسے قدم قدم پر شائستہ بیگم یاد آ رہی تھی۔ وہ آنسو بہاتی ہر جگہ گئی، یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔ نورین کاریڈور میں کھڑی رو رہی تھی کہ فرید نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا، نورین نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''نورین! زندگی میں نجانے کب کیا ہو جائے، اس بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا--- بہر حال، تمہیں انصاف مل گیا یہی بڑی بات ہے---تمہیں تمہاری شناخت مل گئی۔''

''فرید! میری یہ شناخت کس قدر لہو میں ڈوبی ہوئی ہے، میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی--- میں جان گئی ہوں، اصل شناخت تو ہر انسان کے اندر ہے---'' وہ دھیرے سے بولی۔

''وہ لوگ اس جائیداد کے لیے کتنا کچھ کرتے رہے، مگر وہ نہیں رہے اور یہ موجود ہے۔ یہی قسمت ہے، جسے تم نے کبھی تلاش نہیں کیا تھا۔'' فرید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''جیسے تم---تم بھی تو مجھے قسمت ہی سے ملے ہو۔ تمہاری محبت---''

''میں نے اس نورین کو چاہا تھا جو بے بس، بے یار و مددگار اور بے آسرا تھی۔ میں اس وقت بھی تم سے دور رہا جب ہم کلاس فیلوز تھے اور میں سمجھتا تھا کہ تم نواب خاندان سے ہو اور اب تمہارے اور میرے درمیان بہت اونچی دیوار آگئی ہے۔ میں نے اپنا راستہ چن لیا ہوا ہے۔'' فرید نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''اگر تم اس جائیداد اور دولت کو میرے اور اپنے درمیان ایک دیوار سمجھتے ہو، تو میں یہ دیوار گرا دیتی ہوں، میں سلطان صاحب سے کہہ دیتی ہوں کہ آپ اسے کسی بھی ٹرسٹ کے حوالے کر دیں---ہم نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کریں گے۔''

نورین نے حتمی سے لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ فرید کوئی جواب دیتا، وکیل سلطان محمود کی گاڑی پورچ میں رکی۔ وہ سیدھا ان کی طرف آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں سفید رنگ کا بڑا سا لفافہ تھا۔ علیک سلیک کے بعد لفافہ نورین کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

''نورین صاحبہ! یہ آپ کی تمام جائیداد کے کاغذات ہیں انہیں دیکھ لیں---حسن اینڈ کمپنی کے اثاثے بھی آپ کے نام ہیں۔ انہیں بھی دیکھ لیں۔''

نورین نے وہ لفافہ نہیں پکڑا اور بڑے اعتماد سے بولی۔

''سلطان صاحب! کیا یہ جائیداد کسی ٹرسٹ کو دی جا سکتی ہے؟''

''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''کچھ نہیں---نورین یہ کہہ رہی ہے کہ یہ حسن ٹرسٹ بنانا چاہتی ہے۔'' فرید نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں---ہم اس معاملے کو بہر حال بعد میں دیکھیں گے۔ فی الحال مجھے اجازت---''

وکیل سلطان محمود نے کہا اور واپس چلا گیا۔ فرید اور نورین نے ایک دوسرے کی جانب بھرپور نگاہوں سے دیکھا اور مسکرا دیئے۔

☆☆☆

باسط نے فاخرہ بیگم کے گھر میں جا کر پورچ میں گاڑی روکی تو سامنے کھڑے وکیل سلطان محمود نے ان کی جانب قدم بڑھا دیئے، باسط نے باہر نکل کر سلطان محمود سے مصافحہ کیا اور پوچھا۔

''سر! ہمیں دیر تو نہیں ہوگئی---؟''

''نہیں---میں بھی چند منٹ پہلے پہنچا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے گاڑی میں دیکھا، عاصمہ اپنے بیٹے فہد کو سینے سے لگائے باہر نکل رہی تھی۔ اس نے قریب آ کر سلام کیا تو سلطان محمود نے جیب سے خاکی رنگ کا لفافہ نکالا اور عاصمہ کی جانب بڑھا کر کہا۔ ''یہ لیں، تو محترمہ عاصمہ! اس گھر کے یہ کاغذات ہیں۔ یہ گھر اب آپ کا ہے۔ اب آپ یہیں رہیں گی۔''

عاصمہ نے پہلے وکیل سلطان محمود کو، پھر خاکی لفافے کو اور پھر اس بڑے سارے گھر کو دیکھا اور اچانک رو دی۔ پھر دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر وہ لفافہ لے لیا۔

''میں چلتا ہوں۔''

وکیل نے کہا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ عاصمہ وہیں ساکت سی کھڑی تھی۔ اس کی یادوں میں وہ لمحات گزر گئے جب وجاہت نے انتہائی نفرت سے کہا تھا۔

''جب میں نے کہہ دیا ہے کہ ابھی تم ماں نہیں بنو گی تو بس نہیں بنو گی۔''

''میری کوکھ میں پلنے والی زندگی اس دنیا میں ضرور آئے گی اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس کا قتل کر دوں تو یہ تمہاری بھول ہے۔''

''تم اگر اسے قتل نہیں کرو گی تو میرے ہاتھوں ماری جاؤ گی۔ تمہیں وہی کرنا ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی، چاہے تم کچھ بھی کرلو۔''

''میرے ہی ٹکڑوں پر پلنے والی، میرے سامنے زبان چلاتی ہو---میں تمہیں زندہ ہی نہیں چھوڑوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی زناٹے کا تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا---وہ چونک گئی تو باسط نے اس کی آنکھوں میں آتے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''آج کے بعد نہیں---اب تمہیں فہد کے لیے جینا ہے۔''

''باسط! تمہیں تو پتہ ہے کہ میری زندگی تپتے ہوئے صحرا---''

''مجھ پر یقین رکھو، میں اب سایہ بنوں گا---''

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا تو عاصمہ نے فہد اس کی گود میں دے دیا۔ اس وقت عاصمہ کی آنکھوں میں آنسو، لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ باسط کو یہ دھوپ چھاؤں بڑی اچھی لگی تھی۔

☆☆☆

نورین نے گاڑی حسن لاج کے پورچ میں روکی تو شوفر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ گاڑی میں سے نورین، سلمٰی اور بلال باہر آئے۔ بلال نے چاروں طرف بڑی حیرت سے دیکھا اور بولا۔

''باجی! یہ اتنا بڑا گھر تمہارا ہے؟''

''نہیں، ہم سب کا ہے۔''

یہ سنتے ہی سلمٰی رونے لگی---نورین نے دیکھا اور آگے بڑھ کر اپنی ماں کے آنسو پونچھے اور گلے لگا لیا۔

☆☆☆

نورین نے حسن اینڈ کمپنی کی پارکنگ میں گاڑی روکی اور ساتھ بیٹھے ہوئے فرید کو دیکھا۔ دونوں افس میں داخل ہوئے تو سامنے دیگر ملازمین کے ساتھ باسط، عاصمہ، رضوان شاہ، وکیل سلطان محمود، بیرسٹر سلمان، تنویرا کاؤنٹنٹ اور عظمٰی مسکرا رہے تھے۔

''ویل کم بیک، میڈم---''، عظمٰی نے کہا۔

''حسن اینڈ کمپنی تمہیں مبارک ہو۔ تم ہمیشہ ہمیں مددگار پاؤ گی---آؤ، اپنی سیٹ پر بیٹھو۔'' رضوان شاہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

نورین تالیوں کی گونج میں وقار احمد کی سیٹ پر جا بیٹھی، اس نے فرید کی طرف دیکھا جو محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
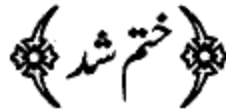
امجد جاوید کی دیگر کتب

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
1	جب عشق سمندر اوڑھ لیا	200/-
2	چہرہ	150/-
3	عشق کا شین (حصہ دوم)	400/-
4	عشق کا شین (حصہ سوم)	400/-
5	عشق کا قاف	300/-
6	عشق سیڑھی کانچ کی	400/-
7	تاج محل	250/-
8	لکھاری کیسے بنتا ہے	120/-
9	انقلابی شاعری (انتخاب)	150/-
10	تمہیں چاہوں گا شدت سے (نیا شعری مجموعہ)	120/-
11	کامیابی 30 دنوں میں (ترجمہ)	150/-
12	روشن اندھیرے	400/-